

أنا خاتم النبيين ﷺ لا نبي بعدي



وقوله ﷺ  
علماء على سلاكي تحققت كثير رسائل كانتا ينكروا بيدينا

# حَقِيقَةُ أَخْرِ الدُّبُورِ

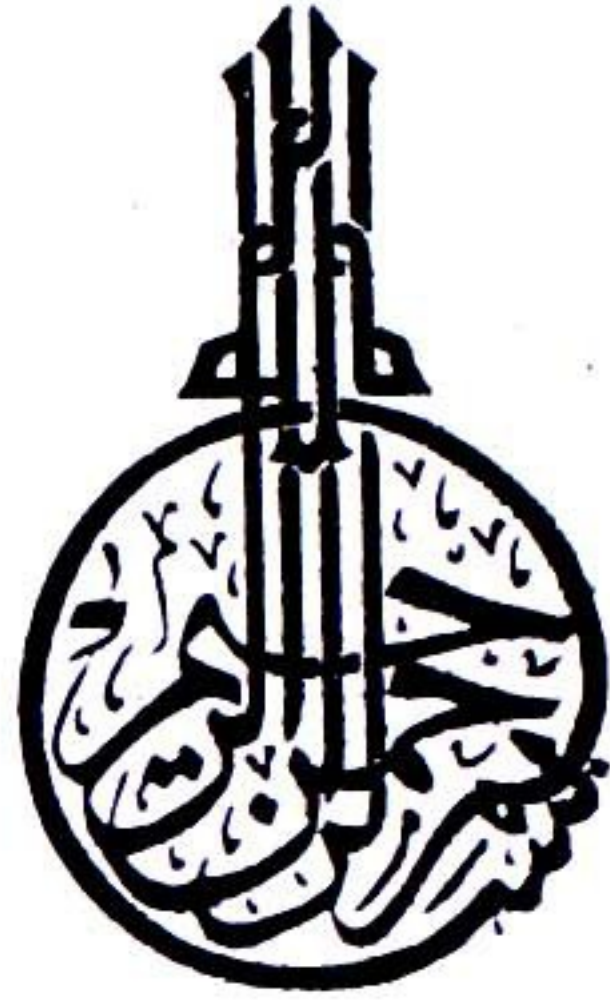
جليل جبار

الإدارة لتحفظ العقائد الإسلامية



81449





مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ  
وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

الآية (٤٠) سورة الاحزاب





لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَاتَمَ النَّبِيِّينَ





## قَصِيدَةُ بُرْدَةَ شَرِيفٍ

از: شیخ العرب العجم امام محمد شرف الدین بوسیری مصری شافعی رحمۃ اللہ علیہ

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا  
عَلَى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

اے میرے مالک و مولیٰ درود و سلامتی نازل فرما ہمیشہ ہمیشہ تیرے پیارے حبیب پر جو تمام مخلوق میں افضل ترین ہیں۔

مُحَمَّدُ سَيِّدُ الْكُوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ  
وَالْفَرِيقَيْنِ مِنْ عَرَبٍ وَمِنْ عَجَمٍ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سردار اور جہاں ہیں دنیا و آخرت کے اور جن دانس کے اور عرب و عجم دونوں جماعتوں کے۔

فَاَقِ النَّبِيِّنَ فِي خُلُقٍ وَفِي خُلُقٍ  
وَلَمَّ يَدَانُوهُ فِي عِلْمٍ وَلَا كَرَمٍ

آپ ﷺ نے تمام انبیاء الطیبین پر حسن و اخلاق میں فوقیت پائی اور وہ سب آپ کے مراتب علم و کرم کے قریب ہی نہ پہنچ پائے۔

وَكُلُّهُمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ  
عَرَفًا مِنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِنَ الدِّيَعِ

تمام انبیاء الطیبین آپ ﷺ کی بارگاہ میں متمس ہیں آپ کے دریائے کرم سے ایک چلویا بارانِ رحمت سے ایک قطرے کے۔



وَكُلُّ أُمَّةٍ آتَى الرَّسُولَ الْكِرَامُ بِهَا  
فَإِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ تَوْرِهِ بِهِنَّ

تمام مجوزات جو انبیاء ﷺ لائے وہ دراصل حضور ﷺ کے نور ہی سے انہیں حاصل ہوئے۔

وَقَدَّمَتْكَ جَمِيعُ الْأَنْبِيَاءِ بِهَا  
وَالرُّسُلِ تَقْدِيمُ فِئْتِهِمْ عَلَى خَدَمِهِ

تمام انبیاء ﷺ نے آپ ﷺ کو (سبھی میں) مقدم فرمایا خدوم کو خادموں پر مقدم کرنے کی مثل۔

بُشْرَى لَنَا مَعَشَرَ الْإِسْلَامِ إِنَّ لَنَا  
مِنَ الْعِنَايَةِ رُكْنًا غَيْرَ مَنْهَدٍ

اے مسلمانو! بڑی خوشخبری ہے کہ اللہ ﷻ کی مہربانی سے ہمارے لئے ایسا ستون عظیم ہے جو کبھی گرنے والا نہیں۔

فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتْهَا  
وَمِنْ عُلُومِكَ عَلَمُ اللُّوحِ وَالْقَلَمِ

یا رسول اللہ ﷺ آپ کی بخششوں میں سے ایک بخشش دنیا و آخرت ہیں اور علم لوح و قلم آپ ﷺ کے علوم کا ایک حصہ ہے۔

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُولِ اللَّهِ نَصْرَتُهُ  
إِنْ تَلَقَّهِ الْأُسْدُ فِي أَجَامِهَا تَجِرُ

اور جسے آقائے دو جہاں ﷺ کی مدد حاصل ہو اسے اگر جنگل میں شیر بھی ملیں تو خاموشی سے سرجھکالیں۔

لَتَادَعَا اللَّهُ دَاعِيَنَا لِمَا طَاعَتِهِ  
بِأَكْرَمِ الرُّسُلِ كُنَّا أَكْرَمَ الْأُمَمِ

جب اللہ ﷻ نے اپنی طاعت کی طرف بلانے والے محبوب کو اکرم الرسل فرمایا تو ہم بھی سب امتوں سے اشرف قرار پائے۔



# سَلَامِ رَضَا

از: امام اہلسنت مجتہدین اُمدت حضرت علامہ مولانا مفتی قاری حافظ  
امام احمد رضا محقق، محدث قادری، برکاتی، حنفی، بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مُصطفیٰ جَانِ رَحْمَتِ پَہ لاکھوں سَلَامِ  
شعِ بَزْمِ ہدایتِ پَہ لاکھوں سَلَامِ

مہرِ چرخِ نبوتِ پَہ روشنِ دُرودِ  
گُلِ باغِ رسالتِ پَہ لاکھوں سَلَامِ

شبِ اسری کے دُولہا پَہ دائمِ دُرودِ  
نوشتہٴ بَزْمِ جنتِ پَہ لاکھوں سَلَامِ

صاحبِ رجعتِ شمس و شق القمر  
نائبِ دستِ قدرتِ پَہ لاکھوں سَلَامِ

حجرِ اسود و کعبۃ جنان و دل  
یعنی مہرِ نبوتِ پَہ لاکھوں سَلَامِ

جس کے ماتھے شفاعت کا سپہرا رہا  
اس جبینِ سعادتِ پَہ لاکھوں سَلَامِ

فتحِ بابِ نبوتِ پَہ بے حدِ دُرودِ  
ختمِ دورِ رسالتِ پَہ لاکھوں سَلَامِ

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رَضَا  
مُصطفیٰ جَانِ رَحْمَتِ پَہ لاکھوں سَلَامِ



# محفوظات جَمِيعِ حَقُوقِ



عقیدۃ ختم النبوة

نام کتاب

حضرت علامہ مفتی محمد امین صاحب دہلوی

ترتیب و تحقیق

چہارم

جلد

2006 / 1427ھ

سن اشاعت

225/-

قیمت

ناشر

الإدارة لتحفظ الحقائق الإسلامية

آفس نمبر 5، پلاٹ نمبر Z-111، عالمگیر روڈ، کراچی

[www.khatmenabuwat.com](http://www.khatmenabuwat.com)

[www.khatmenabuwat.net](http://www.khatmenabuwat.net)





# فہرست

صفحہ نمبر	تفصیل	نمبر شمار
-----------	-------	-----------

9

① شمس الہدایہ

فی اثبات حیاۃ المسیح (سن تصنیف: 1899/1900 / ۱۳۱۷ھ)

161

② سیفِ چشتیانی

(سن تصنیف: 1902 / ۱۳۱۹ھ)

از

فاتح قادیانیت شیخ الاسلام

سید پیر مہر علی شاہ چشتی حنفی گولڑوی رحمہ اللہ علیہ









شَمْسُ الْهَدَايَا  
فِي  
إثْبَاتِ حَيَاةِ الْمَسِيحِ

1899/  
(سَنَ تَصْنِيفٍ : 1900 / ١٣١٤ هـ)

تَصْنِيفُ لَطِيفٍ

فَاتِحِ قَاوِيَاةِ شَيْخِ الْإِسْلَامِ

سَيِّدِ پیر مہر علی شاہ چشتی حنفی گولڑوی رحمہ اللہ علیہ







## اجمالی فہرست شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
12	وجہ تصنیف کتاب، مرزا قادیانی کے ابلہ فریب دلائل کا خلاصہ	1
20	فائدہ جلیلہ، آیت وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ كِي تَوْضِيح	2
31	آیت بالا اور متعلقہ کے بارے میں مرزا قادیانی کے غلط موقف کی تردید	3
33	آیات قرآن و احادیث مبارکہ	4
39	آیت وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ كِي تَوْضِيح	5
42	حضرت عیسیٰ <small>عليه السلام</small> کے نزول کے متعلق ذکر الاحادیث	6
66	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر در معنی مُتَوَفِّيكَ كِي تَوْجِيه	7
73	قرآن اور لغت سے لفظ توفی کا موت کے علاوہ دیگر معنی میں استعمال	8
77	تفسیر ابن عباس کے بارے میں مرزا قادیانی سے ایک مطالبہ	9
88	حدیث شیخ اکبر دربارہ زریب بن برتملا و صی عیسیٰ	10
94	حضرت حسن بصری کی ایک روایت کی تفصیل	11
96	آیت وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ يَرْمِزُوا قَادِيَانِي كِي تَقْرِير كَا جَوَاب	12
100	احادیث میں حضرت عیسیٰ <small>عليه السلام</small> کے حلیہ کے بارے میں روایات کی تطبیق	13
102	حدیث رَجُلٌ مِّنْ أَبْنَاءِ الْفَارِسِ كِي مَصْدَاق كَا بَيَان	14
103	آیت سُبْحٰنَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا سے مرزا قادیانی کے مغالطہ کا جواب	15
105	زمین پر نزول ملائکہ کا ثبوت اور ملائکہ کو ارواح، کواکب ماننے کی تردید	16



## اجمالی فہرست شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
105	تسبیح و تقدیس بھی اکل و شرب کی طرح باعث حیات ہو سکتی ہے	17
110	قادیانی کا ازالہ اوہام میں احیائے موتی کو مسریم قرار دینے کا رد	18
111	آیت اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَيِّتُونَ سے قادیانی استدلال کا جواب	19
112	آیت وَاَلَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا سے قادیانی کی وفات مسیح پر دلیل اور اس کا جواب	20
113	آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ سے استدلال کا جواب	21
115	آیت فِيهَا نَحْيُونَ وَّ فِيهَا تَمُوتُونَ سے استدلال کا جواب	22
117	قصہ عود ایلیا سے استدلال کا جواب	23
122	سورہائے قدر، بیّنۃ اور زلزال کی مشہور تفسیر اور قادیانی شہادت کا تفصیلی رد	24
129	آنحضرت ﷺ کی بعض مشہور پیشین گوئیوں کی تفصیل	25
133	قادیانی کے ایک فلسفی اشکال کا جواب	26
136	احادیث خروج دجال	27
143	لَا مَهْدِيَّ اِلَّا اَعْيَسِي کی روایت کی تشریح اور جواب	28
145	قادیانی تاویلات اہل اسلام کیلئے نہایت مضر اور مہلک ہیں	29



بسم الله الرحمن الرحيم

تقديم

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے بنی نوع انسان کی دینی ہدایت کا جو سلسلہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام سے شروع فرمایا۔ وہ سید الاولین و الآخین خاتم النبیین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی بعثت کے ساتھ تکمیل کے انتہائی مراتب پر پہنچ گیا۔ جس کے بعد کسی نئی آسمانی کتاب کی ضرورت نہ رہی نہ کسی نئے رسول دینی کی بعثت کا انتظار۔ خلافت راشدہ کے مبارک دور سے لے کر آج تک اسلامی تاریخ کے اوراق اس پر گواہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد بنی نوع انسان میں سے جس کسی نے بھی کسی دور میں ان حدود کو توڑنے کی کوشش کی حق تعالیٰ کی قدرت قاہرہ نے ایسے اسباب پیدا فرمادیئے جن سے باطل کی تمام ابلہ فریپیاں نیست و نابود ہو کر رہ گئیں۔ شاید اسی وجہ سے مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے پہل دعوی نبوت کرنے سے گریز کیا اور اس دعویٰ سے قبل ۱۸۹۰ء سے ۱۹۰۰ء کے عشرہ میں اپنی جماعت تیار کرنے کے لیے اپنے آپ کو پہلے تدریجاً مجذد، پھر مثیل مسیح اور پھر مسیح موعود ثابت کرنے پر پورا زور قلم صرف کر دیا۔ جس سے بعض سادہ لوح اردو خوان لوگ اور عوام متاثر ہونے لگے۔ اس پر مجذد ملت، رہبر شریعت و طریقت حضرت مولانا سید پیر مہر علی شاہ صاحب گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸۹۹ء۔ ۱۹۰۰ء میں بمطابق شعبان، رمضان ۱۳۱۷ھ اپنی دیگر دینی مصروفیات سے کچھ وقت نکال کر زیر نظر کتاب ”شمس الہدایہ“ تحریر فرمائی۔ جس میں متعدد قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ سے ثابت کیا گیا کہ حضرت مسیح بن مریم علیہا السلام نہ قتل ہوئے اور نہ سولی پر چڑھائے گئے بلکہ جسمانی طور پر زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور قیامت سے پہلے جب دجال ظاہر ہوگا جو یہود میں سے ایک شخص ہوگا اور امام مہدی علیہ السلام اس سے جہاد میں مصروف ہوں گے اس



وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق میں آسمان سے نزول فرما کر حضرت امام مہدی علیہ السلام سے مل کر جہاد کریں گے اور دجال کو فلسطین کے ایک مقام ”باب لد“ پر قتل کریں گے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد یا جوج ماجوج زمین پر پھیل جائیں گے جو بالآخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ہلاک ہو جائیں گے جس کے بعد مسلمان پورے امن و سکون سے رہیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا کر حضور نبی کریم ﷺ کے روضہ عالیہ میں مدفون ہوں گے۔

حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب برصغیر کے علمی طبقہ میں نہایت مقبول ہوئی حتیٰ کہ اختلاف مسلک کے باوجود اہل حدیث کے مشہور عالم مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی نے امرتسر سے آپ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا کہ ”شمس الہدایہ“ کے مطالعہ سے نہایت محظوظ و مستفید ہوا۔ امرتسر کے ایک مولوی حبیب اللہ صاحب نے لکھا کہ ”شمس الہدایہ“ کے مطالعہ سے بعض مرزائی تائب ہو کر سیدھی راہ پر آگئے وہ خود بھی پہلے مرزائی تحریروں سے کچھ متاثر تھے۔ مگر حضرت مؤلف کی کتاب نے انہیں صراط مستقیم پر قائم رہنے میں مدد دی۔ اور پھر وہ اپنے شکوک کے ازالہ کے لیے حضرت مؤلف سے رجوع کرتے رہے۔ جس کی تفصیل حضرت کے ”فتاویٰ مہریہ“ میں موجود ہے۔ خدا کی شان کہ پھر انہی مولوی حبیب اللہ صاحب نے ردِ مرزائیت میں ایسی مفید کتابیں لکھیں کہ دیوبندی مکتب فکر کے مشہور علامہ شبیر احمد عثمانی نے بھی انہیں اپنے حواشی قرآن میں سورۃ ”المؤمنون“ آیت نمبر ۵۰ کی تشریح کرتے ہوئے خراج تحسین پیش کیا ہے۔ چنانچہ اس چیز کا قادیانی حلقہ میں سخت ردِ عمل ہوا۔ اور اس رسوائی کا داغ مٹانے کے لیے ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء کو مرزا صاحب کی طرف سے ایک اشتہار تمام ہندوستان میں تقسیم کیا گیا جس میں برصغیر کے تمام مشائخ و علماء کرام کو عموماً اور حضرت مؤلف ”شمس الہدایہ“ کے ساتھ ساتھ چھپاسی (۸۶) جید علماء حضرات کو خصوصاً لاہور میں ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء کو مناظرہ کی دعوت



دی گئی۔ اس کھلے چیلنج کو سب سے پہلے حضرت مؤلف نے قبول کرتے ہوئے اپنی طرف سے ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء کو اشتہار شائع کر دیا اور حسب وعدہ ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء کو لاہور تشریف لے گئے لیکن مرزا صاحب میدان مناظرہ میں آنے کی جرأت نہ کر سکے جس سے مرزائیوں کو نہایت خفت اٹھانی پڑی۔

مناظرہ لاہور میں شکست فاش کھانے کے بعد بھی مرزا صاحب نے اپنی ساکھ قائم رکھنے کے لیے بہترے جتن کیے۔ پہلے سورہ فاتحہ کی عربی تفسیر کو ”اعجاز المسیح“ کے نام سے شائع کروایا۔ پھر سال بھر بعد نومبر ۱۹۰۱ء میں اپنے نبی ہونے کا اعلان کیا۔ اور مزید ایک سال بعد اپنے ایک تنخواہ دار محمد حسن امر وہی سے ”شمس بازغہ“ کے نام سے ایک کتاب لکھوائی جو بظاہر تو ”شمس الہدایہ“ کی تردید میں تھی لیکن درحقیقت بے سرو پا مضامین اور مؤلف ”شمس الہدایہ“ کے خلاف بیہودہ گوئی کا مجموعہ تھا۔ چنانچہ ۱۹۰۲ء میں حضرت مؤلف نے اس موضوع پر اپنی مشہور کتاب ”سیف چشتیائی“ شائع کرائی جس پر برصغیر کی علمی دنیا نے آپ کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ اس کتاب میں مرزا صاحب کی کتاب ”شمس بازغہ“ کا منہ توڑ جواب دیا گیا تھا۔ اور ان کی اعجازی تفسیر پر ایک سو کے قریب اتنے زوردار اعتراضات کیے گئے کہ نیم خواندہ عربی دانوں نے بھی اس اعجازی تفسیر پر آوازے کئے۔ ان سب چیزوں کی تفصیل تو حضرت کی مذکور تصانیف اور آپ کے حالات زندگی راقم الحروف کی مؤلفہ کتاب ”مہر منیر“ سے ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ ذیل میں مؤلف شمس بازغہ کے بعض ناشائستہ عربی اشعار کے جواب میں راقم اپنے چند عربی اشعار ہدیہ ناظرین کرتا ہے جن میں اس تفصیل کا اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔

حضرت مؤلف کے وصال کے بعد آپ کے عظیم فرزند حضرت سید غلام محی مدین شاہ صاحب المعروف حضور بابو جی اپنی تمام زندگی ہمیشہ تحریک ختم نبوت میں



سرگرم حصہ لیتے رہے۔ ۱۹۵۳ء میں مسلم لیگی حکومت کے اس رویہ سے سخت شاکہ رہے جو اس نے تحریک کے کچلنے کے لیے اختیار کیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ جو ملک محض حضور خاتم النبیین ﷺ کی نظر کرم کے صدقے میں معرض وجود میں آیا اس کے قائدین حضور کی ختم نبوت کے شیدائیوں سے کیسا بے دردانہ سلوک کر رہے ہیں۔ لاہور ختم نبوت کانفرنس میں آپ نے تمام مکاتب فکر کے راہنماؤں کو متحد کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور جلسے جلوس میں اصولاً احتراز کے باوجود اس کانفرنس کے کئی اجلاس میں شریک ہوئے۔ علاوہ ازیں اس وقت کے گورنر جنرل غلام محمد، وزیراعظم خواجہ ناظم الدین اور دوسرے زعمائے حکومت سے اس مسئلہ کے مناسب اور مستقل حل کے سلسلہ میں ملاقاتیں کیں۔

جن دنوں رابطہ عالم اسلام کی کانفرنس مکہ شریف میں ۱۹۷۴ء میں منعقد ہوئی۔ ان دنوں حضرت بابو جی بوجہ علالت ہسپتال میں تھے، رابطہ عالم اسلام کانفرنس نے ایک قرار داد پاس کی تھی جس میں تمام اسلامی ممالک سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ جب حضور بابو جی نے یہ خبر سنی تو آبدیدہ ہو کر فرمایا خدا کرے پاکستان میں تو اس پر جلد عمل ہو۔ بیماری کی شدت کے باوجود روزانہ تحریک ختم نبوت کے متعلق استفسار فرماتے تھے اور یہی آرزو لے کر ۲۲ جون ۱۹۷۴ء کو واصل بحق ہوئے۔ جولائی ۱۹۷۴ء میں راولپنڈی میں ایک عظیم مشائخ کانفرنس ہوئی۔ جس میں دربار عالیہ گولڑا شریف کی نمائندگی راقم الحروف نے کی۔ اس کانفرنس میں بھی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پاس کی گئی۔ دوسرے ہی دن اس وقت کے وزیراعظم مسٹر بھٹو، سپیکر قومی اسمبلی اور حکومت کی طرف سے اس سلسلہ میں مقرر کردہ رہبر کمیٹی کے ممبران کو علیحدہ علیحدہ مہرمنیر کے نسخے بمعہ خطوط ارسال کیے گئے جن میں اس مطالبہ کی پرزور حمایت کی گئی۔ اتفاق دیکھئے کہ ۱۹۷۴ء کے اگست ہی کے مہینہ میں عوامی مطالبہ کے پیش نظر پاکستان کی قومی



اسمبلی نے اس مسودہ قانون کو پاس کرنے کی سفارش کر دی۔ جس کی رو سے مرزائی خواہ قادیانی ہوں یا لاہوری، اپنے مخصوص غیر اسلامی عقائد کی بنا پر دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اور پھر دس سال بعد ۱۹۸۴ء کے اگست کے مہینہ ہی میں حکومت پاکستان کی مقرر کردہ شرعی عدالت نے لاہور میں مرزائیوں کی اپیل مسترد کر دی جو انہوں نے صدارتی آرڈیننس کے خلاف کی تھی جس میں مرزائیوں کو اپنے آپ کو کسی طرح سے بھی مسلمان ظاہر کرنے اور اپنے عبادت خانوں کو مساجد کا نام دینے سے منع کیا گیا تھا۔ اس طرح سے منکرین ختم نبوت کے خلاف حضرت مؤلف نے جو خاص مہم اگست ۱۹۰۰ء میں شروع فرمائی تھی وہ اگست ۱۹۸۴ء میں اپنے منطقی نتیجہ پر پہنچ گئی۔ اور اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کے خلاف کام کرنے والوں کا پردہ پوری طرح سے چاک ہو گیا۔

راقم الحروف

فیض احمد فیض عنی عنہ

متوطن بستی بختاور، ضلع بھکر

حال مقیم دربار عالیہ گولڑا شریف

اگست ۱۹۸۵ء

ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ



## التَّقْدِيمُ الْمَنْظُومُ

بِحَمْدِ اللَّهِ بُشْرَى لِلْإِمَامِ مُجَدِّدِ مِلَّةِ قُطْبِ الْأَنَامِ

بِحمد اللہ کہ امام اور مجدّد ملت قطب انام کے لیے خوشخبری اور بشارت ہے۔

أَرَى شَمْسَ الْهَدَايَةِ طَالِبِيهَا وَأَذْهَبَ نُورُهَا كُلَّ الظَّلَامِ

اس کتاب کے ذریعہ سے امام موصوف نے ہدایت کے طلبگاروں کو ہدایت کا سورج دکھا دیا جس کے نور نے سب تاریکی کو زائل کر دیا۔

بِهَا حَجَلَ الْكُذُوبُ الْقَادِيَانِي وَأَيْنَ الْكِذْبُ مِنْ صِدْقِ الْكَلَامِ

اس شمس ہدایت سے جھوٹا قادیانی شرمندہ ہو گیا۔ بھلا سچ کے مقابلہ میں جھوٹ کی کیا مجال۔

فَلَمَّا أَنْ رَأَى ذُلًّا صَرِيحًا تَفَاخَرَ بِالِدَّعَاوَى فِي الْعَوَامِ

پھر جب قادیانی نے واضح ذلت دیکھی لی۔ تو جمہور عوام میں مختلف قسم کے بلند بانگ دعووں پر اترانے لگا۔

فَفِي لَأْ هَوْرَ بَارَزَهُ وَلِيٌّ نَجِيبٌ سَيِّدٌ فَخْرُ الْكِرَامِ

جس کے فوراً بعد ایک خدا کے ولی نجیب الطرفین فخر کرام سید نے اسے لاہور میں مباحثہ کے لیے لاکارا۔

شَهِيرٌ بِاسْمِ مِهْرٍ عَلِيٍّ شَرِيفٍ فَلَمْ يَأْتِ الْكُذُوبُ إِلَى الْمَقَامِ

جو مہر علی کے نام گرامی سے مشہور ہیں لیکن جھوٹا مدعی مقام مباحثہ تک آنے کی جرأت بھی نہ کر سکا۔



بِهَا أَمْرَ الْمُجَدِّدِ مِنْ رَسُولٍ عَلَيْهِ صَلَوةٌ رَبِّي بِالسَّلَامِ  
اس مبارزہ اور مباحثہ کے لیے مجدد موصوف حضور رسالت مآب ﷺ کی طرف سے مامور  
کیے گئے تھے۔

وَبُشِّرَ مِنْهُ بِالتَّائِيدِ غَيْبًا وَمِنْ شَيْخٍ لَدَا الْبَيْتِ الْحَرَامِ  
اور آنحضرت ﷺ کی طرف سے اور بیت الحرام میں ایک معتکف بزرگ کی جانب سے  
آپ کو غیبی تائید کی بشارت ملی۔

وَصَنَّفَ سَيْفَ جِحْتِيَّةٍ كِتَابًا لِقَطْعِ مَتِينٍ مُتَنَبِّئِ اللَّئَامِ  
اور آپ نے (شمس الہدایہ کے بعد) مشہور کتاب سیف چشتیائی تالیف فرمائی۔ تاکہ  
جھوٹے نبی کی شہ رگ کاٹی جائے۔

فَمَا اسْطَاعُوا لِرِدِّ الْحَقِّ لَكِنْ اتُّوا سَفَهًا بِسَبِّ وَاتِّهَامِ  
مرزائی حق بات کی تردید کی طاقت تو نہیں رکھتے تھے۔ ہاں حماقت سے دشنام طرازی اور  
الزام تراشی کرتے رہے۔

وَذَا مِنْ عَادَةِ الْجُهَّالِ طَرًّا إِذَا بُهتُوا هَذَا عِنْدَ الْكَلَامِ  
اور جاہلوں کی عام عادت ہے کہ جب حیران اور لاجواب ہو جاتے ہیں تو بے ہودہ گوئی پر اتر  
آتے ہیں۔

فَمَنْ شَاءَ إِطْلَاعَ عَلَيَّ مَزِيدٍ فَمِهْرٌ مُنِيرٌ كَشَافُ الْمَرَامِ  
جو شخص اس سے مزید تفصیل کا خواہش مند ہو تو راقم کی مؤلفہ کتاب مہر منیر اس مقصد کے لیے کافی ہے۔

۱ یعنی الحاج حضرت امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى حَبِيبِهِ الْكَرِيمِ وَعَلَى آلِهِ وَعِترَتِهِ وَصَحْبِهِ

أَمَّا بَعْدُ - حضرات ناظرین پر پوشیدہ نہ رہے کہ آج کل موادِ فطرتِ انسانی تعصب کی ہواؤں اور جہالت کے بخارات سے متعفن اور گندے ہو رہے ہیں اور ایسا ہی ہونا تھا کیونکہ ہدایت اور استقامت کا سورج قریب ڈوبنے کے آ گیا۔ استواء کا زمانہ جس سے خَيْرُ الْقُرُونِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ حکایت ہے۔ دور رہ گیا۔ بسبب فقدانِ تقویٰ کے نہ تو اشراقِ نوری اور انشراحِ صدری ہے تاکہ وعدہ ان تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا کا متحقق ہو کر فارقِ بین الحق والباطل نصیب ہو اور نہ لیاقتِ علمی جس کے ذریعہ سے مراد شارع کو سمجھ کر عمل نہ سہی اعتقاد کو تو مطابق مَا آنا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي کے درست رکھیں۔ بغیر ظاہر پرستی اور سخن سازی، ہوس بازی اور فتنہ پردازی کے اور کچھ نہیں۔ سادہ پنی اور راستی سے جو منجملہ شعائرِ اسلام و اوضاعِ صحابہ کرام ہیں، نفرت تصنع اور ناراستی و ہوس بازی سے جو از کمالاتِ تعلیمِ لندن ہیں محبت معہذا ابنائے زمان ہر دو فن مذکورۃ الصدور۔ یعنی اشراقِ نوری اور لیاقتِ علمی میں اپنے زعم میں خود ہی یکتا۔ زمانہ اور متفرد ہیں۔ گو کہ مکاشفاتِ انبیاء عظام صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین میں بزعم ان کے غلطی فی الکشف یافی التعبیر میں واقع ہو۔ مگر ان حضرات کے معانیات میں تاویل تک بھی ناممکن ہے۔ ایسا ہی علماء سلف شکر اللہ سَعِيَهُمْ کے اجتہادات اور امتِ مرحومہ کا اجماع گو کہ لَنْ تَجْتَمِعَ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ بھی اس کی شان میں وارد ہو۔ تاہم یہ سب ان کے نزدیک نادانوں کے خیالات اور کورانہ اجماع جن کو سوائے عرب اُنٹ پچرانے والوں کے اَلْعِيَاذُ بِاللَّهِ كَوْنِي فِرْقَةٌ مَبْذُوبِينَ لِعِنِّي تَعْلِيمِ يَافِتْ كَانِ لِنَدْنِ سے تسلیم نہ کرے۔ (صفحہ ۲۶۸ - ازالہ اوہام)۔ کوئی وجہ ان کی صحت کے لیے نہیں اَلْأَدْرُصُورَتِے کہ ان حضرات کی رائے اور استنباط پر منطبق کیے جائیں دیکھو ازالہ اوہام و ایام اَلصَّلَاحِ . اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ ﷺ وَاَرْحَمِ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ ﷺ۔



علماء زمان عرصہ سے اس ہچمدان خوشہ چین علماء کرام کو بھی ایسے حقائق و معارف سے جو تالیفات مرزا صاحب ازالہ اوہام و دافع الوسوس و ایام صلح میں مندرج ہیں مطلع فرماتے تھے راقم الحروف ان کو لعن طعن سے بخیاں اس کے کہ خلاف شعائر اسلام ہے اور عکس ارشاد مشائخ رضی اللہ عنہم اجمعین بھی روکتا رہا۔ آخر الامر جب نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہر محفل میں اظہار حقیقت عقیدہ مرزائیہ اور تکذیب و تجہیل بلکہ تکفیر علماء کرام کی جن کا اعتقاد مطابق سلف کے تھا، ہونے لگی تو اس اثناء میں چند احباب نے مجھے کچھ مضامین مرزا صاحب کی تالیفات کے سنائے۔ گو کہ میں بھی ابنا زمان کی طرح بسبب کم علمی اور محروم ہونے اشراق نوری سے قابل اس امر کے نہ تھا کہ ناظرین کو آج کل کے دھوکوں سے بچاؤں۔ مگر تحقیر اور تجہیل سلف و مشائخ زمان رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سننے کی برداشت مجھ سے نہ ہو سکی۔ اور عقیدہ حقہ کا یومًا فیومًا اضمحلال گوارا نہ کر سکا۔ لہذا یہ چند مضامین متعلق آیات رفع و احادیث نزول محض حسبہ للہ بغیر اس کے کہ محرک اس کا عناد یا حسد یا بغض کسی مسلمان بھائی سے ہو حسب رائے ناقص کے لکھے گئے تاکہ ابنا زمان اتنی جرأت سے باز آئیں اور معافی جو مراد ہیں آیات اور احادیث سے ان کو واضح ہو جائیں اور چند اعتراضات ابلہ فریب سے جو استشہاد آیات و احادیث ازالہ اوہام وغیرہ وغیرہ میں مذکور ہیں خوف کھا کر عقیدہ اجماعیہ اہل اسلام سے انحراف کیا بلکہ آیت اور احادیث کو کچھ اور ہی نہ سمجھ لیں۔ کیونکہ اصول ان کے ایسے ہیں جو عنقریب بلحاظ تعلیم یافتگان لندن باقی آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو بھی ہاتھ ڈالیں گے۔

آج کل کے اردو خوانوں اور زعمی مولویوں فاضلوں کا تصور نہیں۔ ان بے چاروں کو جب مثلاً کہا جائے کہ بتاؤ میاں آیہ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیٰ اور ایسے ہی فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم جس قرآن کے ساتھ تمہارا



ایمان ہے اس میں موجود ہے یا نہیں۔ اور لفظ توفیٰ کا تیس (۲۳) جگہ قرآن کریم میں معنی موت ہی میں مستعمل ہے۔ اور افقہ الناس عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی یہی معنی لیا۔ بخاری اور عباسی تفسیر ابن کثیر وغیرہ وغیرہ تو حسب قولہ تعالیٰ یُعِیْسِ اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ کے وعدہ وفات اور بمقتضائے فَلَمَّا تَوَفَّیْتِنِیْ اِنْ تَحْقِیْقُ مَوْتَ عِیْسٰی بن مریم اور رفع روحانی کا ہو چکا۔ اور آیت قِیْلَ اَدْخِلِ الْجَنَّةَ، اور ایسے فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَاَدْخُلِیْ جَنَّتِیْ اور ایسے ہی احادیث صحیحہ سب شہادت دے رہی ہیں کہ ارواح مقررین بعد الوفات جنت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور بعد دخول جنت کے پھر نکلنا اس سے بحکم آیت وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ کے ناممکن۔ اور مستلزم ہے وقوع کذب کو آیت مذکورہ میں۔ ایک فَلَمَّا تَوَفَّیْتِنِیْ کیا بلکہ آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اور اِنَّکَ مَیِّتٌ وَاِنَّہُمْ مَیِّتُوْنَ اور اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ بتامہا اور وَاخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ اور مَنْ نُّعَمِّرُہُ نُنَکِّسُہُ فِی الْخَلْقِ اور الْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ اور فِیْہَا تَحِیُّوْنَ وَفِیْہَا تَمُوْتُوْنَ اور وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ اِلَیْ حَیْنٍ اور کَانَ یَاکُلِنِ الطَّعَامَ اور وَاَوْصِنِیْ بِالصَّلٰوَةِ وَالزَّکٰوَةِ مَا دُمْتُ حَیًّا اور قُلْ سُبْحٰنَ رَبِّیْ هَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا اور هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا اَنْ یَّاتِیْہُمْ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِکَةُ وَقَضِیَ الْاَمْرُ اور هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا اَنْ تَاْتِیْہُمْ الْمَلَائِکَةُ اَوْ یَاْتِیَ رَبُّکَ اَوْ یَاْتِیَ بَعْضُ اَیَّتِ رَبِّکَ یَوْمَ یَاْتِیَ بَعْضُ اَیَّتِ رَبِّکَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمًا نَهَا لَمْ تَکُنْ اَمْنًا مِنْ قَبْلِ اَوْ کَسَبَتْ فِیْ اِیْمًا نَهَا خَیْرًا. وَقَالُوا لَوْلَا اَنْزَلَ عَلَیْہِ مَلٰکٌ وَّلَوْ اَنْزَلْنَا مَلٰکًا لَّقَضِیَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا یَنْظُرُوْنَ ۝ وَّلَوْ جَعَلْنٰہُ مَلٰکًا لَّجَعَلْنٰہُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَیْہُمْ مَا یَلْبَسُوْنَ اور حدیث صحیحہ کما قال العبد الصالح اور حدیث صحیحہ لَا یَاْتِیْ مِائَةٌ سَنَةٍ عَلٰی الْاَرْضِ نَفْسٌ مِّنْفُوسَةٍ الْیَوْمَ۔ یہ سب آیات اور



احادیث صحیحہ باواز بلند موتِ ابنِ مریم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی خبر دے رہی ہیں۔ علاوہ اس کے عقلِ انسانی اور قصہ عود ایلیا بھی جو انجیل میں مذکور ہے صعود اور نزولِ مسیح سے بعینہً بحسدہ العصری منکر ہیں۔ احادیثِ نزولِ ابنِ مریم اور خروجِ دجال وغیرہ من جملہ مکاشفاتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ہیں۔ اور کشفِ اجمالی مثل دیکھنے آنحضرت ﷺ کے عورت پر اگندہ بالوں والی کو کہ گردِ اگرد مدینہ طیبہ کے گھوم رہی تھی وغیرہ وغیرہ تعبیر طلب ہوتا ہے بحالتِ خواب دیکھنے میں کچھ اور آتا ہے اور ظہور میں کچھ اور ہوتا ہے جیسا کہ خواب میں آنحضرت ﷺ نے اس عورت کو دیکھا اور تعبیر اس کی وباء مدینہ سے (زادھا اللہ شرفاً) فرمائی۔ معہذا تعبیر میں وقوعِ خطا بھی ممکن ہے۔ جیسا کہ خواب میں آپ نے یہی سمجھا کہ امسال مکہ معظمہ زادھا اللہ تکریم جانا ہوگا۔ اور بعد مراجعت فرمانے کے حدیبیہ سے معلوم ہوا کہ تعبیر تخصیصِ امسال کی غلطی ہوئی۔ الغرض آیات اور احادیث صحیحہ متذکرہ بالا باعثِ شدید ہیں ماؤلِ ٹھہرانے پر احادیثِ نزولِ مسیح و خروجِ دجال وغیرہ کے کیا معنی۔ احادیثِ نزول سے مراد ظہور اس شخص کا ہے جو مماثل ہو ابنِ مریم کا جیسا کہ ایلیا کے دوبارہ آنے سے مثیل ایلیا یعنی ظہور یحییٰ کا شبہاتِ مسیح ابنِ مریم کے تھا۔ وہ شخص مثیل ابنِ مریم کا کون ہے؟ میں ہوں۔ یعنی مرزا صاحب۔ کیونکہ الہام منجملہ براہین قاطعہ اور حج ساطعہ کے ہے اور فتوحاتِ مکیہ اور میزانِ عبدالوہاب شعرانی وغیرہ۔

بعد استماع اس کے بالضرور اردو خوان اور نام کا مولوی تقریر مذکور کو جس کی بناء کی تشدید اور ترصیح کتاب اللہ اور سنت اور انجیل اور عقل سے ہو چکی ہے لامحالہ طوعاً و کرہاً مسلم اور قبول کرے گا۔ نہ کرے تو کیا کرے۔ قرآن اور حدیث سے کیسے منکر ہو۔ لہذا یہ خرف ریزہ چند ہدیہ ناظرین کرتا ہوں تاکہ اس تقریر کے دھوکے میں نہ آجائیں۔ اور اسی پیٹے پاٹے راستہ پر چلیں جو مراد اس حدیث سے لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي مَا تَمَسَّكْتُمْ بِأَمْرَيْنِ



کِتَابِ اللَّهِ وَسُنَّةِ نَبِيِّهِ (موطا امام مالک) اور قسمیہ کہتا ہوں کہ جناب مرزا صاحب سے کسی قسم کا حسد یا عناد باعث تحریر اس رسالہ کا نہیں ہوا۔ بالتخصیص اگرچہ مرزا صاحب عرصہ سے ان مشائخ عظام کو جن کے ساتھ یہ بے بیج بھی اَلْحُبُّ فِي اللَّهِ کا تعلق رکھتا ہے باواز بلند اپنی تالیفات میں القاب مکروہہ سے پکار رہے تھے۔ اس وجہ سے جناب موصوف کو کچھ اگر لکھا بھی جاتا تو بمقابلہ آپ کی اس جرأت کے محل شکایت اور موجب گستاخی میں شمار نہ ہوتا مگر تاہم بخیاں اس کے الحمد للہ کوئی شخص اہل اسلام سے بمقابلہ اعداء دین ہنود اور نصاریٰ کے کھڑا ہوا ہے۔ گو کہ ہم کو برا ہی کہے۔ ہم نے کچھ نہیں کہا۔ بلکہ لعن و طعن والوں کو بھی کسی نہ کسی وجہ سے روکنا ہی چاہا۔ ہم تو خود قائل ہیں۔ بیس:

بطوافِ کعبہ رتم بحرم رہم ندادند

تو برونِ درچہ کردی کہ درونِ خانہ آئی

اور خاموشی بمقابلہ ہتک مشائخ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اس وجہ سے نہ تھی کہ اس کے سننے کو ہم مکروہ اور موزی نہ سمجھتے تھے بلکہ موجب اس کا اتباع مشائخ عظام ہی تھا۔ جو فی الحقیقت اتباع ہے سید الاولین والآخرین ﷺ کا۔ سلطان المشائخ رضی اللہ عنہ وعن سائر المشائخ کا مقولہ ہے۔ بیس:

آنها کہ بجائے من بدی ہا کردند

گردست رسد بجز نکوئی نلنم

مرزا صاحب ایام اصلاح کے صفحہ ۱۳۲ میں لکھتے ہیں ”اس وقت زیر سقف نیلگوں

بیج تنفس قدرت ندارد لاف برابری من زند من آشکاری گویم و ہرگز باک ندارم۔ اے اہالی اسلام درمیان شما جماعتے مے باشند کہ گردن بدعوئی محدثیت و مفسریت برے فرازند و طائفہ اند کہ از نازش ادب پابرز زمین نگذارند و گروہے اند کہ دم بلند از خدا شناسی زنند و خود را چشتی و



قادری و نقشبندی و سہروردی و چہا چہا گویند۔ اس جملہ طوائف را نزد من بیارید۔“ اے  
آپ نے بجا فرمایا۔ وہ لوگ چونکہ مفسر اور محدث اور خدا شناس ہیں تو پھر کیسی  
لاف زنی اور گردن فرازی ان سے ظاہر ہو۔ بلکہ وہ لوگ تو چاہتے ہیں کہ آپ کو بھی اللہ تعالیٰ  
ایسی لافوں سے بچائے اور فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ اور بلی عبدنا خضر کی طرف توجہ  
دلائے۔ بیت:

خاکسارانِ جہاں را حقارت منگر

توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

بخدائے لایزال و لم یزل اپنی چشم دید عرض کرتا ہوں کہ مشاہیر اور مستورین کو بھی  
گروہ اہل اللہ سے دیکھا کہ کمالات باطنیہ از قسم مکاشفات وغیرہ ان کے نفوس مطہرہ سے  
صِبْغَةَ اللَّهِ کی رنگت اور کُنْتُ سَمِعَهُ بِي يَسْمَعُ وَبَصَرَهُ بِي يَبْصُرُ کا تماشا دکھلا رہے  
تھے۔ مگر کیا ممکن کہ نظر بر قدم اور ہوش در دم سے گردن اٹھا کر کسی طرح کا دعویٰ یا لاف زنی  
کریں۔

اس گستاخی کے بعد معروضِ خدمت ہے کہ طالبِ عرفان کو خصوصیت چہا و  
چہا سے کیا غرض حصولِ مطلب چاہیے، جس سے ہو۔ آپ ہی معنی کلمہ طیبہ کا جو اصل ایمان  
اور عرفان کا ہے۔ فقط ظاہری طور پر فرمادیوں۔ محاورہ قرآن کریم میں لفظ الہ کا درحالتِ  
اتصاف بالوحدة مثلِ اِلَٰهٍ وَّ اَحَدٍ کے۔ اور ایسا ہی وقتِ اضافت مؤحدین کی طرف مثلِ  
اِلَٰهِكُمْ وَاِلَٰهِ اٰبَائِكُمْ مراد اس سے معبود حقیقی ہوتا ہے اور وقتِ استغراق کے مثلِ وَمَا لِكُمْ  
مِنْ اِلَٰهٍ غَيْرُهُ اور جمعیت کی مثلِ لَوْ كَانَ هٰؤُلَاءِ اِلَٰهَةً مَّا وَرَدُوْهَا اور ایسا ہی وقت  
اضافت کے مشرکین کی طرف مراد اس سے معبودات ممکنہ مثلِ اصنام وغیرہ کے ہوتے ہیں۔  
بناءً علیہ لفظ الہ جو لَا اِلَٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں واقع ہے مراد اس سے الہہ ممکنہ ہوں گے۔ اور نیز



تقریب بھی اسی صورت میں تام ہوتی ہے کیونکہ براہینِ خمسہ میں مراد الہہ سے اصنام ہی ہیں۔ مثلاً لَوْ كَانَ فِيهِمَا إِلَهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا بعد تعین ارادہ اصنام کے الہ سے کلمہ طیبہ میں تقدیر امکان یا وجود کی مستلزم ہے وقوعِ کذب کو (العیاذ باللہ) اصل اسلام میں جو کلمہ طیبہ ہے کیونکہ اس وقت معنی یہ ہوگا کہ کوئی فرد افراد معبوداتِ ممکنہ سے یعنی اصنام و کواکب وغیرہ۔ ممکن نہیں یا موجود نہیں۔ اور استیلاء صفاتی بعضها علی بعض۔ جیسا کہ منافی للوجوب بر تقدیر وحدت وجوب نہیں۔ ایسا ہی بر تقدیر تعدد بھی نہ ہوگا۔ بناءً علیہ اگر ارادہ استحقاق للعبادة کا حقیقی طور پر جو مساوق للوجوب ہے عنوان موضوعی یا محمولی سے بھی کیا جائے تو مستلزم لَمَا كَانَتْ يَلْفَسَدَتَا کو نہیں ہو سکتا اور ازلیت امکان چونکہ مستلزم ہے امکان ازلیت کو مادہ وجوب میں۔ لہذا ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ جو نقیض ہے ضرور یہ سالبہ کلیہ کی۔ یعنی لا الہ موجود بالضرورة کی (العیاذ باللہ) صادق ہوگا۔ الغرض تقدیر ممکن یا موجود یا مستحق زعمی کی مستلزم ہے وقوعِ کذب کو مدعی میں۔ اور ارادہ استحقاق واقعی کا مقتضی ہے بطلانِ براہین کو۔

اس تقریر سے ناظرین پر ظاہر ہو گیا ہوگا کہ جواب تفتازانی اور شیخ اکبر وغیرہ علماء کا دفع اشکال مذکور میں مفید نہیں۔ جواب اس کا حسب محاورہ قرآنیہ چاہیے۔ اور یہ بھی معلوم ہو کہ فرق کرنا تعاوق فیما بین الذوات اور تعاوق فیما بین الصفات میں بعد اشتراک فی الوجوب کے مفید نہ ہوگا جیسا کہ وجوب بالذات اور بالغیر میں۔ کیونکہ یہ مجوز ہے سلب صفات کو ذاتِ واجبیہ سے فی مرتبہ من المراتب ایسی گفتگو کہ جس سے خود نمائی کی بُو آئے۔ شانِ عیسویت اور وضع مہدویت کو ہرگز شایان نہیں۔

حضرات ناظرین پر مخفی نہ رہے کہ دوبارہ متوجہ ہونا اس بے ہیچ کا اس امر غیر معتاد کی طرف جس کو آج کل بڑا کمال سمجھا جاتا ہے مشروط ہے بایں شرط کہ اگر کوئی صاحب بر خلاف مضامین مسطورہ رسالہ ہذا کے اپنے مسلک کو یا تو تفاسیر معتبرہ سے مثل ابن جریر و



ابن کثیر کے جن میں روایات صحابہ کرام بالاسناد مذکور ہوں اور احادیث صحیحہ سے ثابت کرے اور یا فقط قرآن کریم سے حسب استنباط اپنے کے مدعی کو مدلل کرے جس کو علماء ثقات فصحاء وبلغاء قبول فرمائیں نہ کہ مثل ازالہ اور ایام صلح وغیرہ کے جن کی نقل اور استنباط دونوں میں غلطی اور سقم ہے۔ وَمَا أُبْرِيءُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَا مَارَةَ بِالسُّوءِ. اللَّهُمَّ أَصْلِحْ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ أَفْرِجْ عَنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاغْفِرْ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَوَصَلَّى وَسَلَّمَ عَلَي الْمَظْهَرِ الْأَتَمِّ لِاسْمِكَ الْأَعْظَمِ سَيِّدِ الْأَوْلِيَيْنِ وَالْآخِرِينَ سَيِّدِنَا أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَعِترته وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ ط

**سوال:** کیا ہے عقیدہ اجماعیہ اہل اسلام کا دربارہ مرفوع ہونے یعنی اٹھائے جانے مسیح بن مریم کے آسمان پر۔

**جواب:** کافہ اہل اسلام مسیح بن مریم کو مرفوع الی السماء بحسدہ العنصری مانتے ہیں الا بعض اہل تحقیق کہ جسم برزخی کے قائل ہیں۔ مگر نزول مسیح پر سب ہی اتفاق رکھتے ہیں۔

**سوال:** یہ عقیدہ محض اجماع کورانہ اور لا اصل لہ ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں لکھا ہے یا کوئی دستاویز قرآن اور حدیث سے بھی رکھتا ہے۔

**جواب:** آیت کریمہ مَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۝ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ط نص صریح ہے رفع جسمی میں۔

**سوال:** بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے رفع روحانی مراد ہے بشہادۃ محاروۃ قرآنیہ یَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً.



**جواب:** کلمہ بَلْ آیت مذکورہ میں جس کا ترجمہ ”بلکہ“ ہوتا ہے ابطال ماقبل کے لیے ہے یعنی اللہ تعالیٰ زعم یہود کو جو عیسیٰ بن مریم کی مقتولیت اور مصلوبیت کے قائل تھے باطل کرتا ہے اور ماقبل اور مابعد بل اضرابیہ ابطالیہ کے متضاد ہوتے ہیں یعنی دونوں معاً متحقق نہیں ہوتے۔

### فائدہ جلیلہ

قوله تعالى وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۝ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ مِنْ جَمَلِهِ وَأَقْسَامُ قَصْرِ الْمُوصُوفِ عَلَى الصَّفَةِ كِي إِكْ قَسْمٍ هِيَ لِعَنَى قَصْرِ قَلْبِ كَلِمَةٍ بَلْ كَامْفِرْدٍ مِىْ اَضْرَابٍ لِعَنَى اِعْرَاضِ كَلِىْ هُوْتَا هِىْ۔ اِكْرُبْعَا مِرْيَا اِثْبَاتِ كَلِىْ وَاقْعِ هُوْتَا اِثْبَاتِ حَكْمِ كَامَا بَعْدِ كَلِىْ لِعِىْ كَرِىْ كَا۔ اُوْر مَعْطُوْفٍ عَلِىْهِ كُو كَا لِمَسْكُوْتٍ عَنَدِىْ كَرِىْ كَا اُوْر بَعْدِ نَفْسِىْ يَا نَهَى كَلِىْ حَكْمِ اُوْلٍ لِعَنَى مَنْفِىْ يَا مَنَهَى كُو بَرِحَالِىْ خُوْدِرِىْ كَهَى كَا اُوْر ضِدَا اِسْ حَكْمِ كِي مَابَعْدِ كَلِىْ لِعِىْ ثَابِتِ كَرِىْ كَا۔ جِىْسَ قَامَ زَيْدٌ بَلْ عَمْرُوْ اُوْر لِيَقْمُ بَكْرٌ بَلْ خَالِدٌ پَهْلِىْ مِثَالِىْ مِىْ قِيَامِ كَا اِثْبَاتِ عَمْرُوْ كَلِىْ هُو كَا نَهْ زَيْدِ كَلِىْ كِيُوْنَكُهْ عَمْرُ بَلْ كَلِىْ مَابَعْدِ وَاقْعِ هُو اِهْ اُوْر مَابَعْدِ اِسْ كَلِىْ قَامَ زَيْدٌ مَقْوْلَهْ غَلْطِىْ پَر مَنَى هِىْ اُوْر دُوْسَرِىْ مِثَالِىْ لِيَقْمُ بَكْرٌ مِىْ طَلْبِ قِيَامِ خَالِدِىْ سَهْ نَهْ بَكْرِىْ سَهْ وَغَيْرَهْ۔ اُوْر نَفْسِىْ نَهَى كِي صُوْرْتِ مِىْ مَابَعْدِ كَلِىْ حَكْمِ نَفْسِىْ كَا بِحَالِىْ رَهْ كَا اُوْر مَابَعْدِ كَلِىْ لِعِىْ اِثْبَاتِ كَا جِىْسَا كَهْ

لم اكن فى مربع بل يتهما لا تضرب زيدا بل عمروا

اُوْر جِسْ صُوْرْتِ مِىْ مَابَعْدِ بَلْ كَلِىْ جَمْلَهْ هُوْتُو اِبْطَالِىْ جَمْلَهْ اُوْلِىْ اُوْر اِثْبَاتِ جَمْلَهْ ثَانِىَهْ كَلِىْ هُو كَا۔ قَوْلَهْ تَعَالَى بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ يَا اِنْتِقَالَ مَنِىْ غَرَضِىْ اِلَى غَرَضِىْ آخِرِىْ پَر دَا لِىْ هُو كَا۔ قَوْلَهْ تَعَالَى بَلْ تُؤْتِرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يَهَى مَعْلُوْمِ هُو كَهْ بَلْ دُوْنُوْ صُوْرْتُوْ لِعَنَى مَفْرُوْدِىْ جَمْلَهْ مِىْ عَطْفِىْ كَلِىْ هُوْتَا هِىْ۔ بِنَا بَرِ تَحْقِيقِىْ اُوْر مَشْهُوْرِ عِنْدَا لِحَاةِ عَاظِفَهْ هُو نَا اِسْ كَا مَخْتَصِىْ بِالْمَفْرُوْدِىْ هِىْ لِعَنَى جِسْ صُوْرْتِ مِىْ كَهْ بَعْدِ اِسْ كَلِىْ مَفْرُوْدِىْ وَاقْعِ هُو۔ اُوْر جَمْلَهْ مِىْ حَرْفِ اِبْتِدَا كَا هُو كَا۔ بِنَا بَرِ مَشْهُوْرِ بَلْ مَشْرَكَىْ تَهْبِرَا عَطْفِىْ اُوْر اِبْتِدَا مِىْ۔ اُوْر ظَاهَرِىْ هِىْ ذِكْرِىْ مَاهِرِىْ پَر كَهْ عَدَمِ



اشتراک صحیح ہے۔ بہ نسبت اشتراک کے۔ فقط بودے لوگ سرسری جو امتیاز درمیان معنی وضعی اور اس کے افراد میں نہیں کر سکتے جب استعمال لفظ کا افراد میں بھی معنی وضعی مطلق کی طرح پاتے ہیں تو ان کو دھوکا اشتراک اللفظ بین المطلق والافراد کا لگ جاتا ہے بلکہ فرد معین ہی کو بلحاظ کثرت استعمال کے موضوع سمجھ لیتے ہیں جیسا کہ آج کل اردو خوانوں کو لفظ توفیٰ میں دھوکا لگا ہوا ہے۔ بیان اس کا عنقریب آئے گا۔ کلمہ بَلْ کا موضوع لہ فقط اعراض ہے پہلے کا مسکوت عنہ کرنا یا تقریر اس کی۔ علیٰ ہذا القیاس انتقال ذات پہلے کی یا انتقال غرض سے۔ یہ سب انواع ہیں اعراض کے لیے جو معنی وضعی ہے (بحر العلوم مسلم الثبوت) الغرض کلمہ بَلْ کا بنا بر تحقیق ہذا آیہ مذکورہ میں حرف عطف ٹھہرا ابطال جملہ اولیٰ یعنی قَتْلُوهُ کے لیے۔ اور منجملہ طرق قصر کے قصر بالعطف بھی ہے جس میں متکلم پر واجب ہے کہ نص علی المثبت والمنفی کرے۔ کیونکہ مطلق کلام قصری کو متکلم تمیز بین الخطاء والصواب کے لیے بولتا ہے تاکہ مخاطب کے اعتقاد میں جو خلط بین الصواب والخطاء ہے نکل جاوے اور بالخصوص قصر بالعطف میں کسی طرح ترک کرنا تصریح کا جائز نہیں۔

مَا نَحْنُ فِيهِ فِي يَهُودِ كَا فِتْرَاءِ دُو وَجِهٍ سَعْتَا۔ ایک مسیح کا بذریعہ صلیب کے مقتول کہنا۔ دوسرا اس کی مقتولیت کو محقق بولنا۔ یعنی اِنَّا قَتَلْنَا سَعْتَا تَعْبِيرًا تَا كِيدِي كَرْنِي۔ وجہ اول کو متکلم بلیغ نے وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ سے رد کیا۔ دوسرے کو وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے۔ اب اگر بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کو کنایہ اعزاز واکرام سے کہا جاوے جیسا کہ مرزا صاحب وَرَا فِعْكَ اِلٰی میں فرماتے ہیں تو بمقتضائے قصر قلب کے چاہیے کہ مابعد بَلْ یعنی اعزاز اور ماقبل اس کا یعنی مقتولیت مجتمع نہ ہوں مع آنکہ مقتول مؤمنین میں سے اعلیٰ درجہ کا معزز و مکرم عند اللہ ہوتا ہے۔ قصر قلب میں اگرچہ تانی بین الوصفین بنا بر تحقیق ضروری نہیں مگر احد الوصفین کا ملزوم نہ ہونا دوسری وصف کے لیے نہایت ضروری ہے تاکہ



مخاطب کا اعتقاد برعکس ما ید کرہ المتکلم کے متصور ہو۔ اور اگر رفع سے مراد موت طبعی بعد واقعہ صلیب بعرضہ دراز مثل مزعوم مرزا صاحب کے لی جاوے تو بحسب مضمون بالا کے تصریح بہ بل بقی حیا ثم توفه الله ورفعه الیہ کی ضروری ہے ورنہ فصاحت اور بلاغت قرآن کریم میں جو اعلیٰ وجوہ اعجاز اس کے سے ہیں خلل واقع ہوگا متکلم بلیغ کی شان سے بالکل بعید ہے کہ مقتضائے مقام یعنی تمیز ضروری کو چھوڑ کر مزید براں ایسی کلام بولے جس کا معنی بحسب التبادر مخالف ہو معنی مراد سے۔ کیونکہ بَلْ رَفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ سے تحقیق رفع در وقت واقعہ صلیب یا قبل اس کے بحسب محاورہ قرآنیہ وغیرہ مفہوم ہوتا ہے۔ دیکھو بَلْ جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ جو بعد اَمَّ يَقُولُونَ افتره کے واقع ہے اور ارادہ موت طبعی کا رَفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ سے مع زعم تحقق اس کے قبل از واقعہ صلیب مستلزم ہے وقوع کذب کو کلام الہی میں (العیاذ باللہ لا نفاء المحکی عنہ) بعد از قطع احتمالات مذکورہ آیت بَلْ رَفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ کی محکم ٹھہری رفع جسمی مسیح میں۔ لہذا اہل لسان اور محاورہ دان صحابہ اور سلف سے (رضوان اللہ علیہم اجمعین) رفع جسمی کو آیت ہذا سے ایسے سمجھے ہوئے تھے کہ کسی سے اس آیت کے معنی میں اختلاف مروی نہیں۔ اور اسی وجہ سے چونکہ محکم ہے رفع جسمی میں تو مخصص ہوگی واسطے ان آیات اور احادیث کے جو باعتبار عموم اپنے کے دال ہیں وفات مسیح پر مثل قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اور مَا مِنْ نَفْسٍ مِّنْفُوسَةٍ اِنْ وَغیرہ وغیرہ اور یہی قرینہ صارفہ ہے ارادہ کرنے معنی موت کے تَوَفَّيْتَنِي سے اور مُتَوَفَّيْكَ سے بر تقدیر عدم تقدیم و تاخیر کے۔ اور یہی آیت با واز بلند کہہ رہی ہے کہ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ میں حَيًّا ملحوظ نہیں ہے۔ اور یہی آیت قرینہ ہے حدیث فَاَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ اِنْ فِي مِثْلًا تَوَفَّيْتَنِي سے معنی غیر موت کا لینے کے اور یہی آیت قرینہ ہے حدیث لَوْ كَانَ مُوسَى وَعِيسَى حَيِّينِ اِنْ فِي مِثْلًا تَوَفَّيْتَنِي سے معنی غیر موت کے حیات سے حیات فی الارض مراد لینے کی۔ اور یہی آیت بعد از قطع



احتمالاتِ مذکورہ کے استبعاد عقلِ انسانی کو جو دربارہ مرفوع ہونے جسم مسیح کے بحسدہ  
العصری آسمان پر تھا زائل کر رہی ہے۔

هذه الآية تكفي جواباً لجميع السؤالات وان اجبنا لكل سوال  
تبرعاً. محاورہ قرآن کریم اور عرفِ بغیر تخصیصِ بلغة دون لغة اس پر شاہد ہیں۔ وَقَالُوا  
اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ۝ ولدیت اور عبودیت تنائی ہیں تحقیق میں۔ اَمْ  
يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ بَلْ جَاءَهُمُ بِالْحَقِّ. مجنونیت اور اتیانِ بالحق یعنی منجانب اللہ حق کو عباد  
کی طرف لانا متضاد نہیں۔ مثلاً زید کو میں نے مارا نہیں بلکہ اس کو عزت دی۔ عمر کو میں نے  
بھوکا نہیں چھوڑا بلکہ پیٹ بھر کر کھلایا۔ مارنا اور عزت دینی۔ ایسا ہی بھوک اور سیری باہم  
متضاد ہیں۔

بعد تمہید ہذا آیت وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۝ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ میں بھی حسب مقتضی

کلمہ بَلْ مَقْتُولِيَّت اور مرفوعیت یعنی مسیح کے مارے جانے اور اٹھائے جانے میں منافات  
اور عدم اجتماع فی التحقيق چاہیے۔ اور ظاہر ہے کہ مابین امارے جانے اور اٹھائے جانے  
روح کے آسمان کی طرف کچھ منافات نہیں۔ دونوں امر معاً پائے جاتے ہیں۔ مقررین میں

۱۔ قولہ مابین الخ توضیح مقام آنکہ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ یا تو کنایہ ہوگا اعزاز اور رفع منزلت سے جیسا کہ مرزا صاحب  
بشہادت محاورہ اور حوالہ کتب لغت لیتے ہیں۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ قتل اور قرب الہی میں تضاد نہیں بلکہ قتل اور  
شہادت موجب مستقل ہے رفع منزلت عند اللہ کے لیے سوائے نبوت کے۔ اور یا مراد اس سے رفع روحی بطریق  
موت طبعی کے ہوگا بقرینہ وعدہ توفی یعنی یا عیسیٰ اِنِّي مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ فَقَطْ لَفْظُ مُتَوَفِّيْكَ اِگرچہ  
مطلق موت پر دال ہے عام اس سے کہ اپنے آپ ہو یا بمباشرت قتل کے۔ لیکن حصر جو مستناد ہے ضمیر متکلم کے مسند  
الیہ اور صیغہ مشتق کے مسند بنانے سے مفید ہے موت طبعی کا۔ اس تقریر پر اگرچہ تضاد متحقق ہے مگر بلحاظ اس کے کہ  
ماضویت توفی اور رفع کی۔ بَلْ تَوَفَّاهُ اللَّهُ وَرَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ میں بہ نسبت ماقبل کلمہ بَلْ کے ہوتی ہے چاہیے کہ  
موت طبعی مسیح کی قبل از واقعہ قتل و صلیب زعمی متحقق ہو۔ حالانکہ کوئی مؤرخ نہ اسلامی اور نہ غیر اسلامی (جاری)



سے جو قتل کیا جاتا ہے ان کی ارواح بھی عالم علوی کو اٹھائی جاتی ہیں۔ اب بالضرور رفع جسمانی لینا پڑے گا کیونکہ مسیح کے قتل جسمی اور رفع جسمی دونوں میں تضاد اور تنافی ہے۔ اگر جسم مسیح یہود کے ہاتھ مقتول ہو تو وہی جسم عالم بالا کی طرف مرفوع نہ ہو۔ اور اگر مسیح بحسدہ العنصری بحفظ و امان اٹھائے گئے تو یہود کے ہاتھ میں مقتول نہیں ہو سکتے۔ اور یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ رَفَعَهُ اللهُ فِي رَفَعِ جَوْصِيغِهِ مَاضِي ہے اس کی ماضویت کس کی نسبت ہے۔ اس کا ماضی ہونا بہ نسبت ما قبل بَلُّ کے ہے جس کو باطل کرنا منظور ہے۔ وہ کیا۔ قَتَلُوهُ۔ اس امر کو ہم قرآنی شہادت سے ثابت کرتے ہیں۔ دیکھو بَلُّ جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ لَنَا آيَاتِ قرآنی کا منجانب اللہ پہلے ہوا۔ بعد ازاں نسبت جُنُونِ کی کفار نے آپ کی طرف کی۔ اب

(بقیہ) اس کی شہادت نہیں دیتا۔ بلکہ ابن عباس اور سائر اہل اسلام قاطبۃ الی یومنا هذا رفع جسمی مسیح کے قبل از واقعہ صلیب کے قائل ہیں تفسیر نقلی صحابی کی چونکہ حکم مرفوع میں ہوتی ہے۔ بناءً ہر مسلمان کے لیے واجب التسليم اور ضروری القبول ہوگی کیسے نہ ہو۔ رفع جسمی قبل از واقعہ صلیب کا مضمون جو اثر ابن عباس میں عنقریب آئے گا نہ تو معتقد بہ یہود اور نصاریٰ کا تھا تا کہ احتمال روایت ابن عباس کا اہل کتاب سے ہو اور نہ خود ابن عباس اس مضمون کو اپنے اختراع سے پیدا کر سکتے ہیں۔ لہذا یہی ماننا پڑے گا کہ بالضرور ابن عباس نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے۔ اور مؤرخ غیر اسلامی یعنی یہود و نصاریٰ۔ موت بالقتل والصلیب مسیح کے قائل ہیں۔ اور مرزا صاحب موت طبعی بعد از واقعہ صلیب کے معتقد ہیں۔ حسب زعم ان کے بَلُّ بَقِيَ حَيًّا ثُمَّ تَوَفَّاهُ اللهُ وَرَفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ چاہیے تھا۔ الحاصل تقدیر مذکور مستلزم ہے فقدان محکی عنہ کی وجہ سے وقوع کذب کو۔ العیاذ باللہ۔ آیت مذکور میں بعد بطلان احتمالات مذکورۃ الصدر کے یہی متعین ہوا کہ مراد رَفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ سے رفع جسمی ہے اور تَوَفَّاهُ اللهُ سے جو قبل از رَفَعَهُ اللهُ کے بقرینہ وعدہ مقدر ہے معنی قَبْضَهُ اللهُ کا۔ آیت مذکور جیسا کہ نص ہے ابطال افتراء یہود اور رفع جسمی مسیح میں ایسے ہی قرینہ صارفہ ہے ارادہ معنی موت کے لیے مُتَوَفِّيكَ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے اور یہی وجہ ہے قول بالتقدیم والتاخیر کی۔ آیت یعیسیٰ اِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ میں بر تقدیر ارادہ معنی موت کے مُتَوَفِّيكَ سے۔ باقی رہا یہ زعم کہ لفظ توفیٰ کا قرآن کریم میں فقط معنی موت ہی میں مستعمل ہے یہ صرف سادہ لوحوں اور بودوں کا خیال ہے۔ اس کی تحقیق عنقریب آئے گی۔ ان شاء اللہ۔ ۱۲



بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے ثابت ہوا کہ تحقق رفع قبل از تحقق قتل زعمی یہود کے ہوا ہے یعنی پہلے جسم مسیح بحفظ و امان آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ بعد ازاں یہود نے ان کی شبیہ کو قتل کیا۔ اور بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کو قیاس یَا يَتُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ الخ پر کرنا بے جا ہے۔ کیونکہ اس میں خطاب نفس کی طرف ہے نہ جسم مع الروح کو۔ بخلاف رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کے۔ کہ مرجع ضمیر منصوب متصل کا یعنی رفع میں جو ضمیر ہے وہ ہی مرجع ہے جو ما قبل اس کے مَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ کے لیے ہے یعنی جسم مع الروح۔

یہ بھی سمجھنا ضروری ہے کہ اصل واقعہ میں یا اس کے علم میں تغیر کا ہونا اس امر کو نہایت مدخل ہے کلام کے حقیقت یا مجاز ہونے میں۔ ایک ہی کلام کبھی حقیقت ہوتی ہے معنی مراد میں جب اصل واقعہ اعتقاداً یا بحسب نفس الامر ایک طرح ٹھہرایا جائے اور اسی کلام کو بعینہ افراد مجاز میں سے شمار کیا جاتا ہے جس حالت میں کہ اصل واقعہ دگرگوں قرار دیا جائے۔ مثلاً اَنْتَبَتِ الرَّبِيعُ الْبَقْلُ یعنی موسم ربیع نے ترکاری اُگائی جس حالت میں کہ قائل اس کا مومن ہو، مجاز ہوگا کیونکہ وہ اسناد ہے الی غیر ما هوله عندا لمتکلم۔ اور یہی قول حقیقت کی امثالہ میں شمار کیا جائے گا جبکہ قائل اس کا جاہل ہو یعنی وہ شخص جس کے اعتقاد میں فی الواقع اُگانے والی موسم ربیع ہے کیونکہ حسب اعتقاد اس کے اسناد فعل کی الی ما هوله اس کلام میں واقع ہے۔ اقسام اس بحث کے بہت ہیں۔ ناظرین کی ملالت اور تشویش کے باعث اسی پر اکتفا کی جاتی ہے۔

ایسے کشف فلان عن ساقه فلان نے اپنی پنڈلی سے پردہ اٹھایا۔ جس حالت میں کہ فلان نے فی الواقع اپنی ساق کو بروقت گزرنے کے پانی سے یا کسی اور تقریب سے برہنہ کیا، یہ کلام حقیقت ہوگی یعنی لفظ کشف اور ساق اپنے اپنے معنی حقیقی میں مستعمل ہوں گے۔ اور درحالتے کہ فلان نے پنڈلی کو برہنہ نہیں کیا بلکہ کسی کام کی تیاری



میں مصروف ہو رہا ہے۔ اس وقت یہی کلام کشف فلان عن ساقہ کنایہ ہوگی مستعد ہونے سے اس کام پر۔

اب اگر کوئی ظاہر بین اردو خوان نام کا مولوی کسی کتاب میں دوسرے معنی کو جو حسب محاورہ ہے معنی کنائی اور کلام مذکور کو کنایہ لکھا ہو ادیکھ کر منحصر ہونا اس کلام کا معنی استعداد ہی میں بشہادت محاورہ سمجھ لے تو منشاء اس کا بجز جہالت کے اور کیا ہے۔ لفظ رفع کا صلہ جب الی واقع ہو تو بہر حال اس کو اسی معنی میں یعنی کسی کو کسی کے ساتھ نزدیک کرنا اور مرتبہ دینا۔ منحصر سمجھنا بشہادت محاورہ جس کو اہل لغت نے بھی بیان کیا ہے اسی قبیل سے ہے جو بیان کر چکا ہوں یعنی جہالت ہے۔ حدیث شریف میں یہی محاورہ ہے **رَفَعَهُ الی یدہ**۔ ای رفعہ الی غایۃ طول یدہ لیراہ الناس فی فطرون (مجمع البحار) رفع جسمی میں وارد ہے بغیر رفع منزلت کے۔ ایسا ہی یرفع الحدیث الی عثمان اور یرفعہ الی النبی ﷺ۔ اور ایسا ہی یرفع الیہ عمل اللیل قبل عمل النہار۔ ای الی خزائنہ لیضبط الی یوم الجزاء (مجمع البحار) ان سب میں یہی محاورہ اٹھانے چیز میں بعینہ جو ہر ہو یا عرض مدخول الی کی طرف مستعمل ہے بغیر ارادہ رفع مرتبہ کے۔ مانحن فیہ میں جب اثر صحیح ابن عباس وغیرہ کا دربارہ مرفوع ہونے جسم مسیح کے اور نص **بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْہِ** کی جو کئی وجوہ سے

حضرت مؤلف قدس سرہ چونکہ حکیم الامت تھے اس لیے آپ نے خداداد نگاہ بصیرت سے آنے والے دور میں گمراہی کے دو بڑے سبب بیان فرمائے۔ ایک دینی علوم اور ان کے موقوف علیہ لازمی علوم سے بے بہرہ ہونا اور فقط سرسری طور پر اردو تراجم پڑھ کر ہچموں مادِ گیرے نیست کا دعویٰ جسے آپ موجودہ اردو خوان اور زعمی مولویوں کا کارنامہ قرار دیتے ہیں۔ دوسرا مروجہ مغربی سائنس اور فلسفہ کے اصول کو قطعی سمجھ کر قرآن و احادیث متواترہ سے انکا رجس کا بانی تعلیم یافتگان لندن کو قرار دیا ہے۔ کیونکہ وہ برطانوی دور کا عروج تھا۔ ورنہ اسلامی شعائر و احکام اور دین کے اصول کے خلاف نظریات رکھنے والے سب اس میں داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے محفوظ رکھے۔  
فیض عفی عنہ



شہادت رفع جسمی مسیح پر دیتی عنقریب بیان ہوں گے۔ پھر اصل واقعہ کو خیال نہ کرنا اور رفع کو فقط رفع بحسب المرتبہ میں منحصر سمجھ لینا خطا درخطا ہے۔ ایک تو صاحب صراح وغیرہ کی غرض نہ سمجھی۔ انہوں نے تو استعمال رفع کا درحالت صلہ واقع ہونے الی کے معنی رفع منزلت اور علو قدر میں ذکر کیا یعنی لفظ رفع کا اس حالت میں معنی مذکور میں استعمال ہوتا ہے یعنی بشرط مطابقت اصل واقعہ اور ارادہ اس معنی کے نہ یہ کہ جہاں رفع کا صلہ ہو الی ہو بالضرور رفع منزلت بغیر رفع جسمی کے مدلول لفظ رفع کا ہوگا۔ اگرچہ ارادہ متکلم کا ادا کرنے معنی رفع جسمی کا عبارت مذکورہ بھی ہو کشف عن الساق کو جو کنایتاً بحسب محاورہ تیار ہونے سے ٹھہراتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ کسی وقت معنی حقیقی پر دال نہ ہوگا۔

الغرض صلہ الی قرینہ صارفہ ارادہ معنی رفع جسمی سے نہیں بلکہ مجوزہ ہے ارادہ معنی رفع منزلت کے لیے بروقت موجود ہونے قرینہ صارفہ کے یعنی لفظ رفع سے مراد رفع بحسب المرتبہ نہ ہوگا۔ مگر اسی صورت میں کہ صلہ اس کا کلمہ الی واقع ہونہ بالعکس یعنی یہ نہیں کہ جس جگہ صلہ اس کا الی ہو اس جگہ بغیر اس رفع منزلت کے رفع جسمی پر دال نہ ہوگا۔ مطلقہ عامہ کو محصورہ کلیہ سمجھ لیا۔ دوسری خطا یہ ہے کہ رفع جسمی اور رفع بحسب الدرجه میں تبائن کلی اور منافاة فی التحقق سمجھ لی۔ حالانکہ ما نحن فیہ میں تو رفع جسمی کی صورت میں رفع بحسب القدر بالا اولیٰ اور بالا حسن معلوم ہوتا ہے۔

اس تحقیق سے ناظرین کو اچھی طرح مرزا صاحب اور ان کے مخلصین کا دھوکا کھانا معلوم ہو سکتا ہے۔ القول الجمیل تصدیق المثل کے صفحہ ۵۹ و ۶۰ کو ملاحظہ کریں۔ مرزا صاحب اور ان کے اتباع فرماتے ہیں کہ قرآن یا حدیث میں لفظ سماء جس کا معنی آسمان ہے متعلق رفع اور نزول مسیح کے نہیں آیا، یعنی دفعہ الله الى السماء اور ينزل من

۱۔ معنی کنائی حقیقی کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے نہ مجازی۔ ۱۲ مطول



السماء۔ بھلا صاحب یہ تو فرمائیے کہ بَلْ رَفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ جس کا مدلول خدا کی طرف مرفوع ہونا ہے۔ رفع روحانی ہی سہی کس طرح متحقق ہوگا۔ اور ایسا ہی اِرْجِعْنِي إِلَى رَبِّكَ اپنے رب کی طرف رجوع نفس کی صورت کیا ہوگی۔ اور إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ میں چڑھ جانا کلماتِ طیبہ اور عملِ صالح کا مرفوع ہونا خدا کی طرف کیسے ہوگا۔ یہی تو فرمائیں گے جیسا احادیث میں وارد ہے کہ خدا کی طرف مرفوع ہونا یا رجوع ہونا یا چڑھ جانا۔ اس کی یہی صورت ہے کہ آسمان کو جو محل ہے عباد مکرہین کا قرار گاہ ان کی بنائی جائے۔ نہ کہ سوائے آسمان کے زمین میں یا آسمان اور زمین دونوں سے باہر رکھ دیا جائے۔ ایسا ہی رفع جسمی کی صورت میں بھی لفظ إِلَيْهِ کا ملاحظہ فرما کر سماء کو مذکور سمجھیں۔ پس رفع الی اللہ اور رفع الی السماء۔ ایسا ہی رجوع الی الرب اور صعود الی السماء مساوق فی المعنی ہیں۔ احادیث میں تو صراحت بھی آ گیا ہے۔ اور رسالہ ہذا میں عنقریب ناظرین ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

آیہ مذکورہ یعنی بَلْ رَفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ جیسا کہ اثبات رفع جسمی مسیح اور ابطال افتراء یہود کہ اَنَا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ کہتے تھے۔ اور تردید عقیدہ نصاریٰ باتباع یہود فرما رہی ہے۔ ایسا ہی تکذیب عقیدہ فرقہ نیچریہ اور مرزاسیہ کی بشہادت سیاق و آثار صحابہ و احادیث صحیحہ کر رہی ہے۔ احادیث صحیحہ کے نام لینے میں میں بھول گیا ہوں۔ حضرت سائل تحقیق اور استفسار سے ہی نہ رہ جائیں۔ کیونکہ ان کے اصول موضوعہ میں سے تقابل قرآن اور حدیث صحیح بھی ہے۔ اس مغالطہ سے بڑے کام نکلتے ہیں جب عوام کالانعام سے مخاطب ہو کر پوچھتے ہیں کہ بتاؤ میاں خداوند کریم کی کلام پاک مقدم ہے یا بندہ کی۔ ناچار مخاطبین حسب لیاقت اپنی کے یہی بول اٹھتے ہیں کہ خدا کی کلام اور بندہ کی کلام میں اتنا فرق ہے جس قدر کہ دونوں متکلموں کا آپس میں یعنی خدائے عزوجل اور بندہ میں۔ یعنی خدا



خدا اور بندہ بندہ۔ یہ کوئی نہیں کہتا۔ اجی حضرت! آپ سوال تقدیم و تاخیر من حیث العظمۃ والمنزلۃ سے فرما رہے ہیں یا من حیث التفصیل والبیان سے۔ اگر من حیث العظمۃ ہے تو سب اہل اسلام کلام الہی کو زائد العظمۃ مانتے ہیں۔ لہذا نماز کا رکن کلام الہی ہو سکتی ہے نہ حدیث اور اگر بجہت التفصیل و تشریح فرماتے ہیں تو حدیث شریف مقدم ہے۔ کیا معنی کہ پہلے مضمون تفصیلی حدیث شریف ہمارے اذہان میں آئے گا تب اجمال آیت کو ہم سمجھیں گے۔ ہاں صحت میں غور کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس رحمۃ للعلمین خاتم النبیین ﷺ کو حکیم مطلق لا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ نے اسی لیے برزخ مابین اپنے اور ہمارے قرار دیا ہے کہ برزخ کی پرلی طرف کی بات برزخ ہی کے منہ مبارک سے بمعہ تشریح سن لیوں۔ کیونکہ جیسا کہ قولہ تعالیٰ أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا اور اِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُنُ لِلْخَائِنِينَ خَصِيمًا اور وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ۔ اور وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ۔ اور حدیث شریف اَلَا اِنِّي اُوتِيْتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ لِعَنِ السُّنَّةِ اسی برزخ سے مخصوص ہے۔ ایسا ہی ذمہ داری اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ اسی کو شایان ہے۔

فَسُبْحَانَ مَنْ خَلَقَهُ وَأَجْمَلَهُ وَأَكْمَلَهُ وَعَلَّمَهُ وَأَدَّبَهُ فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهُ ﷺ

فرقہ مرزائیہ عیسیٰ بن مریم کے مصلوب ہونے یعنی صلیب پر چڑھانے کے یہود اور نصاریٰ کی طرح معتقد ہیں۔ فقط صلیب پر مرجانے میں باہم مختلف ہیں۔ یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح صلیب پر مر گئے۔ اور مرزائیہ صلیب سے زندہ اتار کر بعد ۸ سال کے کشمیر خاص سری نگر میں دفن کرتے ہیں۔ ایام اَلصَّلَاحِ صفحہ ۱۱۲، اس کا بطلان رَفَعَهُ اللَّهُ کی

یعنی بلحاظ عظمت کلام الہی مقدم ہے۔ اسی لیے نماز میں قرآن پڑھنا رکن ہے حدیث پڑھنا نہیں۔ فیض عفی عنہ



ماضویت سے جو بہ نسبت ماقبل بل یعنی مَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ کے ثابت کی گئی ہے۔ اصل کتاب سے اور فائدہ جلیلہ سے جو منہیہ میں لکھ چکا ہوں۔ بخوبی ناظرین معلوم کر چکے ہیں۔ اور یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ مراد ماقبل بل سے نفس قتل اور صلب ہے قطع نظر منہی ہونے کے سے کیونکہ نفی حکایت میں ہے نہ محکی عنہ میں۔ اس تقریر سے جو صراحتہً نظم قرآنی سے سمجھی جاتی ہے۔ ظاہر ہو گیا کہ سید احمد صاحب اور مرزا صاحب اور مصنف تفسیر حضرت شاہی کو مَا صَلَبُوهُ کے معنی میں جو ان صاحبوں نے روایات انا جیل کے ملاحظہ سے لیا ہے سخت دھوکا ہوا۔ کہتے ہیں مَا صَلَبُوهُ یعنی یہود نے مسیح کی ہڈیوں کو نہ توڑا۔ ازالہ اوہام صفحہ ۳۷۸ سے صفحہ ۳۸۲ تک تفسیر حضرت شاہی صفحہ ۹۹ افتا مل۔ ایسا ہی استشہاد میں معنی مذکور پر ساتھ عبارت قاموس کے وَالْعِظَامِ اسْتُخْرِجَ وَدَكَّهَا۔ اور اس حدیث کے لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ آتَاهُ أَصْحَابُ الصُّلْبِ بِسُكُونِ اللَّامِ وَضَمِّهَا وَفَتْحِهَا أَيِ الَّذِينَ يَجْمَعُونَ الْعِظَامَ وَيَسْتَخْرِجُونَ وَدَكَّهَا وَيَأْتِدْمُونَ بِهِ كَيُؤَكِّدُ قَامُوسُ كِي عِبَارَتِ كَا مَفْهُومِ چکنائی کا نکلنا اور شور با بنانا ہے۔ اور اگر ہڈیوں کا توڑنا بخيال اس کے کہ شور با بغیر اس کے نہیں بن سکتا۔ صلب کا معنی قرار دیا جائے تو چاہیے کہ موت طبعی اس جانور کی یا ذبح اس کا بھی مدلول اس کا ٹھہرایا جائے۔ اور حدیث میں لفظ اصحاب الصلب سے معنی مذکور سمجھا گیا۔ کیونکہ صلب کا معنی چکنائی اور اصحاب الصلب کا معنی چکنائی والے لوگ۔ ہڈیوں کا توڑنا نہ تو لفظ اصحاب کا مدلول ہے اور نہ صلب کا۔ دیکھو قاموس اور مجمع البحار۔ صلیب پر چڑھانے میں تو نظم قرآنی اور احادیث نزول کو جو استلزاماً رفع جسمی سے خبر دے رہی ہیں ان سب کو سلام کہہ کر روایات انا جیل سے کام لیا۔ بعد از واقعہ صلیب مسیح کا زندہ رہنا اور عرصہ دراز کے بعد کشمیر میں مدفون ہونا۔ اس میں انا جیل کو بھی چھوڑا۔

۱۔ سچ ہے ”دروغ گورا حافظہ نہ باشد“ مرزا جی ازالہ اوہام میں تو لکھتے ہیں کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں فوت ہوا مگر ایام <sup>لصلح</sup> میں سری نگر یاد آ گیا۔ بہر حال اس دروغ کا پردہ علمائے اسلام نے اپنی تصانیف میں اچھی طرح چاک کیا۔ اور حضرت مؤلف نے اس کا سیف چشتیائی میں پوری طرح رد فرمایا ہے۔ فیض عنی عنہ۔



## وجوہاتِ بطلانِ مذہبِ مرزائیہ دربارہٴ رفعِ عیسیٰ علیہ السلام

بطلانِ اس مذہبِ خانہ زاد کا آیتِ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۝ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے

بشہادتِ کلمہٴ بَلْ ایک وجہ سے تو ظاہر ہو چکا ہے۔

دوسری وجہ بطلان کی اتحادِ مرجع ہے دونوں ضمیروں منصوب متصل کا جو واقع

ہیں مَا قَتَلُوهُ اور بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ میں۔ مَا قَتَلُوهُ میں مرجع ضمیر کا چونکہ جسم مع الروح

ہے بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ میں بھی نظر بہ اتحاد وہی مجموع مرجع ہو گا نہ فقط روح۔

تیسری وجہ بطلان کی یہ ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ سلکِ جرائمِ یہود میں فقط افتراء

اور بہتان ان کا ذکر فرماتا ہے یعنی وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ

رَسُولَ اللَّهِ فرمایا۔ اور فقط ذکر قتل یا صلیب پر چڑھانے کا بغیر انضمامِ قول کے نہیں کیا یعنی

وَقَتَلَهُمُ الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَصَلِبَهُمْ نہیں فرمایا۔ صلیب پر

چڑھانا اور کوچہ بکوچہ رسوا کرنا اور مار پیٹ سے تکلیف دینا یہ تو بڑا سنگین جرم اور موجب

غضبِ الہی ہے بہ نسبت اس کے کہ فقط افتراء یا جھوٹ بول دیا ہو۔ اس سے صاف معلوم

ہوتا ہے کہ فی الواقع مسیح مقتول اور مصلوب نہ تھے بلکہ ایک اور شخص مسیح کے حواریوں میں

سے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَكْرُؤًا وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ یعنی یہود نے

مشورہ مسیح کے قتل کرنے کا کیا تھا۔ مگر ہم بڑے اسبابِ بچاؤ کے جانتے ہیں۔ مسیح کو تو ہم نے

اٹھالیا اور اس کی شبیہ کو مقتول اور مصلوب کرایا۔ یہود نے حسبِ زعم اپنے کے یہ کہنا شروع

کیا کہ ہم نے مسیح ابنِ مریم کو جو رسولِ منجانب اللہ کہلاتا تھا مصلوب کر کے مار ڈالا۔ مگر یہود

اس قتلِ مسیح کے بارہ میں مشکک تھے اور نصاریٰ بھی باتباعِ یہود مسیح کی مقتولیت اور مصلوبیت

کے قائل ہوئے بغیر ان چند حواریوں کے جو اس گھر میں جس میں سے مسیح مرفوع الی السماء

ہوئے موجود تھے۔ القصة اللہ جل شانہ نے اپنے حبیبِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس



واقعہ سے خبر دی کہ یہود اس قول میں کہ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ مفتری ہیں اور یقینی طور پر اِنَّا قَتَلْنَا نہیں کہتے بلکہ اس میں بھی مشکک ہیں۔ اور واقعی امر تو یہ ہے کہ مسیح کو انہوں نے مقتول اور مصلوب نہیں کیا بلکہ اس کے شبیہ کو۔ اور مسیح کو تو ہم نے ان کی ایزا سے بچانے کے لیے آسمان پر اٹھالیا۔ اس کے بعد فرمایا وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا يَعْنِي یہ خیال مت کرو کہ جسم عنصری آسمان پر کس طرح جاسکتا ہے۔ کیونکہ ہمارا نام عزیز ہے باعزت اور باغلبہ اور ہم اس رفع جسمی پر غالب ہیں۔ ہمارے سامنے کوئی بڑی بات نہیں۔ حَكِيمًا یعنی ہم باحکمت ہیں۔ کوئی کام ہمارا حکمت سے خالی نہیں ہوا کرتا۔ اس مسیح کے اٹھانے اور بقیہ ایام حیوة پورے کرنے میں بھی ایک حکمت ہے۔ وہ کیا؟ ان کو ہم اپنے حبیب ازیلی اور شاہد لم یزلی ﷺ کے خدام اور خلفاء سے بنائیں۔ کیونکہ اس نے یہ منصب ہماری بارگاہ سے بہ نالہائے نیم شبی اور دعائے سحری مانگا ہوا ہے۔ گو کہ ہم زمین میں بھی اس کے محفوظ رکھنے اور بچانے پر ایذا یہود سے قادر ہیں۔ مگر ہماری حکمت کا مقتضی یہی ہے کہ ہر چیز کے ساتھ معاملہ حسب استعداد مادہ فطرتی اس کے کیا جائے۔ نفخ روح القدس مریم کے گریبان میں چونکہ منجملہ اس کے اسباب فطرتی کے تھا۔ اور تشبہ بالملائکہ ممتاز طریق پر اس کو حاصل تھا۔ لہذا آسمان پر رہنا اس کا موجب تعجب اور خلاف حکمت نہیں۔ یہاں تک تو حاصل ہے اس آیت کریمہ کا۔ وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اٰخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اَتْبَاعُ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ؕ بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ؕ



## احادیث مبارکہ

قال ابن ابی حاتم حدثنا احمد بن سنان حدثنا ابو معاوية عن  
 الاعمش عن المنهال ابن عمرو عن سعيد بن جبیر عن ابن عباس قال لما  
 اراد الله ان يرفع عيسى الى السماء خرج على اصحابه في البيت اثنا عشر  
 رجلا من الحواريين. يعنى فخرج عليهم من عين في البيت ورأسه يقطر  
 ماء فقال ان منكم من يكفر بي اثنا عشر مرة بعد ان امن بي قال لهم قال  
 ايكم يلقي عليه شبهي فيقتل مكاني ويكون معي في درجتي فقام شاب من  
 احدهم سناً فقال له اجلس ثم اعاد عليهم فقام ذلك الشاب فقال اجلس  
 ثم اعاد عليهم فقام ذلك الشاب فقال انا فقال هو انت ذاك فالقى عليه  
 شبه عيسى ورفع عيسى من روزنة في البيت الى السماء قال وجاء الطلب  
 من اليهود فاخذوا الشبه فقتلوه ثم صلبوه فكفر به بعضهم اثني عشر مرة  
 بعد ان امن به وافترقوا ثلاث فرق فقالت فرقة كان الله فينا ماشاء ثم صعد  
 الى السماء وهؤلاء اليعقوبية. وقالت فرقة كان فينا ابن الله ما شاء ثم رفعه  
 الله اليه وهؤلاء النسطورية وقالت فرقة كان فينا عبد الله ورَسُولُهُ ما شاء  
 الله ثم رفعه الله اليه وهؤلاء المسلمون. فتظاهرت الكافرتان على  
 المسلمة فقتلوهما فلم يزل الاسلام طامسحتي بعث الله محمداً ﷺ.  
 وهذا اسناد صحيح الى ابن عباس ورواه النسائي عن ابى كريب عن ابى  
 معاوية بنحوه وكذا ذكر غير واحد من السلف انه قال لهم ايكم يلقي عليه  
 شبهي فيقتل مكاني وهو رفيقي في الجنة. (اتحى - تفسير ابن كثير)

ترجمہ: فرمایا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جب خداوند کریم نے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر



اٹھانے کا ارادہ کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام، مکان میں جو چشمہ تھا اس سے باہر نکل کر اس حال میں کہ آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اپنے بارہ حواریوں کے پاس تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ بے شک تم میں سے ایک شخص مجھ پر ایمان لانے کے بعد بارہ مرتبہ کافر ہوگا۔ بعد ازاں فرمایا کہ گون شخص ہے تم میں سے جس پر میری شباهت ڈالی جائے اور میری جگہ وہ مقتول ہو اور میرے درجہ میں میرے ساتھ رہے۔ پس ایک نوجوان شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ میں ہوں یا رسول اللہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو فرمایا کہ تو بیٹھ جا۔ اور آپ نے دوبارہ پھر اسی لفظ کا اعادہ فرمایا پھر وہی شخص کھڑا ہوا۔ غرض چوتھی مرتبہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو ہی وہ شخص ہے پھر عیسیٰ علیہ السلام کی شباهت اس شخص پر ڈالی گئی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام مکان کے روشن دان سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ بعد ازاں یہود کے جاسوس آئے اور اس شبیہ کو پکڑا اور اسی شبیہ کو مقتول اور مصلوب کیا۔ پھر بعض اشخاص بارہ مرتبہ عیسیٰ علیہ السلام سے پھر گئے بعد ایمان کے۔ اور اس کے بعد تین فرقے ہو گئے۔ ایک فرقہ اس امر کا قائل ہوا کہ ہم میں خدار ہا جب تک چاہا۔ پھر آسمان کی طرف چڑھ گیا۔ اس فرقہ کو یعقوبیہ کہتے ہیں۔ دوسرے فرقے نے کہا کہ خدا کا بیٹا جب تک چاہا ہم میں رہا۔ بعدہ خداوند کریم نے اس کو اٹھالیا۔ اس گروہ کا نام نسطوریہ ہے۔ تیسرے فرقے کا یہ مذہب تھا کہ خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہمارے گروہ میں رہا جب تک خداوند کریم نے چاہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا۔ اس گروہ کو مسلمان کہتے ہیں۔ پھر دونوں فرقے کافروں کے فرقہ مسلمہ پر غالب آئے اور اس کو قتل کر ڈالا۔ پھر ہمیشہ اسلام معدوم رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ اور یہ اسناد صحیح ہے ابن عباس کی طرف اور روایت کیا اس اثر کونسانی نے ابی کریب سے اس نے ابی معاویہ سے مثل طریق مذکور کے۔ اور اسی طرح ذکر کیا بہتیروں علماء سلف نے اس امر کو کہ فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے تم میں سے



جس پر ڈالی جائے شباہت میری اور قتل کیا جائے میری جگہ وہ رفیق میرا ہوگا  
جنت میں۔ اتنی۔

ایضاً اخراج کیا اس اثر کو عبد بن حمید اور ابن مردویہ نے۔ وَاخْرَجَ عَبْدُ بَنِ حَمِيدٍ  
وَابْنُ جَرِيرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ مَجَاهِدٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى شُبِّهَ لَهُمْ. قَالَ صَلَبُوا رَجُلًا  
غَيْرَ عَيْسَى شَبَّهُوهُ بِعَيْسَى يَحْسُبُونَهُ آيَاهُ وَرَفَعَ اللَّهُ إِلَيْهِ عَيْسَى حَيًّا.

ترجمہ: فرمایا مجاہد نے صلیب یعنی دار پر چڑھایا یہود نے شبیہ عیسیٰ علیہ السلام کو اس  
حال میں کہ گمان کرتے تھے اس شبیہ کو مسیح اور اٹھالیا اللہ نے مسیح کو زندہ آسمان پر۔

وَإِخْرَجَ عَبْدُ بَنِ حَمِيدٍ وَابْنُ جَرِيرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ قَتَادَةَ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا  
قَتَلْنَاكَ قَالَ أَوْلَاكَ أَعْدَاءُ اللَّهِ الْيَهُودُ افْتَخَرُوا لِقَتْلِ عَيْسَى علیہ السلام وَزَعَمُوا أَنَّهُمْ قَتَلُوهُ  
وَصَلَبُوهُ وَذَكَرْنَا أَنَّهُ قَالَ لِأَصْحَابِهِ أَيُّكُمْ يَقْذِفُ عَلَيْهِ شَبْهِي فَإِنَّهُ مَقْتُولٌ قَالَ رَجُلٌ  
مِنْ أَصْحَابِهِ أَنَا يَا نَبِيَّ اللَّهِ فَقَتَلَ ذَلِكَ الرَّجُلُ وَمَنْعَ اللَّهُ نَبِيَّهَ وَرَفَعَهُ إِلَيْهِ. (درمنثور)

ترجمہ: فرمایا قتادہ تابعی جلیل نے یہود نے جو دشمن اللہ کے ہیں فخر کیا اور گمان کیا  
ساتھ قتل اور صلب عیسیٰ علیہ السلام کے۔ فرماتے ہیں قتادہ یہ گمان غلط ہے اس لیے کہ پہنچی ہے ہم کو یہ  
بات کہ فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو۔ کون ہے تم میں سے جس پر شباہت میری ڈالی  
جائے اور قتل کیا جائے۔ عرض کی ایک نے میں ہوں اے رسول، اللہ کے۔ پس قتل کیا گیا وہ شخص  
اور باز رکھا اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل ہونے سے بایں طور کہ اٹھالیا اللہ نے ان کو زندہ آسمان پر۔

وَإِخْرَجَ ابْنُ جَرِيرٍ عَنِ السُّدِّيِّ قَالَ إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ حَصَرُوا  
عَيْسَى وَتِسْعَةَ عَشَرَ رَجُلًا مِنَ الْخَوَارِجِ فِي بَيْتٍ فَقَالَ عَيْسَى لِأَصْحَابِهِ  
مَنْ يَأْخُذُ صُورَتِي فَيَقْتُلُ وَلَهُ الْجَنَّةُ فَأَخَذَهَا رَجُلٌ مِنْهُمْ وَصَعِدَ بِعَيْسَى إِلَى  
السَّمَاءِ فَذَلِكَ قَوْلُهُ وَمَكْرُؤًا وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ۝



ترجمہ: اور اخراج کیا ابن جریر نے سدی سے۔ فرمایا سدی نے محاصرہ کیا یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کا بمعہ حواریوں کے بیچ ایک مکان کے پس فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو تم میں سے کون قبول کرتا ہے صورت میری تاکہ قتل کیا جائے بجائے میرے۔ اور واسطے اس کے جنت ہو پس قبول کیا ان میں سے ایک نے اور اٹھائے گئے عیسیٰ علیہ السلام طرف آسمان کی۔ یہی ہے مضمون خداوند کریم کے قول وَمَكْرُؤًا مَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ۝ کا۔

واخرج ابن جرير عن ابى مالك وان من اهل الكتب الا ليؤمنن به قبل موته قال ذلك عند نزول عيسى ابن مريم لا يبقى احد من اهل الكتب الا امن به اور اخراج کیا ابن جریر نے ابی مالک سے بیچ تفسیر قول خداوند کریم وَان من اهل الكتب کے فرمایا انہوں نے یہ نزدیک نزول عیسیٰ ابن مریم کے یعنی اس زمانہ میں جو اہل کتاب ہوگا ایمان لائے گا ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کے۔

واخرج عبد ابن حميد وابن المنذر عن شهر ابن حوشب في قوله وَان من اهل الكتب الا ليؤمنن به قبل موته عن محمد بن علي بن ابي طالب هو ابن الحنفية قال ليس من اهل الكتب احد الا اتته الملكة يضربون وجهه ودبره ثم يقال يا عدو الله ان عيسى روح الله وكذبت على الله وزعمت انه الله. ان عيسى لم يمت وانه رفع الى السماء وهو نازل قبل ان تقوم الساعة فلا يبقى يهودى ولا نصرانى الا امن به.

ترجمہ: روایت ہے محمد بن علی بن ابی طالب سے بیچ تفسیر آیت مذکور کے۔ ہر ایک اہل کتاب کو ملائکہ ماریں گے اور کہیں گے کہ جھوٹ بولا تم نے کہ مسیح خدا ہے بلکہ عیسیٰ علیہ السلام روح اور کلمہ خدا کا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے اور وہ اٹھائے گئے آسمان پر



پھر نازل ہوں گے پہلے قیامت کے پس کل اہل کتاب ایمان لائیں گے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کے۔

وكان من خبر اليهود عليهم لعائن الله وسخطه وغضبه وعقابه انه لما بعث الله عيسى ابن مريم بالبينت والهدى حسدوه على ما اتاه الله تعالى من النبوة والمعجزات البهرات التي كان يبرء بها الاكمه والابرص ويحي الموتى باذن الله ويصور من الطين طائرا ثم ينفخ فيه فيكون طائرا يشاهد طيرانه باذن الله عزوجل الى غير ذلك من المعجزات التي اكرمه الله بها واجراها على يديه ومع هذا كذبوه وخالفوه وسعوا في اذائه بكل ما امكنهم حتى جعل نبي الله عيسى عليه السلام لا يساكنهم في بلدة بل يكثر السياحة هو و امة عليهما السلام ثم لم يقنعهم ذلك حتى سعو الى ملك دمشق في ذلك الزمان وكان رجلا مشركا من عبدة الكواكب وكان يقال لا هل ملته اليونان وانهو اليه ان في بيت المقدس رجلا يفتن الناس ويضلهم ويفسد على الملك رعاياه فغضب الملك من هذا وكتب الى نائبه بالقدس ان يحتاط على هذا المذكور وان يصلبه ويضع الشوك على رأسه ويكف اذاه عن الناس فلما وصل الكتاب امثل والى بيت المقدس ذلك وذهب هو وطائفة من اليهود الى المنزل الذي فيه عيسى عليه السلام وهو في جماعة من اصحابه اثني عشر او ثلاثة عشر و قيل سبعة عشر نفرا وكان ذلك يوم الجمعة بعد العصر ليلة السبت فحصره هنالك فلما احس بهم وانه لا محالة من دخولهم عليه او خروجه اليهم قال لا صحابه ايكم يلقى عليه شبيهي وهو رفيقي في الجنة فانتدب



لذالك شابٌ منهم فكانه استصغره عن ذلك فاعاده ثانية و ثالثة و كل ذلك لا ينتدب الا ذلك الشاب فقال انت هو والقي الله عليه شبه عيسى حتى كانه هو وفتحت روزنة من سقف البيت واخذت عليه السلام سنة من النوم فرفع الى السماء و هو كذالك كما قال الله تعالى اذ قال الله يعيسى اني متوفيك ورافعك الي. الآية. فلما رفع خرج اولئك النفر فلما راي اولئك ذلك الشاب ظنوا انه عيسى فاخذوه في الليل وصلبوه ووضعوا الشوك على رأسه و اظهر اليهود انهم سعوا في صلبه وابتهجوا بذلك وسلم لهم طوائف من النصارى ذلك لجهلهم وقلة عقلهم ما عدا من كان في البيت مع المسيح فانهم شاهدوا رفعه واما الباقيون فانهم ظنوا كما ظن اليهود ان المصلوب هو المسيح ابن مريم حتى ذكروا ان مريم جلست تحت ذلك المصلوب وبكت ويقال انه خاطبها والله اعلم. وهذا كله من امتحان الله عباده لما له في ذلك من الحكمة البالغة وقد اوضح الله الامر و جلاه وبينه و اظهره في القران العظيم الذي انزله على رسوله الكريم المؤيد بالمعجزات والبيّنات والدلائل الواضحات فقال تعالى وهو اصدق القائلين ورب العلمين المطلع على السرائر والضمائر الذي يعلم السر في السموات والارض العالم بما كان وما يكون وما لم يكن لو كان كيف يكون وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم اى راوا شبهة فظنوا انه اياه. ولهذا قال وان الذين اختلفوا فيه لفي شك منه ما لهم به من علم الا اتباع الظن. يعنى بذالك من ادعى انه قتله من اليهود ومن سلمه اليهم من جهال النصارى كلهم في شك من ذالك وحيرة وضلال وسعر ولهذا قال وما قتلوه يقينا



ای و ما قتلوه متیقین انه هو بل شاکن متوهمین بل رَفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللهُ  
عَزِيزًا ای منیع الجناب لا یرام جنابه ولا یضام من لا ذبابه حَکِيمًا. ای فی  
جميع ما يقدره و يقضيه من الامور الَّتِي يَخْلُقُهَا وَلَهُ الْحِكْمَةُ الْبَالِغَةُ وَالْحِجَّةُ  
الدائمة والسلطان العظيم والامر القديم.

وقوله تعالى وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ  
الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا. قال ابن جرير اختلف اهل التأويل في معنى  
ذَلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ مَعْنَى ذَلِكَ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ  
مَوْتِهِ يَعْنِي قَبْلَ مَوْتِ عِيسَى يُوْجِهُ ذَلِكَ إِلَى أَنْ جَمِيعُهُمْ يَصْدُقُونَ بِهِ  
إِذَا نَزَلَ لِقَتْلِ الدَّجَالِ فَتَصِيرُ الْمَلَلُ كُلُّهَا وَاحِدَةً وَهِيَ مِلَّةُ الْإِسْلَامِ الْحَنِيفِيَّةِ  
دِينِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ. ذكر من قال ذلك حدثنا ابن حدثنا ابن بشار حدثنا  
عبد الرحمن عن سفيان عن أبي حصين عن سعيد بن جبير عن ابن عباس  
وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ قَالَ قَبْلَ مَوْتِ عِيسَى ابْنِ  
مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ. وقال العوفي عن ابن عباس مثل ذلك.

قال ابو مالك في قوله إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ قَالَ ذَلِكَ عِنْدَ  
نَزُولِ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَبْقَى أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ.  
وقال ابن جرير حدثني يعقوب حدثنا ابن علية حدثنا ابو رجاء  
عن الحسن وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ قَالَ قَبْلَ مَوْتِ  
عِيسَى وَاللَّهُ أَنَّهُ لَحَى الْآنَ عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنْ إِذَا نَزَلَ أَمِنُوا بِهِ أَجْمَعُونَ.

وقال ابن أبي حاتم حدثنا ابي حدثنا علي بن عثمان اللاحقي  
حدثنا جويرية ابن بشير قال سمعت رجلا قال للحسن يا ابا سعيد قول الله  
عَزَّوَجَلَّ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ قَالَ قَبْلَ مَوْتِ عِيسَى أَنْ  
اللَّهُ رَفَعَ إِلَيْهِ عِيسَى وَهُوَ بَاعْتِهَ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَقَامًا يُؤْمِنُ بِهِ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ وَكَذًا.



قال قتاده و عبدالرحمن ابن زيد بن اسلم و غير واحد وهذا القول هو الحق كما سنبينه بالدليل القاطع ان شاء الله.

قال ابن جرير القول الصحيح في تفسير الآية انه لا يبقى احد من اهل الكتب بعد نزول عيسى عليه السلام الا امن به قبل موته اى قبل موت عيسى عليه السلام. ولا شك ان هذا الذى قاله ابن جرير هو الصحيح لا نه المقصود من سياق الآية فى تقرير بطلان ما ادعته اليهود من قتل عيسى و صلبه و تسليم من سلم لهم من النصارى لجهله ذلك فاخبر الله انه لم يكن الامر كذلك وانما شبه لهم فقتلوا الشبه وهم يتبنون ذلك ثم انه رفعه الله اليه وانه باق حى وانه سينزل قبل يوم القيامة كما دلت عليه الاحاديث المتواترة التى سنوردها ان شاء الله قريباً فيقتل مسيح الضلالة و يكسر الصليب و يقتل الخنزير و يضع الجزية يعنى لا يقبلها من احد من اهل الاديان بل لا يقبل الا الاسلام او السيف فاخبرت هذه الآية الكريمة انه يؤمن به جميع اهل الكتب حينئذ ولا يتخلف عن التصديق به واحد منهم و لهذا قال و ان من اهل الكتب الا ليؤمنن به قبل موته اى قبل موت عيسى عليه السلام الذى زعم اليهود و من وافقهم من النصارى انه قتل و صلب و يوم القيمة يكون عليهم شهيداً اى باعمالهم التى شاهدتها منهم قبل رفعه الى السماء و بعد نزوله الى الارض فاما من فسر هذه الاية بان المعنى ان كل كتابى لا يموت حتى يؤمن بعيسى او بمحمد عليهما السلام فهذا هو الواقع و ذلك ان كل احد عند احتضاره ينجلي له ما كان جاهلاً به فيؤمن به ولكن لا يكون ذلك ايما نافعاً له اذا كان قد شاهد الملك كما قال تعالى فى اول هذه السورة و لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ. الآية. وقال تعالى فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحَدُّهُ. (الآيتين) افقه الناس عبدالله ابن عباس وان روى عنه



فی تفسیر هذه الآیة ما يفهم منه ان ضمیر قَبْلَ مَوْتِهِ راجع الى اهل الكتب  
 لكنه ليس مذهبه ومراده بهذه الآیة بل هو من جملة المباحث اليوميّه  
 وبيان امر واقعي لانه روى عنه ايضاً في تفسیر هذه الآیة ما يدل على ان  
 الضمير المذكور راجع الى عيسى عليه السلام كما عرفت و ستعرفه ايضاً و  
 مذهبه ومراده بهذا الآیة هذا لانه يؤيده السياق ويؤيده ما روى عنه في  
 تفسیر. وَاِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلسَّاعَةِ اى نزول عيسى عليه السلام قبل يوم القيمة في جميع  
 الطرق وماروى عنه في تفسیر هذه الآیة غير هذا فعلم من هذا ان  
 الاحتمال الاول ليس مراداً ههنا كما قال الحافظ ابن كثير لكن لا يلزم  
 منه ان يكون المراد بهذه الآیة هذا بل المراد بها ما ذكرناه من تقرير  
 وجود عيسى عليه السلام و بقاء حياته في السماء وانه سينزل الى الارض قبل يوم  
 القيمة ليكذب هؤلاء و هؤلاء من اليهود و النصارى الذين تباينت اقوالهم  
 فيه و تصادمت و تعاكست و تناقضت و خلت عن الحق ففرط هؤلاء اليهود  
 و افرط هؤلاء النصارى تنقصه اليهود بما رموه به و امه من العظام و اطراه  
 النصارى بحيث ادعوا فيه ما ليس فيه فرفعوه في مقابلة اولئك عن مقام  
 النبوة الى مقام الربوبية تعالى الله عما يقول هؤلاء و هؤلاء علوا كبيرا و  
 تنزهه و تقدس لا اله الا هو.

اے یہاں تک آیت مذکورہ اور ان کی مستند تفسیروں سے یہ ثابت کیا گیا کہ حضرت عیسیٰ عليه السلام کو یہود نے نہ تو سولی پر  
 لٹکایا نہ قتل کیا بلکہ وہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور ان کے ایک صحابی کو سولی پر لٹکایا گیا جس کی شکل حضرت عیسیٰ  
عليه السلام کی طرح ہو گئی تھی اور اس بات کا علم فقط آپ کے ساتھیوں کو تھا جو اسی کمرہ میں تھے۔ باقی یہود اور بعض  
 نصاریٰ ان کے متعلق جو کچھ کہتے ہیں محض گمان و وہم ہے۔ اس کے بعد احادیث صحیحہ سے اسی مقصد کی تائید پیش کی  
 گئی ہے جس کا خلاصہ ترجمہ آخر میں درج ہے۔ فیض عنفی عنہ



ذِكْرُ الْأَحَادِيثِ

الواردة في نزول عيسى بن مريم الى الارض من السماء في اخر الزمان قبل يوم القيمة وانه يدعو الى عبادة الله وحده لا شريك له.

قال البخارى رحمة الله عليه في كتاب ذكر الانبياء من صحيحه الملتقى بالقبول نزول عيسى بن مريم عليه السلام حدثنا اسحق ابن ابراهيم حدثنا يعقوب بن ابراهيم عن ابي صالح عن ابن شهاب عن سعيد بن المسيب عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذي نفسى بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويفيض المال حتى لا يقبله احد حتى يكون السجدة خيراله من الدنيا وما فيها ثم يقول ابو هريرة اقرءوا ان شئتم وان من اهل الكتب الا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيمة يكون عليهم شهيدا.

او كذا رواه مسلم عن الحسن الحلوانى وعبد بن حميد كلاهما عن يعقوب به واخرجه البخارى و مسلم ايضا من حديث سفيان ابن عيينة عن الزهرى به واخرجاه من طريق الليث عن الزهرى به.

ورواه ابن مردويه من طريق محمد ابن ابي حفصة عن الزهرى عن سعيد بن المسيب عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يوشك ان ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا يقتل الدجال ويقتل الخنزير و يكسر الصليب ويضع الجزية ويفيض المال وتكون السجدة واحدة لله رب العلمين قال ابو هريرة اقرأوا ان شئتم وان من اهل الكتب الا ليؤمنن به قبل موته موت عيسى ابن مريم.



ثم يعيدها ابوهريرة ثلاث مرات. طريق اخرى عن ابي هريرة قال  
الامام احمد حدثنا روح حدثنا محمد بن ابي حفصة عن الزهري عن  
حنظلة بن علي الاسلمي عن ابي هريرة ان رسول الله ﷺ قال ليهلن  
عيسى ابن مريم بفتح الروحاء بالحج والعمرة او بنيتهما جميعا وكذا رواه  
مسلم منفردا به من حديث سفيان بن عيينة والليث بن سعيد ويونس بن  
يزيد ثلاثهم عن الزهري به.

وقال احمد حدثنا يزيد حدثنا سفيان هو ابن حسين عن الزهري  
عن حنظلة عن ابي هريرة قال قال رسول الله ﷺ ينزل عيسى بن مريم  
فيقتل الخنزير و يمحي الصليب وتجمع له الصلوة ويعطى المال حتى لا  
يقبل ويضع الخراج وينزل الروحاء فيحج منها او يعتمر او يجمعهما قال  
وتلا ابوهريرة وَاِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ. الآية.

فزعم حنظلة ان ابا هريرة قال يؤمن به قبل موت عيسى عليه السلام فلا  
ادري هذا كله حديث النبي ﷺ او شئى قاله ابوهريرة وكذا رواه ابن ابي  
حاتم عن ابيه عن ابي موسى محمد بن المثنى عن يزيد ابن هرون عن  
سفيان بن حسين عن الزهري به طريق اخرى.

قال البخارى حدثنا ابوبكر حدثنا الليث عن يونس عن ابن شهاب عن  
نافع مولى ابي قتادة الانصارى ان ابا هريرة قال قال رسول الله ﷺ كيف بكم  
اذا نزل فيكم المسيح بن مريم وامامكم منكم تابعه عقيل والاوزاعى وهكذا.

رواه الامام احمد عن عبدالرزاق عن معمر عن عثمان ابن عمر  
عن ابن ابي ذئب كلاهما عن الزهري به واخرجه مسلم من رواية يونس



والاوزاعي وابن ابي ذئب به (طريق اخرى) قال الامام احمد حدثنا عفان حدثنا همام ابنا قتادة عن عبدالرحمن عن ابي هريرة قال قال النبي ﷺ قال الانبياء اخوت العلات امها تهم شتى ودينهم واحد واني اولى الناس بعيسى ابن مريم لانه لم يكن نبى بينى وبينه وانه نازل فاذا رأيتموه فاعرفوه رجل مربوع الى الحمرة والبياض عليه ثوبان ممصران كان رأسه يقطروان لم يصبه بلل فيدق الصليب ويقتل الخنزير و يضع الجزية ويدعو الناس الى الاسلام ويهلك الله في زمانه الممل كلها الا الاسلام ويهلك الله في زمانه المسيح الدجال ثم تقع الامانة على الارض حتى ترتع الاسود مع الابل والنمار مع البقر والذئاب مع الغنم ويلعب الصبيان بالحيات لا تضرهم فيمكث اربعين ثم يتوفى ويصلى عليه المسلمون وكذا.

رواه ابوداؤد عن هدية بن خالد عن همام بن يحيى ورواه ابن جرير ولم يورد عند هذه الآية سواه عن بشر بن معاذ عن يزيد بن هرون عن سعيد بن ابي عروبة كلاهما عن قتادة عن عبدالرحمن بن ادم وهو مولى ام برثن صاحب السقاية عن ابي هريرة عن النبي ﷺ وذكر نحوه وقال يقاتل الناس على الاسلام وقد روى البخارى عن ابي اليمان عن شعيب عن الزهري عن ابي سلمة عن ابي هريرة قال سمعت رسول الله ﷺ يقول انا اولى الناس بعيسى ابن مريم والانبياء اولاد علات ليس بينى وبينه نبى.

ثم رواه محمد بن سنان عن فليح بن سليمان عن هلال بن على عن عبدالرحمن بن ابي عمرة عن ابي هريرة قال قال رسول الله ﷺ انا اولى الناس بعيسى ابن مريم فى الدنيا والاخرة الانبياء العلات أمهتهم شتى ودينهم واحد.



وقال ابراهيم ابن طهمان عن موسى ابن عقبة عن صفوان بن سليم قال قال رسول الله ﷺ .

حديث اخر قال مسلم في صحيحه حدثني ظهير بن حرب حدثنا يعلى بن منصور حدثنا سليمان بن بلال حدثنا سهيل عن ابيه عن ابي هريرة ان رسول الله ﷺ قال قال رسول الله ﷺ لا تقوم الساعة حتى تنزل الروم بالاعماق او بدابق فيخرج اليهم جيش من المدينة من خيار اهل الارض يومئذ فاذا تصافوا قالت الروم خلوا بيننا وبين الذين سبوا منا نقاتلهم فيقول المسلمون لا والله لا نخلى بينكم و بين اخواننا فيقاتلوهم فيهزم ثلث لا يتوب الله عليهم ابدا ويقتل ثلث هم افضل الشهداء عند الله ويفتح الثلث لا يفتنون ابدا فيفتحون قسطنطينية فينما هم يقسمون الغنا ثم قد علقوا سيوفهم بالزيتون اذ صاح فيهم الشيطان ان المسيح قد خلفكم في اهليكم فيخرجون وذلك باطل فاذا جاؤ الشام خرج فينما هم يعدون للقتال يسوون الصفوف اقيمت الصلوة فينزل عيسى ابن مريم فيؤمهم فاذا راه عدو الله ذاب كما يذوب الملح في الماء فلو تركه لذاب حتى يهلك ولكن يقتله الله بيده فيريهم دمه في حربته.

حديث اخر قال احمد حدثنا هشيم عن العوام بن حوشب عن جبلة بن سحيم عن موثر بن غفارة عن ابن مسعود عن رسول الله ﷺ قال لقيت ليلة اسرى بي ابراهيم و موسى و عيسى عليهم السلام فتذاكروا الساعة فردوا امرهم الى ابراهيم فقال لا علم لي بها فردوا امرهم الى موسى فقال لا علم لي بها فردوا امرهم الى عيسى فقال اما وجبتها فلا يعلم بها احد



الا لله وفيما عهد الى ربي عزوجل ان الدجال خارج ومعى قضبان فاذا رانى ذاب كما يذوب الرصاص قال فيهلكه الله اذ ارانى حتى ان الحجر والشجر يقول يا مسلم ان تحتى كافر افعال فاقتله قال فيهلكهم الله ثم يرجع الناس الى بلادهم واوطانهم فعند ذلك يخرج يا جوج وما جوج وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ. فيطئون بلادهم فلا يأتون على شئى الا اهلكوه ولا يمرون على ماء الا شربوه قال ثم يرجع الناس يشكونهم فادعوا الله عليهم فيهلكهم ويميتهم حتى تجرى الارض من نتن ريحهم وينزل الله المطر فيجترف اجسادهم حتى يذفهم فى البحر ففيما عهد الى ربي عزوجل ان ذلك اذا كان كذلك ان الساعة كالحامل المتم لا يدري اهلها متى تفاجئهم بولا دها ليلا او نهاراً رواه ابن ماجه عن محمد بن بشار عن يزيد بن هرون عن العوام ابن حوشب به نحوه.

حديث اخر قال الامام احمد حدثنا يزيد بن هرون حدثنا حماد

بن سلمة عن على ابن زيد عن ابى نضرة قال اتينا عثمان بن ابى العاص فى يوم الجمعة لنعرض عليه مصحفنا على مصحفه فلما حضرت الجمعة امرنا فاغتسلنا ثم اتانا بطيب فيطيننا ثم جئنا المسجد فجلسنا الى رجل فحدثنا عن الدجال ثم جاء عثمان بن ابى العاص فقمنا اليه فجلسنا فقال سمعت رسول الله ﷺ يقول يكون للمسلمين ثلاثة امصار مصر بملتنى البحرين و مصر بالحيرة و مصر بالشام ففرع الناس ثلاث فرعات فيخرج الدجال فى اعراض الناس فيهزم من قبل المشرق فاول مصر يردده المصر الذى بملتنى البحرين فيصير اهلها ثلاث فرق فرقة تقول نقيم نشامه فننظر



ما هو و فرقة تلحق بالاعراب وفرقة تلحق بالمصر الذي يليهم و مع الدجال سبعون ألفاً عليهم التيجان واكثر من معه اليهود والنساء و ينحاز المسلمون الى عقبه انيق فيبعثون سرحالهم فيصاب سرحهم فيشتد ذلك عليهم ويصيبهم مجاعة شديدة وجهد شديد حتى ان احد هم ليحرق وترقوسه فيا كله فينا هم كذالك اذنادى مناد من البحر يا ايها الناس اتا كم الغوث ثلاثاً فيقول بعضهم لبعض ان هذا الصوت رجل شبعان و ينزل عيسى بن مريم عليهم السلام عند صلوة الفجر فيقول له اميرهم يا روح الله تقدم صل فيقول هذه الامة امراء بعضهم على بعض فيتقدم اميرهم فيصلى حتى اذا قضى صلوته اخذ عيسى عليه السلام حربته فيذهب نحو الدجال فاذا راه الدجال ذاب كما يذوب الرصاص فيضع حربته بين ثنودتيه فيقتله ويهزم اصحابه فليس يومئذ شئ يوارى منهم احدا حتى ان الشجرة تقول يا مؤمن هذا كافر و يقول الحجر يا مؤمن هذا كافر تفرد به احمد من هذا لوجه.

حديث اخر قال ابو عبدالله محمد بن يزيد بن ماجه في سننه حدثنا علي بن محمد حدثنا عبدالرحمن المحاربي عن اسمعيل بن رافع عن ابي زرعة اليماني يحيى بن ابي عمرو عن ابي امامة الباهلي قال خطبنا

لثنودتية۔ پستان مرد۔ صراح یعنی جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو اپنا خنجر دجال کے دو پستانوں کے درمیان ماریں گے۔ اور اسے ہلاک کر دیں گے۔ پھر تو اس کے لشکری جو ستر ہزار یہودی ہوں گے ہزیمت اٹھا کر بھاگنے کی کوشش کریں گے اور مسلمان ان کا تعاقب کریں گے۔ یہاں تک کہ اگر یہودی کسی درخت کی آڑ میں چھپا ہوگا تو درخت سے آواز آئے گی اے مسلم یہ کافر ہے اسے قتل کر۔ فیض عنی عنہ



رسول الله ﷺ فكان اكثر خطبته حديثا حدثناه عن الدجال وحدثنا ه  
فكان من قوله ان قال لم تكن فتنة في الارض منذ ذرأ الله ذرية ادم عليه السلام  
اعظم من فتنة الدجال وان الله لم يبعث نبياً الا حذر أُمَّتَهُ الدجال وانا اخر  
الانبياء وانتم اخر الامم وهو خارج فيكم لا محالة فان يخرج وانا بين  
ظهرا نيكم فانا حجيج كل مسلم وان يخرج من بعدى فكل حجيج نفسه  
وان الله خليفتي على كل مسلم وانه يخرج من خلة بين الشام والعراق  
فيبعث يمينا ويعيث شما لا الا يا عباد الله ايها الناس فاثبتوا وانه ساصفه  
لكم صفة لم يصفها اياه نبى قبلى انه يبدأ فيقول انا نبى فلا نبى بعدى ثم  
يشئ فيقول انا ربكم ولا ترون ربكم حتى تموتوا وانه اعوزوان ربكم  
عزوجل ليس باعورروانه مكتوب بين عينيه كافرٌ يقرأه كل مؤمن كاتب  
وغير كاتب وان من فتنته ان معه جنة ونار افناره جنة وجنته نار فمن ابتلى  
بناره فليستغث بالله وليقرأ فواتح الكهف فتكون عليه برداً وسلاماً كما  
كانت النار برداً وسلاماً على ابراهيم وان من فتنته ان يقول لاعرابى رأيت  
ان بعثت لك امك واباك اتشهد انى ربك فيقول نعم فيتمثل له  
شيطان فى صوره ابيه وامه فيقول لان يا بنى اتبعه فانه ربك. وان من فتنته  
ان يسلط على نفس واحدة فينشرها بالمنشار حتى يلقى شقين ثم يقول  
انظروا الى عبدى هذا فانى ابعثه الآن ثم يزعم ان له رباً غيرى فيبعثه الله  
فيقول له الخبيث من ربك فيقول ربى الله وانت عدو الله الدجال والله ما  
كنت بعد اشد بصيرة بك منى اليوم.

قال ابوالحسن الطنابسى حدثنا المحاربى حدثنا عبيدالله بن



الوليد الوصافي عن عطية عن ابي سعيد قال قال رسول الله ﷺ ذلك الرجل ارفع امتي درجة في الجنة قال قال ابو سعيد والله ما كنا ترى ذلك الرجل الا عمر بن الخطاب حتى مضى لسبيله ثم قال المحاربي رجعنا الى حديث ابي رافع قال وان من فتنته ان يأمر السماء ان تمطر فتمطر و يأمر الارض ان تنبت فتنبت وان من فتنته ان يمر بالحي فيكذبونه فلا يبقى لهم ساعة الاهلك وان من فتنته ان يمر بالحي فيصد قونه فيأمر السماء ان تمطر فتمطر ويأمر الارض ان تنبت فتنبت حتى تروح مواشيهم من يومهم ذلك اسمن ما كانت واعظمه وامده خوا صر وادره ضروعا وانه لا يبقى شئ من الارض الا وطفه وظهر عليه الامكة والمدينة فانه لا يأتيهما من نقب من نقابها الا لقيته الملكة بالسيوف صلته حتى ينزل عن الضريب الاحمر عند منقطع السبخة فترجف المدينة باهلها ثلاث رجفات فلا يبقى منافق ولا منافقة الا خرج اليه فينفي الخبث منها كما ينفي الكير خبث الحديد ويدعى ذلك اليوم يوم الخلاص فقالت ام شريك بنت ابي الفكر يا رسول الله فاين العرب يومئذ قال هم قليل وجلهم يومئذ بيت المقدس وامامهم رجل صالح قد تقدم يصلي بهم الصبح اذ نزل عيسى بن مريم عليهما السلام فرجع ذلك الامام يمشي القهقري ليتقدم عيسى عليه السلام فيضع يده عيسى بين كتفيه ثم يقول تقدم فصل فانها لك اقيمت فيصلي بهم اما مهم فاذا انصرف قال عيسى افتحوا الباب فيفتح ووراه الدجال معه سبعون الف يهودي كلهم ذوسيف محلي و تاج فاذا انظر اليه الدجال ذاب كما يذوب الملح في الماء وينطلق هاربا فيقول عيسى ان لي فيك



ضربة لن تسبقني بها فسيذكره عند لد الشرقى فيقتله ويهزم الله اليهود  
 فلا تبقى شئ مما خلق الله يتوارى به يهودى الا انطق الله ذلك الشئ لا  
 حجرو لاشجرو لاحاط ولا دابة الا الغرقدة فانها من شجرهم لا تنطق الا  
 قال يا عبدالله المسلم هذا يهودى فتعال فاقتله قال رسول الله ﷺ وان  
 ايامه اربعون السنة كنصف السنة والسنة كالشهر والشهر كالجمعة واخر  
 ايامه كالشجرة يصبح احدكم على باب المدينة فلا يبلغ بابها الا خر حتى  
 يمشى فليل له كيف نصلى يا نبى الله فى تلك الايام القصار قال تقدر  
 الصلوة كما تقدر فى هذه الايام الطوال ثم صلوا قال رسول الله ﷺ  
 فيكون عيسى بن مريم فى امتى حكما عدلا واما ما مقسطا يدق الصليب  
 ويذبح الخنزير ويضع الجزية ويترك الصدقة فلا يسعى على شاة ولا  
 يعيرو ترتفع الشحناء والتباغض وتنزع حمة كل ذات حمة حتى يدخل  
 الوليد يده فى الحية فلا تضره ويقرب الوليد من الاسد فلا يضره ويكون  
 الذئب فى الغنم كانه كلبها وتملاء الارض من السلم كما يملاء الاناء من  
 الماء وتكون الكلمة واحدة فلا يعبد الا الله وتضع الحرب اوزارها و  
 تسلب قريش ملكها وتكون الارض لها نور الفضة وتنبت نباتها كعهد ادم  
 حتى يجتمع النفر على القطف من العنب فيشبعهم ويجتمع النفر على  
 الرمانة فتشبعهم ويكون الثور بكذا وكذا من المال ويكون الفرس  
 بالدريهمات قيل يا رسول الله وما يرخص الفرس قال لا يركب لحرب  
 ابدا قيل له فما يغلى الثور قال لحرث الارض كلها وان قبل خروج  
 الدجال ثلاث سنوات شدا اذا يصيب الناس فيها جوع شديد ويأمر الله



السماء في السنة الاولى ان تحبس ثلث مطرها ويأمر الارض فتحبس ثلث نياتها ثم يأمر الله السماء في السنة الثانية فتحبس ثلثي مطرها و يأمر الله الارض فتحبس ثلثي نباتها ثم يأمر الله عزوجل السماء في السنة الثالثة فتحبس مطرها كله فلا تقطر قطرة ويأمر الارض ان تحبس نباتها كله فلا تنبت خضراء فلا تبقى ذات ظلف الاهلكت الا ما شاء الله قيل فما يعيش الناس في ذلك الزمان قال التهليل والتكبير والتسبيح والتحميد يجرى ذلك عليهم مجرى الطعام.

قال ابن ماجه سمعت ابا الحسن الطنطا فسي يقول سمعت عبدالرحمن المحاربى يقول ينبغي ان يرفع هذا الحديث الى المؤدب حتى يعلمه الصبيان في الكتب هذا حديث غريب جدا من هذا الوجه ولبعضه شواهد من احاديث آخر ولنذكر حديث النواس بن سمعان ههنا لشبهه بهذا الحديث.

قال مسلم في صحيحه حدثنا ابو حيثمة زهير بن حرب حدثنا الوليد بن مسلم حدثنى عبدالرحمن بن يزيد بن جابر حدثنى يحيى بن جابر الطائى قاضى حمص حدثنى عبدالرحمن بن جبير عن ابيه جبير بن نفيير الحضرمى انه سمع النواس بن سمعان الكلابى وحدثنا محمد بن مهران الرازى حدثنا الوليد بن مسلم حدثنا عبدالرحمن بن يزيد بن جابر عن يحيى بن جابر الطائى عن عبدالرحمن بن جبير عن ابيه جبير بن نفيير عن النواس بن سمعان قال ذكر رسول الله ﷺ الدجال ذات غداة خفض ورفع حتى ظنناه فى طائفة النخل فلما رجعنا اليه عرف ذلك فى وجوهنا



Marfat.com



لَدَ فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يَأْتِي عَيْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ قَوْمًا قَدْ عَصَمَهُمُ اللَّهُ مِنْهُ فَيَمْسَحُ عَنْ  
 وَجُوهِهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذَا وَحَى اللَّهُ  
 عَزَّ وَجَلَّ إِلَى عَيْسَى أَنِي قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا لِي لَا يَدَانِ لِأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ فَحَرَزَ  
 عِبَادِي إِلَى الطُّورِ وَيَبْعَثُ اللَّهُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ  
 فَيَمْرَأُولَهُمْ عَلَى بَحِيرَةٍ طَبْرِيَّةٍ فَيَشْرَبُونَ مَا فِيهَا وَيَمْرَأُخْرَهُمْ فَيَقُولُونَ لَقَدْ  
 كَانَ بِهَذِهِ مَرَّةٍ فَيَحْصِرُ نَبِيَّ اللَّهِ عَيْسَى وَأَصْحَابَهُ حَتَّى يَكُونَ رَأْسُ الثَّوْرِ  
 لِأَحَدِهِمْ خَيْرٌ مِنْ مِائَةِ دِينَارٍ لِأَحَدِكُمْ الْيَوْمَ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللَّهِ عَيْسَى  
 وَأَصْحَابَهُ فَيُرْسِلُ اللَّهُ عَلَيْهِمُ النِّعْفَ فِي رِقَابِهِمْ فَيَصْبَحُونَ فَرَسِي كَمُوتِ  
 نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللَّهِ عَيْسَى وَأَصْحَابُهُ إِلَى الْأَرْضِ فَلَا يَجِدُونَ فِي  
 الْأَرْضِ مَوْضِعَ شَبْرٍ إِلَّا مَلَأَهُ زَهْمٌ وَنَتْنٌ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللَّهِ عَيْسَى وَأَصْحَابُهُ  
 إِلَى اللَّهِ فَيُرْسِلُ اللَّهُ طَيْرًا كَأَعْنَاقِ الْبَخْتِ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللَّهُ  
 ثُمَّ يُرْسِلُ اللَّهُ مَطْرًا لَا يَكُنْ مِنْهُ مَدْرُولا وَبُرٌّ فَيَغْسِلُ الْأَرْضَ حَتَّى يَتْرَكَهَا  
 كَالزَّلْفَةِ ثُمَّ يَقَالُ لِلْأَرْضِ أَخْرِجِي ثَمْرَكَ وَرَدِي بِرِكَتِكَ فَيَوْمئِذٍ تَأْكُلُ  
 الْعَصَابَةُ مِنَ الرَّمَانَةِ وَيَسْتَظِلُّونَ بِقَحْفِهَا وَيُبَارِكُ اللَّهُ فِي الرُّسُلِ حَتَّى أَنْ  
 اللَّقْحَةُ مِنَ الْإِبِلِ لِتَكْفِيَ الْفَتَامَ مِنَ النَّاسِ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ بَعَثَ اللَّهُ  
 رِيحًا طَيِّبَةً فَتَأْخُذُهُمْ تَحْتَ أَبْطَاهِمُ فَيَقْبِضُ اللَّهُ رُوحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَكُلِّ مُسْلِمٍ  
 وَيَبْقَى شَرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُونَ فِيهَا تَهَارَجَ الْحَمْرُ فَعَلَيْهِمْ تَقُومُ السَّاعَةُ.

ورواه الامام احمد واهل السنن من حديث عبد الرحمن بن يزيد  
 بن جابر به وسند كرهه ايضا من طريق احمد عند قوله تعالى في سورة  
 الانبياء حتى اذا فتحت يا جوج وما جوج الآية.



اخرجوا بعث النار فيقال منكم فيقال من كل الف تسع مائة وتسعة وتسعين قال فذالك يَوْمَ يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا وَ ذَلِكِ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ ثم رواه مسلم والنسائي في تفسيره جميعا عن محمد بن بشار عن غندر عن شعبة عن نعمان بن سالم به.

حديث اخر قال الامام احمد اخبرنا عبدالرزاق اخبرنا معمر عن الزهري بن عبدالله بن ثعلبة الانصاري عن عبدالله بن زيد الانصاري عن مجمع بن جارية قال سمعت رسول الله ﷺ يقول يقتل ابن مريم المسيح الدجال بباب لداوالي جانب لدا ورواه احمد ايضا عن سفيان بن عيينة من حديث الليث والاوزاعي ثلاثهم عن الزهري عن عبدالله بن عبيدالله بن ثعلبة عن عبدالرحمن بن يزيد عن عمه مجمع بن جارية عن رسول الله ﷺ قال يقتل ابن مريم الدجال بباب لدا وكذا رواه الترمذي عن قتيبة عن ليث به وقال هذا حديث صحيح.

قال وفي الباب عن عمران بن حصين ونافع بن عيينة وابي برزة و حذيفة بن اسيد و ابي هريرة و كيسان و عثمان بن ابي العاص و جابر و ابي امامة و ابن مسعود و عبدالله بن عمرو و سمرة بن جندب و النواس بن سمعان و عمرو بن عوف و حذيفة بن اليمان رضي عنه و مراده برواية هؤلاء ما فيه ذكر الدجال وقتل عيسى بن مريم عليهما السلام له فاما احاديث ذكر الدجال فقط فكثيرة جدا وهي اكثر من ان تحصى لانتشارها وكثرة روايتها في الصحاح والحسان والمسانيد وغير ذلك.

حديث اخر قال الامام احمد حدثنا سفيان عن فرات عن ابي



الطفيل عن حذيفة بن اسيد الغفارى قال اشرف علينا رسول الله ﷺ من عرفة ونحن نتذاكر الساعة فقال لا تقوم الساعة حتى ترد عشايات (١) طلوع الشمس من مغربها (٢) والدخان (٣) والدابة (٤) وخروج يأجوج ومأجوج (٥) ونزول عيسى بن مريم (٦) والدجال، وثلاثة خسوف (٧) خسف بالمشرق و (٨) خسف بالمغرب و (٩) خسف بجزيرة العرب و (١٠) نار تخرج من قعر عدن تسوق او تحشر الناس تبیت معهم حيث باتوا و تقيل معهم حيث قالوا و هكذا رواه مسلم واهل السنن من حديث القراز به ورواه مسلم ايضا من رواية عبدالعزیز بن رفیع عن ابى الطفيل عن ابى شريحة عن حذيفة بن اسيد الغفارى موقوفا. والله اعلم. فهذه احاديث متواتره عن رسول الله ﷺ من رواية ابى هريرة وابن مسعود و عثمان بن ابى العاص و ابى امامة و النواس بن سمعان و عبدالله بن عمرو بن العاص و مجمع بن جارية و ابى شريحة و حذيفة بن أسيد رضي الله عنه و فيها دلالة على صفة نزوله و مكانه من انه بالشام بل بدمشق عند المنارة الشرقية وان ذلك يكون عند اقامة صلوة الصبح و قد بنيت فى هذه الاعصار فى سنة احدى و اربعين و سبع مائة منارة للجامع الاموى بيضاء من حجارة منحوتة عوضا عن المنارة التى هدمت بسبب الحريق المنسوب الى صنيع النصارى عليهم لعائن الله المتتابعة الى يوم القيامة و كان اكثر عماراتها من اموالهم و قويت الظنون انها هى التى ينزل عليها المسيح بن مريم عليهما السلام فيقتل الخنزير و يكسر الصليب و يضع الجزية فلا يقبل الا الاسلام كما تقدم فى الصحيحين و هذا من اخبار النبى



بِذَلِكَ وَتَقْرِيرٌ وَتَشْرِيعٌ وَتَسْوِيعٌ لَهُ عَلٰى ذَلِكَ فِى ذَلِكَ الزَّمَانِ  
 حَيْثُ تَنَزَّاهُ عَلَيْهِمْ وَتَرْفَعُ شَبَهُهُمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَلِهَذَا كَلَّمَهُمْ يَدْخُلُونَ فِى  
 دِينِ الْإِسْلَامِ مُتَابِعِينَ لِعِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَعَلٰى يَدَيْهِ وَلِهَذَا قَالَ تَعَالٰى وَإِنْ مِنْ  
 أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ الْآيَةَ وَهَذِهِ الْآيَةُ كَقَوْلِهِ وَإِنَّهُ لَعَلَّمٌ  
 لِلسَّاعَةِ وَقَرِئَ لَعَلَّمٌ بِالتَّحْرِيكِ اِىْ اِمَارَةٌ وَدَلِيلٌ عَلٰى اقْتِرَابِ السَّاعَةِ  
 وَذَلِكَ لِأَنَّهُ يَنْزِلُ بَعْدَ خُرُوجِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ فَيَقْتُلُهُ اللهُ عَلٰى يَدَيْهِ كَمَا  
 ثَبَتَ فِى الصَّحِيحِ اِنْ اللهُ لَمْ يَخْلُقْ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً وَيَبْعَثُ اللهُ فِى  
 اَيَّامِهِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ فَيُهْلِكُهُمُ اللهُ تَعَالٰى بِبِرْكَةِ دَعَائِهِ وَقَدْ قَالَ تَعَالٰى  
 حَتَّىٰ اِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ وَاقْتَرَبَ  
 الْوَعْدُ الْحَقُّ . الْآيَةُ .

حاصل اس عربی عبارت کا بطریق اختصار یہ ہے کہ

قتل اور صلب عیسیٰ علیہ السلام کا نہیں ہوا جیسا کہ زعم یہود اور اکثر نصاریٰ کا تھا بلکہ اس حواری  
 نوجوان کا جس پر شبہت مسیح علیہ السلام کی ڈالی گئی تھی اور عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے  
 گئے۔ اور دونوں ضمیریں بہ اور موتہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہیں۔ آیت وَإِنْ مِنْ أَهْلِ  
 الْكِتَابِ الْآيَةَ میں کیونکہ ما قبل میں ذکر انہی کا ہے۔ یا ضمیر بہ مضمون بالا کی طرف یعنی  
 مرفوع ہونا عیسیٰ علیہ السلام کا اور آثار صحابہ اور تابعین مثل ابن عباس و ابی ہریرہ و عبداللہ بن مسعود  
 و مجاہد و قتادہ و غیر ہم کے اسی پر دل ہیں۔ اور ضمیر بہ کی محمد ﷺ یا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیرنی  
 اور موتہ کی اہل کتاب کی طرف یہ احتمال واقعہ میں درست ہیں لیکن آیت مذکورہ سے اس  
 مقام میں مراد نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے آسمان سے قبل قیامت کے حاکم عادل توڑیں  
 گے صلیب کو یعنی دین اسلام کے سوا اور دینوں کو باطل کریں گے دفع کرائیں گے خنازیر کو



یعنی حکم قتل کا دیں گے۔ اہل کتاب سے سوا دین اسلام کے اور کچھ قبول نہ کریں گے۔ مال اس قدر ہوگا کہ کوئی قبول نہ کرے گا۔ لذت عبادت کی ایسی ہوگی کہ ایک سجدہ کل دنیا سے زیادہ لذیذ ہوگا حسد، بغض، عداوت اور باقی صفاتِ ذمیرہ نہ رہیں گی۔ شیر، اونٹ، چیتا، گائے، بھیڑیا، بکری، سانپ، لڑکے ایک دوسرے کے ساتھ چریں گے اور کھیلیں گے۔ ضرر نہ دیں گے۔ عیسیٰ عليه السلام حج و عمرہ ادا کریں گے۔ مسیح سے قبل دجال کے زمانہ میں سخت قحط سالی ہوگی۔ اس زمانہ میں طعام کی جگہ تھلیل، تکبیر اور تسبیح سے حیات بسر کریں گے۔ جب آسمان سے نازل ہوں گے تو امام مہدی عليه السلام کو نماز میں آگے کھڑا کریں گے اور خود بھی بعد کو امام ہوں گے۔ قتل کریں گے دجال کو جو ایک شخص معین ہے۔ اور ہلاک ہوگی قوم یا جوج ماجوج ان کی برکت سے۔

و اخرج البخاری فی تاریخہ والطبرانی عن عبد اللہ بن سلام قال یدفن عیسیٰ بن مریم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صاحبیہ فیکون قبرہ رابعاً۔ اخرج کیا بخاری نے بیچ تاریخ اپنی کے اور طبرانی نے عبد اللہ بن سلام سے۔ فرمایا عبد اللہ بن سلام نے دفن کیے جائیں گے عیسیٰ بیٹے مریم کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کے پس ہوگی قبر مبارک ان کی چوتھی۔

و اخرج الترمذی و حسنہ عن محمد بن یوسف بن عبد اللہ بن سلام عن ابیہ عن جدہ قال مکتوب فی التوراة صفة محمد و عیسیٰ بن مریم یدفن معہ۔ اور اخرج کیا ترمذی نے ساتھ تحسین کے فرمایا عبد اللہ بن سلام نے کہ صفت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تورات میں موجود ہے اور یہ بھی تورات میں ہے کہ عیسیٰ ابن مریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدفون ہوں گے۔

عن عائشة قالت قلت یا رسول اللہ انی اری انی اعیش بعدک



فتأذن لي ان أدفن الي جنبك فقال واني لي بذلك الموضع ما فيه الا موضع قبري وقبر ابي بكر و عمرو وعيسى بن مريم. فرمايا حضرت عائشة نے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت مبارک میں عرض کی کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی۔ اگر اجازت ہو تو میں آپ کے پاس مدفون ہوں۔ فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ میرے پاس تو ابو بکر اور عمر اور عیسیٰ (علیہ السلام) کی قبر کے سوا اور جگہ نہیں ہے۔

عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ ينزل عيسى بن مريم الى الارض فيتزوج ويولد له يمكث خمسا واربعين سنة ثم يموت ويدفن معي في قبري فاقوم انا و عيسى بن مريم في قبر واحد بين ابي بكر و عمر. رواه ابن الجوزي في كتاب الوفاء. روایت کیا ابن جوزی نے بیچ کتاب وفا کے عبد اللہ بن عمرو سے کہا انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اتریں گے عیسیٰ بن مریم آسمان سے۔ پس نکاح کریں گے اور صاحب ولد ہوں گے۔ جب فوت ہوں گے مدفون ہوں گے ساتھ میرے پس کھڑے ہوں گے ہم دونوں ایک قبر (یعنی مقبرہ) درمیان ابو بکر اور عمر کے۔ اور روایت کیا ترمذی نے بعض اس حدیث کا جس میں روایت کیا بعض راویوں سے وقد بقى في البيت موضع قبر. یعنی قبر مبارک کے پاس جگہ خالی ہے واسطے عیسیٰ ﷺ کے۔ محقق ابن جرزی فرماتے ہیں پاس عمر کے مدفون ہوں گے۔ کیونکہ ہم کو خبر دی ہے بہتیروں نے حجرہ شریف کے اندر جانے والوں میں سے کہ خالی جگہ عمر کی جنب میں ہے۔ آثار در بارہ مرفوع ہونے جسم مسیح اور احادیث نزول عیسیٰ ﷺ کی سوا ان کے جو بیان کر چکا ہوں اور بھی بکثرت موجود ہیں جس کا جی چاہے تفسیر ابن کثیر اور تفسیر در منثور اور تفسیر ابن جریر کو ملاحظہ فرمائے۔ اگر ان سے بھی اطمینان حاصل نہ ہو تو کنز العمال و مسند امام احمد وغیرہ کتب احادیث کو مطالعہ فرمائے۔ مگر مومن فہیم کے واسطے اس قدر آثار اور



احادیث سے جو بیان کر چکا ہوں۔ یہ احادیث متواترہ ہیں۔ نزول مسیح کا جو مستلزم ہے رفع کو سب میں اتفاقی ہے زیادہ بیان ہونا افعال اور صفات کا بعض حدیثوں میں اور بعضوں میں کم۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جس قدر اوصاف بذریعہ وحی آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوئے ان کو بیان فرمایا۔ سامع نے ان کو یاد رکھا پھر جب اور معلوم ہوئے ان کو پھر بیان فرمایا۔ علیٰ ہذا لِقِيَاسٍ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ۔ یہی وجہ ہے کہ بعض راویوں میں سے بعض صفات اور احوال مروی ہیں دوسرے سے کچھ اور کبھی ایک راوی کی روایت میں کمی بیشی ہوا کرتی ہے۔ اس کی بھی یہی وجہ ہے۔

احادیث نزول مروی ہیں ان اصحاب کبار و غیر ہم سے ابو ہریرہ، عبداللہ بن مسعود، عثمان بن ابی العاص، ابی امامہ، نو اس ابن سمعان، عبداللہ بن العاص، مجمع بن جاریہ، ابی شریحہ، حذیفہ بن اسید، جابر، سمرۃ بن جندب، عمرو بن عوف، عمران بن حصین، کیسان، حذیفہ بن یمان، عائشہ، عبداللہ بن عباس، انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

توضیح۔ معنی آیت **وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا كَايِه** ہے کہ اہل کتاب موجودہ میں سے وقت نزول مسیح کے قبل از موت ان کے ہر ایک ایمان لائے گا ساتھ واقعتاً مضمون بالا کے۔ یعنی اٹھایا جانے ان کے آسمان کی طرف۔ اور ساتھ اس کے کہ وہ نبی صادق گذرے ہیں اپنے وقت میں۔ یہود گذشتہ ہمارے مفتری اور کافر بہ نبی صادق تھے۔ یہی مراد ہے آیت **وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ** سے۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ یا ابو ہریرہ وقت بیان حدیث بخاری والذی نفسی بیدہ لیوشکن الخ کے آیت مذکورہ کو نزول مسیح ابن مریم پر شاہد لاتے ہیں۔ اور اس استشہاد سے ہر ایک عاقل ادنیٰ تدبر سے معلوم کر سکتا ہے کہ اس حدیث مذکور میں جس کا مضمون یہ ہے۔ قسم ہے مجھ کو اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ضرور ہی اتریں گے تم میں مریم کے بیٹے حاکم بشرع محمدی



منصف ہو کر اور خنزیر کو حلال جاننا اور صلیب پرستی یہ سب امور جو ان کے پیچھے ان کی شرع میں داخل سمجھے گئے ہیں ان سب کو موقوف کریں گے۔ یہاں تک کہ ان کے عہد میں ملتِ اسلام ہی باقی رہے گی اور محبتِ عبادت اور اعراضِ دنیا سے ایسا ہوگا کہ ایک سجدہ بہتر سمجھا جائے گا سب دنیا اور دنیوی اشیاء سے۔ مراد وہی ابن مریم ہے جو نبی وقت اور صاحبِ انجیل ہے۔ ورنہ بیانِ حدیثِ مذکور کے وقت استشہادِ آنحضرت ﷺ یا ابو ہریرہ کا بآیتِ مذکورہ کیا معنی رکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب آیتِ مذکورہ میں اس نبی وقت کا ذکر ہے تو حدیث میں بھی ضرور اسی کے نزول سے حلفی طور پر خبر دی گئی ہے۔ جیسا کہ استشہادِ بآیتِ مذکورہ وقت بیانِ حدیث کے ارادہ مثیل مسیح کو باطل کرتا ہے ایسا ہی عدم وقوعِ ان امور کا زمانہ حال میں جو حدیث میں بیان ہوئے ہیں۔ جناب مرزا صاحب اس حدیث شریف کا مصداق بتاویل مثیل اپنے زعم میں تو بنے مگر موقوف کرنا صلیب پرستی اور خنزیر خوری کا اور سب ملتوں کا ایک ملتِ اسلام ہی ہو جانا اور کثرتِ مال کی یہاں تک کہ اس کو کوئی قبول نہ کرے۔ اور ایک سجدہ کا عزیز تر ہونا سب دنیا سے یہ علاماتِ نزولِ مسیح کہاں؟ اور نیز اگر آپ مراد ہیں حدیثِ مذکور سے تو آپ کے پیدا ہونے میں کسی کو حضورِ مجلسِ نبوی ﷺ سے تعجب اور استعظام ہی کیا تھا تا کہ آپ ﷺ اٹھا کر بعد ازاں نزول اور قرب کو لام تاکید اور نون ثقیلہ سے مؤکد کر کے یعنی لِيُوْ شَكْنَنَّ فرما کر حاضرین کا تردد دفع فرماتے رہے۔

جاننا چاہیے کہ یہ معنی آیتِ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ اِخْ جوں لکھ چکا ہوں یہی معنی کیا ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے۔ اور ایک روایت میں عبداللہ بن عباس نے بھی۔ اور اسی معنی کو ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بشہادتِ سیاقِ کلام یعنی چسپاں ہونے اس معنی کے ماقبل سے ترجیح دی ہے۔ اور دوسرا معنی جو ایک روایت میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے وہ بیانِ ایک وجہ کا ہے وجوہ آیت میں سے۔ اور واقعی ہونا اس معنی کا مقتضی اس کا نہیں کہ مراد آیت



سے وہی ہو۔ واقعیت مضمون اور ہے اور مراد ہونا کلام سے اور۔ وہ معنی یہ ہے کہ ہر ایک اہل کتاب اپنی موت سے پہلے عیسیٰ بن مریم کے ساتھ جب عندالموت متجلی ہوں گے ایمان لائے گا۔

چوتھی وجہ بطلان اس مذہب کی یہ آیت یعنی وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ يَتَّبِعُ مَا يَدْعُو بِهِ بَطْلَانٌ مِنْهُمْ وَهُوَ كَذِبٌ كَرِيمٌ ہے کیونکہ بمنطوقہ دال ہے نزول مسیح بن مریم پر جو مستلزم ہے رفع جسمی کو۔

پانچویں وجہ بطلان کی وعدہ فرمانا اللہ تعالیٰ کا ہے مسیح بن مریم سے کہ میں تجھ کو یہود کے ہاتھ سے بچاؤں گا۔ تو پھر تعجب ہے کہ بعد تسکین بخشی کے اس قول سے یعیسیٰ اِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ۔ یہود کے ہاتھ میں گرفتار کرا کر کو بکو رسوا کرنا اور مار پیٹ کے بعد صلیب پر انہی کے ہاتھ سے دلانا اتنی تکلیف کے بعد صلیب سے زندہ اتارنا۔ آیا یہی ثمرہ ایفاء عہد خداوندی اور اثر اجابت دعاؤں مسیحیہ کا نکلا جو رات بھر روتے چلاتے مانگی جاتی تھیں۔

چھٹی وجہ بطلان کی اتصال رفع کا ساتھ کلمہ بَلْ کے یعنی بَلْ رَفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ کہنا اور حسب مزعوم جناب مرزا صاحب یوں چاہیے تھا بَلْ بَقِيَ حَيًّا ثم تَوَفَّاهُ اللهُ وَرَفَعَهُ اِلَيْهِ۔ ساتویں وجہ آیت وَانَّهُ لَعَلَّمُ لِلْسَّاعَةِ ہے یعنی بالتحقیق نزول مسیح ابن مریم اسباب علم قیامت میں سے ہے۔ اخرج الفريابي و سعيد بن منصور و مسدد و عبد بن حميد و ابن ابى حاتم و الطبراني من طرق عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما فى قوله وَانَّهُ لَعَلَّمُ لِلْسَّاعَةِ قال خروج عيسى قبل يوم القيمة و اخرج عبد بن حميد عن ابى هريرة رضي الله عنه وَانَّهُ لَعَلَّمُ لِلْسَّاعَةِ قال خروج عيسى يمكث فى الارض اربعين سنة تكون تلك الاربعون اربع سنين يحج ويعتمر. و اخرج عبد بن حميد و ابن جرير عن مجاهد رضي الله عنه وَانَّهُ لَعَلَّمُ



لِلسَّاعَةِ قَالَ آيَةُ السَّاعَةِ خُرُوجُ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَآخِرُجُ عَبْدِ  
بْنِ حَمِيدٍ وَابْنِ جَرِيرٍ عَنِ الْحَسَنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَإِنَّهُ لَعَلَّمَهُ لِلسَّاعَةِ قَالَ نَزُولُ  
عِيسَى وَآخِرُجُ ابْنِ جَرِيرٍ مِنْ طَرَفٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَإِنَّهُ لَعَلَّمَهُ  
لِلسَّاعَةِ قَالَ نَزُولُ عِيسَى - (تفسير درمنثور)

حاصل یہ ہے کہ عبد اللہ ابن عباس اور ابو ہریرہ اور مجاہد اور حسن رضی اللہ عنہم سے  
بطرف متعددہ مروی ہے کہ ضمیر اِنَّهُ جو آیت وَإِنَّهُ لَعَلَّمَهُ لِلسَّاعَةِ میں ہے عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ کے  
نزول کی طرف پھرتی ہے وقال الاحمد حدثنا هاشم بن القاسم حدثنا شيبان  
عن عاصم بن النجود عن ابي رزين عن ابي يحيى مولى بن عقيل الانصاري  
قال قال ابن عباس رضى الله عنهما لقد علمت آية من القرآن الخ وَإِنَّهُ لَعَلَّمَهُ  
لِلسَّاعَةِ قَالَ هُوَ خُرُوجُ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَقَوْلُهُ سُبْحَانَهُ  
وَتَعَالَى وَإِنَّهُ لَعَلَّمَهُ لِلسَّاعَةِ تَقْدِيمُ تَفْسِيرِ ابْنِ إِسْحَاقَ أَنَّ الْمُرَادَ مِنْ ذَلِكَ مَا  
يَبْعَثُ بِهِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ أَحْيَاءِ الْمَوْتَى وَأَبْرَاءِ الْآكِمَةِ وَالْأَبْرَصِ وَغَيْرِ  
ذَلِكَ مِنَ الْإِسْقَامِ وَفِي هَذَا نَظَرٌ وَابْعَدَ مِنْهُ مَا حَكَاهُ قَتَادَةُ عَنِ الْحَسَنِ  
الْبَصْرِيِّ وَسَعِيدِ بْنِ جَبْرِ أَنَّ الضَّمِيرَ فِي أَنَّهُ عَائِدٌ عَلَى الْقُرْآنِ بَلِ الصَّحِيحُ  
أَنَّهُ عَائِدٌ عَلَى عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِنَّ السِّيَاقَ فِي ذِكْرِهِ ثُمَّ الْمُرَادُ بِذَلِكَ نَزُولَهُ  
قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَمَا قَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ  
قَبْلَ مَوْتِهِ أَيْ قَبْلَ مَوْتِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ ثُمَّ يَوْمِ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا  
وَيُؤَيِّدُ هَذَا لِمَعْنَى الْقِرَاءَةِ الْآخَرَى وَإِنَّهُ لَعَلَّمَهُ لِلسَّاعَةِ أَيْ أَمَارَةٌ وَدَلِيلٌ عَلَى  
وَقُوعِ السَّاعَةِ. قَالَ مَجَاهِدٌ وَإِنَّهُ لَعَلَّمَهُ لِلسَّاعَةِ خُرُوجُ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ  
عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ. وَهَكَذَا رَوَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي



العالية و ابى مالك و عكرمة و الحسن و قتادة و الضحاك و غيرهم و قد تواترت الاحاديث عن رسول الله ﷺ انه اخبر بنزول عيسى عليه السلام قبل يوم القيامة اماماً عادلاً الع (تفسير ابن كثير)

حاصل روایت کی امام احمد نے عبد اللہ ابن عباس سے اسناد صحیح کے ساتھ کہ فرمایا انہوں نے وَاِنَّهُ لَعَلَّمٌ لِّلْسَاعَةِ اے خروج عيسى عليه السلام یعنی نزول ان کا قبل قیامت کے۔ یہی مروی ہے مجاہد۔ ابو ہریرہ۔ ابو عالیہ ابو مالک۔ عکرمہ۔ حسن۔ قتادہ۔ ضحاک و غیر ہم سے۔ اور یہی صحیح ہے بنظر ما قبل کے اور اسی کو تائید دیتی ہے دوسری قرآۃ۔ اور آیت وَاِنَّ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا احاديث نزول کی بطریق تو اتر بھی اسی کی تائید کرتی ہیں۔ پس ضمیر انہ کی قرآن کی طرف پھیرنی غیر صحیح ہے۔ سیاق اور اقوال صحابہ اور تابعین کی رو سے۔ اور عيسى عليه السلام کی طرف پھیرنی باعتبار زندہ کرنے ان کے مردوں کو وغیرہ وغیرہ یہ بھی غیر صحیح ہے بلحاظ تفسیر صحابہ اور تابعین کے اور بلحاظ سیاق ايضاً بنظر دقیق۔ اعلم بالقرآن ابن عباس بروایت ابی صالح بھی اس آیت میں یونہی فرماتے ہیں۔

اب بخوبی واضح ہو چکا کہ مرزا صاحب ازالہ اوہام میں انہ کی ضمیر کا مرجع قرآن لکھتے ہیں غیر صحیح ہے۔ سیاق آیت اور تفاسیر صحابہ و تابعین کی رو سے قوله تعالى وَلَمَّا ضُرِبَ بِنُ مَرِيْمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُوْنَ اے اس آیت میں مِنْهُ کی ضمیر اور ایسا ہی اُمُّ هُوَ اور اِنْ هُوَ اور اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ اور جَعَلْنَا هُ یہ سب ضمائر ابن مریم کی طرف ہی راجع ہیں۔ مرزا صاحب اگر وَاِنَّهُ کی ضمیر کو قرآن کی طرف پھراتے ہیں تو ان ضمائر مذکورہ کو بھی قرآن کی طرف راجع فرمائیں۔ تاکہ تحریف مضمون قرآن کریم کی بخوبی ہو جائے۔ نزول مسیح سے مستلزم ہے رفع جسمی اور حیات مسیح الی الآن اور بطلان مذہب مذکور کو۔

آٹھویں وجہ مَا اتَّكُمُ الرَّسُوْلُ فَاخْذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ہے۔



آنحضرت ﷺ نے من جملہ علاماتِ قیامت کے خروج شخص معین مسمی بہ دجال یہود میں سے اور مسیح ابن مریم کا بعد نزول اس کو قتل کرنا بیان فرمایا بمقتضائے آیت مذکورہ ہم کو ایمان بما جاء به الرسول ﷺ واجب اور انکار اس کا موجب کفر ہے۔ خیال رکھنا چاہیے کہ رفع جسمی مسیح اور نزول کا ثبوت چونکہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ متواترہ سے نہایت واضح طریق پر ہو گیا تو بعد اس کے مومن بما جاء به الرسول ﷺ کو ہرگز ہرگز متوجہ ہونا اناجیل کی طرف باعث دھوکا کھانے یہود اور نصاریٰ کے اس مقام میں بوجہ القاء شبہ جائز نہیں۔ اسی دھوکا کھانے اور تشکیک کی وجہ سے تو اتران کا بھی قابل اعتبار نہیں کیونکہ اجتماع شکوک سے یقین حاصل نہیں ہوتا۔ واقعہ قتل اور صلب مسیح جو اناجیل میں مذکور ہے اور ایسا ہی افتراء یہود کہ اَنَا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ کہتے تھے ان کی تکذیب نص وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اور مَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۝ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے ہو چکی جیسا کہ مسیح ابن مریم نے خود برنباس کو فرمادیا تھا کہ اے برنباس چونکہ حواری اور والدہ ہماری دنیاوی محبت سے مجھے ابن اللہ کہتے تھے یعنی اس معنی سے جو کسی کے لائق نہیں۔ خداوند نے چاہا کہ قیامت کے دن مجھ پر ہنسی نہ ہو۔ تو دنیا میں یہود کی مصلوبیت اور موت سے مجھے بدنام نہ کرنا۔ لیکن یہ غلطی تا وقت شریف آوری محمد رسول اللہ ﷺ کے ہوگی۔ جب وہ تشریف لائیں گے تو اس غلطی کو دفع فرمائیں گے۔ انجیل برنباس ادریس کا قول نامہ یہود میں اسی مضمون پر دال ہے کہ لوگ صاحب یعنی مسیح پر ہنسیں گے اور جب محمد رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوں گے تب لوگوں کو سزا دیں گے۔ مطابق اس پیشین گوئی مسیح کے قرآن کریم نے برأت مسیح کی تہمت قتل اور مصلوبیت سے بیان فرمائی جیسا کہ اصل واقعہ یعنی رفع مسیح علی السماء کو ذکر کیا۔ کیونکہ دفع الی اللہ اور رفع علی السماء مساوق ہیں۔

الغرض کتب سابقہ میں سے جس مضمون کی تکذیب قرآن کریم یا احادیث صحیحہ



متواترہ سے ہوگئی ہو ہرگز قابل اعتبار نہیں۔ اور جس مضمون کا مصدق قرآن کریم ہو اس کی نقل بطریق استشہاد لامن حیث الاعتصام جائز ہوگی جیسا کہ حدیث بخاری بلغوا عنی ولو آیةً وحدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج الخ کے محمل کی یہی صورت ہے اور جس کی تصدیق اور تکذیب دونوں سے قرآن کریم ساکت ہو۔ اس کے بارہ میں مومن کو چاہیے کہ مطابق حدیث شریف لا تصدقوہم ولا تکذبوہم کے نہ تصدیق اس کی کرے اور نہ تکذیب۔ (تفسیر ابن کثیر) بناء علیہ جس مقام میں روایت انا جیل کے مطابق نص قرآن کریم یا احادیث متواترہ کے ہو نقل اس کی جائز ہے جیسا کہ رسولوں کے اعمال۔ پہلا باب۔ ۹ درس۔ اور وہ یہ کہہ کے ان کے دیکھتے ہوئے اوپر اٹھالیا گیا اور بدلی نے اسے ان کی نظروں سے چھپالیا۔ اور اس کے جاتے ہوئے جب وے آسمان کی طرف تک رہے تھے دیکھو دو مرد سفید پوشاک پہنے ان کے پاس کھڑے تھے۔ اور کہنے لگے۔ اے جلیلی مردو تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو۔ یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اٹھالیا گیا ہے اسی طرح جس طرح تم نے آسمان کو جاتے دیکھا پھر آوے گا اس میں فقرہ (پھر آوے گا) مطابق آیتہ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آخٍ اور آیتہ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ اور احادیث نزول کے ہے۔

**سوال:** افقہ الناس ابن عباس نے مُتَوَفِّیْکَ کا معنی مُمِیْتِکَ کا لیا ہے بناء علیہ یعیسیٰ اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ کا معنی یہ ہوا کہ اے عیسیٰ میں تجھے مارنے والا ہوں۔ اسی طرح فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ میں بھی۔ اس سے جب وفات مسیح بن مریم ثابت ہو چکی تو بالضرور بَلْ رَفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ میں رَفَعٌ سے رَفَعٌ روحانی لینا پڑے گا۔ اور احادیث نزول مسیح واجب التاویل ہوں گی۔ کیونکہ مرنے کے بعد ارواح مقررین بشہادت قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ اور فَاَدْخُلِي فِي عِبَادِي وَاَدْخُلِي جَنَّتِي اور احادیث صحیحہ کے جنت







ابی طلحة سالم مولی بنی العباس سکن حمص ارسل عن ابن عباس ولم یرہ من السادسة صدوق قد یخطی. انتهى. وفي الخلاصة قال احمد له اشياء منكرات. وفي الميزان قال احمد بن حنبل له اشياء منكرات. قال دحيم لم یسمع علی ابن ابی طلحة التفسیر عن ابن عباس.

اور ثانیاً بر تقدیر صحت کے مثبت اس امر کا نہیں ہو سکتا کہ معنی مذکور کو یعنی مُمِيتُكَ مذہب ابن عباس کا قرار دیا جائے۔ بلکہ جائز ہے کہ من جملہ دیگر مباحثات یومیہ صحابہ کرام کے بطریق بیان احتمال ہو۔ پہلے مفسرین کے زمانہ میں چونکہ اسالیب تقریر منقح ہونے میں نہیں آئے تھے۔ لہذا تحریر احتمالی ان کی تقریر بالجزم سے مشتبہ ہو جاتی ہے۔ مثلاً ابن عباس آیت فامسحوا بآبائکم وارجلکم کے متعلق فرماتے ہیں لا اجد فی کتاب اللہ الا المسح لکنہم ابو الا الغسل یعنی قرآن کریم میں بغیر مسح پاؤں کے میں نہیں پاتا ہوں لیکن یہ لوگ یعنی صحابہ کرام نہیں مانتے مگر غسل کو۔ اب جو شخص حقیقت روزمرہ مباحثہ صحابہ سے واقف ہوگا وہ مسح قدموں کو مذہب ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا سمجھ

لے گا۔ حالانکہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ایک اشکال کی تقریر کرنی منظور ہے تاکہ امتحان کریں کہ علماء عصر اس اشکال کے دفع میں کیا کہتے ہیں۔ مذہب آپ کا وہی غسل قدمین ہے۔ ما نحن فیہ میں بھی محتمل ہے کہ تفسیر مُتَوَفِّیکَ مُمِيتُكَ کے ساتھ اسی قبیل سے ہو اور یہ کوئی خیال نہ فرمائے کہ اس تقریر پر نقل سے امان اٹھ جائے گا کیونکہ محتمل مذکور پر آثار صحیحہ ابن عباس کے جو متعلق بل رَفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ اور وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ اِخْ اور وَإِنَّهُ لَعَلَّمٌ لِلسَّاعَةِ کے بالاسناد لکھ چکا ہوں شاہد ہیں۔ ماسوا ان کے احادیث نزول مرویہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بھی مؤید احتمال مذکور ہیں۔ و ذکر العینی. و روی ابو نعیم فی کتاب الفتن من حدیث ابن عباس ان عیسیٰ اذ ذک یتزوج فی الارض



فَيَقِيمُ بِهَا تِسْعَ عَشْرَةَ سَنَةً إِلَى أَنْ قَالَ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ يَتَزَوَّجُ إِلَى قَوْمِ شَعِيبٍ وَخَتَنَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُمْ جَذَامٌ فَيُولَدُ لَهُ فِيهِمْ وَيقِيمُ تِسْعَ عَشْرَةَ سَنَةً. انتهى۔

اور ثالثاً اگر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب بھی مانا جائے تاہم عقیدہ اجماعیہ اسلامیہ کو مضرت نہیں کیونکہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بلحاظ نص بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ جس میں موت طبعی کا معنی لینا ممکن نہیں۔ جیسا پہلے گزر چکا ہے۔ آیت یَعِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ میں بعد ارادہ معنی مُمِيتُكَ کے قائل بہ تقدیم و تاخیر ہے۔ اخرج اسحق بن بشر و ابن عساکر من طریق جوهر عن الضحاک عن ابن عباس فی قوله إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ یعنی رَافِعُكَ ثم متوفیک فی اخر الزمان۔ (در منثور) حاصل۔ ابن عباس سے قول اللہ تعالیٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ میں تقدیم و تاخیر مروی ہے یعنی یوں عبارت آئی ہے کہ رافعک ثم متوفیک فی اخر الزمان اور ایسا ہی تفسیر عباسی میں بھی۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی باعث قول تقدیم و تاخیر کا آیت مذکورہ میں سوائے تطبیق کے مابین نصوص کے نہیں۔ شواہد تقدیم و تاخیر کے آیات قرآنیہ میں یہ ہیں۔ قول باری تعالیٰ فَقَالُوا ارنا الله جَهْرَةً میں بھی ابن عباس سے تقدیم و تاخیر مروی ہے یعنی انہوں نے یوں تفسیر کی فقالوا جهرَةً ارنا الله اور ابن حاتم نے قتادہ سے قوله تعالیٰ فَلَا تُعْجِبُكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا میں تقدیم و تاخیر روایت کی ہے۔ یعنی فرمایا کہ اصل عبارت اس طرح ہے فلا تعجبک اموالہم ولا اولادہم فی الحیوة الدنیا انما یرید اللہ لیعذبہم بہا فی الآخرة۔ اور مجاہد سے قوله تعالیٰ أَنْزَلَ عَلَيَّ عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَ لَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا قِيَمًا یعنی انزل علی عبدہ الکتب قیماً ولم یجعل له عوجاً مروی ہے۔ اور قتادہ سے قوله سبحانہ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ



إِلَىٰ فِي مِثْلِ رَافِعِكَ إِلَىٰ وَ مُتَوَفِّيكِ مَرُوي هـ۔ اور عکرمہ سے قول باری عز اسمہ۔  
 لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ فِي لِهْم عَذَابٍ شَدِيدٍ يَوْمَ  
 الْحِسَابِ بِمَا نَسُوا مَرُوي هـ۔ اگر زیادہ مرویات صحابہ کرام و تابعین وغیرہ دربارہ  
 تقدیم و تاخیر دیکھنے منظور ہوں تو بالتفصیل تفسیر اتقان سے ملاحظہ فرمائیں۔ و نیز فَاطِرِ  
 السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ بِدِيعِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ  
 كَذَلِكَ يُوحِي إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ. إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا إِيَّاهُ  
 نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ فِي مِثْلِ مَعْطُوفٍ بِاعتبار تحقق خارجی کے معطوف علیہ سے مقدم  
 ہے۔ اور قرآن شریف میں ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ جن میں معطوف معطوف علیہ سے  
 تحقق میں مقدم ہے۔

الغرض آپ کو قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مُتَوَفِّيكِ مُمِيتُكَ مفید نہیں  
 ہو سکتا جب تک قول ان کا متعلق فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کے ہیں ساقط عن الاعتبار ٹھہرائیں۔ یا ہم  
 قول ابن عباس کا متعلق فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کے جو دال ہو ارادہ معنی غیر موت پر بیان کرتے  
 ہیں۔ اخرج ابو الشیخ عن ابن عباس ان تُعَذِّبُهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ يَقُولُ  
 عبيدك قد استوجبوا العذاب بمقاتلتهم وان تغفر لهم ای من تركت منهم  
 ومد في عمره (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) حتى اهبط من السماء الى الارض يقتل  
 الدجال فنزلوا عن مقاتلتهم و وحدوك واقروا انا عبيدك وان تغفر لهم حيث  
 رجعوا عن مقاتلتهم فانك انت العزيز الحكيم. (جلال الدین سیوطی۔ درمنثور)  
 ایسا ہی تفسیر عباسی میں تَوَفَّيْتَنِي کا معنی رفعتنی مذکور ہے۔ اگر آپ کو ابن عباس  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مسلک لینا ضروری ہے تو قبول فرماویں یہ تو نہ ہو کہ تارکِ صلوة نے تمسک  
 آیت وَلَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ سے پکڑا۔ دوسرے نے کہا میاں ابھی مضمون پورا نہیں ہوا۔



وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ كُوبِهِ سَاتِه ملاحظہ کرو۔ جس کا مضمون یہ ٹھہرا کہ ”حالتِ نشہ میں نماز مت پڑھو“ تو متمسک (اوّل) نے کہا کہ ”سارے قرآن پر تمہارا باپ عمل کرتا ہوگا۔ ہم سے اگر ایک آیت پر بھی ہو تو بڑی بات ہے۔ قول ابن عباس اگر قابلِ احتجاج ہے تو اس کو اوّل سے آخر تک ملاحظہ فرمادیں۔ پھر دیکھئے رفع جسمی کس طرح کھلے کھلے طور پر بشہادت تفسیر ابن عباس ثابت ہوتا ہے۔

اب ناظرین بانصاف سمجھ چکے ہوں گے کہ تفسیر ابن عباس کا پیرو اور متبع کون ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہو گیا ہوگا کہ مرزا صاحب نے اتباع ابن عباس کو تو بجائے خود چھوڑا لٹا بہتان صحابی پر باندھا۔ جیسا کہ امام بخاری کے اوپر کہ وہ بھی حدیث نزول ابن مریم میں مثیل ابن مریم مراد لیتے ہیں بلکہ سب ائمہ سلف کا یہی اعتقاد تھا یعنی وفات مسیح ابن مریم۔

میں کہتا ہوں امام بخاری تو احادیث نزول کے تراجم میں آیات سورہ مریم اور آل عمران کو لا کر بعد ازاں بیان احادیث فرماتے ہیں۔ اب ہر ایک منصف سمجھ سکتا ہے کہ اگر آیات قرآنی میں ذکر مسیح بن مریم کا ہے جو نبی وقت تھے تو ان احادیث میں بھی ان کا ذکر ہوگا۔ اور اگر آیات میں ذکر خیر جناب مرزا صاحب کا ہے تو احادیث میں بھی مثیل بن مریم مراد ہوگا۔ میں نہایت متعجب ہوں کہ مرزا صاحب ازالہ اوہام میں بڑے زور سے علماء اسلام پر اعتراض کرتے ہیں (کہ حدیث بخاری والذی نفسی بیدہ الخ میں مولوی صاحبان فقرہ یکسر الصلیب اور ایسا ہی یقتل الخنزیر میں تو تاویل سے کام لیتے ہیں اور ابن مریم سے مثیل ان کا مراد لینے میں ماوّل کو ملحد قرار دیتے ہیں)۔ معروض خدمت ہے

۱۔ دوسری وجہ بہتان کی امام بخاری پر وہ حدیث ہے جس کو امام بخاری نے تاریخ میں بیان کیا ہے جس کو میں لکھ آیا ہوں۔ تیسری وجہ بہتان کی کہنا بخاری کا باب نزول عیسیٰ بن مریم۔ اگر مذہب امام بخاری کا مثیل عیسیٰ ہوتا تو استعارہ کے طور پر بیان کرتا۔ بلکہ تصریح بہ مذہب خود ضروری تھی۔ ۱۲ منہ۔



کہ علماء اسلام کس طرح پر تاویل کر سکیں۔ بعد ازاں کہ نصوص قرآنیہ سے بہ تفسیر ابن عباس رفع جسمی اور نزول مسیح صاحب انجیل کے ساتھ ایمان لا چکے ہوں۔ اور پیشن گوئیاں حلفی اور تاکیدی طور پر اسے مسیح کے بارہ میں آنحضرت ﷺ سے بطریق تواتر معنوی سن چکے ہوں جس میں امکان تاویل بہ مثیل بھی گنجائش نہیں رکھتا۔ مثلاً شب معراج مسیح ابن مریم کا بوقت گفتگو ہونے کے قیام قیامت کے بارہ میں فرمانا کہ تعین وقت تو میں نہیں کر سکتا مگر میرے ساتھ میرے رب نے عہد کیا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تو زمین پر اتر کر دجال اور قوم یا جوج ماجوج کو ہلاک نہ کرے گا۔ الخ (تفسیر درمنثور اور ابن کثیر اور خازن) اخر جہ احمد جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا اسناد اور متن اس حدیث کا احادیث نزول میں۔ جس کا اول یہ ہے قال احمد حدثنا هشيم عن العوام بن حوشب عن جبلة بن سحيم عن مؤثر بن غفارة عن ابن مسعود عن رسول الله ﷺ قال لقيت ليلة اسرى بي ابراهيم و موسى و عيسى عليهم السلام. اور بھی روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ نے ساتھ اسناد دوسرے کے۔ شاید مرزا صاحب ہی نے شب معراج میں بیان معاہدہ رب کا جواب مذکور ہوا ہے کیا ہو۔ اس مضمون کا اقرار کرنا بہ نسبت باقی افترا آت کے ان کے سامنے کچھ بڑی بات نہیں۔

الغرض علماء اسلام بعد ایمان بما جاء به الرسول ﷺ کس طرح حدیث مذکور میں ابن مریم سے مثیل ان کا مراد لیں اور ایمان اپنا ضائع کریں اور دنیا میں بھی مولوی کے مولوی رہیں۔ جناب مرزا صاحب کو اتنا فائدہ تو ہے کہ لقب عیسویت اور شان مہدویت چند سادہ لوحوں کے سامنے حاصل کیا۔ علماء بے چاروں کو کیا فائدہ؟ جناب عالی! یہی وجہ ہے کہ علماء کی ابن مریم سے مثیل ان کا نہ لینے کی۔ باقی رہا فقرہ يكسر الصليب اور ایسا ہی ویقتل الخنزیر میں تعذر حقیقت دلیل ہے ارادہ مجاز کی۔ شاید آپ کے



نزدیک وقوع مجاز ایک فقرہ کلام میں دلیل ہے سب کے سب فقرات کلام کے مجاز ہونے پر۔ ایسے خانہ زاد اصول کے ایسے ہی نتائج ہوا کرتے ہیں۔ اور رابعاً تطبیق بین الآیات میں بعد اس کے کہ استشہاد بہ محاورہ قرآنیہ و عرف قرن اول ولغت کے ہو کچھ ضرور نہیں کہ وجہ تطبیق ایک ہی معنی اور احتمال میں منحصر رکھی جاوے۔ ابن عباس اور سائر مفسرین صحابہ میں سے بعد مراعاة مذکور کے وجوہ تطبیق میں اقوال متعددہ بیان فرماتے ہیں۔ بلکہ بحسب لا یكون الرجل فقیها کل الفقه حتی یرى للقران وجوها کثیرة کے کمال تفسیر دانی کا معیار عدم حصر کو ٹھہرایا گیا ہے۔

اب ہم لفظ تَوْفَى کا معنی سوائے معنی موت کے قرآن کریم اور لغت سے ثابت کر کے وجہ تطبیق بین الآیات بیان کرتے ہیں۔ تَوْفَى ماخوذ ہے وَفَا سے۔ وفا کا معنی پورا ہونا کہتے ہیں۔ فلانی شے کافی وافی ہے یعنی پوری۔ ایفاء کا معنی پورا کرنا۔ اور تَوْفَى تَفَعَّلَ ہے بمعنی استفعال کے یعنی استیفاء جس کا ترجمہ پورا لینا۔ لغت کی کتابیں مثل صحاح اور صراح اور قاموس وغیرہ۔ اور ایسا ہی تفاسیر سب متفق ہیں معنی مذکور پر۔ اور یہ امر بھی نہایت ہی قابل غور ہے کہ لغت اور تفاسیر میں مستعمل فیہ کو بیان کرتے ہیں۔ گو کہ موضوع لہ نہ بھی ہو۔ بلکہ فرد ہی اس کا ہو۔ یا کسی نوع کا علاقہ معنی موضوع لہ سے رکھتا ہو۔ جیسا کہ لفظ الہ جس کا معنی معبود مطلق ہے واجب ہو یا ممکن اور الہہ بمعنی معبودات مطلقہ کے۔ کو اکب ہوں یا بت یا آدمی۔ حالانکہ بہت اہل لغت اور مفسرین بھی تفسیر الہ کی اصنام کے ساتھ کر دیتے ہیں۔ صراح وغیرہ کتب لغت کو الہ کے متعلق دیکھیں۔ اور تفسیر ابن عباس کو متعلق اموات غیر اَحْیَاء کے ملاحظہ فرمائیں کہ اموات۔ اصنام لکھتے ہیں۔ ہر سلیم الطبع پر ظاہر ہے کہ اصنام یعنی بت معنی موضوع لہ لفظ الہ کا نہیں بلکہ ایک فرد ہے معنی موضوع لہ کا جو معبودات مطلقہ او پر بیان کیا گیا ہے۔ بودے لوگ اردو خوان زعمی مولوی ایسے مقامات کو دیکھ کر دھوکا



کھا جاتے ہیں۔ یعنی یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ بھی بیان معنی وضعی کا ہے بلکہ اسی کو حصر کے طور پر بہ نسبت اس مطلق کے موضوع لہ قرار دیتے ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ مطلق کو فرد سے ممتاز نہیں کر سکتے۔ الغرض۔ الفاظ مشتقہ میں معنی حقیقی کبھی اور ہوتا ہے اور مستعمل فیہ اور۔ ما نحن فیہ میں بھی مرزا صاحب اور ان کے اتباع کو یہی دھوکا لگا ہوا ہے۔ لغت کی کتابوں میں جو دیکھا کہ تَوْفَىٰ کا معنی موت بھی ہے۔ اور صحیح بخاری میں مُتَوَفِّیْکَ کی تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مُمِیْتُکَ سے کی تو اس اشتباہ مذکور میں پڑ گئے۔

میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ اِلٰہ اور اموات کا معنی اصنام ہی خیال کرتے ہوں گے۔ ورنہ تَوْفَىٰ سے معنی موت ہی کا لینے میں ایسے مستحکم نہ ہوتے۔ فی الواقع یوں ہے کہ تَوْفَىٰ اور استیفاء میں بجز پورا لینے کے اور کچھ ماخوذ نہیں۔ تَوْفَىٰ نے جس کے ساتھ تعلق پکڑا ہے دیکھا جائے گا وہ کیا چیز ہے۔ روح ہوگی یا غیر روح۔ اگر روح ہے تو پکڑنا روح کا پھر منقسم ہے دو قسموں پر۔ ایک تو اس کا پکڑنا مع الامساک یعنی پکڑنے کے بعد نہ چھوڑنا اس کا نام تو موت ہے۔ موت کے مفہوم میں دو امر تَوْفَىٰ کے مفہوم سے علاوہ اعتبار کیے گئے۔ ایک روح دوسرا امساک۔ دوسرا قسم تَوْفَىٰ کا نیند ہے جس کے مفہوم میں قید روح اور ارسال یعنی چھوڑ دینا ماخوذ ہے۔ الحاصل۔ موت اور نیند دونوں فرد ہوئے تَوْفَىٰ کے (تفسیر کبیر، ابن کثیر، شرح کرمانی صحیح بخاری) اور متعلق تَوْفَىٰ کا اگر غیر روح ہو تو وہ بھی یا جسم مع الرُّوح ہوگا جیسا کہ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ یا اور چیز جیسا کہ توفیت مالی (قاموس) بیان اس امر کا جو مذکور ہو چکا ہے یعنی تَوْفَىٰ کا معنی فقط کسی شے کا پورا لے لینا ہے۔ عام اس سے کہ وہ شے روح ہو یا غیر روح اور بر تقدیر روح ہونے کا مقید بارسال ہو یا بامساک نص سے بھی ثابت ہے یعنی قرآن کریم کی اس آیت سے جس سے خداوند کریم کو اظہار تصرف اور قدرت اپنی کا اسی پیرایہ میں منظور ہے کہ اللہ تعالیٰ ارواح کو بعد القبض کہیں تو بند کر رکھتا ہے اور کبھی چھوڑ دیتا



ہے۔ اللہ یتوفی الأنفس حین موتہا والتي لم تمت فی منامہا اللہ تعالیٰ قبض فرماتا ہے ارواح کو حالت موت اور نیند میں فقط اتنا ہی فرق ہے کہ موت میں امساک اور نیند میں ارسال ماخوذ ہے۔ اس آیت میں تو استعمال لفظ توفی کا مشترک میں ظاہر ہے یعنی فقط قبض اور ارواح مدلول ہے لفظ نفس کا اور آیت وهو الذی یتوفکم باللیل الخ میں مستعمل ہے نیند میں جو فرد ہے مفہوم توفی کا یعنی قبض کا۔ اور آیت والذین یتوفون منکم الخ وغیرہ آیات میں مدلول اس کا موت ہے جو مجملہ افراد اسی توفی کے ہے یغیسی ائی متوفیک ورافعک الی میں اور ایسا ہی فلما توفیتی میں بھی معنی موت کا مطابق بعض نظائر قرآنیہ اور غیر قرآنیہ کے جیسا کہ توفی اللہ زیدا توفی اللہ عمرو اتوفی اللہ بکر وغیرہ وغیرہ لیا جاتا۔ اگر نص بل رفعہ اللہ الیہ کی رفع جسمی مسیح بن مریم پر شہادت نہ دیتی جیسا کہ لکھ چکا ہوں۔ یا آیات وان من اهل الكتاب الخ اور وانه لعلم للساعة۔ اور احادیث صحیحہ جو دال ہیں اسی رفع جسمی پر استلزاماً وارد نہ ہوتیں۔ کیونکہ جب ایک شخص کا بخصوصہ نص سے حکم معلوم ہو جائے تو عموم آیات میں جو برخلاف اس حکم کے ہوں داخل نہیں ہوگا۔ اور نہ وہ لفظ جو مستعمل اس کے بارہ میں ہے محمول ہوتا ہے اپنے نظائر پر۔ دیکھو آدم علیہ السلام کی پیدائش کا حال جب نص خلقه من تراب سے معلوم ہو چکا تو پھر اتم نخلقکم من ماء مہین اور ایسا ہی خلق من ماء دافیٰ یخرج من بین الصلب والترائب سے مستثنیٰ ہے اور قول قائل کا خلق اللہ آدم محمول نہ ہوگا اپنے نظائر پر یعنی خلق اللہ زیداً خلق اللہ بکراً وغیرہ وغیرہ جو کروڑہا سے زائد ہیں۔ یعنی یہ نہ کہا جائے گا کہ کیفیت خلقت آدم وغیرہ بنی نوع یکساں ہے۔ ایک معنی کا بکثرت مستعمل فیہ ہونا دلیل ارادہ اس کی در صورت قیام قرینہ صارفہ کے جو یہاں پر نص بل رفعہ اللہ الیہ کی ہے نہیں ہو سکتی۔ اب ہر ایک صاحب فہم اور منصف پر ظاہر ہو گیا ہوگا کہ یغیسی ائی متوفیک



وَرَأْفِعُكَ إِلَيَّ اور ایسا ہی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي میں تَوَفَّي سے معنی موت کا لینا اور تقدیم تاخیر نہ کہنی اور معنی موت کے ارادہ پر شہادت نظائر مثل وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَغَيْرِهِ وَغَيْرِهِ پیش کرنی۔ منشا اس کا بغیر از جہالت اور کیا قرار دیا جائے۔ تعجب ہے کہ جناب مرزا صاحب ازالہ اوہام اور ایام <sup>لصلح</sup> میں کہیں تو استعمال لفظ تَوَفَّي کو حسبِ محاورہ قرآن کریم کے معنی موت ہی میں منحصر کہتے ہیں اور کہیں وجہ اطلاق تَوَفَّي کی نیند پر النوم اخ الموت کو قرار دیتے ہیں۔ ایک تو دھوکا موضوع لہ کے فرد کو عین موضوع لہ سمجھنے کا کھایا۔ اور دوسرا اطلاق المطلق علی بعض افرادہ کو از قبیل اطلاق الفرد علی الفرد سمجھ لیا۔ (ازالہ ص ۳۳۲) اور پھر بعد دعویٰ حصر مذکور کے قائل با استعمال تَوَفَّي نیند میں بھی حسبِ محاورہ قرآن کریم ہوئے۔

الغرض۔ آیت یعیسیٰ اِنِّي مُتَوَفِّيكَ میں یا تو معنی موت کا لے کر مع قول بہ تقدیم تاخیر فی الآیة اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے معنی رفع کا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرح لینا پڑے گا۔ یا ہر دو جگہ معنی قبض کا لیں گے۔

پھر مکرر عرض کرتا ہوں کہ جب حسبِ نص بَلْ رَفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ کے رفع جسمی اور حیات الی الآن مسیح کی ثابت ہو چکی تو پھر آپ کو تاویل احادیث پر کون سا باعث رہا۔ کیونکہ باعث تاویل تو یہی تھا کہ آپ مُتَوَفِّيكَ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے موت مسیح ثابت کر کے رفع کو قرب منزلت اور نزول کو ظہور پر محمول فرماتے تھے۔ اور مسیح بن مریم سے بطریق استعارہ مثیل مسیح لیتے تھے۔ تشریح سب آیات کی حسبِ محاورہ قرآن کریم و شہادت سیاق سے اثباتِ حقیقت عقیدہ اجماعیہ کا کامل طور پر ہو گیا لکھ چکا ہوں۔ بعد عدم تعذر معنی حقیقی بلکہ واجب الارادہ ٹھہرنے اس کے وقوع استعارات کی اگر لاکھوں نظیریں آپ بیان فرماویں تو بھی مانحن فیہ میں دلیل ارادہ مجاز نہیں ہو سکیں گی۔



مرزا جی اور ان کے مریدوں سے ایک دلچسپ واجبی مطالبہ

میں کہتا ہوں آپ علماء کرام سے بڑے اصرار سے ہر معنی پر شہادت محاورہ قرآنیہ طلب فرماتے ہیں آپ لفظ عیسیٰ بن مریم سے مثیل ان کا مراد لینے پر محاورہ قرآنی یا سوائے ما نحن فیہ یعنی احادیث نزول کی کوئی حدیث صحیح بتلاویں ہرگز نہیں بتلا سکتے۔ نہایت حیرت انگیز تو یہ امر ہے کہ آج تک مسیح موعود یعنی آپ نے فقرہ يَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ وَيَكْسِرُ الصَّلِيبَ کے سارے کڑہ زمین کے اوپر سے فقط اپنے معتقدوں کو مسلمان کیا۔ کیا بغیر ان کے یہود و نصاریٰ و ہنود سب حق پر ہیں۔ اور یہی بے چارے خنزیر خور اور صلیب پرست علاوہ تمام دنیا کے تھے جن کو آپ ہی نے قتل اور کسر فرما کر موحد بنایا؟ ہرگز نہیں۔ یہ لوگ تو اول ہی سے موحد تھے۔

**سوال:** ابن عباس کی تفسیر جو متعلق بَلْ رَفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ اور وَاِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اور وَاِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلْسَا عَةَ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کے ہے۔ بخاری میں تو مذکور نہیں۔ اس میں فقط مُتَوَفِّيكَ کی تفسیر مُمِيتِكَ مذکور ہے۔

**جواب:** عدم ذکر بخاری دلیل عدم صحت کی نہیں ہو سکتی۔ امام بخاری خود فرماتے ہیں۔ ما ادخلت فی کتاب الجامع الا ما صح وترکت کثیر امن الصحاح لحال الطول یعنی بہتری حدیثیں صحیحہ میں نے ذکر نہیں کیں اپنی کتاب جامع یعنی صحیح بخاری میں۔ نہایت تعجب ہے کہ اگر عدم ذکر امام بخاری دلیل صحیح نہ ہونے کی ہے تو پھر آپ استدلال ان احادیث سے جو بخاری میں نہیں کیوں پکڑتے ہیں۔ مثلاً لَا مَهْدِيْ اِلَّا عِيسَى. لَوْ كَانَ مُوسَى وَعِيسَى اِخْوَانًا وَغَيْرُهُ وَغَيْرُهُ۔ یا بغیر بخاری کے اور کوئی کتاب قابل استشہاد نہیں تو ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۴۱ میں آپ کشاف اور معالم اور تفسیر رازی اور ابن کثیر اور مدارک اور فتح البیان کے حوالے کیوں دیتے ہیں ہم بھی اسی ابن کثیر کو پیش کرتے ہیں۔



**سوال:** آيَةُ يَعُيْسَى اِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ میں تقدیم تاخیر کہنا اور ترتیب قرآنی کو بگاڑنا اور ایسا ہی فلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے معنی رفع کا مراد لینا یہ الحاد اور تحریف ہے۔ قرآن شریف میں اول سے آخر تک بلکہ صحاح ستہ میں بھی انہی معنی کا یعنی موت کا التزام ہے۔ ازالہ اوہام کے ص ۶۰۱ اور ص ۹۲۲ کا خلاصہ یہ ہے۔

**جواب:** میں نے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ آپ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اتباع سے آخر کار منحرف ہوں گے۔ اب ویسا ہی ظاہر ہوا۔ مزید برآں (العیاذ باللہ) ان کو ملحد اور محرف بھی ٹھہرایا۔ جیسا کہ باقی مفسرین اہل اسلام کو سلف سے خلف تک جنہوں نے معنی قبض یا رفع کا لیا ہے۔ جناب عالی! اتنی جرأت اور گستاخی ایک عامی مسلمان کے بارہ میں نہ چاہیے چہ جائے کہ صحابہ کرام اور آئمہ سلف کے حق میں۔

ناظرین! آیات قرآنیہ کو جن میں وقوع تقدیم و تاخیر سب کے نزدیک واجب التسلیم ہے جیسا کہ پہلے لکھ چکا ہوں ملاحظہ فرمائیں اور معنی رفع اور قبض توفی سے مراد لینا بشہادت قرآن کریم پہلے اسی رسالہ میں ثابت ہو چکا ہے۔ آپ ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۳ میں فرماتے ہیں۔ غرض یہ بات کہ مسیح جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا اور اسی جسم کے ساتھ اترے گا۔ نہایت لغو اور بے اصل بات ہے۔ صحابہ کا ہرگز اس پر اجماع نہیں۔ بھلا اگر ہے تو کم سے کم تین سو (۳۰۰) یا چار سو (۴۰۰) صحابہ کا نام لیجئے جو اس بارہ میں اپنی شہادت ادا کر گئے ہیں۔ ورنہ ایک یاد و آدمی کے بیان کا نام اجماع رکھنا سخت بددیانتی ہے۔

میں عرض کرتا ہوں قرآن اور حدیث اور اجماع امت مرحومہ تو اس بیان کی شہادت دے رہے ہیں۔ پھر معلوم نہیں لغو اور بے اصل کیوں ٹھہرایا جاتا ہے۔ ہاں۔ آپ کے مسیح موعود ہونے میں بے شک خلل انداز ہیں۔ اسی خلل اندازی کی وجہ سے سب اہل

۱۔ فَقَالُوا اَرْنَا اللّٰهَ جَهْرَةً کے تفسیر ابن عباس وغیرہ وغیرہ۔ ۱۲ منہ



اسلام سلف سے خلف تک ملحد قرار دیئے گئے۔ (يَاهَادِيْ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ) جناب! آپ پہلے کسی مسئلہ اجماعیہ میں روایات صحابہ باسانید اور بقید اسامی تین چار سو تک بیان فرمادیں بعد ازاں ہم تین چار ہزار تک بیان کریں گے۔ اجی حضرت! آپ ایسے مغالطوں اور دھوکا دینے سے اردو خوانوں اور عوام کو کس لیے گمراہ کرتے ہیں۔ صحابہ کرام کے نام رسالہ ہذا میں آپ دیکھ چکے ہوں گے۔ پھر جب تک آپ پانچ دس کا بھی انکار ثابت نہ کریں تو اجماع منقوض نہ ہوگا حضرت من! صحابہ کو قرآن کریم کے واقعات منصوصہ کے ساتھ ایمان تھا۔ اور چونکہ اہل لسان اس مضمون کو آیت مذکورہ سے بلا تکلف اور بلا احتمال غیر رفع جسمی کے سمجھ چکے تھے تو پھر کیا ضرورت واقع ہوئی جو موجب ذکر اس مضمون کا بین الصحابہ اختلافیات کی طرح ہو۔ بلکہ یہی بڑی دلیل ہے اس کے مجمع علیہ ہونے پر۔ آپ ہی کسی قصہ میں قصص قرآنیہ سے جو صریح طور پر سمجھے گئے ہیں مثلاً قصہ اصحاب کہف میں اقوال صحابہ کے دس تک بھی ذکر فرمائیں۔ پانچ سو کی آپ کو معافی ہے۔ اسی لیے آج تک ذکر نزول مسیح نص محکم قرآنی سے علماء کرام تلاش کرتے آئے۔ بخلاف صعوذ جسمی کے کہ وہ تو صراحتاً مذکور تھا۔

**سوال:** ہم نے مانا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آیت یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیٰ میں تقدیم اور تاخیر کے قائل ہیں مگر وجہ تقدیم ماحقہ التاخیر کی کیا ہے یعنی مقدم ذکر کرنا متوفی کا جس کا وقوع بعد نزول کے ہوگا۔

**جواب:** مسیح ابن مریم کے ذہن میں بعد مشورہ یہود کے یہی امر موجب قلق واضطراب ہوا کہ یہود ہی حسب تشاور میرے متوفی اور ذریعہ وفات ہوں گے۔ لہذا پہلے ہی سے اللہ جل شانہ نے بہ تقدیم لفظ متوفیٰ سے دفع مرکوز خاطر ان کا بصیغہ حصر فرما کر پھر رافعک سے تسلی بخشی۔ اگرچہ متوفیٰ تحقیق میں مؤخر ہے۔



جاننا چاہیے کہ فرق ہے مابین سَاتَوْ فُكَّ اور اِنِّي مُتَوَفِّيكَ میں ضمیر متکلم کا مسند الیہ اور مشتق یعنی متوفی کا مسند بنانا مفید حصر ہے یعنی میں ہی تیرا متوفی ہوں۔ ایسا نہیں جیسا تمہارے ذہن نشین ہوا ہے کہ میرے توفی کا ذریعہ یہود ہوں گے۔ بلاغت کا مقتضی یہی ہے کہ حسب حال مخاطب القاء کلام کیا جائے۔ بخلاف سَاتَوْ فُكَّ کے کہ وہ مطابق حال مخاطب نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسا ہی فرق ہے مابین اِنِّي مُتَوَفِّيكَ بصیغہ مشتق اور اِنِّي سَاتَوْ فُكَّ میں کہ مضارع فقط حدوثِ فعلِ توفی سے خبر دیتا ہے بخلاف صیغہ مشتق کے کہ مزید براں صفتِ مختصہ پر حسب محاورہ دلالت کرتا ہے یعنی تمہارا مارنا میری ہی صفتِ مختصہ اور میرے ہی ذمہ پر ہے۔ مثلاً یہ کہ میں ہی تجھ کو دوں گا۔ اس میں اور اس قول میں کہ میں ہی تیرا دینے والا ہوں فرق ہے کہ پہلا فقط وعدہ دینے پر مشتمل ہے اور دوسرا مزید برآں افادہ اس مضمون پر کہ دینا تمہارا میرا ہی کام اور میری ہی شان ہے الغرض اِنِّي مُتَوَفِّيكَ سے وہ اطمینان دہی مستفاد ہوتی ہے جو دوسرے صیغوں میں نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ معنی قبض کو بھی حسب تقریر مذکور خیال فرماویں۔ اسی طرح یہود کا کہنا اِنَّا قَتَلْنَا مفید اختصاص اور حصر ہے جو ان کے فخر کا موجب حسب زعم ان کے قرار دیا گیا۔ یعنی ہم نے ہی یہ بڑا کام کیا نہ کسی اور نے۔ لہذا قَتَلْنَا پر بغیر اِنَّا کے کفایت نہیں کی۔ اور پھر متعلق فعل یعنی مسیح کو موصوف بنا کر ذکر کیا ہے۔ یعنی اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ کہا اور اِنَّا قَتَلْنَا پر اکتفانہ کی۔ یہ دلیل ہے اس پر کہ مناطِ افتراء اور موجب خوشی ان کا فقط صدور فعل نہیں بلکہ وقوع قتل کا محل خاص پر یعنی مسیح بن مریم جو رسول خدا کہلاتے ہیں۔ بعد تمہید ہذا اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید اور تکذیب میں جو وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ فرمایا۔ بعد ادنیٰ تامل کے ناظرین کی سمجھ میں آسکتا ہے کہ اس کی یعنی وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ کی مناط بھی اسی نسبت وقوع پر ہے یعنی مسیح کو انہوں نے قتل نہیں کیا نہ نسبت



صدوری پر یعنی صدور نفس قتل پر۔ اس تقدیر سے بعد غور کے محاورہ دان عقلمند پر بطلانِ تقریر جناب مرزا صاحب کا جواز الہ اوہام میں متعلق وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ کے انہوں نے لکھی ہے ظاہر ہو سکتا ہے کہ انہوں نے مناظر تردید کی نسبت صدوری کو سمجھا ہے اور آیات مذکورہ کی تفسیر میں روایات ان لوگوں سے لی ہیں جن کی تکذیب اور تھلیل قرآن کریم انہیں آیات سے فرماتا ہے۔

افسوس! جہالت ایسی مرض ہے کہ ہزاروں اردو خوانوں سادہ لوحوں کے لیے یومًا فیومًا مہلک ہو رہی ہے۔ نہ تو مثل صحابہ کی مہارت لسانی اور اشراقِ نوری ہے کہ راہِ راست پر فہم مراد میں چلیں اور نہ استعدادِ علمی کی فصاحت اور بلاغت اور سیاق اور مقتضی حال کے ملاحظہ کرنے کے بعد معنی مراد کو سمجھیں فقط مشعلِ راہ ایک شخص خانہ زاد کو جو مستمی بقانونِ قدرت ہے بنا رکھا ہے۔ اللہ کریم اپنے فضل و کرم سے ہدایت فرماوے۔

**سوال:** بیضاوی تفسیر کبیر تفسیر ابن کثیر معالم المتزیل۔ کشاف وغیرہ نے توفی سے معنی موت کا لیا ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۳۱ میں استشہاد اذکر کیا ہے۔

**جواب:** یہ استشہاد ان کا ویسا ہی ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول سے پکڑا تھا۔ سب تفاسیر کے دیکھنے سے ناظرین اس دھوکا سے بھی مطلع ہو سکتے ہیں۔ سب کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت بَل رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کے حکم کو زیرِ نظر رکھ کر اِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ کے معنی میں دو مسلک اختیار کرتے ہیں۔ ایک تو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یعنی تقدیم تاخیر بر تقدیر ثبوت اور ارادہ معنی مُمِيتِكَ كَامُتَوَفِّيكَ سے۔ یعنی اے عیسیٰ میں تجھے بالفعل اٹھانے والا ہوں اور بعد نزول تجھے مارنے والا ہوں۔ اور دوسرا مُتَوَفِّيكَ سے معنی قبض اور رفع کا لینا یعنی اے عیسیٰ میں تجھے پکڑنے والا اور اٹھانے والا ہوں۔ اور بعض مثل صاحب کشاف کے مُتَوَفِّيكَ کو کنایہ ٹھہراتے ہیں عصمت اور بچا لینے سے یعنی اے عیسیٰ میں تجھے یہود کے ایذا سے بچانے والا ہوں۔



جناب مرزا صاحب نے مُمِيتُكَ کو (جو تفسیر معنی کنائی کے ضمن میں صاحب کشف کے قول میں واقع ہے معنی مُتَوَفِّیْكَ کا سمجھ لیا ہے۔ یہ نہیں خیال فرمایا کہ اس احتمال کو یعنی مُتَوَفِّیْكَ سے معنی مُمِيتُكَ لینے کو تو خود صاحب کشف بعد اس کے تضعیف کر رہا ہے۔ عبارت کشف کی یہاں پر نقل کی جاتی ہے تاکہ ناظرین دھوکا سے بھی مطلع ہو جائیں۔  
مُتَوَفِّیْكَ اِیْ مُسْتَوْفٰی اِجْلَکْ وَ مَعْنَاهُ اِنِّیْ عَاصِمُکْ مِنْ اَنْ یَقْتَلَکَ الْکُفَّارُ وَ مُؤَخَّرُکَ اِلٰی اِجْلِ کِتْبَتِهِ لَکْ وَ مَمِيتُکَ حَتْفِ اِنْفِکَ لِاِقْتِلَآءِ بَايْدِيهِمْ وَ رَافِعُکَ اِلٰی اِلٰی سَمَآئِیْ وَ مَقْرَمِلَا نُکْتٰی وَ مُطَهَّرُکَ مِنْ اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ سَوْءِ جَوَارِهِمْ وَ خَبَثِ صَحْبَتِهِمْ وَ قِیلَ مُتَوَفِّیْكَ قَابِضُکَ مِنْ اَلْاَرْضِ مِنْ تَوْفِیْتِ مَالِیْ عَلٰی فَلَآنِ اِذَا اسْتَوَفِیْتَهُ. وَ قِیلَ مَمِيتُکَ فِیْ وَقْتِکَ بَعْدَ النُّزُولِ مِنْ السَّمَآءِ وَ رَافِعُکَ الْاَنِّ. وَ قِیلَ مُتَوَفِّیْكَ نَفْسُکَ بِالنُّوْمِ مِنْ قَوْلِهِ وَ اَلَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا وَ رَافِعُکَ وَ اَنْتَ نَائِمٌ حَتّٰی لَا یَلْحَقُکَ خَوْفٌ وَ تَسْتَقِیظُ وَ اَنْتَ فِی السَّمَآءِ. اَنْتَ هٰی.

رفع جسمی مسیح کا چونکہ بَلْ رَفَعَهُ اللهُ اِلَیْهِ اور وَاِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اور  
وَ اِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلسَّاعَةِ اور احادیث متواترہ صحیحہ سے استلزاماً ثابت اور مؤمن بہ اہل اسلام کا  
سلف سے خلف تک ہو چکا۔ اور بظاہر آیت یَعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُکَ اِلٰی

۱۔ مرید مخلص مرزا صاحب کی عبارت (مستوفی اجلک و مؤخرک الی اجل مسمی) کو دلالت کنندہ غیر معنی موت پر ٹھہرا رہے ہیں۔ دیکھو سطر تیسری ص ۶۱۰ کی اور مرزا صاحب ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۴۱ کی سطر اخیر پر کشف کو شاہد معنی موت کا قرار دے رہے ہیں۔ معلوم نہیں مرید مخلص بڑھ گئے ہیں۔ یا امام الزمان یہ موروثی امر ہے۔ مرزا صاحب ازالہ اوہام میں متعلق تفسیر سورہ القدر نزول ملائکہ کے قائل ہیں۔ ایام الصلح میں قریب اختتام کے اس سے منکر ہو گئے۔ القول الجلیل کے صفحہ ۶۱ سطر پانچویں میں مرید مخلص علماء سلف رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں فرماتے ہیں (سبحان اللہ مفسر ہوں تو ایسے ہوں) جیسا بھی نہیں آتی۔ خود پھسلنا اور دوسروں پر ہنسی و تمسخر کرنا بلکہ مشرک کہنا کیا مہدی اور اس کے مصداق کی یہی شان ہے۔ ۱۲ منہ



منافی اس کی معلوم ہوتی تھی۔ کیونکہ مفاد اس کا یہ نکلتا ہے کہ اے عیسیٰ میں تجھ کو مار کر بعد ازاں اٹھانے والا ہوں۔ لہذا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رفع منافات یوں فرمائی کہ آیت میں تقدیم تاخیر کہی یعنی میں تجھ کو اول اٹھانے والا ہوں آسمان کی طرف اور بعد نزول تجھ کو مارنے والا ہوں۔ اور باقی مفسرین میں سے کسی نے تو توفی سے معنی قبض کا لیا ہے اور کسی نے نیند کا۔ سب کا مقصود یہی تھا کہ یہ آیت مخالف نہ ہو اس نص بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے جس کا مدلول آنحضرت ﷺ سے بھی بوضاحت تامہ استلزاماً بیان ہو چکا ہے۔ صاحب کشاف نے ان سب مسلک کو ضعیف سمجھ کر حتیٰ کہ مُمِيتُكَ کو بھی جیسا کہ قیل ممیتک فی وقتک الخ سے ترمیض اور تضعیف اس کی ظاہر ہے۔ ایک اور راستہ پکڑا۔ وہ کیا انی مُتَوَفِيكَ کنایہ ہے عاصمک سے یعنی میں تمہارا بچانے والا ہوں شریہود سے۔ استیفاء اجل اور عصمت لازم ہیں توفی کو بعد ملاحظہ حصر کے جو استفاد ہے ضمیر متکلم کی مسند الیہ اور مشتق کے مسند بنانے سے یعنی جب اللہ ہی ان کا مارنے والا ہو بغیر مداخلت ایذاء یہود کے تو ضرور ہی معنی استیفاء اجل اور عصمت کا متحقق ہوگا۔ اس معنی کنائی کی تشریح میں صاحب کشاف نے ومعناہ انی عاصمک الخ ذکر کیا۔ اب قول اس کا و ممیتک حتف انفک۔ یہ معنی کنائی کے ضمن میں داخل ہوا نہ یہ کہ مراد مُتَوَفِيكَ سے مُمِيتُكَ ہے۔ اس کو تو خود صاحب کشاف و قیل ممیتک فی وقتک الخ سے تضعیف کر رہا ہے۔ اور وجہ تضعیف کی یہ ہے کہ استیفاء اجل بسبب مشتمل ہونے اس کے تاخیر اجل پر منافی حیات اور زندگی بسر کرنی مسیح کی آسمان پر نہیں بخلاف ممیتک کے کہ بغیر انضمام قیود خارجہ عن المدلول کے یعنی الآن اور بعد النزول دفع منافاة میں مفید نہ ہوگا۔

۱۔ اس تحقیق سے غرض ہماری بیان کرنا مقصود صاحب کشاف کا ہے اور غلطی مرزا صاحب کی۔ نہ کہ یہ مسلک مختار ہمارا ہے۔ ۱۲ منہ



**سوال:** اِنِّي مُتَوَفِّيكَ سے معنی مُمیتک بشہادت محاورہ قرآن یہ کیوں نہ لیا جائے اور ایسا ہی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي اور بَلْ رَفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ سے رفع روحانی جیسا کہ يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً اور آیت وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ مَعْنَى جو تفسیروں میں لکھا ہے وہ بالکل غلط اور مستلزم وقوع کذب ہے کلام الہی میں۔ کیونکہ جب مفاد آیت یہ ٹھہرا کہ ہر ایک یہود بعد نزول مسیح اس کے ساتھ ایمان لاوے گا تو جو یہود قبل از نزول اس کے فوت ہو چکے ہیں وہ تو اس آیت کے حکم میں داخل نہیں ہو سکتے۔ پھر استغراق آیت کا جو وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ سے مستفاد ہے صحیح نہ ہوا۔ معنی صحیح اس کا یہ ہے کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو ہمارے اس بیان مذکورہ بالا پر جو ہم نے اہل کتاب کے خیال کی نسبت ظاہر کیا ہے ایمان نہ رکھتا ہو۔ قَبْلَ مَوْتِهِ یعنی قبل اس کے جو وہ اس حقیقت پر ایمان لائے جو مسیح اپنی طبعی موت سے مرگیا۔ یہ معنی مرزا صاحب نے ازالہ اوہام کے ص ۳۷۲ پر بیان کیا ہے اور اس کے بعد اس معنی کا اسی وقت الہام ہونا حلقاً بیان کیا ہے اور بڑے شکر اور محامد اس کے ہونے پر کیے ہیں۔ اور علماء زمان کو ”نادان مولویوں“ کا لقب دے کر ایسے راز سر بستہ سے ان کا محروم ہونا ذکر فرمایا ہے انہیں صفحات پر ناظرین ملاحظہ کر لیں۔

**جواب:** پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ نص بَلْ رَفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ کی قطعی طور پر دلیل صارف ہے اور ارادہ کرنے سے معنی موت کے مُتَوَفِّیکَ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے۔ ہاں صرف متوفیک سے بعد التزام قول بہ تقدیم و تاخیر فی الآیۃ کے لے سکتے ہیں۔ اور یہ مانع ہونا اس نص کا ارادہ معنی مذکور سے بوجہ ثلثہ ثابت ہے۔

**وجہ اول:** اثر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے متعلق اس نص کے جس میں احتمال اسرائیلی ہونے کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اہل کتاب قبل از واقعہ صلیب مرفوع ہونے مسیح کے قائل ہی



نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی رائے سے بھی نہیں فرماتے کیونکہ یہ مضمون اثر مذکورہ بالا محض نقلی ہے۔ بعد دفع احتمالات یہی ثابت ہوا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے۔

وجہ دوم: استفاد ہے وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ سے۔ کیونکہ بعد تعین معنی (صلیب پر نہ چڑھانے کے) مَا صَلَّبُوهُ سے بشہادت لغت جیسا کہ اوپر لکھ چکا ہوں صورت تشبیہ یا التباس کی یہی ٹھہری کہ مصلوب پر مسیح کا حلیہ ڈالا گیا۔ نہ یہ کہ التباس فی القتل ہو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مسیح کو بکلیہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے ایذا یہود سے بچا کر اپنی طرف اٹھالیا۔ یعنی آسمان پر۔

تیسری وجہ: ہونا آیتہ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَّبُوهُ اِنْ اَزْ قَبِيلٍ قَصْرٍ لَبَّ مِنْ جَمَلِهِ اَقْسَامٍ قَصْرٍ الموصوف علی الصفۃ کے اور تثنائی الوصفین اگرچہ بناء بر تحقیق شرط نہیں قصر قلب کے لیے۔ مگر احد الوصفین کا ملزوم نہ ہونا دوسری وصف کے لیے بالاتفاق ضروری ہے تاکہ مخاطب کا اعتقاد برعکس ما یدکرہ المتکلم کے متصور ہو۔ اور ظاہر ہے کہ ما نحن فیہ میں رفع عزت لازم ہے موت بالقتل کو در صورت ہونے مقتول کے من جملہ عباد مقررین کے۔ اور ارادہ رفع روح کا موت طبعی کے طور پر مستلزم ہے جمع کو بین الحقیقۃ والجاز حسب زعم آپ کے۔ کیونکہ آپ در صورت ہونے کلمہ الی کے صلہ رفع کا اس ترکیب کو مجاز فی التقرب ٹھہراتے ہیں اور

۱۔ اور مخاطب بکلام قسری چونکہ اعتقاد اس کا صواب اور خطا سے ملا ہوا ہوتا ہے اور غرض متکلم کی اثبات صواب اور نفی خطا کی ہوتی ہے اور بالخصوص بطریق العطف وجوباً نص علی المثبت والمنفی کا مقتضی ہوتا ہے۔ بناء علیہ آیتہ میں بر تقدیر ارادہ موت طبعی کے تصریح بحیوۃ مسیح بعد از واقعہ صلیب ضروری تھی۔ بعد ازاں ذکر موت طبعی چاہیے تھا یعنی یوں کہا جاتا بَلْ بَقِيَ حَيًّا ثُمَّ تَوَفَّاهُ اللَّهُ وَرَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ۔ والافصاحت و بلاغت قرآن کریم جو اعلیٰ مرتبہ اعجاز کا اس میں خلل واقع ہوگا۔ یہاں تک کلام بر تقدیر عاطفہ ہونے کلمہ بَلْ کے ہے جیسا کہ مذہب صحیح ہے اور اگر اس کو حروف ابتداء کا کہا جائے تو بھی ارادہ معنی موت طبعی کا مغل ہوگا فصاحت و بلاغت میں کیونکہ متکلم پر وقت تمیز خطا و صواب اور دھوکا نکلنے کی تصریح بہ مثبت و منفی ضروری ہے۔ ۱۲ منہ



نیز مقتضی ہے وقوع کذب کو آیت مذکورہ میں (العیاذ باللہ) کیونکہ محکی عنہ منثقی ہے بعد ملاحظہ ماضویت اضافیہ کے۔

اس تقریر سے ظاہر ہوا بطلان قول بعض نحاة کا جو قائل ہیں بانحصار کلمہ بَلُّ کے معنی انتقال ہی میں جس وقت مابعد اس کے جملہ ہو کیونکہ آیت مذکورہ جملہ افراد قصر قلب سے ہے جس میں متکلم کو مزعوم مخاطب کا ابطال مقصود ہوتا ہے۔ آپ جو بڑے زور شور سے شہادت نظائر لفظ توفی سے ارادہ معنی موت پر پیش فرماتے ہیں بعد مانع ہونے نص مذکور کے ارادہ مذکور سے مسموع نہیں ہو سکتی۔ بلکہ میں عرض کرتا ہوں کہ بالفرض اگر نص مذکور مانع نہ بھی ہو، تاہم شہادت مذکور علت موجبہ ارادہ معنی موت کے لیے مُتَوَفِّیْکَ اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِي سے نہیں ہو سکتی۔ ایک لفظ ہزار جگہ اگر ایک ہی معنی میں مستعمل ہو۔ تو بھی بعد قیام قرینہ صارفہ کے اس سے اور معنی مغائر معنی اول کے لے سکتے ہیں۔ وہ قرینہ اگرچہ حدیث ہی ہو اخبار احاد میں سے یا کوئی اور۔ ذرا غور سے ملاحظہ کیجئے کہ ہر جگہ قرآن کریم میں بعل کا معنی زوج ہے مگر اَتَدْعُونَ بَعْلًا میں بعل سے مراد بت ہے۔ اور ہر جگہ قرآن کریم میں اَسْفَ کا معنی حزن ہے۔ مگر فَلَمَّا اَسْفُونَا کا معنی فَلَمَّا اَغْضَبُونَا یعنی غصہ دلایا انہوں نے ہم کو۔ اور ہر جگہ قرآن کریم میں مِصْبَاح سے مراد کوکب ہے مگر مِصْبَاحِ جو سورہ نوری میں ہے اس سے مراد چراغ ہے۔ ہر جگہ قرآن کریم میں صَلَوة سے مراد عبادت یا رحمت ہے مگر بَيْعٌ وَ صَلَوَاتٌ وَ مَسَاجِدٍ میں صَلَوَات سے مراد اماکن یعنی مقامات۔ ہر جگہ قرآن کریم میں کنز سے مراد مال ہے۔ مگر کنز جو سورہ کہف میں ہے اس سے مراد صحیفہ ۲ علم کا ہے۔ ہر

۱ یعنی بہ نسبت ما قبل بَلُّ کے اور ماضویت بالاضافہ الی زمان النزل نخل ہے فصاحت میں ۱۲ منہ

۲ تفسیر جامع البیان میں آیت وَ كَانَ نَحْنُ كُنْزًا لَهُمَا کی تفسیر میں بعض سلف سے کہ کنز علم یعنی علم کا خزانہ منقول ہے۔ فیض عنی عنہ



جگہ قرآن کریم میں قنوت سے مراد اطاعت ہے مگر کُلُّ لَّهُ قَانِتُونَ کا معنی اقرار کرنے والے ہے۔ ہر جگہ بروج سے مراد کواکب ہیں مگر فِی بُرُوجٍ مُّشِيدَةٍ میں بروج سے مراد محل پختہ ہے۔ نظائر اس کے اور بھی بکثرت موجود ہیں۔ تفسیر اتقان وغیرہ تفاسیر سے ملاحظہ فرمائیں۔ علیٰ ہذا القیاس اکثر جگہ تَوَفَّى کا معنی قرآن کریم میں موت یا نیند ہے۔ مگر فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي میں قبضتی یا رفعتنی یا اخذتنی والیا مراد ہے۔ بقرینہ بل رَفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ کے اور ایسا ہی مُتَوَفِّيكَ سے بر تقدیر عدم تقدیم و تاخیر کے۔ بڑا تعجب ہے کہ ما نحن فیہ میں احادیث متواترہ بھی نہیں سنی جاتیں۔ ہم تو بحسب مطالعہ آپ کے نص قرآنی محکم فی المراد اور احادیث صحیحہ عرفا کشفاً جن کا کشف آپ کے نزدیک مسلم ہے یعنی محی الدین بن عربی اور جلال الدین جن کے اقوال سے الہام کے حجت ہونے کے بارہ میں آپ استشہاد پکڑتے ہیں یہ سب پیش کرتے ہیں۔ مگر آپ بھی عیسیٰ بن مریم کے لفظ سے معنی مثل کا مراد لینا بجا اورہ قرآن کریم کے نہ سہی کسی حدیث صحیح سے بغیر ما نحن فیہ کے گو کہ غریب ہی ہو دکھلائیں۔ یہ بھی نہ سہی کسی ثقہ یا غیر ثقہ کی کلام میں بغیر تعدّ رارادہ معنی حقیقی کے نشان دیوں۔ میں جانتا ہوں آپ جلدی سے لکل عیسیٰ دجال پڑھ دیں گے مگر یہاں تو کل استغراقی وصف کا منزع من الشخص کا خواہاں ہے یعنی لکل محق مبطل باقی اشعار وغیرہ میں جو اطلاق عیسیٰ کا طبیب حاذق یا معشوق وغیرہ پر آیا ہے۔ بعد تعدّ رارادہ معنی حقیقی کے ہے۔ ما نحن فیہ آپ کے نزدیک بڑی قوی دلیل تعدّ رارادہ معنی حقیقی کی مُتَوَفِّيكَ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي تھی وہ بھی نہ رہی۔ لفظ رفع اور نزول کی بھی یہی کیفیت ہے جو سن چکے ہیں۔ جلال الدین سیوطی نے جو احادیث نزول کی بیان کی ہیں تفسیر درمنثور میں ملاحظہ فرمائیں۔ اور ما قبل میں بھی گزر چکے ہیں۔

اب حدیث شیخ اکبر کی جس میں تاویل بہ مثل عیسیٰ ممکن نہیں ہے بیان کی جاتی



ہیں۔ بگوش دل بشنو، اگر دل داری۔

قال الشيخ الاكبر قدس سره الاظهر في الباب السادس والثلاثين من الفتوحات بعد سوق الاسناد مرفوعا عن ابن عمر قال كتب عمر ابن الخطاب الى سعد بن ابى وقاص وهو بالقادسية ان وجه نضلة بن معاوية الانصارى الى حلوان العراق فليغر على نواحيها فوجهه مع جماعة فاصابوا غنيمَةً وسبيًا وانقلبوا يسوقون الغنيمة والسبي حتى زهقت بهم العصور وكادت الشمس تغرب فالجاء نضلة السبي والغنيمة الى سفح الجبل ثم قام فاذن فقال الله اكبر الله اكبر فقال مجيب من الجبل كبرت كبيرا يا نضلة ثم قال اشهدان لا اله الا الله فقال هي كلمة الاخلاص يا نضلة ثم قال اشهد ان محمدا رسول الله فقال هذا هو الذى بشرنا به عيسى بن مريم وانه على راس امته تقوم الساعة ثم قال حى على الصلوة فقال طوبى لمن مشى اليها وواظب عليها ثم قال حى على الفلاح قال قد افلح من اجاب محمدا ﷺ وهو البقاء لامته ثم قال الله اكبر الله اكبر قال كبرت كبيرا ثم قال لا اله الا الله قال اخلصت الا خلاص يا نضلة حرم الله جسدك على النار قال فلما فرغ من اذانه قمنا فقلنا من انت يرحمك الله ملك ام ساكن من الجن ام من عباد الله اسمعتنا صوتك فارنا شخصك فانا وفد الله ووفد رسول الله ﷺ ووفد عمر بن الخطاب قال فانفلق الجبل عن شخص هامته كالراحي ابيض الرأس واللحية عليه طمران من صوف فقال السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، فقلنا وعليك السلام ورحمة الله و بركاته من انت يرحمك الله قال انا زريب بن بر



تملا وصى العبد الصالح عيسى بن مريم اسكننى بهذا الجبل ودعالى بطول البقاء الى نزوله من السماء فيقتل الخنزير ويكسر الصليب ويتبرأ مما نحلته النصارى ثم قال ما فعل نبى الله ﷺ قلنا قبض فبكى بكاءً طويلاً حتى خضبت لحيته بالدموع ثم قال فمن قام فيكم بعده قلنا ابوبكر قال ما فعل به قلنا قبض قال فمن قام فيكم بعده قلنا عمر قال اذا فاتنى لقاء محمد فاقراء وا عمر منى السلام وقولوا له يا عمر سدد وقارب فقد دنا الامر واخبروه بهذا لخصال التى اخبركم بها وقولوا يا عمر اذا ظهرت هذه الخصال فى امة محمد ﷺ فالهرب الهرب اذ استغنى الرجال بالرجال والنساء بالنساء وانتصبوا فى غير منا صبهم وانتموا الى غير مواليهم ولم يرحم كبيرهم صغيرهم ولم يوقر صغيرهم كبيرهم وترك الامر بالمعروف فلم يؤمر به وترك النهى عن المنكر فلم يُنه عنه وتعلم عالمهم العلم ليحلب به الدنانير والدراهم وكان المطر قيظاً وطولوا المنابرو فضضوا لمصاحف وزخرفوا المساجد واظهروا الرشى وشيدوا البناء واتبعوا الهوى وباعوا الدين بالدنيا واستسفحوا لدماء وانقطعت الارحام وبيع الحكم واكل الربا وصار التسلط فخراً والغنى عزاً وخرج الرجل من بيته وقام اليه من هو خير منه وركبت النساء السروج قال ثم غاب عنا فكتب بذلك نضلة الى سعد وكتب سعد الى عمر فكتب عمر اليه اذهب انت ومن معك من المهاجرين والانصار حتى تنزل بهذا لجبل فاذا قيته فاقره منى السلام فان رسول الله ﷺ قال ان بعض اوصياء عيسى بن مريم نزل بهذا لجبل بناحية العراق فنزل سعد فى اربعة آلاف من



المهاجرين والانصار حتى نزل بالجبل وبقى اربعين يوما ينادى بالاذان فى وقت كل صلوة فلم يجده.

ترجمہ: فرمایا ابن عمر نے کہ میرے والد عمر بن الخطاب نے سعد بن وقاص کی طرف لکھا کہ نصلہ انصاری کو حلوان عراق کی جانب روانہ کرو تا کہ وہاں جا کر مال غنیمت اکٹھا کریں۔ پس روانہ کیا سعد نے نصلہ انصاری کو جماعت مجاہدین کے ساتھ ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر بہت مال غنیمت کا حاصل کیا اور ان سب کو لے کر واپس ہوئے تو آفتاب غروب ہونے کے قریب تھا۔ پس نصلہ انصاری نے گھبرا کر ان سب کو پہاڑ کے کنارے ٹھہرایا اور خود کھڑے ہو کر اذان دینی شروع کی۔ جب اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو پہاڑ کے اندر سے ایک مجیب نے جواب دیا کہ اے نصلہ تو نے بہت خدا کی بڑائی کی۔ پھر نصلہ نے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلَهَ اِلَّا اللهُ کہا تو اسی مجیب نے جواب میں کہا کہ اے نصلہ یہ اخلاص کا کلمہ ہے۔ اور جس وقت نصلہ نے اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهُ کہا تو اسی شخص نے جواب دیا کہ یہ نام پاک اس ذات کا ہے جس کی بشارت عیسیٰ بن مریم نے ہم کو دی تھی اور یہ بھی فرمایا تھا کہ اسی نبی کی امت کے اخیر میں قیامت قائم ہوگی۔ پھر نصلہ نے حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ کہا تو مجیب نے فرمایا کہ خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جس نے ہمیشہ نماز ادا کی۔ پھر جس وقت نصلہ نے حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہا تو مجیب نے جواب دیا کہ جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس شخص نے نجات پائی۔ پھر جب نصلہ نے اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ کہا تو وہی پہلا جواب مجیب نے دیا۔ جب نصلہ نے لَّا اِلَهَ اِلَّا اللهُ پراذان ختم کی تو مجیب نے فرمایا اے نصلہ تم نے اخلاص کو پورا کیا۔ تمہارے بدن کو خداوند کریم نے آگ پر حرام کیا۔ جب نصلہ اذان سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام نے کھڑے ہو کر دریافت کرنا شروع کیا کہ اے صاحب آپ کون ہیں۔ فرشتہ یا جن یا انسان۔ جیسے اپنی آواز آپ نے ہم کو سنائی ہے اسی



طرح اپنے آپ کو دکھائیے۔ اس واسطے کہ ہم خدا اور اس کے رسول اور نائب رسول عمر بن الخطاب کی جماعت ہیں۔ پس پہاڑ پھٹا۔ اور ایک شخص باہر نکل آئے (جن کا سر مبارک بہت بڑا چمکی کے برابر تھا۔ اور سر اور ڈاڑھی کے بال سفید تھے اور ان پر دو پرانے کپڑے صوف کے تھے) اور السّلام علیکم ورحمة اللّٰہ و برکاتہ کہا۔ ہم نے وعلیکم السّلام ورحمة اللّٰہ و برکاتہ کہہ کر دریافت کیا کہ آپ کون ہیں۔ فرمایا کہ میں زریب بن برتملا وصی عیسیٰ بن مریم ہوں۔ مجھ کو عیسیٰ علیہ السلام نے اس پہاڑ میں ٹھہرایا ہے اور اپنے نزول من السّماء تک میری درازی عمر کے لیے دعا فرمائی۔ جب وہ اتریں گے تو خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور بیزار ہوں گے نصاریٰ کے اختراع سے۔ پھر دریافت کیا کہ وہ نبی صادق بالفعل کس حال میں ہیں۔ ہم نے عرض کی کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ اس وقت بہت روئے۔ یہاں تک کہ آنسوؤں سے تمام داڑھی بھیگ گئی۔ پھر پوچھا ان کے بعد کون تم میں خلیفہ ہوا۔ ہم نے جواب دیا کہ ابو بکر۔ پھر فرمایا کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ وہ وفات پا گئے۔ فرمایا کہ ان کے بعد کون تم میں خلیفہ ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ پھر فرمایا کہ محمد ﷺ کی زیارت تو مجھے میسر نہ ہوئی۔ پس تم لوگ میرا سلام عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچائیو۔ اور کہیو کہ اے عمر عدل و انصاف کر اس واسطے کہ قیامت قریب آگئی ہے۔ اور یہ واقعات جو میں تم سے بیان کروں گا ان سے عمر رضی اللہ عنہ کو خبردار کیجیو اور کہیو کہ اے عمر رضی اللہ عنہ جس وقت یہ خصلتیں محمد ﷺ کی امت میں ظاہر ہو جائیں تو کنارہ کشی کے سوا مفر نہیں۔ جس وقت مرد مردوں سے بے پرواہ ہوں اور عورت عورتوں سے اور مقرر ہوں گے اپنے منصب کے خلاف۔ اور ادنیٰ نسب والے اعلیٰ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کریں اور بڑے چھوٹوں پر رحم نہ کریں۔ اور چھوٹے بڑوں کی توقیر و عزت چھوڑ دیں۔ اور امر

۱ یعنی لوگ جس منصب کے لائق نہ ہوں گے اس پر مسلط ہوں گے۔ ۱۲



بالمعروف اس طرح متروک ہو جائے کہ کوئی اس کے ساتھ مامور نہ کیا جائے۔ اور نبی عن المنکر کو ایسے چھوڑ دیں کہ کسی کو اس سے نہ روکیں۔ اور ان کے عالم علم کی تعلیم بغرض حصول دنیا کریں اور گرم بارش ہو۔ یعنی وہ بارش جو فائدہ نہ بخشنے یا بالکل ہی بند ہو جائے۔ اور بڑے بڑے منبر بنائیں اور قرآن مجید کو نقرئی و طلائئی کریں۔ اور مسجدوں کی از حد زینت کریں۔ پھیلائیں رشوت اور پختہ پختہ مکانات بنائیں اور خواہشات کی اتباع کریں۔ اور دین کو دنیا کے بدلے بیچیں اور خونریزیاں کریں۔ اور صلہ رحمی منقطع ہو جائے اور حکم اے فروخت کیا جائے۔ اور بیاج (سود) کھایا جائے۔ اور حکومت فخر ہو جائے اور دولت مندی عزت بن جائے۔ اور ادنیٰ شخص کی تعظیم اعلیٰ کرے۔ اور عورتیں زین پر سوار ہوں۔ پھر ہم سے غائب ہو گئے۔ پس اس کو نصلہ نے سعد کی طرف لکھا اور سعد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سعد کو لکھا کہ تم اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر اس پہار کے پاس اترو جس وقت ان سے ملو میرا سلام ان کو پہنچائیو۔ اس واسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعض وصی پہاڑوں میں اترے ہوئے ہیں۔ پس سعد چار ہزار مہاجرین اور انصار کے ہمراہ اس پہاڑ کے قریب اترے اور چالیس (۴۰) روز تک ہر نماز کے وقت اذان کہتے رہے مگر ملاقات نہ ہوئی۔ اس کے بعد حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ اگرچہ ابن ازہر کی وجہ سے اسناد حدیث میں محدثین کے نزدیک کلام ہے۔ مگر ہم صاحب کشف والوں کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔ اور پھر شیخ نے باب ۳۶۰ میں حدیث نو اس بن سمعان کی ذکر فرمائی ہے جس میں ینزل عیسیٰ بن مریم بالمنارة البيضاء شرقی دمشق الخ اور جا

۱۔ یہ لفظ اگر ”ح“ کی زبر سے پڑھا جائے تو حکم بمعنی ثالث اور حاکم ہوگا۔ جس کا مطلب یہ کہ فیصلہ کرنے والے کسی لالچ اور دباؤ میں آکر انصاف چھوڑ دیں گے اور بک جائیں گے اور اگر ”ح“ پر پیش ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ فیصلوں کو دنیا کے عوض خریداجائے گا۔ بس جس نے پیسہ دیا اس نے اپنے حق میں فیصلہ کرالیا۔ فیض عنی عنہ



بجائے شیخ قدس سرہ فتوحات مکیہ میں نزول عیسیٰ بن مریم کا ذکر فرماتے ہیں۔ اور اسی فتوحات میں شیخ فرماتے ہیں کہ میں ان مضامین کی تحریر اور بیان میں بالکل معری اور خالی ہوں۔ خود خداوند کریم ان کا بیان کرنے والا ہے۔ و نیز فرماتے ہیں کہ ہذا ما حدلی رسول اللہ ﷺ۔

اب ہم بعد پیش کرنے حدیث کشفی محی الدین بن عربی صاحب کی جو باسناد اوپر لکھی گئی ہے معروض کر سکتے ہیں کہ آپ زریب بن برتملا اپنے حواری کو جس کو بشہادت حدیث مذکور آپ نے کوہ عراق میں رہنے کا حکم فرمایا تھا۔ آپ کے نزول من السماء تک ہمیں دکھلائیں۔ یا شب معراج میں قیامت کے بارہ میں جو مذاکرہ آپ کا باقی انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم صلوات اللہ وسلامہ سے ہوا ہے سنائیں۔ اس کے بعد ہم ایک اور حدیث زبدۃ العارفين رئیس المکاشفین حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی پیش کرتے ہیں۔ وقال ابن ابی حاتم حدثنا احمد بن عبد الرحمن حدثنا عبد اللہ بن ابی جعفر عن ابیہ حدثنا الربیع بن انس عن الحسن انه قال فی قوله تعالیٰ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ یعنی وفاة المنام رفعہ اللہ فی منامہ قال الحسن قال رسول اللہ ﷺ لليهود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القيمة۔ فرمایا ابن ابی حاتم نے حدیث بیان کی مجھ کو باپ میرے نے احمد سے انہوں نے عبد اللہ بن جعفر سے، جعفر نے اپنے باپ سے انہوں نے ربیع سے ربیع نے حسن سے فرمایا حسن نے بیچ قول اللہ تعالیٰ کے اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ اُٹھایا اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو نیند میں۔ اور کہا حسن نے فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو بے شک عیسیٰ فوت نہیں ہوئے وہ لوٹیں گے تمہاری طرف قبل قیامت کے اور اخراج کیا اس حدیث کو ابن جریر نے بھی۔ (تفسیر ابن کثیر اور درمنثور)

۱۔ یہ خطاب قادیانی کو ہے اگر آپ ہی مسیح موعود ہیں تو پھر یہ باتیں واضح کریں۔ فیض غنی عنہ



یونس بن عبید جو مجملہ اصحاب حسن بصری رضی اللہ عنہ میں سے ہے کہتا ہے میں نے حسن بصری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں باوجود اس کے کہ آپ نے زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پایا۔ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ انی احديث الحديث عن علي و ما تركت اسم علي في الاسناد الا لملا حظة زمان الحجاج یعنی میں بواسطہ علی کرم اللہ وجہہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتا ہوں مگر نام علی کرم اللہ وجہہ کا بلحاظ زمانہ حجاج کے ترک کر دیتا ہوں۔

مولانا علی القاری غفرہ اللہ الباری شرح نخبہ کی شرح میں فرماتے ہیں۔ قال جمهور العلماء المرسل حجة مطلقاً بناءً ا على الظاهر وحسن الظن به انه ما يروى حديثه الا عن الصحابي وانما حذفه بسبب من الاسباب كما اذا كان يروى الحديث عن جماعة من الصحابة لما ذكر عن الحسن البصرى انه قال انما اطلقه اذا اسمعه من السبعين من الصحابة وكان قد يحذف اسم علي ايضاً بالخصوص لخوف الفتنة اور شيخ الشيوخ محدثين اور صوفیہ کے شيخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ عوارف کے چھٹے باب میں فرماتے ہیں۔ قال الحسن البصرى لقد ادرکت سبعين بدریاً كان لباسهم الصوف.

**سوال:** اگر کہا جائے کہ قتادہ کہتا ہے واللہ ما حدثنا الحسن عن بدری مشافهة وما حدثنا سعيد بن المسيب عن بدری مشافهة الا عن سعد بن مالك. اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حسن بصری اور سعید بن المسيب دونوں کی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ملاقات نہیں ہوئی کیونکہ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بدری ہیں۔

**جواب:** اولاً یونس بن عبید اور ملا علی قاری کا قول جو ابھی لکھ چکا ہوں مثبت ملاقات حسن بصری کی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے ساتھ ہے اور نہ روایت کرنا حسن بصری کا بدری سے قتادہ کے



سامنے اس کو ثابت نہیں کرتا کہ حسن بصری نے کسی کے سامنے روایت بدری سے نہ کی ہو۔ اور حسن بصری کی ملاقات کسی بدری سے نہ ہو۔ کیونکہ قتادہ کہتا ہے ما حدثنا الحسن یعنی ہمارے سامنے حسن نے بدری سے روایت بطریق مشافہہ نہیں کی۔ ہاں اگر قتادہ یوں فرماتے قال الحسن ما حدثنا بدری یعنی حسن بصری نے کہا ہے کہ ہمارے سامنے کسی بدری نے حدیث بیان نہیں کی۔ یا قتادہ یوں کہتے کہ حسن بصری نے سب احادیث جو ان کو اصحاب کرام یا تابعین سے پہنچی تھیں، تمامہا جمیع طریق سے میرے سامنے بیان کیں مگر کسی بدری سے روایت نہیں کی تب البتہ ثبوت عدم ملاقات ہو سکتا تھا۔

اور ثانیاً قتادہ کے قول سے فقط نفی حدیث کی لازم آتی ہے۔ جو اخص ہے سمعت سے (کرمانی شرح صحیح بخاری) اور قاعدہ ہے کہ سلب اخص کی مفید سلب اعم کو نہیں ہوتی۔ چہ جائے کہ مفید ہو سلب اعم الا عم یعنی ملاقات کو۔ ہرگز نہیں۔ حسن بصری رضی اللہ عنہ کی روایت اور ملاقات زبیر بن العوام سے بھی ثابت ہے جن کے بدری ہونے میں کچھ شک نہیں۔ قوام الحدیث جمال الدین مزنی تہذیب الکمال میں کہتے ہیں۔ وهو اول من سل سيفاً في سبيل الله۔ روى عن النبي ﷺ روى عنه الاحنف بن قيس والحسن البصرى. اور حافظ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ حافظ زین الدین عراقی سے نقل فرماتے ہیں قال الحسن رأيت الزبير بايع عليا. اور امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ اپنی مسند میں فرماتے ہیں۔ حدثنا عبدالله قال حدثني ابي قال حدثنا عفان قال حدثنا المبارك قال حدثنا الحسن قال جاء رجل الى زبير بن العوام۔

جمال الدین مزنی تہذیب میں فرماتے ہیں۔ علی ابن ابی طالب شہد بدرا و للشاهد کلها مع رسول الله ﷺ ما خلا تبوك روى عنه ابراهيم ابن عبدالله بن حسين مرسلا و ابراهيم بن عبدالله بن عبد القاري كذا الك



و ابراہیم ابن محمد ولد علی ابن ابی طالب و الاحنف بن قیس التمیمی و ابنہ الحسن علی بن ابی طالب و الحسن البصری و ابنہ الحسن بن علی بن ابی طالب و سعید بن المسیب اس سے تعارض درمیان قول قتادہ کے کہ ماحدثنا سعید بن المسیب الخ اور عبارت قدوة الحمد ثین ابن الاثیر جامع الاصول کی اسماء الرجال میں کہ سعید بن المسیب روی عن علی کی بھی مرتفع ہو گیا۔ اس بحث کو زیادہ طول باعث ملالت ناظرین کے نہیں دیتا ہوں۔ کسی صاحب نے اگر کلام کی بعد ازاں لکھا جائے گا۔

الغرض حدیث مذکور جو حسن بصری سے مروی ہے۔ اور حافظ ابن کثیر نے باسناد صحیح ذکر کی ہے۔ یعنی قال رسول الله ﷺ لليهود ان عيسى لم يمت وانه راجع اليكم بوضاحت تامہ نص بل رَفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ كِي اور ایسا ہی وَاِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الْخِ اور وَاِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلسَّاعَةِ كِي تفسیر فرما رہی ہے۔ ناظرین کو بخوبی معلوم ہو چکا ہے کہ عقیدہ اجماعیہ نصوص قرآنیہ سے علی حسب تفسیر قرآن بالقرآن اور مطابق تفسیر القرآن بالا حدیث الصحیحہ ثابت ہے وَمَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ اور وَاِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ كَامفاد حسب تقریر جناب مرزا صاحب یہ نکلا کہ ہر ایک اہل کتاب کو ایمان بہ بیان مذکورہ بالا حاصل ہے یعنی ہر ایک جانتا ہے کہ ہم عیسیٰ علیہ السلام کے مقتول ہونے میں مشکک ہیں۔ اس تقریر میں (جانتا ہے اور ایمان رکھتا ہے) ترجمہ لِيُؤْمِنَنَّ کا ہوا۔

ناظرین انصاف فرمائیں کہ مضارع مؤکد بہ لام اور نون تاکید کے (ثقیلہ ہو یا خفیفہ) محاورہ قرآن کریم میں الْحَمْدُ سے وَالنَّاسِ تِك معنی استقبال میں ہی مستعمل ہے۔ ایک جگہ بھی بمعنی حال یا ماضی کے نہیں آیا۔ نَظَارَ لِيُؤْمِنَنَّ كے قرآن کریم سے ملاحظہ

۱۔ حضرت خواجہ فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے رسالہ فخر الحسن میں ثابت کیا ہے کہ حضرت حسن بصری کی ملاقات حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے ہوئی۔ فیض عنی عنہ



فَرَاوِي - لَتُؤْمِنَنَّ بِهِ. وَلَتَنْصُرُنَّهُ لَا تَخِذَنَّ. وَلَا ضِلَّيْنَهُمْ. وَلَا مَنِيْنَهُمْ. لَا قُعْدَنَّ. لَا تَيْنَنَّ. لَا مَلْنَنَّ. لَتَعُوْذَنَّ. لَنُخْرِجَنَّكَ. لَا قَطْعَنَّ. لَا صَلْبَنَّ. لَتُؤْمِنَنَّ لَكَ. وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ. لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ. لَيَسْجُنَنَّ. وَلَيَكُوْنُنَا. لَيَسْجُنُنَّهُ. لَا زِيْدَنَّكُمْ. وَلَنَصْبِرَنَّ. وَلَنُسَكِنَنَّكُمْ. لَا زَيْنَنَّ. لَا غَوِيْنَ. لَتُسْأَلَنَّ. وَلَيَبِيْنَنَّ لَكُمْ. فَلَنُحْيِيْنَهُ. وَلَنَجْزِيْنَهُمْ. لَا حَتِيْكَنَّ. لَتَخِذَنَّ عَلَيْهِمْ. لَا جِدَنَّ. لَا رُجْمَنَّكَ. لَنَحْشُرَنَّهَمْ. لَنُحْضِرَنَّهَمْ. لَنَنْزِعَنَّ. وَلَا صَلْبَنَّكُمْ. وَلَتَعْلَمَنَّ. لَا كِيْدَنَّ. لِيُدْخِلَنَّهَمْ. لَا جَعْلَنَّكَ. لَتَكُوْنَنَّ. لَا عَذِيْبَنَّهُ. لَا ذُبْحَنَّهُ. لَيَا تِيْنِيْ. لَنُنَجِّيْنَهُ. لَيَا تِيْنَهُمْ. لَيَقُوْلَنَّ. لَيَقُوْلَنَّ. لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ. وَلَنَبْلُوْنَنَّكُمْ. لَنَسْفَعًا. آپ ایک جگہ بھی قرآن کریم سے نہ سہی کسی اہل لسان کے کلام میں ہی دکھلائیں کہ مضارع مؤکد بہ لام و نون ثقیلہ یا خفیفہ معنی حال یا ماضی میں مستعمل ہو۔ دوسرا قَبْلَ مَوْتِهِ کا جو آپ نے معنی کیا ہے کسی جگہ قرآن کریم میں قَبْلَ مَضَافِ اور مَوْتِهِ مَضَافِ الیہ کے مابین لفظ اَنْ یُؤْمِنُوْا یا لفظ اَیْمَانِ کا مقدر مراد ہو۔ اس کی نظیر بھی دکھلائیں۔ کیونکہ آپ محاورہ قرآنیہ پر چلنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اب اس مقام پر اتباع ابن عباس اور استشہاد حدیث صحیح بخاری کو آپ نے بالائے طاق رکھ دیا۔ یہ تقریر مرزا صاحب کی چونکہ الہامی ہے۔ لہذا مؤلف رسالہ اعلام الناس فاضل امر وہی صاحب کو بھی بہ مجبوری تسلیم کرنی ہوگی۔ بحسب تقریر ہذا مرجع ضمیر قَبْلَ مَوْتِهِ کا عیسیٰ بن مریم ہی ہے حصہ دوم، اعلام الناس صفحہ ۵ سطر ۱۰ فاضل امر وہی صاحب کو تو جناب مرزا صاحب نے اور آپ کو محاورہ قرآنیہ نے صاف جواب دے دیا۔ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُوشِكَنَّ اَنْ يُّؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهِ۔



ناظرین پر بطلان تقریر مرزا صاحب بشہادت قرآن کریم ظاہر ہو گیا ہوگا۔ معنی آیت کا حسب محاورہ قرآن مجید وہی ہے جو ابو ہریرہ اور ابن عباس اور سب مفسرین نے لکھا ہے۔ اور دوسرا معنی جو ابن عباس سے مروی ہے غالباً جملہ مباحثات یومیہ سے اور احتمال مرجوح نظم ذوالوجوہ کا ہے۔ لِيُؤْمِنَنَّ کے مستقبل ہونے میں تو سب متفق ہیں مگر ارجاع ضمائر میں اختلاف رکھتے ہیں۔ پہلے اس کے بشہادت سیاق ترجیح ابن کثیر کی اسی معنی کو ذکر کر چکا ہوں (کہ نہیں کوئی اہل کتاب میں سے مگر ضرور ہی ایمان لائے گا مضمون بالا کے ساتھ یعنی مسیح کا مرفوع ہونا آسمان کی طرف اور یہود کے ہاتھ میں مقتول اور مصلوب ہونا) قبل از موت اپنی کے۔ یعنی جتنے یہود نزول مسیح بن مریم کے وقت موجود ہوں گے وہ سب خلاف پہلے عقیدہ اپنے کے ایمان بہ مضمون بالا لائیں گے مطابق پیشین گوئی اس آیت کے ہم کو ایمان ہے کہ فرقہ مرزائیہ بھی بروقت نزول مسیح کے اگر موجود رہا تو ضرور ہی اہل کتاب کی طرح ایمان بہ مضمون بالا لائے گا۔

باقی رہا اعتراض مرزا صاحب کا اس معنی پر جس معنی کو ابو ہریرہ اور ابن عباس وغیرہ مفسرین نے کیا ہے کہ بنا بریں معنی کذب آیت میں لازم آئے گا۔ سنئے حضرت! آیت میں چونکہ **إِلَّا بَعْدَ نَفْسِي** کے واقع ہوا ہے یعنی **إِنْ، وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ** میں بمعنی نفی ہے اور **إِلَّا** اس کے بعد۔ تو بناء بر قاعدہ مسلمہ کہ استثناء منفی سے مفید اثبات ہوتا ہے۔ آیت مذکورہ بھی کلام ایجابی بنی۔ اور ثبوت ایک شے کا دوسری چیز کے لیے چاہتا ہے کہ مثبت لہٰذا یعنی وہ دوسری چیز پہلے موجود ہو۔ اب مطابق قاعدہ مسلمہ آیت مذکور میں ایمان لانا انہیں اہل کتاب کے لیے ہوا جو اس وقت موجود ہوں گے۔ غیر موجودہ تو محکوم علیہ ہی نہیں۔ پھر کذب کہاں۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۸ پر علماء کو مرزا صاحب باعث لاحل سمجھنے اس اعتراض کے شرمندہ اور بے زبان لکھتے ہیں۔ اور بعد ازاں اس معنی ابو ہریرہ اور ابن عباس اور مفسرین پر



بعلاوہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ احادیث صحیحہ بتلا رہی ہیں کہ مسیح کے دم سے اس کے منکر خواہ وہ اہل کتاب ہوں یا غیر اہل کتاب کفر کی حالت میں مرے گئے۔ تو یہ معنی بھی جو پیش کیے گئے ہیں۔ بہ بداہت فاسد ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ احادیث کا مفاد یہی ہے کہ وتكون الملل ملة واحدة یعنی مسیح کے زمانہ میں کوئی ملت بغیر اسلام کے نہ رہے گی۔ یہ جب ہی ہوتا ہے کہ کوئی منکر اور کافر نہ رہے۔ جو موجود رہیں سب ایمان لائیں۔ اس میں کونسا فساد ہے۔ مثلاً اگر کہا جائے۔ عرب شریف میں حجۃ الوداع کے بعد کوئی نہ رہا کہ مشرف باسلام نہ ہوا ہو۔ تو صحیح اور درست ہوگا اور صورت اس کی یہی وقوع میں آئی کہ منکر اور کافر مارے گئے اور موجودہ مشرف باسلام ہوئے۔ احادیث صحیحہ میں فقرہ وتكون الملل کلها ملة الاسلام اور ترتع الاسود مع الابل اور والنمار مع البقر اور والذئاب مع الغنم اور يلعب الصبيان بالحيات وغيره وغيره جو قطعاً زمانہ حال میں متحقق نہیں۔ آپ کو مسیح موعود ہرگز نہیں بننے دیتے۔

**سوال:** فقرہ وتكون الملل کلها ملة الاسلام کو معارض ہے آیت وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً. وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ وَلِذَلِكَ خَلَقَهُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ  
○ چنانچہ فاضل امر وہی صاحب اعلام الناس میں لکھتے ہیں۔ کیونکہ بحسب مقتضی اس آیت کے کسی زمانہ میں اتفاق ایک ملت پر ممکن نہیں۔

**جواب:** اس فقرہ حدیث صحیحہ کو بوجہ عدم قبول تاویل کے حسب مطلب اپنے کے آپ کا ثنا چاہتے ہیں۔ آیت میں استثناء إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ موجود ہے۔ اور استثناء زمانیات کا مستلزم ہے استثناء زمان کو۔ لہذا مسیح کے وقت سب کا مرحوم ہونا اور سب کا متفق ہونا ملت واحدہ پر ممکن ہوگا۔ ضروری امر بمقتضی آیت کے صرف اتنا ہی ہے کہ اختلاف فی الجملہ اور جہنم کا بھر



دینا متحقق ہو۔ ہاں۔ اگر بعد لَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ کے إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ نہ ہوتا تب بوجہ اختلاف دائمی کے زمانِ مسیح کا اتفاقی ہونا ناممکن تھا۔ تعجب ہے کہ بایں ہمہ انہیں احادیث بخاری سے آپ اپنا حلیہ ثابت کرتے ہیں۔ کیونکہ آپ اور اتباع آپ کے فرماتے ہیں کہ حلیہ مرزا صاحب کا گندمی رنگ۔ سیدھے بال یعنی گھونگر والے نہیں۔ کندھوں کے قریب کانوں کی لُو کے نیچے تک لٹکے ہوئے۔ صحیح بخاری میں لکھا ہے۔ ارانی اللیلة عند الکعبة فی المنام فاذا رجل آدم کا حسن ما تری من آدم الرجال تضرب لمتہ بین منکبہ رجل الشعر الخ اور اسی صحیح بخاری میں اس کے قریب ہی مسیح اول یعنی صاحب انجیل کا حلیہ یہ لکھا ہے۔ سرخ رنگ اور گھونگر والے بال۔ چوڑا سینہ۔ فَاَمَّا عِيسَى فاحمر جعد عریض الصدر۔

ناظرین! یہ مغالطہ بھی قابل غور ہے۔ سرخی اور گندمی رنگت دونوں کا راوی ابن عباس ہی ہے۔ ایسا ہی گھونگر والے اور غیر گھونگر والے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ مسیح ابن مریم کی رنگت سرخی مائل سفیدی تھی۔ ایسا ہی بالوں میں جعودہ غیر تامہ یعنی تھوڑے گھونگر والے۔ ایسی صورت میں سرخ رنگ بھی کہنا درست ہے اور گندمی رنگ بھی۔ ایسا ہی گھونگر والے اور غیر گھونگر والے۔ بخاری میں جو عن مجاهد عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ رأیت عیسیٰ و موسیٰ و ابراهیم فاما عیسیٰ فاحمر جعد عریض الصدر آیا ہے۔ خطا بخاری کی ہے۔ فی الواقع عن مجاهد عن ابن عباس الخ ہے۔ دیکھو اخراجات محمد بن کثیر اور اسحاق بن منصور سلولی اور ابن ابی زائدہ اور یحییٰ بن آدم وغیرہ کے۔ عینی بخاری اور مشکوٰۃ میں۔ وعن ابن عباس عن النبی ﷺ رأیت لیلة اسری بی موسیٰ رجلا آدم طوالا جعدا کانه من رجال شنوة و رأیت عیسیٰ رجلا مربوع الخلق الی الحمرة والبیاض سبط الرأس الخ متفق علیہ۔ اس حدیث



میں ابن عباس ہی سرخی سفیدی سے ملے ہوئے اور غیر گھونگر والے بلحاظ نفی کمال کے بیان فرماتے ہیں۔ اب یہ احتمال (کہ عیسیٰ احمر اور عیسیٰ آدم یعنی گندم گوں اور) اس لیے نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت ﷺ بحسب دونوں روایت کے من جملہ واقعہ اسراء یعنی معراج کا ذکر فرماتے ہیں۔ جس کے پہلے بروایت مسلم عن جابر ان رسول الله ﷺ قال عرض علی الانبیاء مذکور ہے۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ اسی عیسیٰ کا ذکر ہے جو سلک انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام میں مثل موسیٰ و ابراہیم کے داخل ہے نہ ذکر خیر مثل عیسیٰ یعنی مرزا صاحب کا۔ ورنہ آپ ﷺ فرماتے، دیکھا میں نے عیسیٰ اور مثل ان کا (یعنی مرزا صاحب کو) اپنے اپنے حلیہ کے ساتھ۔ اس صورت میں ضروری تھا کہ بعد ذکر عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے مثل عیسیٰ کو بلفظ عیسیٰ استعارہ کے طور پر ذکر نہ کیا جاتا۔ کیونکہ موجب خلط اور اشتباہ کا ہے بیان مقصود میں جو منافی ہے فصاحت اور بلاغت کے۔ باقی رہی روایت ابن عمر ارانی اللیلۃ الخ اور انہیں کی دوسری روایت بلفظ بینا انا نائم الخ بخاری۔ تقریر مذکور سے وجہ بیان گندم گونی اور ایسے ہی حلف اٹھانے ابن عمر کی نفی حمرة پر یعنی حمرة کاملہ ناظرین کو معلوم ہو سکتی ہے۔ ابن عمر کا قول اس حدیث میں لا والله صاف دلالت کرتا ہے اوپر وحدہ ما نسب الیہ الحمرة و الأدمة ورنہ نفی کی کوئی وجہ نہیں بلکہ واجب تھا کہ فرماتے وہ سرخ رنگت والا اور شخص ہے اور گندم گوں اور۔ اس تقریر سے ناظرین معلوم کر چکے ہوں گے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام بھی ایک ہی مسیح بن مریم کا ذکر فرماتے اور سنتے رہے ہیں۔ اور انہی عیسیٰ کو بہ نص محکم بَلْ رَفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ کے جیسا کہ بیان کر چکا ہوں مرفوع علی السماء اور انہی کو دوبارہ نازل من السماء مانتے رہے ہیں۔ پس وہم امر وہی صاحب کا اعلام الناس میں مرزا صاحب کے حلیہ کے بارہ میں جو بخاری کی حدیث سے ثابت کرتے ہیں اس تطبیق سے دفع ہو گیا۔



**سوال:** اور نسب مرزا صاحب کا صحیح مسلم وغیرہ میں لکھا ہوا فرماتے ہیں ص ۵۴ لو كان العلم معلقا بالثريا لنا له رجل من ابناء فارس.

**جواب:** اولاً: متفق علیہ شیخین کی حدیث میں اس طرح مذکور ہے۔ قال فوضع النبی ﷺ یدہ علی سلمان ثم قال لو كان العلم الخ یہ حدیث آپ نے سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ مبارک رکھ کر فرمائی۔ جس سے سلمان فارسی کا مصداق ہونا اس حدیث کا ثابت ہوتا ہے۔ اور ثانیاً اگر بلحاظ جمعیت لفظ رجال اور ہؤ لاء کی جنس مراد ہو تو بھی اہل فارس ہی کو شامل ہوگی۔ جناب مرزا صاحب نے تو ایام اصلاح میں اپنا سمرقندی الاصل ہونا ثابت کیا ہے۔ اور سمرقند خراساں سے ہے نہ کہ فارس سے۔ جن کو کچھ بھی مہارت جغرافیہ وغیرہ میں ہے ان پر ظاہر ہے۔ اور ثالثاً اگر مراد رجل میں ہؤ لاء سے عجم لیے جائیں بلحاظ اُمیین کے پھر بھی لَوْ كَانَ الْعِلْمُ فِي الْعِلْمِ مَعْرَفٌ بِاللَّامِ سے مراد علم مطابق بکتاب و سنت ہے نہ مخالف ان کے۔ اور رابعاً بعد فرض تسلیم تطابق مسئلہ مسیح میں حدیث مذکور سے فقط تحصیل علم۔ بہر صورت اس شخص کے لیے ثابت ہوتی ہے نہ یہ کہ وہ شخص مسیح موعود ہو۔

**سوال:** پھر امر وہی صاحب صفحہ مذکور میں من جملہ علامات موعود کے جو مرزا صاحب میں موجود ہیں ابطال دین نصرانیت اور اس کے آثار کا مٹا دینا ذکر کرتے ہیں۔

**جواب:** آج بتاریخ ۱۵ شعبان ۱۳۱۷ھ تک بالکل دین نصرانیت کا مٹ جانا متحقق نہیں ہوا۔ اور مسیح موعود عرصہ سے آچکے ہیں۔

**سوال:** پھر امر وہی صاحب موصوف ص ۵۵ پر اس حدیث کے ٹکڑے یعنی لیدعون الی المال فلا یقبلہ احد سے مراد مرزا صاحب کو ٹھہراتے ہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب نے بذریعہ اشتہارات کے روپیہ دینے کا وعدہ مخالفین اسلام کو فرمایا اور کسی نے قبول نہ کیا۔

**جواب:** حدیث میں تو فلا یقبلہ احد مذکور ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح موعود کے



زمانہ میں چونکہ سب لوگ اہل اسلام ہی ہوں گے۔ اور سب کو رغبت عبادت کی بغایت درجہ ہوگی اور سب تارک دنیا اور زاہد ہوں گے۔ چنانچہ اس پر فقرہ حتیٰ تكون السجدة الواحدہ خيراً من الدنيا وما فيها شاہد ہے۔ اس لیے وہ مسلمان زاہد عابد دنیا کو قبول نہ کریں گے۔ نہ یہ کہ مخالفان اسلام بھی موجود ہوں گے اور ان کو بمقابلہ اظہار حقیقت اسلام بذریعہ اشتہارات روپیہ دینے کا وعدہ دیا جائے گا۔ اور وہ قبول نہ کریں گے۔ ناظرین کو یہ بھی خیال نہ رہے کہ اسلام فی نفسہ ایسا امر حق مطابق للواقع ہے کہ قیامت تک کوئی مخالف اس کی غیر حقیقت کو ثابت نہیں کر سکتا۔ اس میں محتاج زید عمرو کی طرف نہیں جیسا کہ فقرہ حدیث مسلم کا (ظاہرین الی یوم القیامة) اس پر شاہد ہے۔ اب ہر ایک شخص بیان کنندہ حقیقت اسلام بالبراہین والحجج مسیح موعود نہیں ہو سکتا۔ إلا بعد از تحقق علامات جو احادیث میں مذکور ہیں۔

**سوال:** آیت سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا۔ آسمان پر چڑھنے اور اس سے اترنے کی تکذیب کر رہی ہے۔

**جواب:** ہاں بے شک۔ مگر حسب استنباط آپ کے۔ جناب عالی! سیاق آیت کا بھی خیال فرمائیں۔ وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّجِيلٍ وَعَيْنٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَافَ لَهَا تَفْجِيرًا ط أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمَتْ عَلَيْنَا كِسْفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا. أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرٍ أَوْ تَرْقَى فِي السَّمَاءِ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّى تُنَزَّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَقْرَهُ ه ط قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا ۝ آیت سُبْحَانَ رَبِّيَ جو جواب میں کفار کے واقع ہوئی ہے۔ اگر دلالت کرتی ہے امتناع صعود اور نزول جسمی پر جیسا کہ جناب نے سمجھا ہے۔ تو چاہیے کہ جتنے امور قول کفار میں مذکور ہیں







تمہارے کی فرمائے ورنہ کچھ محل جبر اور شکایت کا نہیں۔ میرا کام فقط تبلیغ اور رسالت ہے۔  
مجھ کو اسی میں مشغول رہنا چاہیے۔ اور مسئلہ کی طرف متوجہ ہونا اپنے منصب سے گویا باہر  
جانا ہے۔

ناظرین پر ظاہر ہو چکا ہوگا کہ مضمون ہذا جو مدلول آیت ہے یہ کہاں اور امتناع  
امور مذکورہ کہاں۔ بلکہ اسی آیت میں فقرہ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُقَيْكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا  
دلالت صراحتہ کر رہا ہے اس پر کہ کفار بھی آپ کے آسمان پر جانے کو ممتنع نہیں سمجھتے تھے۔  
لہذا اَوْتَرَقِي فِي السَّمَاءِ پراکتفانہ کی بلکہ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُقَيْكَ کو بھی ساتھ منضم  
کیا۔ ہادی ہدایت کرے۔ (تفسیر ابن کثیر)

### زمین پر نزول ملائکہ کا ثبوت اور ملائکہ کو ارواح کو اکب ماننے کی تردید

**سوال:** آية هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ  
وَقُضِيَ الْأَمْرُ أَوْ أَيْسَاءِ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ  
أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ  
تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا صاف خبر دے رہی ہیں موضوع  
ہونے حدیث دمشق کے اوپر۔ کیونکہ بعد نزول ملائکہ کے اتمام حجت ہو جاتا ہے۔ پھر کسی کا  
ایمان لانا مفید نہیں ہوتا۔ اور حدیث دمشق میں نزول مسیح ملائکہ کے کندھے پر ہتھیلی رکھے  
ہوئے مذکور ہے۔ جس کو آیات مذکورہ بالا تکذیب کر رہی ہیں۔ اور ایسا ہی آیت وَقَالُوا لَوْلَا  
أَنْزَلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ وَلَوْ أَنْزَلْنَا مَلَكَ لَقُضِيَ الْأَمْرُ ثُمَّ لَا يُنظَرُونَ. وَلَوْ جَعَلْنَاهُ  
مَلَكَ لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبَسُونَ دال ہے۔ اوپر اس کے کہ نزول اور



چلنا ملائکہ کا بنی آدم کی ہیئت پر عادتِ الہیہ سے نہیں۔ اور اگر فرشتہ زمین پر اترے بھی اور زمین پر چلے پھرے اور مشہور خواص و عوام ہو تو بالضرور خواص اور لوازم آدمیوں کے اس میں ہونے چاہئیں۔ جب ایسا ہو تو پھر وہی لبس اور اشتباہ بحال خود باقی رہے گا۔ اور وہ سوال ان کا بے جواب۔ یہ ترجمہ ہے ایام<sup>لصلح</sup> کی عبارت کا۔

**جواب:** هَلْ يَنْظُرُونَ سے اَوْ كَسَبَتْ فِي اِيْمَانِهَا خَيْرًا تک ذکر ہے یوم حشر کا اور بعض اشراط ساعت کا۔ جس وقت ایمان لانا نافع نہ ہوگا یعنی نزول ملائکہ بعد پھٹ جانے آسمان کے اور حق سبحانہ و تعالیٰ کا نزول بادلوں کے سایوں میں جو یوم الحشر میں متحقق ہوگا۔ بدلیل وَيَوْمَ تَشَقُّقُ السَّمَاءِ بِالْغَمَامِ وَنُزُلِ الْمَلٰٓئِكَةِ تَنْزِيْلًا اور بعض اشراط ساعت مثل طلوع الشمس من المغرب جو قبل از قیامت ظہور میں آئیں گے۔ کیا یہ کفار ان امور کے منتظر ہو رہے ہیں۔ یہ مضمون مفصل تفسیر ابن کثیر میں بشہادت احادیث صحیحہ مذکور ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ باقی رہی آیت وَلَوْ اَنْزَلْنَاهُمْ لَا يَنْظُرُونَ تک یہ دلالت امتناع نزول ملائکہ پر دنیا میں کسی خدمت خداوندی کے لیے نہیں کرتی۔ بلکہ مفاد اس کا یہ ہے کہ اگر حسب اقتضاء کفار کے رسول ملکی بھیجیں اور کفار کو بحالت کفر پائیں۔ تو فیصلہ ہو جائے گا۔ یعنی کفار کو ہلاک کر دیں گے۔ شاہد اس کی دوسری آیت ہے۔ مَا نَنْزِلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْا اِذَا مُنْظَرِيْنَ۔ ایسا ہی یہ آیت يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰٓ يَوْمَئِذٍ لِلْمُجْرِمِيْنَ و قوله تعالى وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا اِنْ مَطْلَبُ اس سے یہ ہے کہ رسول ملکی اگر بھیجیں تو بالضرور برعایت انتقاع اور استفادہ کے بصورت بشری نازل ہوگا۔ اور اگر ایسا ہو تو پھر بھی مقصود یعنی دفع اشتباہ حاصل نہ ہوگا۔ آپ کی اس تیز طبعی کے مطابق تو کتنی ہی آیات اور احادیث صحیحہ میں تناقض غیر مندفع پیدا ہوگا۔ آپ ازالہ اور ایام<sup>لصلح</sup> میں انہیں آیات سے استدلال پکڑ کر نزول ملائکہ سے زمین پر منکر ہیں۔ اور ملائکہ کو ارواح کو اکب



قرار دیا ہے۔ حضرت جی! سنئے! فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا. اور ایسا ہی هَلْ أَتَكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ اور ایسا ہی اِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ اَلَنْ يَكْفِيَكُمْ اَنْ يُمَدَّ كُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ اَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنَزَّلِينَ. بَلَى اِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُمْ مِّنْ فُورِهِمْ هَذَا يُمَدِّدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ. اور ایسا ہی وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِئِي بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذُرْعًا وَقَالَ هَذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ. وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ اِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ قَالَ يَقَوْمِ هَؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ. قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا لَنَا فِي بَنَاتِكُمْ مِنْ حَقٍّ وَّ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ. قَالَ لَوْ اَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةٌ اَوْ اِوِي اِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ.

ان سب آیات قرآنی میں آپ کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔ آیا یہ آیات قرآنی ہیں یا نہیں؟ اور نزول ملائکہ اور چلنا پھرنا ان کا زمین پر ثابت کر رہی ہیں یا نہیں؟ بزعم آپ کے یہ ارواح کواکب زمین پر اتریں تو کواکب آسمان سے کیوں نہ گریں۔ یا متغیر نہ ہوں۔ جسم بلا روح کیسے قائم رہ سکتا ہے۔ آپ فرماویں یہ متمثل بصورت بشری مریم کے نزدیک آنے والا۔ اور یہ جو تین ہزار اور پانچ ہزار موٹے گھوڑوں پر سوار تھے۔ اور یہ مہمان ابراہیم اور لوط علیہما السلام کے۔ اور وہ خوش شکل جس پر اثر سفر کا معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اور سب حضار مجلس نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام اس سے ناواقف تھے جیسا کہ بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابی داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ میں مذکور ہے کہ اس کے بارہ میں آپ نے فرمایا فانہ جبرائیل علیہ السلام اتاکم یعلمکم دینکم اور بخاری میں ابن عباس سے ہے کہ قال قال رسول الله ﷺ یوم بدر هذا جبرائیل اخذ برأس فرسه علیه اداة الحرب یعنی آپ نے بدر کے روز فرمایا کہ یہ جبرائیل ہیں مسلح کھڑے ہوئے اور گھوڑے کو پکڑے ہوئے۔ اور



وہ معلم جس نے آنحضرت ﷺ کو امام بن کر تعلیم کیفیت نماز کی اور رمضان میں آپ کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتا تھا۔ اور وہ گھوڑے کا سوار جس کو فرعون کے لشکر نے دیکھا اور سامری نے خاک اس کے گھوڑے کے قدموں کی اٹھائی۔ اور وہ شخص جو صورت وحیہ صحابی میں آتا تھا۔ اور ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ یا صدیق اکبر کو فرمایا کہ یہ جبرائیل ہے۔ اور تم کو سلام دیتا ہے۔ اور وہ فرستادہ جو اہل طائف کے ایذا دینے کے وقت کہتا تھا کہ اے محمد ﷺ تیرا خدا فرماتا ہے کہ اگر تو چاہے تو میں اس پہاڑ کو ان کے سر پر پھینکوں وغیرہ وغیرہ۔ کیا یہ سب ارواح کو اکب تھے؟ ”خدا راتر سے و مصطفیٰ راحیائے“ قرآن کریم کو کسی سمجھ والے سے پڑھنا چاہیے۔ تاکہ ایک آیت کو حسب زعم اپنے کے معنی مفید مطلب پر دال ٹھہرا کر آیات اور احادیث میں تناقض پیدا نہ کریں۔

**سوال:** آیت وَمَنْ نَعْمَرُهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ دال ہے وفات عیسیٰ پر۔ کیونکہ حسب مفاد اس آیت کے جو شخص اسی (۸۰) یا نوے (۹۰) سال کو پہنچتا ہے اس کو نکوس اور واژگونی بہ نسبت پہلی حیاتی کے پیدا ہوتی ہے۔ تو کیسا حال ہوگا اس شخص کا جو دو ہزار سال تک زندہ رہے۔ (ایام الصلح)

**جواب:** اسی (۸۰) یا نوے (۹۰) سال کی قید جو آپ نے لگائی ہے یہ کون سے کلمہ قرآنی کا مدلول ہے۔ برائے خدا تحریف کلام الہی سے باز آئیں۔ آپ نے آیت وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا قرآن کریم میں نہیں دیکھی۔ اگر وَمَنْ نَعْمَرُهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ کا مفہوم اسی (۸۰) یا نوے (۹۰) سال تک عمر کے محدود ہونے کا ہے تو پھر یہ آیت وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا تک اصحاب کہف کو کس طرح سلا رہی ہے۔ اور نوح علیہ السلام کی عمر ایک ہزار چار سو سال (۱۴۰۰) اور حضرت آدم علیہ السلام کی عمر نو سو تیس سال (۹۳۰) اور حضرت شیث علیہ السلام کی نو سو بارہ سال (۹۱۲) اور حضرت ادریس



ﷺ کی تین سو چھپن سال (۳۵۶) اور حضرت موسیٰ ﷺ کی ایک سو بیس سال (۱۲۰) اور حضرت ابراہیم ﷺ کی دو سو تیس سال (۲۲۳)۔ کیسے مدلول آیت قرآنی وقوع میں آئے۔ یہ سب کمال تیزی، فہم اور طلاقیت لسانی کا ہے۔ ہادی ہدایت کرے۔

**سوال:** آیت وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّىٰ وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمَرِ دال ہے۔ وفات عیسیٰ پر۔ کیونکہ کسی جگہ میں وَمِنْكُمْ مَنْ صعد الى السماء بجسده العنصری ثم يرجع فی اخر الزمان وارد نہیں ہوا۔ فقط دونوں ہی امر کا ذکر ہے۔ اب اگر صعود الى السماء بھی مانا جائے تو حصر آیت باطل ہوتا ہے۔

**جواب:** مسیح بن مریم اس آیت کے دو شق میں سے وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمَرِ میں داخل ہے۔ اور ارذل العمر کے لیے حد معین نہیں نہ منصوصی اور نہ عقلی۔ تاکہ اس سے متجاوز ہونا موجب موت کا ہو۔ علماء طبعین نے جو تحدید کی ہے اس کو شیخ اکبر اپنے کشفی طریق سے فتوحات میں رد فرماتے ہیں۔ مضمون ان کے قول کا یہ ہے کہ اگر جو کچھ علم طبعی میں ہمارے اوپر مکشوف ہوا ہے علماء طبعین کو معلوم ہوتا تو ہرگز عمر طبعی انسان کی محدود بہ حد معین نہ کہتے۔ امید ہے کہ آپ کشفی دلیل کو تو مان ہی لیں گے۔ باقی رہا مسیح کا آسمان پر جانا۔ سو یہ حالات متوسط بین الولادت اور بین الوفات سے ہے۔ حالات متوسطہ کا اگر ضروری سمجھا جائے تو چاہیے کہ عدم ذکر واقعہ صلیب بھی جیسا کہ مزعوم جناب کا ہے یعنی مسیح کو صلیب پر دیا جانا مانتے ہیں۔ موجب بطلان حصر آیت ہو۔ اور اگر یہ عدم ذکر موجب بطلان حصر نہیں تو ایسا ہی عدم ذکر صعود علی السماء (جو حالات متوسط سے ہے) بھی مغل حصر آیت نہیں ہو سکتا۔ ہادی ہدایت کرے۔



تسبیح و تقدیس بھی اکل و شرب کی طرح باعثِ حیات ہو سکتی ہے

**سوال:** آیت وَمَا جَعَلْنَا هُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ اور ایسے ہی كَانَا يَا كُلَّانِ الطَّعَامَ نص صریح ہے موتِ عیسیٰ پر کیونکہ صریح معلوم ہوتا ہے کہ مایہ حیات انبیاء کا بھی مثل باقی افراد بشری کے طعام ہی ہے تو پھر آسمان پر زندہ رہنا مسیح کا اتنی مدت بغیر خورد و نوش کے کیسے ہو سکتا ہے؟

**جواب:** آیت مذکورہ سے مایہ حیات طعام کا ہوتا ہے۔ طعام کے معنی ما یطعم کے ہیں۔ جو طعام اور غذا ہو کر مایہ حیات بنے۔ طعام کا معنی گیہوں جو وغیرہ خوب نہیں۔ بلکہ یہ بھی من جملہ افراد طعام میں سے ہیں۔ آپ نے حدیث وَأَيْكُم مِثْلِي إِنِّي أَبِيْتُ يُطْعَمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي۔ متفق علیہ سنی ہوگی۔ وہ خدا کے ہاں بغیر گندم اور جو وغیرہ خوب ارضی کے کسی اور چیز کی خورد و نوش سے خبر دے رہی ہے۔ آنحضرت ﷺ فرما رہے ہیں کہ میں تمہاری طرح مرغِ آب و دانہ نہیں ہوں کہ ما کولات معتادہ ہی میری حیات کا ذریعہ ہوں۔ رات گزارتا ہوں۔ اور میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اور ایسے ہی وہ حدیث جس کو ابوداؤد اور احمد حنبلی اور طیالسی نے روایت کیا ہے۔ فكيف بالمؤمنين يومئذ. فقال يجزئهم ما يجزئ اهل السماء من التسبيح والتقدیس. راوی حدیث آنحضرت ﷺ سے پوچھتا ہے کہ یا رسول اللہ کیسا حال ہوگا جس دن دجال کے ہاتھ میں طعام ہوگا۔ آپ نے فرمایا جس طرح آسمان پر رہنے والوں کا مایہ حیات ذکر الہی تسبیح اور تقدیس ہے اسی طرح مؤمنین بھی سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ کا ذکر کریں گے اور یہی ذکر ان کا طعام اور مایہ حیات ہوگا (انجیل متی اور لوقا۔ باب ۴ درس ۴۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے لکھا ہے) اس لفظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحف انبیاء گذشتہ میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح پر مرقوم ہے کہ خاصانِ خدا کے بدن میں کلام ربانی وہی تاثیر پیدا کر دیتا ہے جو عوام کے جسموں میں طعام کی تاثیر مسلم



ہے۔ انتہی۔ اصحاب کہف کا قصہ زیر لحاظ رکھیں۔ ان کو کس طرح حکیم مطلق نے بغیر طعام اور شراب مالوف اور بغیر تنظیف شعاع آفتابی اور ہوا کے اتنی مدت دراز تک زندہ رکھا۔ آپ اور قانون قدرت کے مرید بھی انبیاء اور اولیاء کو اپنے پر قیاس فرماتے ہیں۔ اس امت مرحومہ میں اب بھی اور قیامت تک ایسے لوگ موجود ہیں اور ہوں گے جن کا مایہ حیات ذکر الہی ہے اور ہوگا۔

**سوال:** بحکم آیت وَأَوْصِنِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا. چاہیے کہ مسیح بن مریم آسمان پر صلوٰۃ اور زکوٰۃ ادا کرتے ہوں حالانکہ آسمان پر جیسے خورد و نوش سے فارغ ہیں ایسا ہی باقی لوازم جسمیت سے۔ علاوہ اس کے اداء زکوٰۃ مال کو چاہتا ہے۔

**جواب:** حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو دنیا بھی باعث زہد و فقر کے مالکِ نصاب نہیں ہوئے۔ ادائے زکوٰۃ میں تو نصاب کا ہونا شرط ہے۔ آپ زمین پر ان کا ادائے زکوٰۃ ثابت کر دیں۔ بعد اس کے آسمان پر ہم ثابت کر دیں گے۔ یہ اعتراض تمسخر ہے ساتھ مسیح بن مریم کے۔ جیسا کہ ایام الصلح میں آپ نے لکھا ہے لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهِ كَا خِيَالِ رَكْنَا ضروری ہے۔ ازالہ اوہام کے ص ۳۰۹ میں باریک قلم سے آپ لکھتے ہیں کہ احیاء موتی ایک مسمریزم کے طور پر کھیل تھی۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا۔ اے۔ میں متعجب ہوں کہ اللہ جل شانہ نے اس کھیل اور لہو و لعب کو اس نبی اولوالعزم کی نعمتوں موہوبہ سے قرآن کریم میں کیسے شمار کیا۔ وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمِ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَىٰ وَالِدَتِكَ إِذَا أَيَّدْتُكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِأَذْنِي فَتَنفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِأَذْنِي وَتُبْرِئُ الْأَكْمَةَ وَالْأَبْرَصَ بِأَذْنِي وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِأَذْنِي يٰمَرْدُونَ كَا قَبْرِ سَيِّدِكُمْ زنده کر کے باذن



خداوند نکالنا یہ بھی مسمریزی طلسم آپ کے نزدیک ہوگا۔ تو پھر باذنی لگانے کی کیا حاجت تھی۔ یہ تو اسی لیے ہے کہ ایسے خارق کا ظہور بندہ کے ہاتھ پر موہم الوہیت اس کا نہ ہو بلکہ فی الواقع زندہ کرنے والا میں ہوں۔ اور انبیاء کرام بظاہر محل ظہور ہوتے ہیں۔ معجزہ تو نام اسی خارق کا ہے جو اسبابِ عادیہ میں سے نہ ہو۔ ورنہ دوسرے لوگ اس کی مثل لانے سے کیسے عاجز ہوں گے۔ علاقہ مماثلت تو پیار کو چاہتا ہے۔ مرزا صاحب کو باوجود علاقہ مماثلت کے مسیح بن مریم علیہا السلام سے معلوم نہیں کیا رنج ہے ان کے معجزاتِ منصوصہ سے کیا بلکہ سب انبیاء کے معجزات سے منکر بلباسِ ماول ہو گئے ہیں۔ بالخصوص انکار معجزاتِ عیسویہ کے تو البتہ وجہ ہے تاکہ لوگ ہم کو ایسے خوارق کے اظہار کی تکلیف نہ دیں۔ مگر اور انبیاء کے معجزات میں کیونکر انکار ہوا۔ شاید تعلیم یافتگان لندن کا خیال ہے۔

**سوال:** آیتِ اِنَّا مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَيِّتُونَ ۝ صریح ہے وفاتِ عیسیٰ بن مریم میں۔

**جواب:** یہ دونوں یعنی اِنَّا مَيِّتٌ اور اِنَّهُمْ مَيِّتُونَ قضیہ مطلقہ عامہ ہیں نہ دائمہ مطلقہ یعنی تحقیق تو اے حبیب ﷺ فوت ہونے والا ہے اپنے وقتِ معین میں۔ اور وہ انبیاء سابقہ بھی اپنے اپنے اوقاتِ معینہ میں مرنے والے ہیں۔ اب فرمائیے کہ مسیح ابن مریم کو بعد نزول سب اہل اسلام اِنَّهُمْ مَيِّتُونَ میں داخل سمجھتے ہیں یا نہ۔ نزول آیت کے وقت اگر مرجانا ان کا ضروری ہو تو چاہیے کہ آپ ﷺ بھی وقتِ نزول آیت داخل اموات ہو گئے ہوں۔

**سوال:** میتِ مشتق موت سے ہے اور حملِ مشتق کا قیام مبداء کو چاہتا ہے جو یہاں پر موت ہے تو بناء برآں چاہیے کہ وہ سب مر چکے ہوں حتیٰ کہ مسیح بھی۔

**جواب:** قیام مبداء کا وقت تحقق مضمون قضیہ ضروری ہوتا ہے نہ وقت صدق قضیہ۔

**سوال:** آیت وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ اَيَّانَ يُبْعَثُونَ دلیل ہے وفاتِ مسیح پر۔



**جواب:** یہ آیت سورہ نحل کی ہے۔ جس کا نزول مکہ میں (زادھا اللہ شرفاً و تکریمًا) ہوا ہے۔ بناءً علیہ مراد من دُونِ اللہ سے معبودات مشرکین مکہ کے ہوں گے یعنی اصنام اور بت۔ نہ مسیح بن مریم جو معبود اہل کتاب کا ہے۔ ابن عباس اَمَوَاتُ کی تفسیر میں اَصْنَامٌ اموات فرماتے ہیں۔

**سوال:** عموم لفظ کو اعتبار ہوا کرتا ہے نہ خصوص مورد کو۔ بناء براں چاہیے کہ مراد من دُونِ اللہ سے مطلق معبودات باطلہ ہوں بغیر تخصیص بتوں کے۔ تو پھر مسیح بن مریم بھی داخل اموات بحکم اس آیت کے ہوگا۔

**جواب:** معبودات باطلہ میں فقط مسیح ہی اس تقریر پر داخل نہ ہوگا بلکہ ملائکہ جو من جملہ معبودات باطلہ سے ہیں وہ بھی داخل اموات ہوں گے تو بحکم آیت مذکورہ روح القدس بھی مرگیا ہوگا۔ اب یہ مصیبت کس پر پڑی۔ آپ پر۔ کیوں کہ سلسلہ الہامی کا اول ہی سے انقطاع لازم ہوا اور اگر اموات سے وہی معنی مطلقہ عامہ کی رنگ سمجھا جائے یعنی اپنے اپنے اوقات میں جیسا کہ بیضاوی اور ابن کثیر اور تفسیر کبیر اور کشاف اور سب تفاسیر میں ہے تو مسیح بن مریم بھی قبل از وقت معین زندہ رہے گا۔

**سوال:** آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلِ صاف شہادت دے رہی ہے وفات عیسیٰ بن مریم پر۔

**جواب:** آپ نے معنی خَلَتْ کے تَوَقُّتُ کے سمجھے ہیں تب ہی خوش ہو رہے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو آیت سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ اور دوسری آیت وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا میں تناقض صریح ہوگا۔ کیونکہ پہلے کا مفاد یہ ہوا۔ سنت خداوندی مرچکی اور معدوم ہوگئی۔ اور دوسری کا مفاد یہ کہ سنت الہیہ متغیر نہیں ہوتی یعنی ہمیشہ بحال خود باقی رہتی ہے۔

حضرت من! سنئے۔ خَلَتْ مشتق ہے خَلَوْ سے جس کا معنی تنہا ہونا ہے جیسا کہ وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيْطَانِهِمْ اور دوسرا معنی گزرنا بھی ہے اور یہ معنی صفت زمانہ کی بالذات ہوتا ہے۔ کہتے ہیں سال گذشتہ اور قرون خالیہ اور زمانیات کی بالعرض یعنی جو



اشیاء کہ زمانہ میں موجود ہیں ان کو بھی بعلاقہ ظرفیت اور مظر و قیوت کے موصوف کیا جاتا ہے۔ اب معنی آیت کا یہ ہوا۔ گزر چکے ہیں قبل آنحضرت ﷺ کے رسول۔ اور دو طرح پر صادق ہوتا ہے جو مر گئے ہوں ان کو بھی اور جو زندہ ہوں مگر رسالت سے فارغ ہیں جیسا کہ مسیح ابن مریم۔ محاورہ ہے کہ فلاں حاکم شہر میں تحصیلدار ہو گا گزرا ہے یہ ہر دو صورت میں

۱۔ عیسیٰ بن مریم کا مستثنیٰ ہونا اثبات مدعا میں نخل نہیں۔ کیونکہ واقعہ احد اور حادثہ وفات شریف دونوں میں مزعوم مخاطب کا برأت ہے آنحضرت ﷺ کی وفات سے۔ اور ظاہر ہے کہ دفع مزعوم مذکور میں جو سالہ کلیہ ہے یعنی لا شنی من الرسل بھالک۔ فقط ایجاب جزئی جو نقیض صریح ہے سلب کلی کے لیے کفایت کرتی ہے جس سے اظہار اس امر کا مقصود ہے کہ رسالت منافی موت کی نہیں۔ صورت استدلال نزول آیت کے لحاظ سے یہ ہے۔ الْمَوْتُ لَيْسَ بِمَنَافٍ لِلرَّسَالَةِ لِأَنَّهُ لَوْ كَانَ مَنَافِيًا لَمَا تَوَفَّى أَحَدِمَنْ الرُّسُلِ لَكِنَّهُ لَمْ يَخْلُ الْغَرَضُ مَقْصُودَ كَلَامٍ سِوَا ابْتِطَالِ مَزْعُومِ مَخَاطَبِينَ كَمَا هِيَ بَأْثَابُ نَقِيضِ مَزْعُومِ كَمَا فِي جَنَّهُونِ نَبِيِّ مُحَمَّدٍ ﷺ كَمَا يَلْحَظُ رِسَالَتِ كَمَا مَوْتِ سَبْرِي خِيَالِ كَمَا هُوَ تَاهَا لِهَذَا اس كِي تَرِيدِ فِي وَمَا مُحَمَّدًا إِلَّا رَسُولًا فَرَمَايَا۔ یعنی محمد ﷺ موت سے بڑی نہیں۔ ہاں رسول ہیں اور رسالت منافی موت کے لیے نہیں۔ اگر منافی ہوتی تو کوئی رسول نہ مرتا۔ لیکن آپ ﷺ سے پہلے کئی رسول مر چکے ہیں۔ لفظ کئی رسول اس لیے کہتا ہوں کہ آیت بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ كِي مُنْصَبٍ ہے۔ عموم اس کے لیے۔ استدلال صدیق الامتہ میں بھی اسی طرح سمجھیں۔ صرف اتنا ہی فرق ہے کہ یہاں مزعوم مخاطبین کا عدم و تحقق وفات شریف کا ہے۔ صدیق الامتہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی وفات شریف سے بخيال رسالت کے کیوں انکار کرتے ہو۔ رسالت منافی موت کی نہیں۔ تم کو قرآن کا مضمون بھول گیا (کہ اگر رسالت منافی موت کی ہوتی تو پہلے آپ ﷺ کے کوئی رسول نہ مرتا) لیکن قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اس تقریر سے ناظرین سمجھ چکے ہوں گے کہ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ مقدمہ استثنایہ ہے۔ قیاس استثنائی کا نہ کبریٰ شکل اول کا جیسا کہ آج کل کے زعمی مولویوں نے سمجھ رکھا ہے کیونکہ قطع نظر قوامیہ شکل اول سے مضمون ہی صحیح نہیں ہو سکتا۔ اس تقریر پر غرض صدیقی یہ ہوگی کہ محمد ﷺ بالفعل وفات پا چکے ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ رسول ہیں اور جو رسول پہلے گزرے، سب مر چکے ہیں۔ ظاہر ہے کہ سب رسولوں کا مرجعنا اس کا مقتضی نہیں کہ آپ ﷺ بالفعل ہی وفات پاویں کیونکہ یہ مقتضی تو ابتداء و ولادت شریفہ سے موجود تھا۔ تو چاہیے تھا کہ پہلے سے وفات شریف متحقق ہوتی۔ دفع استعجاب مخاطبین میں قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کا کلیہ ہونا بلحاظ قبلیت کے ضرور نہیں۔ اور باعتبار تحقق وفات کے اپنے اپنے اوقات میں جیسا کہ بالخصوص علی نبینا وعلینا کے لیے بعد النزول قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ بطریق کلی صادق ہوگا۔ کوئی مسلمان مسیح بن مریم کو حی قیوم وغیر ہالک نہیں سمجھتا۔ صاحب القول الجمیل نے امت مرحومہ کو بعد انتساب اعتقاد بذاتنا حق مشرک ٹھہرایا۔ دیکھو ص ۶۸ قول جمیل۔ بعد اظہار مقصود اس آیت کے ناظرین اس دھوکا سے جو مسلک العارف میں متعلق آیت بذات کے مذکور ہے بچ سکتے ہیں۔ ۱۲۔



صادق ہے۔ اگر مر گیا ہو جب بھی اور اگر ملازمت صیغہ تحصیلداری سے علیحدہ ہو کر زندہ موجود ہو جب بھی۔

**سوال:** مابعد اس کے اَفَانُ مَاتَ قَرِينَهُ ہے ارادہ معنی موت پر قَدْ خَلَتْ سے۔

**جواب:** اَفَانُ مَاتَ چونکہ بمقابلہ اَوْ قُتِلَ کے واقع ہوا ہے۔ لہذا مَاتَ سے مراد موت حتف انفہ ہوگی۔ یعنی اپنے آپ مرنا بغیر قتل کسی کے۔ (وفیہ مافیہ من و جہین ۱۲ منہ۔ فائل۔) جب یہ خیال شریف میں متمکن ہو چکا تو اب منصف ہو کر فرماویں کہ اگر اَفَانُ مَاتَ کو قرینہ ارادہ معنی موت پر قَدْ خَلَتْ سے ٹھہرائیں گے تو ضرور قَدْ خَلَتْ سے بھی موت حتف انفہ مراد ہوگی یعنی موت طبعی۔ تو لازم آئے گا قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرَّسُلُ کا کاذب ہونا۔ کیونکہ سب انبیاء علیہم السلام موت حتف انفہ سے تو نہیں مرے۔ بلکہ کوئی اپنی موت سے اور کوئی مقتول ہو کر شہید ہوئے۔ اور اگر خَلَتْ سے معنی مطلق موت کا لیا بھی جائے تو آیت رفع مخصوص ہوگی۔ عموم اس آیت اور ان کے نظائر کی جیسا کہ پیدائش آدم کا بیان آیت خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ اور نظائر جو اس کے ہیں ہو چکا (جواب تحقیقی یہی ہے ۱۲ منہ) تو پھر عموم اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ اور ایسا ہی خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ مخصوص البعض ہے یعنی ان آیات میں جو ذکر انسان کی پیدائش کا مادہ منی سے ہے آدم کو شامل نہیں۔ بلکہ آدم کے باقی افراد انسانی کا حکم ہے کیونکہ آدم کا ذکر علیحدہ ہو چکا۔ ایسا ہی آیت بَلْ رَفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ سے اور اس کے نظائر سے چونکہ مسیح کا اب تک زندہ رہنا ثابت ہو چکا تو پھر قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرَّسُلُ اور اس کی نظائر سے مراد غیر مسیح ہوگا۔ اس آیت کی مفصل تشریح کتب تفاسیر میں ملاحظہ فرماویں۔ مؤلف ایام لصلح اور ان کے اتباع کو جو دھوکا یہاں پر دعویٰ اور دلیل میں ہوا ہے وہاں پر مفصل مذکور ہے۔

**سوال:** آیت فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ بڑی دلیل ہے اس بات کی کہ بغیر کرہ



زمین کے نوع انسانی کا مستقر اور مستودع یعنی قرار گاہ اور نہیں تو پھر مسیح بن مریم آسمان پر کس طرح بقیہ ایام حیات بسر کر رہا ہے؟

**جواب:** کرۂ ارضی کا مستقر اور مستودع ہونا بطریق اصالت یہ منافی نہیں اس کی کہ بعض افراد بشری کو عارضی طور پر کسی اور کرۂ میں رکھا جاوے جیسا کہ ملائکہ کے لیے موطنِ اصلی اور مقرر طبعی افلاک ہیں۔ معہذا زمین پر عارضی آمد و رفت رکھتے ہیں۔ بالجملہ حصر جو مستفاد ہے تقدیم ظرف سے وہ اضافی ہے بہ نسبت استقرارِ اصلی کے۔ اور اختصاص جو مستفاد ہے وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ سے اثر ہے جعل تکوینی کا جس کا مجعول الیہ عارض غیر لازم ہے اور اس صورت میں انفکاک مابین مجعول اور مجعول الیہ کے متصور ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ وَجَعَلَ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَجَعَلَ النَّهَارَ مَعَاشًا جب کہ زید مثلاً ساری رات کسب وجہ معاش میں گزارے اور دن نیند میں۔ دلیل عارضی ہونی مجعول الیہ یعنی حیوۃ فی الارض کے قصہ ہبوط ابلیس کا اور بعد ازاں صعود اس کا بدلیل فَوَسَّوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ ہے۔ جب ابلیس بعد امر ہبوط کے پھر آسمان پر جا کر وسوسہ انداز آدم عليه السلام کا ہوا تو بعض افراد نوع انسانی جن کا مادہ فطرتی نفخ روح القدس کا ہو اس کا صعود کس طرح ممتنع مانا جائے۔

**سوال:** خاتم النبیین ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دلیل ہے وفاتِ مسیح پر۔ کیونکہ اگر مسیح بن مریم آسمان پر زندہ ہو۔ اور آخر زمانہ میں نزول فرماوے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی اور نبی آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہ رہے۔ اور اگر دررنگِ احاد امت آئے تو یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ علم ازلی میں جب وہ نبی ہے تو پھر بغیر نبوت کے کیسا نزول کرے گا۔

**جواب:** بعد نزول دررنگِ احاد امت ہی اتریں گے۔ علم ازلی کا مسئلہ سنئے۔ علم تابع معلوم کے ہوا کرتا ہے من حیث المطابقت یعنی جس طرح معلومات یعنی اشیاء موجود فی الواقع



اپنے اپنے وقت میں موجود ہیں۔ اسی طرح حق سبحانہ تعالیٰ ازل میں قبل از وجود ان کے ان کو جانتا ہے اگر معلوم کا اتصاف کسی صفت کے ساتھ علی سبیل الاستمرار ہے تو اسی طرح۔ اور اگر علی سبیل الانقطاع ہے تو اسی طرح اس کو جانتا ہے۔ مسیح بن مریم کی بلکہ کل انبیاء کی نبوت اور رسالت چونکہ محدودہ محد ظہورِ نبی پچھلے کے ہوتی ہے۔ لہذا علم ازلی میں بھی بوصف محدودیت اور انقطاع معلوم ہوگا ورنہ جہل لازم۔

**سوال:** قصہ عود ایلیا میں بھی تاویل ہماری کا مثبت ہے یعنی ایلیا کا دوبارہ دنیا میں آنے کا ذکر جو صحیفہ ملا کی باب ۴ اور آیت ۵ میں واقعہ ہے عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مراد ایلیا کے آنے سے یہ تھی کہ اس کا مثیل آئے گا سو وہ آ گیا۔ یوحنا یعنی یحییٰ علیہ السلام۔ باب ۱۱ انجیل متی۔ اسی طرح مراد نزول مسیح سے جو احادیث میں مذکور ہے میں ہوں۔ یعنی مرزا صاحب۔

**جواب:** قصہ عود ایلیا اگر صحیح بھی مانا جائے تو آخر کار نظیر ہی بنے گی علت مثبت تو نہ ٹھہرے گی۔ دیکھئے لاکھوں نظیریں پیدائش افراد انسانی ہمارے زیر نظر ہیں۔ اور ہر روز دیکھنے میں آتا ہے کہ سب مادہ منی سے جو باپ کی اور ماں کے سینہ سے نکلتی ہے پیدا ہوتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ یہ نظائر مع کثرت اپنی کے قانون کلی کو ثابت نہیں کرتیں۔ دیکھو آدم اور حوا اور عیسیٰ علیہ السلام اس حکم سے خارج ہیں۔ ایسا ہی ایلیا کا آنا در رنگ ظہور یحییٰ یہ ایک نظیر کس طرح پر نزول مسیح کی در صورت ظہور مثیل ثابت کر سکتی ہے۔ یہاں تو جب آیت اور احادیث نے بالخصوص نزول مسیح بن مریم کو ثابت کیا تو پھر ایک نظیر کیا اگر لاکھوں بھی ہوں اثبات نزول مسیح در رنگ صورت مرزا صاحب نہیں کر سکتے۔ اثبات احکام بشہادت نظائر اس صورت میں ہوتا ہے کہ بالخصوص نصوص وارد نہ ہوئی ہوں۔ وہ بھی حسب تخمین ظن نہ بر سبیل قطعیت جیسا کہ دلیل استقرائی کا شان ہے پھر میں کہتا ہوں۔ اگر بالفرض نظیر کو مثبت حکم علی سبیل القطعیت مانا بھی جاوے تو یہ نظیر (یعنی ایلیا کا قصہ) جناب کے دعویٰ کو باطل کرے



گی۔ اس لیے کہ ایلیا کا آنا دررنگ ظہور مثیل یعنی یحییٰ چونکہ مماثل اور مماثل لہ ہر دو نبی ہیں یہ نظیر اسی کو ثابت کرے گی کہ مثیل مسیح بھی نبی وقت ہو مثل یحییٰ علیہ السلام کے۔ آپ کو یا تو مثل یحییٰ علیہ السلام سلسلہ انبیاء میں ثابت کریں یا دعویٰ مسیح موعود کرنے سے باز آئیں۔ اگر آپ فرمائیں کہ مماثلت بین الامرین مشارکت فی جمیع الاوصاف کی مقتضی نہیں ہوتی تو ہم بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ حکم بھی چونکہ من جملہ اوصاف ہے تو مشارکت فی الحکم کی کیا ضرورت ہے۔ ایلیا بہ ظہور مثیل اپنے یحییٰ کے نازل ہو۔ اور مسیح بن مریم بنفسہ نازل ہو کیا ضرورت ہے کہ کیفیت نزول ایلیا اور نزول مسیح بن مریم کی من جمیع الوجوہ ایک ہی ہو۔ میں جانتا ہوں کہ آپ یہاں پر عُلَمَاءُ اُمَّتِي كَانِبِيَاءِ بَنِي اِسْرَائِيلَ کو ہاتھ ڈال کر اپنے میں نبوت ثابت کریں گے مگر پھر بھی چھوٹا مشکل ہے۔ کیونکہ وہی اشکال عود کرے گا یعنی اگر مشارکت فی جمیع الاوصاف من کل الوجوہ ضروری ہے تو اپنی ذات میں نبوت مثل یحییٰ کی پیدا کریں۔ والا تو پھر اتحاد بھی ضروری نہیں۔ پھر سہ بارہ میں عرض کرتا ہوں کہ انجیل متی کے گیارھویں باب میں موجود ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام یحییٰ علیہ السلام کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ یہ وہی ایلیا موعود ہے۔ اور پہلے باب انجیل یوحنا میں انکار یحییٰ کا مذکور ہے۔ تو اب مناسب یہ ہے کہ یحییٰ کا قول معتبر سمجھا جائے۔ کیوں کہ ہر شخص اپنے حال سے اچھی طرف واقف اور خبردار ہوتا ہے۔ بالخصوص جب نبی اور ملہم من اللہ بھی ہو۔ اور اگر زائد نہ سمجھا جائے تو کم از کم دونوں کو مساوی ٹھہرا کر اذا تعارضتا فتساقطا کا حکم لگانا ہوگا یعنی کوئی قابل احتجاج نہ رہے گا۔

اتنی تطویل اور تزییع اوقات محض آپ کے لحاظ سے کی جاتی ہے۔ ورنہ اہل اسلام

کو بعد ازاں کہ ایک بات قرآن مجید سے بشہادت سیاق و تقاسیر صحابہ کے اور احادیث صحیحہ متواترۃ المعنی سے معلوم ہو چکی ہو۔ اور خصوصاً وہ مقام جو خود منصف اور فیصلہ دہندہ اور دافع شکوک پہلوں کا ہو تو پھر ہم کتاب اللہ اور کتاب الرسول اور اجماع امت کو چھوڑ کر



اسرائیلیات کی طرف کیوں متوجہ ہوں۔ کیونکہ یہ توجہ مقید ہے اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ کے ساتھ۔ آپ اختلافاتِ انا جیل سے بخوبی واقف ہیں کیونکہ ہر وقت میں عرصہ دراز سے استعمال ہوتا رہتا ہے۔ پھر تعجب ہے کہ آپ ازالہ اوہام اور ایامِ لصلح میں آثارِ صحابہ کو جو مروی باسناد صحیحہ ہیں چھوڑ کر روایاتِ انا جیل کی طرف متوجہ ہو کر الٹا سائر اہل اسلام کو فرماتے ہیں کہ باعثِ اعراض ان علماء کا روایا تکلیفِ انا جیل سے کیا ہے۔ بھلا واقعہ صلیب میں تحریف کرنے کا اہل کتاب کو باعث کون ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ واقعہ صلیب تو بجائے خود رہا۔ نبوتِ عیسیٰ ﷺ کو جو واقعی اور بغیر عنادِ مسلمہ جانین ہے۔ اگر انجیلوں سے ثابت کرنا چاہیں تو مشکل پڑے گی۔ بغیر از رجوع قرآن کریم کی طرف چارہ نہ ہوگا۔ آپ جانتے ہیں کہ یواقیم بن یوشیا نے جس وقت صحیفہء ارمیا ﷺ کو جلایا تھا ارمیا ﷺ کے اوپر وحی نازل ہوئی کہ (کہتا ہے رب یواقیم ملک یہود کی ضد میں کہ اس میں سے ہرگز کوئی داؤد کی کرسی پر نہ بیٹھے گا) اور عیسیٰ ﷺ چونکہ اولادِ یواقیم سے ہے مطابق نسب مذکور کے انجیل متی میں تو چاہیے کہ قابلِ جانشینی داؤد کے نہ ہو بلکہ وحی ارمیا کے زندہ اٹھنا مسیح کا قبر سے۔ اور ایسا ہی واقعہ صلیب اس میں جو اختلافات واقع ہیں آپ بخوبی جانتے ہوں گے۔ ایوب ساتویں باب درس نانویں (۹) میں اپنی کتاب کے کہتا ہے ترجمہ فارسیہ ۱۸۴۵ء (ابر پر اگندہ شدہ نابودی شود ہمیں طور کسے کہ بقبر مے رود برنمے آید) درس دسواں (۱۰) (بخانہ اش دیگر برنخو اہد گردید و مکانش دیگر وے رانخو اہد شناخت) اور چودھویں (۱۴) باب کتاب اپنی میں درس تیسرے (۳) اور چودھویں (۱۴) میں کہتا ہے۔ ترجمہ فارسیہ ۱۸۳۸ء (انسان می خواہد و نخو اہد برخاست مادامیکہ آسمان محو نشود بیدار نخو اہد شد و از خواب برنخو اہد خواست۔ آدمی ہر گاہ بمیرد آ یا زندہ می شود۔ ان) اب یہ مسیح کے زندہ ہو کر اٹھنے کا قبر سے انکار کر رہا ہے۔ دوسرے عیسائی اس کو بعد تین دن کے زندہ ہو کر آسمان کی طرف چڑھنے کے



قاتل ہیں۔ ایسا ہی واقعہ صلیب کے اختلافات دوسری جگہ ناظرین ملاحظہ کر لیں۔ اللہ جل شانہ نے اس امت مرحومہ کو بہ طفیل حبیب اکرم ﷺ ایسے اختلافات سے جو یہود اور نصاریٰ میں چلے آتے تھے نجات بخشی جیسا کہ برأت مریم کی بیان فرمائی۔ ایسا ہی افتراء یہود کا قتل مسیح کے بارہ میں لغو ٹھہرا کر بیان امر واقعی کا فرمایا کہ مسیح کو تو ہم نے حسب وعدہ ان کے ایذا سے بچا لیا یعنی آسمان کی طرف اٹھالیا۔ انہوں نے مسیح کی شبیہ کو صلیب پر چڑھا کر قتل کیا۔ بڑا افسوس ہے کہ آج تک امت مرحومہ آیات بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ اور ایسا ہی وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ اور ایسا ہی وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ان سب کو صحابہ سے لے کر علماء زمان تک مکذب عقیدہ یہود اور نصاریٰ ٹھہراتے رہے اور پھر آج انہیں آیات کو جناب مرزا صاحب یہود اور نصاریٰ کے اقوال پر الٹا کر لے جاتے ہیں۔ اب ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا معنی اور قول قابل اعتبار نہیں رہا۔ چوتھی دفعہ پھر میں عرض کرتا ہوں کہ قصہ عود ایلیا کے دو ٹکڑے ہیں۔ ایک صعود ایلیا بحسدہ العنصری آسمان پر۔ اور دوسرا نزول اس کا بمعنی ظہور مثیل اس کے یعنی یحییٰ علیہ السلام۔ پہلا ٹکڑا نظیر کامل صعود مسیح کے لیے بحسدہ العنصری آسمان پر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ دونوں مماثل شریک فی النبوت ہیں۔ اور دوسرا ٹکڑا نظیر کامل نزول مسیح بمعنی ظہور مثیل یعنی مرزا صاحب نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اب فرمائیے کہ قصہ عود ایلیا نے عقیدہ کافہ اہل اسلام کو فائدہ بخشایا آپ کو۔ بلکہ الٹا مضر ہوا۔ کیونکہ آپ صعود بشر بحسدہ العنصری کو محالات عقلیہ لا نظیر لہا سے جانتے ہیں۔ ازالہ اوہام کے ص ۲۶۹ میں آپ نزول مسیح کو فرع صعود بحسدہ العنصری کی بنا کر اس امر کا اقرار کر چکے ہیں کہ ہم کو بعد ثبوت صعود بحسدہ العنصری کے نزول بحسدہ میں کوئی انکار نہ ہوگا۔ اب قصہ عود ایلیا اگر قابل تمسک ہے تو حسب اقرار اپنے کے نزول مسیح کے بحسدہ العنصری قائل ہو جائیں۔ ورنہ تو استشہاد آپ کا اس قصہ سے کیا معنی رکھتا ہے۔ ہاں یہ ہے کہ اپنے لیے بیٹھا اور دوسروں کے



لیے کڑوا۔ اور قصہ عود ایلیا بجدہ العنصری میں ایلیا کی چادر کا گر جانا جو مذکور ہے آپ اس کو چھوڑ جانا بدن کا خیال فرماتے ہیں۔ اس تاویل کو باطل کرتا ہے اس چادر کا پانی پر مارنا اور گزر جانا ندی سے جو اسی قصہ میں مذکور ہے۔ کتاب سلاطین باب ۲ درس ۸۔ اور ایلیا نے اپنی چادر کو لیا اور لپیٹ کے پانی پر مارا کہ پانی کے دو حصے ہو کے ادھر ادھر ہو گیا اور دونوں خشک زمین پر ہو کے پار ہو گئے۔ ۹۔ اور ایسا ہوا کہ جب پار ہوئے۔ تب ایلیا نے ایلیس کو کہا کہ اس سے آگے کہ میں تجھ سے جدا کیا جاؤں مانگ کہ میں تجھے کیا دوں۔ تب ایلیس بولا مہربانی کر کے ایسا کیجئے کہ اس روح کا جو تجھ پر ہے مجھ پر دو ہر حصہ ہو۔ ۱۰۔ تب وہ بولا تو نے بھاری سوال کیا۔ سو اگر تو مجھے آپ سے جدا ہوتے ہوئے دیکھے گا تو تیرے لیے ایسا ہی ہوگا اور اگر نہیں تو ایسا نہ ہوگا۔ ۱۱۔ اور ایسا ہوا کہ جونہی وے دونوں پڑھتے اور باتیں کرتے چلے جاتے تھے تو دیکھ کر ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں نے درمیان آ کے ان دونوں کو جدا کر دیا۔ اور ایلیا بگولے ہو کے آسمان پر جاتا رہا۔ ۱۲۔ اور ایلیس نے یہ دیکھا اور چلایا۔ اے میرے باپ میرے باپ اسرائیلی کی رتھ اور اس کی سار تھی سو اس نے اسے پھر نہ دیکھا اور اس نے اپنے کپڑوں پر ہاتھ مارا اور انہیں دو حصے کیا۔ ۱۳۔ اور اس نے ایلیا کی چادر کو بھی جو اوپر سے گر پڑی تھی اٹھالیا اور الٹا پھرا اور یردن کے کنارے پر کھڑا ہوا۔ ۱۴۔ اور وہاں اس نے ایلیا کی چادر کو جو اس پر سے گر پڑی تھی لے کے پانی پر مارا اور کہا کہ خداوند ایلیا کا خدا کہاں ہے۔ اور اس نے بھی اس چادر کو جب پانی پر مارا تو پانی ادھر ادھر ہو گیا اور ایلیس پار ہوا۔

ناظرین سمجھ چکے ہوں گے کہ جناب مرزا صاحب نے قصہ ایلیا کو جو دلیل اپنے مدعا کی یعنی نزول مسیح بن مریم بمعنی ظہور مثیل یعنی مرزا صاحب بنایا ہے۔ پہلا ٹکڑا اس کا مضمران کے پڑا۔ اور دوسرا ٹکڑا نظیر کامل نہ بن سکا۔ یہ عادت آپ کی فقط قصہ ایلیا میں ہی



نہیں بلکہ ہر جگہ نقل اور استشہاد میں ایسا ہی کرتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تفسیر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر لے لیا اور باقی کو چھوڑ کر یہ غل مچایا کہ ہمارے دعویٰ کی شہادت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تفسیر رہی ہے۔ مرزا صاحب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۰۰ سے صفحہ ۱۳۶ تک سورہ قدر اور سورہ بیّنہ اور سورہ زلزال کی تفسیر لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سنتہ اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ خدائے تعالیٰ کا کلام لیلۃ القدر ہی میں نازل ہوتا ہے اور اس کا نبی لیلۃ القدر ہی میں دنیا میں نزول فرماتا ہے پھر بعد اس سورت کے خدائے تعالیٰ نے سورۃ البینہ میں بطور نظیر کے بیان کیا کہ لَمْ یَكُنِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِیْنَ مُنْفَكِیْنَ حَتّٰی تَأْتِیَهُمُ الْبَیِّنَةُ یعنی جن سخت بلاؤں میں اہل کتاب اور مشرکین مبتلا تھے ان سے نجات پانے کی کوئی سبیل نہ تھی بجز اس کے کہ خدائے تعالیٰ نے آپ پیدا کر دی کہ وہ زبردست رسول ﷺ بھیجا جس کے ساتھ زبردست تحریک دینے والے ملائک نازل کیے تھے۔ پھر بعد اس کے آنے والے زمانہ کے لیے خدائے تعالیٰ سورۃ الزلزال میں بشارت دیتا ہے اور اِذَا زُلْزِلَتْ کے لفظ سے اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب تم یہ نشانیاں دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ لیلۃ القدر اپنے تمام زور کے ساتھ پھر ظاہر ہوئی ہے اور کوئی ربّانی مصلح خدائے تعالیٰ کی طرف سے معہ ہدایت پھیلانے والے فرشتوں کے نازل ہو گیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَاخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا بَانَ رَبِّكَ اَوْحٰی لَهَا یَوْمَئِذٍ یُّصْدِرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لَّیْرًا وَاَعْمًا لَهُمْ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهُ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهُ ۗ یعنی ان دنوں کا جب آخری زمانہ میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے کوئی عظیم الشان مصلح آئے گا اور فرشتے نازل ہوں گے۔ یہ نشان ہے کہ زمین جہاں تک اس کا ہلانا ممکن ہے ہلائی جائے گی۔ یعنی طبیعتوں اور دلوں اور دماغوں کو غایت درجہ تک جنبش دی جائے گی اور



خیالات عقلی اور فکری اور سبعی اور بہیمی پورے پورے جوش کے ساتھ حرکت میں آ جائیں گے۔ اور زمین اپنے تمام بوجھوں کو باہر نکال دے گی یعنی انسانوں کے دل اپنی تمام استعداداتِ خفیہ کو بمنصہ ظہور لائیں گے اور جو کچھ ان کے اندر علوم و فنون کا ذخیرہ ہے یا جو کچھ عمدہ عمدہ دلی و دماغی طاقتیں و لیاقتیں ان میں مخفی ہیں سب کی سب ظاہر ہو جائیں گی۔ اور فرشتے جو اس لیلۃ القدر میں مردِ مصلح کے ساتھ آسمان سے اتریں گے ہر ایک شخص پر اس کی استعداد کے موافق خارق عادت اثر ڈالیں گے۔ یعنی نیک لوگ اپنے نیک خیال میں ترقی کریں گے اور بُرے بُرے خیالوں میں۔ اور مردِ عارف متحیر ہو کر اپنے دل میں کہے گا کہ یہ عقلی اور فکری طاقتیں ان لوگوں کو کہاں سے ملیں۔ تب اس روز ہر ایک استعداد انسانی بزبان حال باتیں کرے گی کہ یہ اعلیٰ درجہ کی طاقتیں میری طرف سے نہیں بلکہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک وحی ہے جو ہر ایک استعداد پر بحسب اس کی حالت کے اتر رہی ہے اور یہ ظہور و بروز کا دائرہ پورا ہو جائے گا۔ تب خدائے تعالیٰ کے فرشتے ان تمام راست بازوں کو ایک گروہ کی طرح اکٹھا کر دیں گے اور دنیا پرستوں کا بھی کھلا کھلا ایک گروہ نظر آئے گا تا کہ ہر ایک گروہ اپنی کوششوں کے ثمرات کو دیکھ لے۔ تب آخر ہو جائے گی۔ یہ آخری لیلۃ القدر کا نشان ہے جس کی بناء ابھی ڈالی گئی ہے جس کی تکمیل کے لیے خدائے تعالیٰ نے اس عاجز کو بھیجا ہے اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا انت اشد مناسباً بعیسیٰ بن مریم و اشبه الناس به خَلْقًا وَ خُلُقًا وَ زَمَانًا۔ ہمارے علماء نے جو ظاہری طور پر اس سورۃ الزلزال کی یہ تفسیر کی ہے کہ درحقیقت زمین کو آخری دنوں میں سخت زلزلہ آئے گا کہ تمام زمین اس سے زیروزبر ہو جائے گی۔ اور جو زمین کے اندر چیزیں ہیں وہ سب باہر آ جائیں گی اور انسان یعنی کافر لوگ زمین کو پوچھیں گے کہ تجھے کیا ہوا تب اس روز میں باتیں کرے گی اور اپنا حال بتائے گی۔ یہ سراسر غلط تفسیر ہے۔ انتہی۔



ناظرین! ذرا اس کی تفتیش فرمادیں کہ آنحضرت ﷺ نے کہ جن پر کلام پاک اتری اس کو کس طرح پر بیان فرمایا اور حاضرانِ مجلس نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا سمجھا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا اِی تَحْرِکَتِ مِنْ اَسْفَلِهَا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا یعنی القت ما فیہا من الموتی یعنی یہی کرہ ارض بعد نفخہ ثانیہ قیامت برپا ہونے کے دن ہلایا جائے گا اور اپنے بوجھوں یعنی مردوں کو باہر نکالے گا۔ قرآن کریم کی آیت یَا اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّکُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ اور ایسے ہی دوسری آیت وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ وَاَلْقَتْ مَا فِیْهَا وَتَحَلَّتْ اس معنی پر جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان فرمایا ہے شہادت دے رہی ہے۔ رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ زمین اپنے کلیجہ کے ٹکڑوں کو پھینک دے گی جو مثل ستونوں کے سونے اور چاندی سے ہوں گے۔ پھر قاتل اس کو دیکھ کر کہے گا کہ اس کے لیے میں نے قتل کیا۔ اور قاطع الرحم کہے گا اس کے لیے میں نے قطع رحمی کی اور سارق آئے گا اور کہے گا اس کے لیے میں نے اپنا ہاتھ کٹوایا ہے۔ پھر اس کو چھوڑ دیں گے اور اس سے کچھ نہ لیں گے۔

حدثنا واصل بن عبد الاعلی حدثنا محمد بن فضیل عن ابیہ عن ابی حازم عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ تلقی الارض افلاذ کبدها امثال الاسطوان من الذهب والفضۃ فیجئ القاتل فیقول فی هذا قتلت ویجئ القاطع فیقول فی هذا قطعت رحمی ویجئ السارق فیقول فی هذا قطعت یدی ثم یدعونہ فلا یأخذون منه شیئا (صحیح مسلم) وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا اِی استنکر امرہا بعد ما کانت قارۃ ساکنۃ ثابتۃ وهو مستقر علی ظهرہا اِی تقلبت الحال فصارت متحرکۃ مضطربۃ قد جاءها من امر اللہ تعالیٰ ما قد اعدہ لها من الزلزال الذی لا محید لها عنہ ثم القت ما



فِي بطنها من الاموات من الاولين والآخرين وحينئذ استنكر الناس امرها  
وتبدل الارض والسموات وبرزوا لله واحد القهار. يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ  
أَخْبَارَهَا. اى تحدث بما عمل العاملون على ظهرها.

یعنی قیامت کے دن زمین شہادت دے گی کہ میرے اوپر زندگی کی حالت میں  
فلان نے یہ کام کیا فلان نے یہ۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ بعد پڑھنے اس آیت کے  
يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا. کیا جانتے ہو تم کیا ہے اخبار اس زمین کی۔ صحابہ نے عرض کیا  
لہ رسول اعلم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اخبار زمین کی یہ ہے جو شہادت دے گی ہر غلام اور  
لوٹڈی پر (یعنی ہر مرد و عورت پر جو غلام اور لوٹڈی ہیں خدائے تعالیٰ کی) متعلق ان اعمال کے  
جو انہوں نے اس طبقہ زمین کی پشت پر کیے تھے کہے گی فلاں عمل فلاں عمل فلاں دن۔ یہ ہیں  
اخبار اس کے۔ قال الامام احمد حدثنا ابراهيم حدثنا ابن المبارك وقال  
الترمذی و ابو عبدالرحمن النسائی واللفظ له حدثنا سوید بن نصر اخبارنا  
عبداللہ هو ابن المبارک عن سعید بن ابی ایوب عن یحییٰ بن ابی سلیمان  
عن سعید المقبری عن ابی هريرة قال قرء رسول الله ﷺ هذه الآية  
يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا قال اتدرون ما اخبارها قالوا الله ورسوله اعلم قال فان  
اخبارها ان تشهد على كل عبد و امة بما عمل على ظهرها ان تقول عمل  
كذا و كذا يوم كذا و كذا فهذه اخبارها ثم قال الترمذی هذا حديث حسن  
صحيح غريب وفي معجم الطبرانی من حديث ابن لهيعة حدثني الحرث بن  
يزيد سمع ربيعة الحدسي ان رسول الله ﷺ قال تحفظوا من الارض فانها  
امكم وانه ليس من احد عامل عليها خيرا او شرا الا وهى مخبرة.

حاصل یہ ہے کہ زمین کا خیال رکھو اس لیے وہ تمہاری ماں ہے اور بالتحقیق کوئی







ناظرین پر خواہ مرزا صاحب کی تصدیق اور سرور عالم ﷺ کی تکذیب (العیاذ باللہ) اختیار کریں یا بالعکس جیسا کہ شایان اور واجب ہے ہر مومن کو۔ اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ مرزا صاحب نے اس تفسیر سے کیا فائدہ لینا چاہا ہے۔ وہ میں عرض کر دیتا ہوں۔ سورہ قدر میں جو لیلۃ القدر ہے اس کو حسب زعم اپنے کے قیامت تک امتداد دیا۔ تا آپ کا نزول بھی انبیاء کی طرح لیلۃ القدر میں متحقق ہو۔ مگر یہ دونوں فقرے یعنی لیلۃ القدر کا امتداد قیامت تک اور ہر نبی کا ظہور لیلۃ القدر ہی میں ہوتا ہے ان کے اپنے خانہ زاد اسرار میں سے ہے۔ پھر سورہ البینہ سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ سخت بلاؤں سے نجات پانے کی سبیل اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دی۔ وہ کیا۔ البینہ خدا کے ہاں سے آ گیا۔ رَسُولٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيهَا كُتِبَ قِيَمَةٌ ۖ یعنی مرزا صاحب۔ بعد ازاں سورہ زلزال سے یہ ثابت کر دکھایا کہ سب کمالات مودعہ نوع انسانی کے ظہور میں آ گئے۔ کسی کی حالت منتظرہ باقی نہیں رہ گئی تو پھر نزول ملائکہ میں سرانجام دینے کے لیے اس امر مہتمم بالشان کے بذریعہ بندہ مصلح جس کا نزول لیلۃ القدر ممتدہ میں ہو گیا ہے کیوں توقف ہو۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ لیلۃ القدر میں رسول آ گیا اور دورہ کمالات نوع انسانی بھی پورا ہو چکا۔ فقط اتنی ہی بات کہ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۖ تمامہ ظہور میں نہیں آئے مگر شروع ہی یعنی اہل سعادت اور نیک فطرت اس رسول نازل شدہ کے ساتھ ایمان لا کر ایک جماعت اکٹھی ہو رہی ہے اور اہل شقاوت اور بدطینت انکار میں آ کر دوسرا گروہ حسب مضمون يَوْمَئِذٍ يُّصَدِّرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۚ بن رہا ہے جس کی شان میں جناب مرزا صاحب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۰۴ کی پہلی سطر کے ابتداء میں یوں لکھتے ہیں (اور جو شرارت اور شیطان کی ذریت تھے وہ اس تحریک سے خواب غفلت سے جاگ تواٹھے) آپ کو اللہ تعالیٰ ہماری جانب سے بمعاضدہ اس فقرہ کے (شیطان کی ذریت) جزاء خیر عطا فرمائے۔



ناظرین کو سمجھنا چاہیے کہ یہ تفسیر مرزا صاحب کی بطریق مشتبہ نمونہ خروار ہے۔  
باقی خود انصاف فرمائیں کہ یہ تحریف ہے کتاب اللہ اور کتاب الرسول ﷺ کی یا بیان ہے  
بطون قرآن کا۔ پہلے بھی اہل باطن اسرار اور اشارات کو بیان فرماتے رہے ہیں۔ اقتباس  
الانوار کے صفحہ ۲۳۱ پر اسی سورۃ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ مگر ظاہر قرآن کریم سے انکار کرنے  
والے کو ملحد قرار دیتے رہے ہیں۔ بے شک وجوہ الفہم لا تنحصر فیما فہموہ  
وعلم اللہ لا یتقید بما علموہ اس کے ہم بھی قائل ہیں مگر قرآن کے ظہر اور بطن دونوں  
کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں نہ یہ کہ تفسیر ظہر قرآن کی سراسر غلط قرار دی جائے۔ (العیاذ باللہ)

فی فتح البیان یكون الضابط فی صحته ان لا یرفع ظاہر المعانی  
المنفہمة عن الالفاظ بالقوانین العربیة وان لا یخالف القواعد الشرعیة ولا  
یباین اعجاز القرآن الی ان قال والافہو بمعزل عن القبول. دوسری جگہ فتح  
البیان میں و کذا لک اذا ثبت تفسیر ذلک الرسول ﷺ فہو اقدم من کل  
شئی بل حجة متبعة لا یسوغ مخالفتها لشئی اخر ثم تفاسیر علماء  
الصحابة المختصین برسول اللہ ﷺ فانه یبعد کل البعدان یفسر احدہم  
کتاب اللہ ولم یسمع فی ذلک شیئا عن رسول اللہ ﷺ وعلی فرض عدم  
السماع فہو احد العرب الذین عرفوا من اللغة دقہا وجلہا. انتہی۔

یعنی قبولیت معنی بطون قرآن کی شرط یہ ہے کہ مخالف ظاہر کی نہ ہو اور سب سے  
مقدم اور واجب القبول تفسیر آنحضرت ﷺ کی ہے بعد آپ ﷺ کے صحابہ کرام کی۔ بڑی  
تعجب کی بات ہے کہ سارے قرآن میں تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سراسر غلط ٹھہری۔  
اور لفظ مُتَوَفِّیکَ کے متعلق جو مُمِیتُکَ ہے منظور ہوئی وہ بھی آدھی۔ اور فَلَمَّا  
تَوَفَّیتِنِی کے متعلق جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے باسناد صحیح تفسیر درمنثور میں مذکور ہے اور



ایسا ہی بَلِّ رَفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ اور وَاِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِنْ اور وَاِنَّهُ لَعَلَّمْ لِلسَّاعَةِ اور احادیث نزول جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہیں اور تفسیر سورہ قدر اور سورہ بیّنہ اور سورہ زلزال بلکہ جن جن مقامات میں آپ متفرد ہیں یہ سب متروک۔ اسی وجہ سے کہ آپ کے مطلب کے برخلاف ہیں۔ اکثر اعتراضات جناب مرزا صاحب کے جو باستشہاد آیات عقیدہ اجماعیہ پر انہوں نے کیے تھے۔ جواب ان کا لکھ چکا ہوں۔ بقیہ اعتراضات بہ نسبت ان کے بہت ہی لغو ہیں۔ ناظرین ادنیٰ توجہ سے دھوکا ان کا سمجھ لیں گے۔ لہذا اسی قدر پر اکتفا مناسب سمجھ کر اختتام ایک دو بات ضروری پر کیا جاتا ہے۔

ایک تو بہ نسبت احادیث نزول اور خروج دجال کے جو مرزا صاحب نے منجملہ مکاشفات اجمالیہ کے ٹھہرا کر واجب التاویل قرار دی ہیں۔ کہتا ہوں کہ اس کی تحقیق دوسری جگہ ملاحظہ فرمائیوں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ احادیث نزول اور خروج دجال مکاشفات تفصیلہ میں سے ہیں جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا ہے مکاشفات تفصیلہ میں آنحضرت ﷺ نے جس جس شخص کو بقید نام جس طرح فرمایا ہے اسی طرح ظہور میں آیا۔ سرِ موبھی تفاوت نہیں ہوا۔ پیشین گوئیاں آنحضرت ﷺ کی اس امر کی وضاحت کے متعلق دوسرے مقام پر فرمادیں۔ اس دھوکا میں بھی ایک رکن ایمان کا بلکہ سارا ایمان زائل ہوتا ہے۔ اور احادیث نزول اور خروج کو مکاشفہ اجمالی پر دررنگ دیکھنے آنحضرت ﷺ کے و با کو بصورت عورت جو گردا گرد مدینہ طیبہ (زادھا اللہ شرفاً) کے پھر رہی تھی خیال نہ کرنا مکاشفہ اجمالی تعبیر طلب ہوتا ہے بخلاف تفصیلی کے۔ اور تعبیر میں اگرچہ وقوع خطا ممکن ہے مگر بقاء علی الخطاء نبی کی عصمت کو باطل کرتا ہے۔ بناءً علیٰ هذا بالفرض اگر احادیث نزول اور خروج مکاشفہ اجمالی کے قبیل سے بھی ہوں تو ساری عمر آپ کا باقی رہنا خطانی تعبیر پر (العیاذ باللہ) آپ کی عصمت میں ہارج ہوگا۔



دوسرا یہاں پر آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئیاں اور ان کے ظہور کو زیر نظر رکھنا کارآمد ہے بہ نسبت اس کے کہ ابن مریم سے مثیل ان کا مراد لینے پر قصہ ایلیا شاہد لایا جاوے۔ کیونکہ اول تو وہ باعث تناقض قول یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے قابل اعتبار نہیں۔ دوسرا ہم کو آپ ﷺ کی پیشین گوئیوں سے نظائر کا ملاحظہ آپ ﷺ ہی کے کلام سمجھنے کے واسطے از بس ضروری ہے۔ اُمّ حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو ایک صحابیات میں سے ہے روایت کرتی ہے کہ آنحضرت ﷺ قیلولہ سے بیدار ہوئے حالت تبسم میں۔ میں نے عرض کی کہ باعث تبسم کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں متعجب ہوں اپنی امت کے ایک گروہ سے جو بادشاہوں کی طرح تختوں پر سوار ہوں گے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے لیے خدا سے دعا مانگیں کہ مجھ کو بھی ان میں سے کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو انہی میں سے ہے۔ (بخاری عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ) اس پیشین گوئی کا ظہور امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں بوقت فتح ہونے جزیرہ قبرص کے واقع ہوا۔ ان ایام میں اُمّ حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ اُمّ حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے سنا رسول خدا ﷺ سے فرماتے تھے میری امت سے ایک لشکر غزوہ دریا کا کریں گے۔ اور ان سے عمل جنت کا واجب کرنے والا صادر ہوگا۔ اُمّ حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی میں بھی ان میں سے ہوں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو ان میں سے ہے۔ بعدہ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے ایک لشکر غزوہ قیصر کے شہر کا کریں گے اور ان کو مغفرت دی جائے گی۔ میں نے عرض کی میں ان میں سے ہوں۔ یا رسول اللہ ﷺ فرمایا آپ ﷺ نے نہ (بخاری عن عمیر بن الاسود العنسی) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں آپ ﷺ نے فرمایا افتح لہ یعنی اس کے لیے دروازہ کھول دے اور اس کو جنت کی بشارت دے ایک مصیبت پر جو اس کو پہنچے گی (بخاری و مسلم) ذکر کیا آنحضرت ﷺ نے



ایک فتنہ کو پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا کہ یہ اس فتنہ میں بحالتِ مظلومی قتل کیا جائے گا، (ترمذی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تو سورہ بقرہ کے پڑھتے ہوئے قتل کیا جائے گا۔ اور تیرے خون کا قطرہ اس آیت پر پڑے گا۔ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (حاکم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ بحالتِ تنہائی ایامِ مرضِ شریف میں گفتگو فرمائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا چہرہ متغیر ہوا (ابن ماجہ) علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میرے ساتھ عہد کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ وفات پائیگا تو جب تک امیر نہ کیا جائے گا۔ اور پھر رنگین کی جائے گی یہ یعنی ریش اس کے خون سے یعنی سر کے (احمد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سے ایک کے شان میں فرمایا۔ کیف احد الکن اذا نجت علیها کلاب الحؤب یعنی کس طرح پر ہوگا حال ایک کا تمہارے میں سے جب آواز کریں گے اس پر کتے پانی بنی عامر کے جس کا نام حؤب ہے (ابوبکر و ابو یعلیٰ و احمد و غیر ہم) اور یہ لفظ ابو یعلیٰ کا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جب حؤب کے کتوں کی آواز آئی تو پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ لوگوں نے کہا یہ پانی ہے بنی عامر کا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ لوٹاؤ مجھ کو۔ سنائیں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ قائم ہوگی قیامت جب تک نہ لڑیں گے دو گروہ بھاری جن کے مابین قتلِ عظیم واقع ہوگا اور دعویٰ دونوں کا ایک ہی ہوگا (بخاری و مسلم۔ ابو ہریرہ) یہ اشارہ ہے واقعہ صفین کی طرف اور (دعویٰ ان کا ایک ہی ہوگا) اشارہ اس کی طرف کہ اہل شام نے قرآن کو اٹھا کر کہا تھا کہ تمہارے اور ہمارے درمیان میں یہ قرآن ہے۔ اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا تھا۔ یہ قرآن صامت یعنی خاموش اور میں بولنے والا ہوں۔ ایسا ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ نہروان سے خبر دی اور وہ حدیث متواترہ ہے اور علی رضی اللہ عنہ اس واقعہ میں بروقت معائنہ پیشن گوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعینہ بغیر تفاوت سر موعے



کے فرماتے تھے۔ صدق رسول اللہ ﷺ. صدق رسول اللہ ﷺ (احمد عن عبید اللہ بن عیاض بن عمرو القاری) یہ وہ واقعہ ہے جس میں آپ ﷺ نے وقت بیان پیشن گوئی کی علامت اس کی (ایک سیاہ کا ہونا ناقص ہاتھ والا جس کے ہاتھ میں کالے بال ہوں گے) ذکر کی۔ علیٰ ہذا القیاس آپ ﷺ نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے ایسا ہی مقتول ہونے امام حسین رضی اللہ عنہ سے۔ اور واقعہ حرہ سے اور خروج عبداللہ بن زبیر سے۔ اور خروج بنی مروان سے۔ اور خلافت عباسیہ سے خبر دی۔ حدیفہ کہتا ہے کہ قسم کھاتا ہوں ساتھ اللہ جل شانہ کے کہ نہیں چھوڑا رسول خدا ﷺ نے کسی کو مفاسد کے پیشواؤں سے دنیا کے تمام ہونے تک۔ اور پہنچتا ہے عددان کا جو ساتھ اس کے ہوں گے تین سو سے زائد کو۔ مگر یہ کہ خبر دی ہم کو اس کے نام اور اس کے باپ کے نام اور اس کے قبیلہ کے نام سے (ابوداؤد) اور خبر دی آپ ﷺ نے ترکوں کی بادشاہی سے (طبرانی و ابونعیم۔ ابن مسعود) اور ہلاکو خان کے واقعہ سے خبر فرمائی (خصائص) اور فرمایا آپ ﷺ نے سراقہ بن مالک کو جو ایک اعرابی تھا اس کے دونوں بازوؤں کو ملاحظہ فرما کر۔ گویا دیکھ رہا ہوں میں جو تو نے کنگن کسریٰ کے اور کمر بند اس کا اور تاج اس کا پہنے ہیں۔ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ایسا ہی وقوع میں آیا۔ (ازالۃ الخفاء) آپ ﷺ نے مدینہ معظمہ زاد ہا اللہ شرفاً و تعظیماً کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلے پر فرمایا۔ ہل ترون ما اری مواقع الفتن خلال بیوتکم کمواقع القطر. کیا تم دیکھتے ہو جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں۔ محل وقوع فتنوں کے تمہارے گھروں کے درمیان مثل محل گرنے قطرات کے (بخاری۔ اسامہ بن زید) اور فرمایا آپ ﷺ نے ایک یہودی کو بنی ابی الحقیق میں سے۔ کیسا حال ہوگا تیرا جس وقت نکالا جائے گا تو خیبر سے اور اوٹنی تیری بھگالے جائے گی تجھ کو راتوں پے در پے آنے والیوں میں۔ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے اسی پیشن گوئی کے صدق پر اعتماد فرما کر اس کو خیبر سے خارج کیا۔ اس نے عذر کیا کہ ابوالقاسم



نے ہم کو خیر میں قائم رکھا اور آپ ہم کو نکالتے ہو۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اسی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو بیان فرمایا کہ میں نہیں بھولا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو جو اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ اس نے کہا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنسی کے طور پر کہہ دیا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے غصہ میں آ کر فرمایا کذبت یا عدو اللہ یعنی جھوٹ کہا ہے تو نے اے دشمن اللہ کے۔ ناظرین اس سے سمجھ سکتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ اور ایسے ہی اور اصحاب کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئیوں کو ظاہری معنوں پر حمل فرماتے تھے اور بے وجہ تاویل اس یہودی کی طرح موجب غضب صحابہ کرام تھی۔ اسی طرح پر اور بہتری پیشن گوئیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں جو بلا تخلف اور بلا تاویل ظہور میں آئیں۔ اور وہ دوسرے مقام پر ملاحظہ فرمانے سے معلوم ہو سکتی ہیں۔

ناظرین پر ظاہر ہے کہ ان پیشن گوئیوں میں اُمّ حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور عثمان رضی اللہ عنہ اور حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ وغیرہ جو بقید اسامی مذکور ہیں کوئی تاویل طلب نہیں۔ گوکہ بعض فقرات ماسوائے اسماء کے جو دررنگ استعارہ ہیں۔ اور ارادہ معنی حقیقی وہاں پر معتذر رہے تعبیر طلب ہیں۔ وقوع تاویل بعض فقرات میں موجب تاویل کا سب کلمات میں نہیں ہو سکتا۔ بلکہ بناء اس کی تعذر ارادہ حقیقت پر ہے۔ الغرض پیشن گوئیاں مذکورہ اور سب پیشین گوئیں جن کو مرزا صاحب معنی تاویلی پر شاہد لائے ہیں کوئی ان میں سے شہادت اس کی نہیں دیتی کہ اسامی مذکورہ فی الاحادیث میں تاویل بہ مثیل واقع ہے۔ بلکہ مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہی اشخاص ہیں جن کے نام ذکر کیے گئے۔ اور بروقت ظہور پیشن گوئی کے بھی انہیں کا حال ظاہر ہوا۔ خلافت عثمانیہ اگرچہ عالم مثال میں برنگ قمیص نظر آئی۔ مگر عثمان رضی اللہ عنہ وہی عثمان ہیں نہ کوئی اور مثیل ان کا۔ نہایت ہی افسوس ہے کہ مجدد وقت ازالہ اوہام میں (جس کو ازادہ اوہام کہنا مناسب ہے) لکھتے ہیں کہ جب چالیس ہزار فٹ کی بلندی پر ایسی ہوا ہے کہ اس میں انسان زندہ نہیں رہ سکتا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیوں کراٹھائے گئے اور



اتارے جائیں گے۔ متعجب ہوں کہ وہ قادر قوی جس نے نصوص میں اپنی قدرت شاملہ سے خبر دی ہے اور کتنے ہی امور کا وقوع جن تک ہمارے عقل ناقص کی رسائی ناممکن ہے بیان فرمائی آیا وہ بھی دفع ایذا ہوائی پر قدرت نہیں رکھتا۔ اصحاب کہف کو کس طرح پر تین سو نو سال (۳۰۹) تک سلایا اور قیامت تک اسی طرح رہیں گے۔ بائبل کو ملاحظہ فرمائیے۔ نوح علیہ السلام کی کشتی ستر ہزار فٹ کی بلندی سے بھی زیادہ اونچائی پر تھی جس میں انواع حیوانات موجود تھے وہ سب کے سب کس طرح زندہ رہے۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۲۱ سے ۷۲۵ تک یہ بیان فرمایا ہے کہ اعداد آیت **وَإِنَّا عَلَىٰ ذَهَابٍ بِهٖ لِقَادِرُونَ** کے ۱۲۷۴ ہوتے ہیں۔ اور یہی زمانہ فی الحقیقت ضعف اسلام اور خروج دجال کا بھی ہے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے جب وہ زمانہ آئے گا تو قرآن زمین پر سے اٹھالیا جائے گا۔ چنانچہ اس زمانہ میں قرآن اٹھایا گیا اب میں ان حدیثوں کے مطابق جن میں لکھا ہے کہ ایک مرد فارسی الاصل دوبارہ قرآن کو زمین پر لانے والا ہوگا۔ میں قرآن کو لے آیا ہوں۔ آپ بجا فرماتے ہیں۔ مگر پہلے تو یہ فرمائیے کہ آیات کو آپ مُبَیِّنِ مراد باعداد جفری ٹھہراتے ہیں یا بوضع لغت عربیہ۔ ظاہر ہے اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ دال ہے اس پر کہ دلالت وضعیہ معتبر ہے بیان معتبر شارع میں نہ اعداد جفری۔ ہر ایک شخص ادنیٰ تا مل سے سمجھ سکتا ہے کہ مثلاً آیت **ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ** دلالت ظہور فساد پر جنگل اور دریا میں بحسب اعداد اس آیت کے نہیں کرتی۔ کیونکہ اعداد اس کے مطابق حساب جمل ۱۸۴۶ ہیں تو چاہیے کہ قبل از ۱۸۴۶ کے ظہور فساد نہ ہو۔ ایسا ہی **اقِيمُوا الصَّلَاةَ** من حیث الاعداد فرضیت نماز پر دلالت نہیں کرتی بایں معنی کہ فرضیت نماز کی ۷۰۹ سال میں جو عدد ہیں اس آیت کے وقوع میں آئے اور قبل اس کے نماز فرض نہ ہو۔ علاوہ اس کے اعداد کی تمیز میں بھی کوئی برسوں کا ہونا ضروری نہیں۔ یعنی اس پر کوئی دلیل نہیں کہ ۱۸۴۶ سال ہی ہوں نہ کوئی



اور چیز۔ ایسا ہی تقرر تاریخ ہجری کا منصوصی نہیں۔ اور جس آیت کو مرزا صاحب نے ذکر فرمایا ہے یعنی وَإِنَّا عَلَىٰ ذَهَابٍ بِهٖ لِقَادِرُونَ معنی اس کا ماقبل اور مابعد کے ملاحظہ سے بخوبی ناظرین پر ظاہر ہو جائے گا۔ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَهُ فِي الْأَرْضِ وَإِنَّا عَلَىٰ ذَهَابٍ بِهٖ لِقَادِرُونَ فَأَنْشَأْنَا لَكُمْ بِهِ جَنَّتٍ مِّنْ نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَلَكُمْ فِيهَا فَوَاكِهُ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ترجمہ: ہم نے آسمان سے پانی موافق اندازہ کے اتارا اور ہم اس کے دور کر دینے پر قادر ہیں۔ پھر ہم نے پانی سے تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کے باغ بنائے۔ ان باغوں میں بہت میوے ہیں جن کو تم کھاتے ہو۔

قرآن مجید کا تو آیت میں ذکر ہی نہیں پانی مذکور ہے جس کی طرف دونوں ضمیریں راجع ہیں۔ بطونی طور پر اگر مراد ماء سے قرآن کریم بھی لیا جاوے تو پھر بھی اٹھایا جانا اس کا آسمان کی طرف ۱۲۷۴ ہجری میں جب ثابت ہوگا کہ تمیز اعداد کی بالخصوص سال ہی لیویں گے اور لِقَادِرُونَ سے جس کا معنی فقط قدرت رکھنے کا ہے معنی یہ لیویں کہ سنہ مذکور میں بالفعل متحقق کرنے والے ہیں۔ یہ دونوں امر بلا دلیل تسلیم نہیں کیے جاتے۔ بالفرض اگر اٹھایا جانا قرآن کریم کا آیت مذکورہ سے مانا جائے تو پھر دوبارہ لانا اس کا زمین پر کسی آیت سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ مرزا صاحب کو الزامی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کا اٹھایا جانا آسمان کی طرف مسیح عليه السلام کی طرح قرآن سے ثابت ہو گیا۔ بعد اس کے اترنا اس کا دنیا میں فقط حدیث سے بسبب نہ قطعی ہونے اس کے ثابت نہیں ہو سکتا۔ جب احادیث متواترہ نے بقول آپ کے کام نہ دیا تو ایک حدیث کس طرح آسمان پر چڑھے ہوئے قرآن کو اتار سکتی ہے۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ حدیث بھی کسی طرح آپ کے مدعا پر شاہد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حدیث لو کان الايمان معلقاً عند الثريا لنالها رجل من فارس آنحضرت صلى الله عليه وسلم نے سلمان فارسی رضي الله عنه کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمائی تھی۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اگر ایمان ثریا پر بھی



ہوتا تو میرے اصحاب میں سے ایک شخص ایسا موجود ہے کہ اس کی طلب وہاں تک کرتا۔ تو وہ شخص سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں۔ جن کی سوانح عمری دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بے شک وہ ایسے ہی شخص تھے جنہوں نے ابتداء جوانی سے پیری تک دین حق کی تلاش میں عمر عزیز کو صرف کیا آخر الامر بعد مشرف باسلام ہونے ان کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام اور دین حق کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھیج دیا۔ اگر آسمان پر ہوتا تو یہ مرد فارسی الاصل کی تلاش ایسی ہے کہ ضرور کامیاب ہوتا۔ مرزا صاحب اپنی زندگی میں ہی قرآن کریم کا اٹھایا جانا آسمان کی طرف فرماتے ہیں۔ حالانکہ حج الکرامہ کے صفحہ ۴۴۲ پر یہ حدیث منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہا السلام نازل ہوں گے۔ دجال کو قتل کریں گے اور چالیس ۴۰ سال تک قیام کریں گے۔ کتاب اللہ اور میری سنت پر عمل کریں گے۔ پھر موت پائیں گے۔ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ ایک شخص کو قبیلہ بنی تمیم سے جس کا نام مقعد ہوگا خلیفہ بنائیں گے۔ جب وہ بھی مر جائے گا تو اس کی وفات کے بعد بیس سال نہ پورے ہوئے ہوں گے کہ لوگوں کے سینوں سے قرآن اٹھایا جائے گا۔ رواہ ابو الشیخ عن ابی ہریرة مرفوعاً۔ اس حدیث سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب مسیح موعود نہیں۔

### احادیث خروج دجال

عن المغيرة بن شعبة قال ما سال احد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم عن الدجال مما سألته وانه قال لي ما يضرک. قلت انهم يقولون ان معه جبل خبز ونهر ماء قال هو اهون على الله من ذلك (بخاری۔ مسلم)

ترجمہ: مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ کسی نے دجال کے بارہ میں مجھ سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال نہیں کیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو فرمایا۔ تجھے ضرر نہ دے گا۔ میں نے عرض کیا کہ



لوگ کہتے ہیں اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی۔ فرمایا آپ ﷺ نے وہ خدا کے ہاں حقیر تر ہے اس سے یعنی وہ خدا کے ہاں اتنی رفعت اور منزلت نہیں رکھتا جو اس کے پاس فی الواقع روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر موجود ہو۔ بلکہ یہ چیزیں محض خیال ناظرین میں دکھلائی دیں گی۔ اس میں امتحان اور ابتلا ہوگا۔ مومن اپنے ایمان پر ثابت رہے گا اور کافر لغزش کھائے گا۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ اس کے پاس یہ چیزیں نہ ہوں گی۔ (ملا علی قاری) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ذکر دجال کا چرچا صحابہ میں بہت تھا جیسا کہ انہم یقولون سے معلوم ہوتا ہے۔

دوسرا۔ دجال کا ایک شخص معین ہونا۔ نہ یہ کہ کسی جماعت کا نام ہو۔ ورنہ آپ ﷺ باوجود کثرت سوال مغیرہ رضی اللہ عنہ کے جس سے مقصود اس کا غایت توضیح ہے اس امر کی تشریح سے اعراض نہ فرماتے عن عبد اللہ بن عمران عمر بن الخطاب انطلق مع رسول اللہ ﷺ ان عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جماعت صحابہ کے ساتھ جس میں عمر بن الخطاب بھی تھے ابن صیاد کی طرف تشریف لے گئے۔ وہ اس وقت بنی مغالہ کے محلوں کے پاس لڑکوں میں کھیل رہا تھا اور ان ایام میں بلوغت کے قریب تھا۔ اس کھیل کی حالت میں آپ ﷺ کے تشریف لے جانے سے غافل تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اس کی پیٹھ پر مارا۔ اور فرمایا۔ کیا تو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ اس نے دیکھ کر کہا۔ میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ آپ ﷺ امین کے رسول ہیں (یعنی عرب کے) پھر ابن صیاد نے کہا۔ کیا تم شہادت میری رسالت پر دیتے ہو۔ پھر آپ ﷺ نے اس سے قطع کلام کیا۔ اور فرمایا اَمَنْتُ بِاللّٰهِ وَبِرَسُولِهِ . پھر ابن صیاد سے پوچھا کیا معلوم ہوتا ہے تجھ کو۔ اس نے کہا کہ مجھ کو خبر دینے والا کبھی سچ بولتا ہے کبھی جھوٹ۔ آپ ﷺ نے فرمایا تجھ پر سچ اور جھوٹ مل گیا ہے۔ فرمایا آپ ﷺ نے میں نے تم سے کوئی چیز



پوشیدہ کر رکھی ہے۔ آپ ﷺ نے یہ آیت چھپا رکھی تھی۔ یَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ۔ اس نے کہا دُخ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اِحْسَاء۔ دور ہو تو (یہ کلمہ عرب زجر اور کسی کو ڈانٹنے کے وقت بولتے ہیں) ہرگز نہ بڑھے گا تو اپنے قدر سے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ مجھ کو اذن اس کی گردن مارنے کا فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ لڑکا اگر وہ ہے تو تو اس پر مسلط نہیں ہو سکتا۔ اور اگر وہ نہیں تو اس کے قتل میں تجھ کو کچھ فائدہ نہیں۔

راوی حدیث کا ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتا ہے بعد اس کے تشریف لے گئے آنحضرت ﷺ والی بن کعب انصاری باغ خرما میں جس میں ابن صیاد تھا۔ آپ ﷺ خرما کے درخت کے پیچھے چھپتے تھے اور چاہتے تھے کہ ابن صیاد سے کچھ سنیں قبل اس کے کہ وہ آپ ﷺ کو دیکھے۔ اور وہ اپنے بستر پر کپڑے میں لیٹا ہوا تھا اور خفی سی آواز کر رہا تھا۔ ابن صیاد کی والدہ نے آپ ﷺ کو خرما کے درخت کے پیچھے چھپے ہوئے دیکھ لیا اور ابن صیاد کو کہا کہ اے صاف (یہ اس کا نام تھا) یہ محمد ﷺ ہیں۔ پھر رک گیا۔ یعنی اپنی گنگناہٹ سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ کاش کہ! اگر چھوڑ دیتی تو اس کو تا کہ کچھ بیان کرتا۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر باری تعالیٰ کی ثناء کہی پھر ذکر کیا دجال کو اور فرمایا سب انبیاء نے اپنی اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا ہے۔ نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو خوف دلایا۔ ولکن میں تم کو اس کے بارہ میں ایسی بات کہوں گا جو کسی نبی نے نہیں کی۔ جان لو کہ وہ دجال کا نا ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے۔ (بخاری، مسلم)

جاننا چاہیے کہ پہلے آنحضرت ﷺ نے بعض علامات دجال کے جن کا آپ ﷺ کو علم تھا اصحاب کرام کے سامنے بیان فرمائیں۔ جو منطبق ہوتی تھیں ابن صیاد پر یعنی آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ دجال کے ماں باپ کے گھر تیس برس تک اولاد نہ ہوگی۔



بعد ازاں ایک لڑکا کا نا بڑی بڑی داڑھوں کچلیوں والا پیدا ہوگا۔ کم منفعت۔ اس کی آنکھیں سویا کریں گی اور دل جاگتا ہوگا۔ اس کا باپ قد کا لمبا خشک ہوگا۔ چونچ جیسی اس کی ناک ہوگی۔ اس کی والدہ موٹی چوڑی لمبی ہوگی (رواہ فی شرح السنۃ) ابو بکرہ صحابی کہتے ہیں۔ ہم نے سنا کہ مدینہ کے یہود میں ایسا ہی لڑکا پیدا ہوا ہے۔ میں اور زبیر بن العوام مل کر گئے۔ سب علامات اس میں اور اس کی والدہ میں ویسی ہی پائیں جیسی کہ آپ ﷺ نے فرمائی تھیں۔ یہ حلیہ دجال جس سے آپ ﷺ نے پہلے خبر دی تھی جب صحابہ نے ابن صیاد پر بمعہ والدین اس کے منطبق پایا تو یقین کر لیا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔ اس لیے عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کرنے کی اجازت مانگی۔ مگر آپ ﷺ نے اجازت نہ دی۔ اور فرمایا ان یکن ہو فلست صاحبہ وانما صاحبہ عیسیٰ بن مریم والا یکن ہو فلیس لک ان تقتل رجلا من اهل العهد۔ یعنی اگر یہ دجال ہے تب تو تو اس کا قاتل نہیں بغیر عیسیٰ ابن مریم کے قاتل اس کا کوئی نہیں اور اگر یہ ابن صیاد دجال نہیں تو اہل ذمہ میں سے ایک شخص کا قتل کر دینا سزاوار نہیں۔

اس حدیث سے ایک تو دجال کا شخص معین ہونا بخوبی ثابت ہوتا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا تشریف لے جانا ابن صیاد کی طرف یہ دلیل ہے دجال کے شخص معین ہونے کی۔ اگر دجال عبارت قوم دعا باز وغیرہ سے ہوتا جیسا کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں تو آپ ﷺ ابن صیاد کی طرف بخیاں اس کے کہ شاید دجال ہو کیوں جاتے۔ دوسرا یہ بھی ظاہر ہوا کہ دجال کا قاتل بغیر عیسیٰ بن مریم کے اور کوئی نہیں۔ مرزا صاحب ابن صیاد کو دجال معبود ٹھہرا کر مدینہ منورہ (زاد ہا اللہ) میں مار کر مدفون سمجھ رہے ہیں۔ جیسا کہ ازالہ میں اسی امر کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حلفی بیان سے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے کہ ما اشک ان المسیح الدجال ابن صیاد ثابت کیا ہے۔



نتیجہ یہ نکلا کہ مرزا صاحب مسیح موعود نہیں۔ کیونکہ مسیح کو دجال شخصی کا قاتل ہونا چاہیے اور دجال باعقاد مرزا صاحب تیرہ سو سال (۱۳۰۰) پہلے آپ یعنی مرزا صاحب سے فوت ہو چکا ہے۔ تیسرا اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مراد قتل دجال سے یہی معنی ظاہری قتل کا ہے یعنی ظاہری سبب سے مار دینا نہ دلائل کے ذریعہ سے مغلوب کر لینا۔ شاہد اس کا اذن طلبی ہے عمر رضی اللہ عنہ کی ابن صیاد کے قتل کے بارہ میں آپ ﷺ کا بیان کہ قاتل اس کا عیسیٰ بن مریم ہوگا تو اس کو قتل نہیں کر سکتا۔ اگر قتل سے مراد مزعوم مرزا صاحب ہوتا تو آپ ﷺ یوں فرماتے کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! دجال کو تو دلائل اور بیانات سے ساکت کرنا چاہیے نہ یہ کہ اس کو جان سے مارا جائے۔

ناظرین سمجھ چکے ہوں گے کہ بیان حلفی عمر رضی اللہ عنہ کا ابن صیاد کے دجال ہونے میں اور ایسا ہی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا مقولہ کہ ما اشک ان یعنی میں شک نہیں کرتا ہوں۔ ابن صیاد کے دجال ہونے میں۔ یہ دونوں اسی بناء پر تھے جو اوپر بیان کی گئی یعنی منطبق ہونا علاماتِ مبینہ کا ابن صیاد پر۔ بعد ازاں جب ان کو اور علامات بھی بہ تعلیم ربانی بتلائے گئے مثلاً اس کا زمین مشرق و ارض خراساں سے نکلنا۔ مکہ و مدینہ زاد ہما اللہ شرفاً میں داخل نہ ہو سکتا۔ ک۔ ف۔ ر۔ پیشانی پر لکھا ہوا ہونا اور مقتول ہونا اس کا مسیح ابن مریم کے ہاتھ سے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ اس پہلے عقیدہ سے باز آ گئے۔ مرزا صاحب ازالہ میں بیان حلفی عمر رضی اللہ عنہ سے جس کی بناء ان کے زعم پر تھی استدلال ابن صیاد ہی کے دجال ہونے پر پکڑتے ہیں۔ تعجب ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاک فرمان کا یعنی وانما صاحبہ عیسیٰ بن مریم کا کچھ خیال نہیں فرماتے۔ ابن صیاد ہی کے دجال ہونے پر زور لگانا مرزا صاحب کا اسی لیے ہے کہ کوئی یہ سوال نہ کرے کہ قبل از ظہور مسیح بن مریم دجال کا وجود چاہیے بتائیں وہ کہاں ہے۔ مگر خیال یہ نہ فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کیا فرماتے ہیں۔ اور مزعومی قول عمر رضی اللہ عنہ کو جس سے عمر



بھی بعد استماع قول آنحضرت ﷺ کے باز آگئے تھے محکم پکڑ لینا اور بحکم وانما صاحبہ عیسیٰ بن مریم کے مرے ہوئے دجال کو زندہ ماننا اور پھر اس کے لیے ان امور کا جائز رکھنا جو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے لیے ناجائز قرار دیئے گئے تھے۔ یعنی اتنی مدت تک زندہ رہنا باوجود عدم تغیرات جسمانیہ کے یا اپنے مسیح موعود سے ہاتھ دھونا یہ اتنے بڑے مفاسد کس کو اٹھانے پڑے۔ عمر رضی اللہ عنہ کا ابن صیاد ہی کے دجال ہونے سے بعد بیان آنحضرت ﷺ کے باز آنا اس حدیث سے بھی ثابت ہے جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے قال خطب عمر بن الخطاب وکان من خطبته وانه سیکون من بعد کم قوم یکذبون بالرحم وبالرجال وبالشفاعة وبعذاب القبر الخ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خطبہ میں یہ فرمانا کہ تمہارے پیچھے پیدا ہوگا ایک گروہ جو رحم اور دجال اور شفاعت اور عذاب قبر کا منکر ہوگا۔ عہد خلافت اپنی میں اور احادیث دجال کی صحت میں تاکید فرمانی دلیل ہے ابن صیاد کے دجال نہ ہونے پر (اخرجہ احمد) یہ بھی ایک پیشین گوئی ہے عمر رضی اللہ عنہ سے دربارہ پیدا ہونے معتزلہ اور نیچر یہ اور مرزائیہ کے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس شے کی نسبت کہتے کہ میں اسے ایسا خیال کرتا ہوں وہ ویسی ہی نکلتی۔ قیس بن خارق کہتا ہے کہ ہم اپس میں باتیں کیا کرتے کہ عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر فرشتہ بول رہا ہے۔ ابن صیاد نے خود بھی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو مکہ معظمہ زاد ہا اللہ شرفاً کے راستہ میں انہیں دلائل اور علامات سے مغلوب کیا تھا۔ یعنی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو کہا۔ میں بڑا متعجب ہوں لوگوں سے جو مجھے دجال سمجھ رہے ہیں۔ کیا تم نے نہیں سنا رسول خدا ﷺ سے کہ دجال لا ولد ہوگا اور میری اولاد ہے۔ اور دجال کافر ہوگا اور میں مسلم ہوں۔ اور دجال مکہ مدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔ اور میں اب مدینہ سے آ رہا ہوں۔ اور مکہ کو جاتا ہوں۔ بعد اس کے ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے کہنے لگا۔ قسمیہ کہتا ہوں کچھ شک نہیں اس میں کہ میں



جانتا ہوں مؤلد یعنی محل پیدائش اس کی کو اور مکان اس کے کو۔ اور کہاں ہے وہ یعنی فلانی جگہ۔ اور اس کے ماں باپ کو بھی جانتا ہوں۔ ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ اس نے مجھ کو اشتباہ میں ڈال دیا۔ الخ (مسلم)

اور ایسا ہی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو جب محمد بن منکدر نے کہا کہ تم حلفاً ابن صیاد کو دجال کیوں کہتے ہو۔ تو جابر بن عبد اللہ نے بجواب اس کے کہا۔ میں نے سنا ہے عمر رضی اللہ عنہ کو حلف اٹھاتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلف سے اسے روکا نہیں۔ (بخاری۔ مسلم) اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا حلفی طور پر ابن صیاد کو دجال کہنے کی بناء حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حلف پر تھی اور ان کی حلف اپنے زعم پر۔ کیونکہ قبل از سننے علامات کے ان کو باعث انطباق اکثر علامات کے ابن صیاد پر پختہ یقین تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمر رضی اللہ عنہ کو نہ روکنا حلف سے اس لیے ہوا کہ انہوں نے اپنے غالب ظن کے مطابق حلف اٹھائی تھی۔

اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ باقی علامات میں سے اکثر کا وجود ابن صیاد میں بروقت دعویٰ الوہیت کے محتمل تھا۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یہ احتمال بھی ہوا کہ شاید مثلاً ک۔ ف۔ ر۔ کا پیشانی پر ظاہر ہونا یا اس کے پاس روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر وغیرہ وغیرہ کا ہونا اس وقت ہوں گے جب اس نے دعویٰ خدائی کا کیا۔ یہ احتمال اس کے مرنے تک چونکہ باقی تھا لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام بھی اس کے بارہ میں متردد رہے۔ الحاصل ابن صیاد میں اور اس کے ماں باپ میں چونکہ وجود اکثر علامات کا مشاہدہ کیا گیا۔ اور جو موجود نہیں تھے ان کا وجود بھی اس کی حین حیات تک محتمل رہا۔ لہذا اس کے بارہ میں متردد رہے۔ قطع احتمال جب ہوا کہ وہ مر گیا۔ ناظرین یہی ہے وجہ تردد کی ابن صیاد کے بارہ میں ازالہ اوہام کو اس مقام پر دیکھنے سے ہرگز دھوکا نہ کھانا۔ اور احادیث صحیحہ کو اپنی نا فہمی کے باعث سے غلط نہ کہنا۔ مرزا صاحب کو تو اپنا مطلب زیر نظر ہے۔ تم کو آیات اور احادیث کے



الٹ پلٹ کرنے سے بجز از نقصان کون سے فائدے کی امید ہے۔ اور یہ بھی آپ معلوم کر چکے ہوں گے کہ دجال کے پاس روٹیوں کے پہاڑ اور پانی کی نہر کا ہونا اور مردہ کو زندہ کرنا وغیرہ وغیرہ علامات پر سب از قبیل تخیل اور امتحان خداوندی ہوں گے نہ یہ کہ فی الواقع اور بغیر ابتلاء دجال موصوف بصفات مذکورہ ہونا کہ شریک حق جل شانہ کا سمجھا جائے۔ یہ امور محض امتحاناً بد بختوں کے خیال میں ایسے نظر آئیں گے۔ مرزا صاحب نے ان کو واقعی سمجھ کر احادیث دجال کے معتقدین کو مشترک ٹھہرایا۔ اور اردو خوانوں کم علموں کو ایسا دھوکا دیا کہ آیات اور احادیث صحیحہ کے منکر ہو گئے۔ کسی میں تحریف اور کسی کی تغلیط۔ وہ خواب جس کی تعبیر مرزا صاحب نے مولوی عبداللہ غزنوی مرحوم سے نیند کی حالت میں استفسار فرمائی تھی (یعنی میں دیکھتا ہوں کہ میرے ہاتھ میں تلوار ہے جب دائیں طرف چلاتا ہوں ہزاروں مخالف اس سے قتل ہو جاتے ہیں اور جب بائیں طرف چلاتا ہوں ہزاروں دشمن اس سے مارے جاتے ہیں) شاید اس کی تعبیر یہ نہ ہو کہ تلوار آپ کے ہاتھ میں مراد اس سے قوت درآ کہ جو تیز ہے بیسی تلوار کی دھارتیز ہوتی ہے۔ دائیں جانب آیات قرآنیہ اور بائیں جانب احادیث صحیحہ۔ قوت درآ کہ کی تیغ جب آیات کی طرف چلتی ہے ہزاروں مضمون جو مراد شارع تھی قتل کیے جاتے ہیں اور جب بائیں طرف چلتی ہے تو ہزاروں مضامین احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام مارے جاتے ہیں۔ تعجب ہے کہ مرزا صاحب بمقابلہ آیات اور احادیث صحیحہ کے جن سے آپ کا مسیح موعود نہ ہونا واضح ہو چکا ہے لا مہدی الا عیسیٰ کو لاتے ہیں۔ جس کی نقادان حدیث نے تضعیف کی ہے۔ مثل محقق ابن جزری وغیرہم۔

ایام الصلح کے صفحہ ۱۱۸ پر کتاب اقتباس الانوار کا حوالہ دے کر ذکر بروز فرماتے ہیں جو عبارت ہے تصرف کرنے سے روح کسی کامل کی صاحب ریاضت اور مجاہدہ پر۔ اور نزول مسیح عبارت اسی بروز سے ہے مطابق حدیث لا مہدی الا عیسیٰ بن مریم



کے یعنی روح عیسوی مہدی آخر الزمان میں جو میں ہوں متصرف ہوگی۔ انتہی بغرضہ۔

میں کہتا ہوں آپ مصنف کتاب مذکور کو جو شیخ محمد اکرم صابری ہیں اسی صفحہ میں اس طور پر موصوف کرتے ہیں کہ ”ازا کا بر صوفیہ متأخرین بُو دہ می فرماید“۔ اگر فی الواقع آپ کے اعتقاد میں حضرت موصوف ایسے ہی ہیں تو اقتباس الانوار کے اسی صفحہ یعنی ۵۲ پر تیسری سطر میں ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت شیخ محمد اکرم صاحب رضی اللہ عنہ بعد نقل اس قول کے بایں لفظ فرماتے ہیں۔ ”وایں مقدمہ بغایت ضعیف است“ اور صفحہ ۳۴ اسی کتاب کے اوپر سطر دسویں میں فرماتے ہیں ”وایں رد است مر قول کسے را کہ می گوید مہدی ہمیں عیسیٰ علیہ السلام است و تمسک مے کند بایں حدیث کہ لا مہدی الا عیسیٰ بن مریم و جواب ایں حدیث حمل است بر حذف لا مہدی بعد المہدی المشهور الذی هو من اولاد محمد صلی اللہ علیہ وسلم و علی علیہ السلام الا عیسیٰ علیہ السلام۔ انتھی۔ اور نیز قصیدہ نعمت اللہ ولی جس کا نام آپ نے نشان آسمانی رکھا ہے۔ مہدی وقت اور عیسیٰ کے ایک ہی شخص ہونے کی دلیل بنایا ہے۔ مزید برآں موجب تعجب یہ ہے کہ ”مہدی وقت و عیسیٰ دوراں ہر دوراں شہسوار مے بینم“ واؤ جو مہدی وقت اور عیسیٰ کے درمیان ہے اس کو واؤ تفسیر ٹھہرایا۔ اور یہ خیال نہیں فرمایا کہ دوسرے مصرعہ میں لفظ ہر دوراں جو واقع ہوا ہے وہ کیا کہہ رہا ہے۔ لا مہدی الا عیسیٰ کو اگر صحیح بھی مانا جائے تو بھی مرزا صاحب کو مفید نہیں۔ کیونکہ جب ارادہ مثیل کا ابن مریم سے بشہادت آیات قرآنیہ ممتنع ہوا تو پھر وہی عیسیٰ بن مریم جو نبی وقت تھا مہدی بنا۔ مرزا صاحب کو کیا فائدہ؟

احادیث نزول اور ظہور دجال اور مہدی متواترۃ المعنی ہیں۔ مسلمانوں کو ایمان رکھنا ان کے ساتھ ضروری ہے۔ ہرگز ہرگز کسی کے دھوکا میں نہ آنا چاہیے۔ فَاللَّهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ اور دلیل ان کے مسیح موعود نہ ہونے پر الہامی کلام حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلینا علیہ السلام کی ہے (۲۲) ”تب اگر کوئی تمہیں کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں تو



یقین مت لاؤ۔“ (۲۳) ” کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھیں گے۔ اور بڑے نشان اور کراہتیں دکھائیں گے یہاں تک کہ اگر ممکن ہوتا تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے۔“ (۲۴) ” دیکھو میں پہلے سے ہی کہہ چکا ہوں۔“ (۲۵) ” پس اگر دے دے تمہیں کہیں۔ دیکھو وہ جنگل میں ہے تو باہر مت جاؤ۔ دیکھو وہ کوٹھری میں ہے تو باہر مت کرو۔“ (۲۶) ” کیونکہ جیسے بجلی پورب سے کوندتی ہے اور پچھم سے چمکتی ہے ویسا ہی انسان کے بیٹے کا آنا بھی ہوگا۔“ اس میں مرزا صاحب کا جواب کہ ”جھوٹے مسیح پادری لوگ ہیں“ نہایت ہی سست اور نکمٹا ہے۔ کیونکہ جھوٹا مسیح وہ ہے جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرے اور علاماتِ لازمہ موجود نہ ہوں خواہ پادری ہو یا مسلمان۔

ناظرین کو بخوبی واضح ہو چکا ہوگا کہ سب احادیث صحیحہ متواترہ اسی مسیح بن مریم کے آنے سے خبر دے رہی ہیں جو نبی وقت تھا اور اس کے زمانہ نزول کے علاماتِ متذکرہ بالا ابھی موجود نہیں۔ مرزا صاحب ازالہ میں لکھتے ہیں۔ کہ ”مسلمان کم از کم میرے قول کو حسن ظن کے طریق پر ہی مان لیتے۔“ جناب ہم کو مان لینے میں کوئی عذر نہ تھا۔ اگر کتاب اللہ اور کتاب الرسول اور اجماع امت برخلاف آپ کے شہادت نہ دیتے۔ آپ منانے کا انتظار نہ کیجئے۔ تقصیر تحریف آیات و احادیث بارگاہ الہی سے معاف کرانے کا فکر فرمائیں ابھی وقت ہے۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا میں سچ کہتا ہوں آپ نے معتقدوں کے لیے ایسا راستہ بتایا ہے اور اصول قائم کیے ہیں کہ ضرور ہی وجود حشر و غیرہ مواعید ربانیہ کے منکر ہو جائیں گے۔ ازالہ میں آپ یہ قول اپنے معتقدین کے بارہ میں لکھ کر (کہ قریب تر با من اور نزدیک تر سعادت کون لوگ ہیں۔ کیا وہ لوگ جنہوں نے اس عاجز کا مسیح موعود ہونا مان لیا ہے یا وہ لوگ جو منکر ہو گئے) ان کو خوش تو فرمایا ہے مگر آپ نے ان کے لیے یہ خیر و برکت تجویز کر دی ہے کہ قبل از وقوع شی اس کے ساتھ ایمان نہ رکھنا گو کہ مخبر صادق



ﷺ نے جن کے ہزاروں نظائر پیشین گوئیوں کے بعینہ اسی طرح ظہور میں آئے بشہادت حلفی بیان فرمائیں۔ بناءً علیہ عذاب قبر و سوال منکر نکیر و حشر و غیرہ امور و اجبۃ الایمان میں ان کو مذذب کر دینے کے انوار و برکات سے افادہ بخشتا ہے۔ رسولوں علیہم السلام کے بارہ میں آپ فرماتے ہیں۔ مسیح کا مکاشفہ کچھ بہت صاف نہیں تھا۔ ازالہ صفحہ ۶۹۰ یہ دخل شیطانی کلمہ کا کبھی انبیاء اور رسولوں کو وحی میں بھی ہو جاتا ہے۔ ازالہ صفحہ ۶۲۸ کچھ تعجب نہیں کہ آنحضرت ﷺ پر ابن مریم، دجال، یاجوج ماجوج، دابۃ الارض، دجال کے گدھے کی حقیقت کاملہ اور اصلی معلوم نہ ہوئی ہو۔ ازالہ صفحہ ۶۹۱ میں کہتا ہوں انبیاء علیہم السلام کو دھوکا لگ جاتا ہے۔ (العیاذ باللہ) مگر آپ (مرزا صاحب) کا الہام بالکل محفوظ اور قطعی ہے جن کو غیب کے مطلع کرنے پر اتنا اہتمام کیا جائے فَانَّهُ یَسْلُکُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصْدًا۔ یعنی کلام ربانی چوکیوں پہروں سے بحفظ تام انہیں تک پہنچائی جائے۔ ان کا مکاشفہ ناقص اور پر اشتباہ۔ اور جن کے یہ نشان نہیں ان کا مکاشفہ کامل اور واضح تر آپ ازالہ کے صفحہ ۱۸۱ میں فرماتے ہیں۔ چوتھی یہ کہ وہ خدائے تعالیٰ کے بھیجے ہوئے بندہ پر ایمان لا کر اس سختی اور غضب الہی سے بچ گئے جو ان نافرمانوں کے حصہ میں ہوتا ہے۔ جن کے حصہ میں بجز تکذیب اور انکار کے اور کچھ نہیں۔ میں کہتا ہوں خدائے تعالیٰ کا بھیجا ہوا بندہ ترجمہ ہے عبدہ و رسولہ کا ہم بصدق دل پڑھتے ہیں اَمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِکَتِهِ وَکُتُبِهِ وَرُسُلِهِ اے اور آنحضرت ﷺ کو چونکہ خاتم النبیین جانتے ہیں لہذا آپ کو عبدہ و رسولہ موصوف بہ مجموع ہر دو صفت نہیں مانتے۔

ازالہ کے صفحہ ۱۵۵ میں آپ فرماتے ہیں۔ اور میرے دعویٰ کا ٹوٹنا صرف اسی صورت میں متصور ہے کہ اب وہ آسمان سے اتر ہی آوے۔ تا میں ملزم ٹھہر سکوں۔ آپ لوگ اگر سچ پر ہیں تو سب مل کر دعا کریں کہ مسیح ابن مریم آسمان سے اترتے دکھائی دیں۔ اگر کوئی کہے کہ اہل حق کی دعا اہل باطل کے مقابل پر قبول ہونی ضروری نہیں۔ ورنہ لازم آتا



ہے کہ ہندوؤں کے مقابل مسلمانوں کی دعا قیامت کے بارہ میں قبول ہو کر ابھی قیامت آجائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مقرر ہو چکا ہے کہ قیامت سات ہزار برس گزرنے سے پہلے واقع نہیں ہو سکتی۔ اور ضرور ہے کہ خدا سے روکے رہے جب تک وہ ساری علامتیں کامل طور پر ظاہر نہ ہو جائیں جو حدیثوں میں لکھی گئی ہیں۔ لیکن مسیح کے ظہور کا وقت تو یہی ہے۔ اور وہ تمام علامتیں بھی پیدا ہو گئیں جن کا مسیح کے وقت پیدا ہونا ضروری تھا۔ ازالہ صفحہ ۴۶۳ ناظرین پر واضح ہو کہ یہ قول مرزا صاحب کا کہ ”مسیح کو بذریعہ دعا جلد آسمان سے اتار لو اگر سچے ہو“ اسی قبیل سے ہے جو منکرین قیامت کہتے تھے کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ یہ وعدہ کب متحقق ہوگا۔ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ ہم کہتے ہیں کہ اس کا علم بجز خدا جل شانہ کے اور کسی کو نہیں۔ منکرین جب معائنہ کریں گے ان کے منہ بڑے ہو جائیں گے۔ اور ان کو کہا جائے گا یہ ہے وہ جس کو تم مانگتے تھے قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَا اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ فَلَمَّا رَاوْهُ زُلْفَةً سِئتُ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدْعُوْنَ ۝ اور مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ نزول مسیح کا وجود قیامت پر قیاس نہ کیا جائے۔ کیونکہ مسیح موعود آچکا اور علامات بھی موجود ہو چکے۔

میں کہتا ہوں ناظرین کو ماقبل سے واضح ہو گیا کہ علامات مبینہ فی الاحادیث ظہور میں نہیں آئے۔ اور مسیح بن مریم جو نبی وقت ہوا ہے اور جس کا وعدہ نزول کا احادیث میں مذکور ہے وہ کہاں آیا؟ مثیل کا مراد لینا احادیث سے پہلے معلوم کر چکے ہیں کہ ہرگز نہیں ہو سکتا اور یہ جو لکھا ہے کہ ”قیامت سات ہزار سال سے پہلے نہیں آ سکتی“ میں کہتا ہوں کہ یہ سات ہزار سال کی تحدید جو آپ نے لگادی یہ منافی ہے۔ لَا يُجَلِّيْهَا لَوْ قَتِيْهَا اِلَّا هُوَ ۝ کے اور ان احادیث کے جن میں آنحضرت ﷺ نے لاعلمی بیان فرمائی اور اس حدیث معراج کے جس میں عیسیٰ علیہ السلام نے ذکر معاہدہ رب کا کیا۔ بخاری میں عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ







تَمَّتْ

يقول مصححه الحفاظ الغازي عفى عنه حمداً لمن انعم علينا باظهار الحق في معنى بل رَفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ على وجه ماجآء به احد و نجانا من شبهات مرزا صاحب قاديانى على لسان العلامة الفاضل والولى الكامل معدن العلوم الظاهرية ومنبع الفيوض الباطنية حاج الحرمين الشريفين السيد الجيلانى سيدنا و مرشدنا سيد پير مهر على شاه ساكن گولڑا شريف افاض الله علينا من بركاتهم و صلوة و سلاماً على من قال يَدُ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ مَنْ شَدَّ شُدًّا فِي النَّارِ. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ تَمَّ بِحَمْدِهِ تَعَالَى طبع الكتاب المستطاب المسمى بشمس الهداية طبع اولى في شهر رمضان المبارك ۱۳۱۷ سنه من الهجرة النبوية على صاحبها الوف من الصلوة والاف من التحية.









## انج سک متراں دی

انج سک متراں دی ودھیری اے  
کیوں دلڑی اداس گھنیری اے

لوں لوں وچ شوق چنگیری اے  
انج نیناں لایاں کیوں جھڑیاں

مکھ چند بدر شمعانی اے  
متھے چمکے لاٹ نورانی اے  
کالی زلف تے اکھ مستانی اے  
مخمور اکھیں ہن مدھ بھریاں

اس صورت نوں میں جان آکھاں  
جاناں کہ جان جہان آکھاں

سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں  
جس شان تو شاناں سب بنیاں

دسے صورت راہ بے صورت دا  
توبہ راہ کہ عین حقیقت دا

پر کم نہیں بے سوچت دا  
کوئی ورلیاں موتی تے تریاں

ایہا صورت شالا پیش نظر  
رہے وقت نزع تے روز حشر



وجہ قبر تے پل تھیں جد ہوسی گزر

سب کھوٹیاں تھیں تدکھریاں

یعیطیک ربک واس تساں

فترضی تھیں پوری آس اساں

لچپال کریسی پاس آساں

واشفع شفع صحیح پڑھیاں

لاہو مکھ توں مخطط برد یمن

من بھانوری جھلک دکھلا دو جن

دو جگ اکھیں راہ دا فرش کرن

سب انس و ملک حوراں پریاں

انہاں سکدیاں تے کر لاندیاں تے

لکھ واری صدقے جانڈیاں تے

اتے بردیاں مفت دکاندیاں تے

شالا آون وت بھی اوہ گھڑیاں

سبحان اللہ ما اجملک

ما احسنک ما اکملک

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا

گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں





# سَیْفِ چِشْتِیَانِی

(سن تصنیف: 1902 / ۱۳۱۹ھ)

تصنیف لطیف

فاتح قادیانیت شیخ الاسلام

سید پیر مہر علی شاہ چشتی حنفی گولڑوی رحمہ اللہ علیہ







## اجمالی فہرست سیف چشتیائی

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
7	خطبہ بزبان عربی	1
11	مرزا قادیانی نبوت کا مدعی تھا (پہلا سوال جواب طلب)	2
15	حضرت محمد رسول ﷺ کا زہد و فقر	3
22	فتانی الرسول ﷺ (دوسرا سوال جواب طلب)	4
27	انبیاء علیہم السلام کو علم غیب	5
27	احادیث میں "سج بن مریم سے مراد قادیانی ہے" کا رد	6
39	قادیانی کے دعوائے نبوت کا رد	7
49	معراج جسمانی پر قادیانی کے اعتراضات کا مدلل جواب	8
80	ہمارے نبی ﷺ نے اپنی امت کو قیامت تک کے حالات بتلائے	9
88	نزول مسیح ﷺ پر اجماع امت	10
130	مسلمہ کذاب، اسود غنسی، حمدان بن قرمط	11
131	علامات ظہور مہدی	12
135	نزول مسیح ابن مریم ﷺ کے متعلق احادیث	13
161	رفع عیسیٰ ﷺ	14
181	ذریت بن برثملا ..... حواری عیسیٰ ﷺ	15
182	آیت بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ كِتَابِهِ	16
186	آیت مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ كِتَابِهِ	17



## اجمالی فہرست سیف چشتیائی

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
210	آیت وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ کی تفسیر	18
257	اثر ابن عباس پر اعتراضات و جوابات	19
259	ابیات قصیدہ بردہ شریف	20
276	يَكْسِرُ الصَّلِيبَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ کی تشریح	21
283	نزول عیسیٰ علیہ السلام اور علامات قیامت	22
309	قادیانی کی جہاد بالسیف کے بارے میں تاویلات اور ان کا رد	23
382	حلیہ شریف حضرت عیسیٰ علیہ السلام	24
383	حدیث لَوْ كَانَ الْعِلْمُ مُعَلَّقًا پر بحث	25
389	عمر حضرت آدم و نوح علیہما السلام پر بحث	26
393	اصحاب کہف کا تذکرہ	27
399	مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ..... الْآيَةَ پر بحث	28
406	فتوحات مکیہ کی عبارات کی مفصل تشریح	29
415	وقوع قیامت پر قادیانی اعتراضات کے جوابات	30



## خطبہ بزبانِ عربیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

الحمد لله الذي ارسل رسله مبشرين ومنذرين وختمهم بمن  
انزل فيه ولكن رسول الله وخاتم النبیین نزل عليه قراناً عربياً غير ذي  
عوج بابهر آيات واظهر حجج لواجتمعت الانس والجن على ان يأتوا  
بمثل هذا القران لعجزوا عن الايتان بمثل اقصر سورة منه مع الخذلان  
واشهد ان لا اله الا هو اله العلمين واشهد ان محمدا عبده ورسوله وحببيه  
وخليله خاتم النبیین عليه وعلى اله من الصلوة اسناها عدد علمه ومن  
التسليمات ازكها ملاً حلمه وعلى صحبه الذين اووا ونصروه والذين  
اتبعوهم باحسان الى يوم الدين سيما مجددي دينه المتين الهازمين  
المتنبى القاديانى فالقاطعين عن ملته الوتين اللهم انصر من نصر دين  
محمد ﷺ واجعلنا منهم واخذل من خذل دين محمد ﷺ ولا تجعل  
مثلنا مثل الذين قلت فيهم ﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ  
لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَبُئْسَ  
مَا يَشْتَرُونَ﴾ (آل عمران: ١٨٤) ﴿وَإِذَا﴾ ان الذين يشترون بعهد الله وايمانهم  
ثمناً قليلاً اولئك لا خلاق لهم في الآخرة ولا يكلمهم الله ولا ينظر اليهم  
يوم القيمة ولا يزكيهم ولهم عذاب اليم﴾ (آل عمران: ٧٤) ﴿

۱۔ اس خطبے کا مکمل اردو ترجمہ اس کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔



فیقول الفقیر الملتجی الی اللہ الغنی بہ عن سواہ عبده وابن عبده مهر علی! شاہ الحسنی نسیان الحنفی مذهبان الجشتی النظامی والقادری الذہبی مسلکا ان اسنی ما یرغب فیہ ویسترف علیہ وابھی ما تمتد اعناق الہمم الیہ ہو علم الکتاب والسنة۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿أَفَلَا يَتَذَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾ (النساء: ۸۲) ﴿وقال اللہ تعالیٰ ﴿كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ (ص: ۲۹) ﴿وقال تعالیٰ ﴿أَفَلَا يَتَذَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا﴾ (محمد: ۲۳) ﴿وقال ﷺ "الا وانی اوتیت القرآن ومثله معه" فعلمهما من اہم ما تشد رحال القصد الیہ واعظم ما تناخ مطایا الطلب لیدیہ ومن او کد ما لاجلہ ترکب الخوادی والعوادی الی العمرانات والبوادی ومن اشد ما یجتدی لدفع معرفۃ العوادی من الاہاضیب الثوادی

۱۔ سلسلہ طریقت میں جب آباؤ اجداد بھی شامل ہوں تو اسے سلسلہ الذہب یعنی سنہری سلسلہ کہتے ہیں جیسا کہ حضرت قدس سرہ کے مندرجہ ذیل سلسلہ قادریہ جدیدہ سے ظاہر ہے فہو رضی اللہ عنہ وعن اسلافہ الکرام۔ ابن السید پیر نذر دین بن السید پیر غلام شاہ بن السید پیر روشن دین بن السید عبد الرحمن نوری بن السید عنایت اللہ بن السید غیاث علی بن السید فتح اللہ بن السید اسد اللہ بن السید فخر الدین بن السید احسان بن السید درگاہی بن السید جمال علی بن السید محمد جلال بن السید محمد بن میراں سید محمد کلاں بن میراں شاہ قادر قمیص السند وروی فی نواحی السہارنפור و مشائخ کلیر بن السید ابی الحیات بن السید تاج الدین بن السید بہاؤ الدین بن السید جلال الدین بن السید داؤد بن السید علی بن السید ابی صالح نصر بن السید عبد الرزاق بن السید عبد القادر جیلانی الحسینی رضی اللہ عنہ وعن اولادہ واحفادہ الی یوم القیامۃ۔ ۲۔ محمد غازی مقیم آستانہ عالیہ



كما قال عبد الله بن مسعود رضي عنه والذي لا اله غيره ما نزلت آية من كتاب الله الا وانا اعلم فيمن نزلت واين نزلت ولو اعلم احدا اعلم بكتاب الله مني تناله المطايا لا تيته.

فالواجب علينا معشر المسلمين تعلمهما ممن هو اهل لذلك ويقدم تفسير القران بالقران على حسب اللغة العربية وعلى اطبق ما فسره رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الله تعالى ﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ﴾ فَإِذَا قَرَأَهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ﴿القيمة: ١٤-١٨-١٩﴾ وقال الله تعالى ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِنِينَ خَصِيمًا﴾ (النساء: ١٠٥) وايضا ﴿وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ (النحل: ٦٣) وايضا قال تعالى ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (النحل: ٣٣) وقال صلى الله عليه وسلم "الا واني اوتيت القران ومثله معه" فتفسيره صلى الله عليه وسلم بدر القوادى ونجم الدادى واقدام من كل شئ لا تسوغ مخالفته لمسلم قط على زعم ما زعم المتنبى القاديانى وحزبه فانهم اتوا في التفسير كل مضادى والضوادى فجعلوه مرجعا واصلا لتفسير الرسول ولو بتاويل تمجه العقول كما في احاديث النزول.

ثم تفسير علماء الصحابة اذ هم ادرى بذلك لما شافهو امن القران والاحوال المعينة على فهم المراد مع نيل سعادة السماع والتعلم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ابن مسعود رضي عنه قال كان الرجل منا اذا تعلم عشر آيات لم يجاوزهن حتى يعرف معانيهن والعمل بهن.



وقال ابو عبدالرحمن السلمى حدثنا الذين كانوا يقرؤنا انهم كانوا يستقرؤن من النبي ﷺ وكانوا اذا تعلموا عشر آيات لم يخلفوها حتى يعمل بما فيها من العمل فتعلمنا القرآن والعمل جميعا.

وبالجملة تفسير الصحابي مقدم على رأى غيره لا كما زعمت المرزائية فانها طائفة اشربت في قلوبها نبوة القادياني ورسالة تفسير القرآن برايتها تفسيرا يقرر لنبوته بأن تجعل هذا المطلوب متبوعاً والتفسير تابعا له فترد اليه باى طريق امكن وان كان ضعيفا او تحريفا او خرقا للاجماع فسودوا الكراريس العديدة لإثبات ان غلام احمد القادياني نبي ورسول فمن لم يؤمن بنبوته فهو احد الكفرة الذين انكروا رسالة الرسل خارج عن الاسلام والعياذ بالله فصرفوا جهدهم وما زال المقصود ينصرف وبذلوا انفسهم والمطلوب يعرض وينحرف فالحمد لله على ما انصرت عوى اما لهم عن الفوز بما في خيالهم واين الحضيض من السماء والثريا من الثرى ولنعم ما قيل في الهندية كياپدى اور كياپدى كاشوربا۔

انظر ما بال القرون الاولى كيف ادعى المسيلمة وغيره ممن يتنبى قد سحروا في اعين عدة من الجهلة ويحبونهم كحب الله فباؤا بالدلة مع الاعوان في الاخرة والاولى والله در علماء الاسلام حيث صنّفوا كتباً ورسائل اطفاءً لفتنة القادياني وامته قد هدى الله بها كثيرا من المرزائية في اكثر البلدان وتابوا توبة نصوحا والحمد لله على ذلك وطالما يلقى فى روعى ان اكتب كتابا يوضح سبيل المؤمنين الذين انعم الله عليهم من السلف الصالحين ويجتنب طريق المبتدعين الذين نبذوا



الكتاب والسنة ورائهم ظهريا مقتفين بآثار اصحاب ارسطاطا ليس  
معرضين عما على ارباب النواميس فحال بيني وبين ما كنت اروم تراكم  
الاشغال وتراحم الهموم حتى الح علي و اظهر الفقر لدى من لايسعني الا  
اسعاف ما امله و انجاح ما سئله فها انا اشرع في المقصود مجيبا عما قال  
المولوى محمد احسن امرهوى واخوته من المعترضين على رسالتى  
المسماة بشمس الهداية ومصلحا لما تفوه به القاديانى فى تحريف سورة  
الفتاحة ومبطلا لدعوى اعجازه فى تفسير سورة الشافية معتمدا على  
فضل الله متشبثا بذيل رسول الله ﷺ فنعم المنيع منيعى ونعم الشفيع  
شفيعى بابى وامى هو وما بين اضلعى.

### مرزا قاديانى نبوتِ صلى كادعى تھا

قال فى خطبة رسالة المسماة بالشمس البازعة (يعنى امرهوى نے اپنے رسالے  
شمس بازغہ میں کہا) نعر

و اولو العلم كلهم اشهدوا	انه لا اله الا هو
ثم قال الرسول قولوا ۳ معى	انه لا اله الا هو
خير ما قلته وقال به	قبلنا لا اله الا هو
ما عد الانس ۴ كلهم ۵ شهدوا	انه لا اله الا هو

۱ كلهم كلمه كل بوجہ مضاف ہونے کے معرّفہ کی طرف مجموع اجزاء کا افادہ دیتا ہے جو یہاں پر مقصود نہیں۔ ۱۲ منہ  
۲ لا یصح ایراد ثم فى هذا المقام بكلا احتماليه لان الكلام السابق على العموم۔ ۱۲ منہ  
۳ وزن میں احتلال ہے۔ ۱۲۔ ۴ والجن مثل الانس و انكار الجن انكار النصوص القاطعة  
فتحصيص الانس بالاستثناء ليس بصحيح۔ ۱۲۔ ۵ یہاں پر بھی ما سبق کی طرح اضافتہ کل میں افادہ غیر  
مقصود کا ہے۔ محمد غازی عنى الله عنہ۔



**قولہ:** صفحہ ۱۔ و اشهد ان محمدا خاتم النبیین لا نبی بعده۔

**اقول:** یقولون بافواہم مالیس فی قلوبہم اور نیز قالوا نشہد انک لرسول اللہ میں ایسی ہی شہادت کا بیان ہے۔ آپ اگر آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہیں تو پھر غلام احمد قادیانی دعویٰ نبوت میں کاذب کیوں نہیں سمجھا جاتا؟ کیا اس نے دعویٰ نبوت کا نہیں کیا؟ اور بذریعہ اشتہار مورخہ ۵ نومبر ۱۹۰۱ء کے جس کا عنوان ”ایک غلطی کا ازالہ“ جلی قلم سے لکھا ہوا ہے، لگا کر نہیں پکارا کہ میں نبی اور رسول ہوں؟

**سوال:** خاتم النبیین اور ایسا ہی لانبی بعدی میں مراد نبی سے وہ انبیاء ہیں جن کی نبوت اصالتاً ہونہ یہ کہ بسبب کامل اتباع کے ظلی طور پر ان کو رسول اور نبی کا لقب دیا جاوے اور غلام احمد قادیانی ظلی طور پر نبوت و رسالت کا مدعی ہے نہ کہ اصالتاً۔

**جواب:** قادیانی نے گو کہ بظاہر ظلیت اور بروز اور فنا فی الرسول کے الفاظ کو سپر بنا رکھا ہے مگر فی الحقیقت نبوت اصلیہ کا مدعی ہے اور بر تقدیر تسلیم فنا فی الرسول ہونے اس کے پھر بھی آنحضرت ﷺ کے بعد نبی و رسول کہلوانے کا مجاز نہیں ہو سکتا۔ کما سنینہ۔

**نبوت اصلیہ کے مدعی ہونے کا ثبوت اور اس کی تردید**

**قولہ:** دیکھو اشتہار مذکور صفحہ ۱، سطر ۱۳۔ چنانچہ وہ مکالمات الہیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکی ہیں ان میں سے ایک یہ وحی اللہ ہے۔ هو الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ (دیکھو صفحہ ۳۹۸، براہین احمدیہ) اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے۔

**اقول:** یہ آیت سورہ فتح کے رکوع اخیر میں موجود ہے جس میں آنحضرت ﷺ کی رسالت اور آپ کے دین پاک کے غالب کر دینے کا ذکر ہے۔ کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ اگر کسی شخص کو خواب میں یا بیداری میں آیت مذکورہ سنائی دے جیسا کہ اکثر حفاظ اور شاغلین کو کثرت



استعمال و خیال کے سبب سے ایسا ہوا کرتا ہے، فرض کیا بذریعہ الہام ہی سہی۔ تو کیا وہ شخص بشہادت اس آیت کے رسول کہلوانے کا مجاز ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ورنہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ اَشِدَّاءُ عَلٰی الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کے سننے سے محمد رسول اللہ ﷺ بھی اور اصحاب کبار بھی ہر ایک سننے والا کیوں نہ ہو؟ جب کہ رَسُوْلَةُ کے سننے سے رسول بن گیا تو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے سننے سے محمد رسول اللہ اور وَالَّذِينَ مَعَهُ کے سننے سے اصحاب کبار اور الْكُفَّارِ کے سننے سے کفار کیوں نہیں بن سکتا؟ ایسا ہی اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاْتُوا الزَّكٰوةَ کے سننے سے کوئی دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں نبی و رسول ہوں اور نبی نماز و زکوٰۃ کا حکم میرے پر نازل ہوا ہے، ہرگز نہیں۔ اگر یہ نہیں کر سکتا تو پھر آیت اَرْسَلَ رَسُوْلَةَ بِالْهُدٰى کے الہام ہونے سے بروزی رسالت کو رَسُوْلَةُ کے لفظ سے کس طرح مراد لے سکتا ہے؟ بینوا و انصفوا۔

الغرض بر تقدیر تسلیم الہام بآیہ مذکورہ قادیانی کو استحقاق رسول کہلوانے کا ہرگز نہیں پہنچتا، بفرض محال اگر آیہ مذکورہ کے سننے سے رسول کہلوانے کے مستحق بنیں تو اسی معنی سے رسول ہوں گے جو معنی آیت مذکورہ میں مراد ہے یعنی رسول اللہ صلی۔ ورنہ دلیل دعویٰ پر منطبق نہ ہوگی، کیونکہ دعویٰ میں رسول ظلی اور دلیل یعنی اَرْسَلَ رَسُوْلَةَ میں رسول اصلی۔

ع بہ بین تفاوت راہ از کجاست تا کجا

اور نیز رَسُوْلَةُ سے رسول ظلی مراد لینے کی تقدیر پر تحریف معنوی کلام الہی میں لازم آوے گی لہذا استدلال بآیت مسطورہ بلند آواز سے پکار رہا ہے کہ قادیانی رسول اصلی ہونے کا مدعی ہے چنانچہ اس کا لکار کر کہلوانا بھی اس پر شاہد ہے کیونکہ صرف فنا فی الرسول ہونا اس کا مقتضی نہیں۔

قولہ: پھر اسی اشتہار میں متصل عبارت منقولہ بالا کے لکھتے ہیں۔ ”پھر اس کے بعد اسی



کتاب میں میری نسبت یہ وحی اللہ ہے، جرى الله في خلل الانبياء یعنی خدا کا رسول نبیوں کے حلوں میں۔“ (دیکھو براہین صفحہ ۵۰۴)

**اقول:** یہ نئی لغت ہے جرى الله کا ترجمہ خدا کا رسول۔

**قولہ:** پھر اسی اشتہار میں لکھتے ہیں۔ اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہے۔ ”یہ وحی اللہ ہے محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم اس وحی الہی میں میرا نام محمد رکھا گیا۔ اور رسول بھی۔“

**اقول:** اس وحی الہی میں الکفار کا لفظ بھی موجود ہے اس کو آپ نے نہیں لیا۔ تلک اذا قسمة ضيزى هل هذا بهتان او المالىخوليا فتوبة نصوحا او الدواء لعل الله يهدى او يهب الشفاء وينجى من ذى الداهية الداهيا لكنه من دون التصديق بما جاء به النبي ﷺ الهاشمى المصطفى ليس مما يرجى وان دكت الارض دكا وتنفطر السموات العلى۔

**قولہ:** پھر اسی اشتہار کے صفحہ ۲، سطر ۷ پر لکھتے ہیں۔ ”اور ہم اس آیت پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہیں جو فرمایا کہ ولکن رسول الله و خاتم النبیین اور اس آیت میں ایک پیشین گوئی ہے جس کی ہمارے مخالفوں کو خبر نہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد پیشین گوئیوں کے دروازے قیامت تک بند کر دیئے گئے اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کر سکے نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے۔ یعنی فنا فی الرسول کی پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے اس لئے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں۔“ الخ



**اقول:** بر تقدیر تسلیم اس امر کے کہ مضمون مذکور ﴿وَلَكِنْ رَّسُولَ اللَّهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ کا مدلول ہے صرف دو ہی سوال جو اب طلب معروض کئے جاتے ہیں۔

پہلا سوال جو اب طلب: فانی الرسول ہونے کا معیار اتباع کامل ہوتا ہے۔ دیکھو سیرت صدیقی، فاروقی، عثمانی، مرتضوی وغیرہ اصحاب کرام و سائر اہل اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ آپ سب کمالات نبوت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو رہنے دیجئے صرف زہد اور فقر و فاقہ اور تفسیر دانی کے بارہ میں اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اپنے ہی قلب سے اللہ شہادت لیجئے انا محمد و مفسر کی صدا آتی ہے یا انا متزید و محرف کا لقب ملتا ہے چنانچہ ہر جگہ تحریف ثابت ہو رہی ہے۔ کیا ایسے ہی استنباط من القرآن کا مالک وارث النبی کہلا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کے لئے صدیقی و فاروقی و عثمانی و مرتضوی ملکہ و مہارت قرآن میں چاہیے جس سے صرف وارث النبی کہلانے کا مستحق ہو گا نہ یہ کہ نبی و رسول، کما قال ﷺ لعلي الا انه لا نبوة بعدى۔ (مسلم) وقال علي لست بنبي۔ (حاکم) حیرت انگیز مقام ہے کہ جس شخص کو شب و روز بذریعہ اشتہارات کے بلکہ کئی حیلوں سے حتیٰ کہ تحلیل محرمات سے بھی زروسیم کے مطالبہ کے بغیر اور کچھ نہ سوجھے معہذا پھر اس پاک نبی افضل الانبیاء میں فانی ہونے کا دعویٰ کرے جس کی شان یہ ہے،

ور او دته الجبال الشم من ذهب عن نفسه فاراها ايما شمم

واكدت زهده فيها ضرورته ان الضرورة لا تعدو على العصم

وكيف تدعوا الى الدنيا ضرورة من لولا له لم تخرج الدنيا من العدم

یہاں تو پلاؤ، قورمہ، زردا، مشک و عنبر یا قوتیبین مفرحات کے بغیر گذرتی ہی نہیں اور وہاں

بیت نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں یہ کیفیت تھی جو احادیث مفصلہ ذیل سے پائی جاتی ہے۔



عن عائشة قالت ما شبع رسول الله ﷺ ثلاثة ايام من خبزبر  
تتابعاً حتى مضى بسبيله و عنها قالت كنا ال محمد ﷺ يمر بنا الهلال  
والهلال والهلال ما نو قد ناراً لطعام الا انه التمر والماء الا انه حولنا اهل  
دور من الانصار فيبعث اهل كل دار بحريرة بقريرة شاتهم الى رسول الله  
ﷺ من ذلك اللبن - (اخرجاه في الصحيحين)

قال انس ما راى رسول الله ﷺ رغيفاً مرققاً حتى لحق بالله  
ولا راى شاة سميطاً بعينه قط - (صحیح البخاری)

وعن انس ما اكل رسول الله ﷺ على خوان ولا فى سكرجة  
ولا خبز له مرقق فليل له على ما كانوا ياكلون قال على السفر - (صحیح البخاری)

وعن عمر بن الخطاب انه خطب وذكر ما فتح على الناس فقال لقد رايت  
رسول الله ﷺ يتلوى يومه من الجوع ما يجد من الدقل ما يملاء به بطنه - (صحیح مسلم)

وعن انس انه مشى الى النبی ﷺ بخبز شعير واهالة سننحته ولقد  
رهن درعه عند يهودى فاخذ لاهله شعيراً ولقد سمعته يقول ما امسى عند  
ال محمد صاع تمر ولا صاع حب وانهم يومئذ تسعة ابيات - (صحیح البخاری)

وعن عائشة قالت كان فراش رسول الله ﷺ من ادم حشوه ليف - (صحیح البخاری)

وفى الصحيحين من حديث عمر بن الخطاب رضي الله عنه لما ذكر

اعتزال رسول الله ﷺ نساءه قال فدخلت على رسول الله ﷺ فى  
خزانتة فاذا هو مضطجع على حصير فادنى اليه ازاره وجلس واذا الحصير  
قد اثر فيه بجنبه وقلبت عيني فى بيته فلم اجد شيئاً يرد البصر غير قبضة  
شعير وقبضة من قرظ نحو الصاعين واذا افيق معلق فابتدرت عيناى فقال



رسول الله ﷺ ما يبكيك يا ابن الخطاب فقلت يا رسول الله ﷺ ومالي لا ابكي وانت صفوة الله وخيرته من خلقه وهذه فراشك وهذه الاعاجم كسرى وقصر في الثمار والانهار فقال او في شك يا ابن الخطاب اولئك قد عجلت طبياتهم في الحياة الدنيا وفي رواية او ما ترضى ان تكون لهم الدنيا ولنا الآخرة قال بلى قال فاحمد الله ﷻ قال قلت استغفر الله-

وفي صحيح مسلم عن ابي هريرة قال قال رسول الله ﷺ اللهم اجعل رزق ال محمد قوتا-

وروى الطيالسي باسناد صحيح عن ابن مسعود قال اضطجع النبي ﷺ على حصير فآثر الحصير في جلده فجعلت امسحه واقول بابي وامى انت يا رسول الله الا اذنتنا فنبسط لك شيئاً تنام عليه قال مالي وللدينا انما انا كواكب استظل تحت شجرة ثم راح وتركها- رواه الحاكم في صحيحه عن ابن عباس عن عمر- (شيخ الاسلام الحراني)

وفي الترمذي عن انس بن مالك قال حج النبي ﷺ على رجل رث وقطيفة ولم يكن شحيحاً وحدث انه حج على رجل وكانت زاملة-

وعن انس بن مالك ان النبي ﷺ لبس خشنا واكل خشنا لبس الصوف واحتذى المخصوف قيل للحسن ما الخشن قال غليظ الشعر ما كان سيفه الا بجرعة ماء- (شيخ الاسلام الحراني)

خلاصہ احادیث مذکورہ کا یہ ہے

رسول خدا ﷺ نے تمام عمر میں کبھی تین دن متواتر گیہوں کی روٹی نہیں کھائی اور نہ کئی ماہ تک نبی ﷺ کے گھر میں بوجہ نہ ہونے طعام کے آگ ہی جلی۔ اکثر پانی اور کھجور پر



گذر ہوتی تھی فقر اور فاقہ کی یہ حالت تھی کہ رسول ﷺ کے ہمسائے انصار کھانے پینے کے لئے آپ کو دودھ یا حریسہ دیا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نہ تو پتلی روٹی تناول فرمایا کرتے اور نہ بکرے کا بھنا ہوا گوشت۔ اور نہ کبھی میز پر کھانا کھاتے تھے۔ اکثر چمڑے کے دسترخوان پر تناول فرمایا کرتے تھے آپ کبھی چھوٹے پیالوں میں بھی کھانا نہیں کھایا کرتے تھے۔ گاہے گاہے ایسا بھی اتفاق ہوتا رہا ہے کہ شکم مبارک میں بھوک کی وجہ سے بل پڑ جاتے تھے۔ کبھی جناب ﷺ کو ردی کھجور بھی میسر نہ ہوتی تھی فرش آپ کا چمڑے کا ہوتا تھا اور اس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے ہوتے تھے، کبھی نیند کے وقت چٹائی پر استراحت فرمایا کرتے تھے چنانچہ ایک دفعہ کا مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جسم اطہر پر بوریوں کے نقش دیکھ کر رو پڑے اس پر جناب سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ رونے کا کیا باعث ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کفار جو دشمن خدا ہیں وہ تو عیش کریں اور آپ ﷺ محبوب الہ ہو کر ایسے حال میں رہیں، پس کیوں نہ روؤں۔ اس پر جناب ﷺ نے فرمایا کہ کفار کے لئے دنیا ہے اور ہمارے لئے آخرت۔ کیا اے ابن خطاب! تو اس تقسیم پر راضی نہیں؟ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خوش ہوئے اور خدا کی حمد و ثناء کہہ کر استغفار کیا۔

اسی طرح ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بدن مبارک سے بوریوں کے نقش مٹاتے اور کہتے تھے اگر اجازت ہو تو آپ ﷺ کے لئے فرش بچھایا کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک مسافر سوار کی طرح ہوں جو کہ درخت کے سائے کے نیچے تھوڑے عرصے کے لئے آرام لیتا ہے پھر اس کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔

منخر موجودات ﷺ حالانکہ بخل کی عادت سے مبرا تھے تاہم آپ نے بوڑھی اور دہلی سواری پر پرانی چادر پہن کر حج ادا کیا۔ موٹا کپڑا پہنتے تھے۔ جو کی موٹی روٹی کھاتے تھے جو کہ بغیر پانی کے حلق سے نہ اترتی تھی۔ دعایہ مانگتے تھے یا اللہ! آل محمد ﷺ کو رزق گزارہ عطا فرما یعنی اتنا رزق جس سے زندگی بسر ہو سکے۔



وَلَنِعْمَ مَا قِيلَ

رباعی

ابھان نہ کجا عشق بازی ز کجا ہندو ز کجاؤ زبان تازی ز کجا  
چوں اہل حقیقت سخن عشق کنند بیہودہ این قوم مجازی ز کجا

رباعی

اے خواجہ سرائے فنا رسولی ز کجا دیں نفس پرستی و فضولی ز کجا  
جانبازی و سردہی بعشقتش فلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

دیگرے فرمودہ

منزل عشق از مکان دیگر است مرد این راہ را نشان دیگر است  
چہ گویم و چہ نو رسم نشان این بے نشانان کہ والہان جمال محمدی ﷺ و والیان کمال  
احمدی ﷺ اند۔ چند رباعیات مسطورہ ذیل شمعہ از حال این عزیزان حکایت می  
نمائند۔ ولله در القائل

رباعی

مہ را بینم زوئے تو ام یاد دہد گل را بویم بوئے تو ام یاد دہد  
چوں زلف بنفشہ رازند برہم باد آشفتنگی موئے تو ام یاد دہد  
حق حق حق حق حق حق حق حق حق حق حق حق حق حق حق



رباعی

عشق تو کہ شاہ بو در ملک درون      چوں دبدبہ شہای او گشت فزون  
شد ہمرہ آب دیدہ دہم آہ      وز پردہ سرکے سینہ زد خیمہ برون

رباعی

فصاد بقصد آنکہ بردارد خون      شد تیز کہ نشترے زند بر مجنون  
مجنون بگریست گفت ازاں می رسم      کاید بدل خون غم لیلے بیرون

رباعی

مست می اگر دست کرم جنباند      جز بخشش دینار و درم نتواند  
چوں مست غمت مرکب ہمت راند      بر فرق دو کون آستین افشاند

رباعی

ما مست و معر بدیم درند چالاک      در عشق نہادہ پابمیدان ہلاک  
صد بار بہ تیغ غم اگر کشتہ شویم      آں مایہ عمر جلودانی است چہ باک

رباعی

بس تخت نشین کہ شدز سوادے تو مست      در ذیل گدلیان تو بر خاک نشست  
سر بردر تو نہادہ بوسد پیوست      سگ را بہ نیاز پاؤ سگباں را دست



رباعی

دے شانہ زد آن ماہ خم گیسورا      بر چہرہ نہاد زلفِ عنبر بورا  
پوشیدہ بدین حیلہ رخ نیکورا      تا ہر کہ نہ محرم نشنا سد اورا

رباعی

ساقی مے ازاں مہینہ جام درده      از ہم مکسل علی الدوام درده  
چوں در لغت عرب مدام آمدے      اے ماہ عجم تو ہم مدام درده

رباعی

روزی کہ مدارِ چرخ و افلاک نبود      و آمیزش آب و آتش خاک نبود  
بر یاد تو مست بودم و بادہ پرست      ہر چند نشان بادہ و تاک نبود

مؤلف می گوید عنی عنہ عند ربہ سرشار بادہ عشق محمدی نہ تنہا بلال است بلکہ ہزار ہا بدر از بار غمش  
چوں ہلال - کما قیل

رباعی

تنہا نہ منم ز عشق تو بادہ پرست      آل کیست تو خود بگو کزیں بادہ پرست  
آں روز کہ من گرفتیم ایں بادہ بدست      بودند حریف مے پرستان آلست

برادر! کسے کہ کوچہ و بازار مدینہ طیبہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام گردیدہ و از شاخ ہر گیاہی

روایات حسن آن دلدل سوار را شنیدہ باشد باید پرسید کہ چگونہ از درو بام آن احسن الانام صلی اللہ علیہ وسلم



صدائے ایں رباعی بگوش مقیمان کوئے پاکش میرسد۔

آنی تو کہ از نام تو مے بارد عشق و ز نامہ د پیغام تو مے بارد عشق  
عاشق شود آنکس کہ بکویت گذرد گوئی زور و بام تو مے بارد عشق

فسبحان من خلقه و احسنه و اجمله و اکمله سبحانه سبحانه سبحانه

ع چو عبد این است معبودش چه باشد

دوسرا سوال جواب طلب: اگر صرف مقام فنا فی الرسول ہی کا قادیانی کو رسول اور نبی کہلانے کی اجازت دیتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ صدیق اکبر نے جس کی شان میں لو کنت متخذاً خلیلاً لاتخذت ابا بکر خلیلاً فرمایا گیا اور ایسا ہی عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے باوجود لقب محدثیت کے اور عثمان نے باوجود کمال اتباع صوری و معنوی کے اور علی مرتضیٰ نے باوجود بشارت انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ کے اور سید شباب اهل الجنة حسین نے جن کا مجموعہ بعینہ جمال با کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ تھا، رسول اور نبی کہلوانے پر جرأت نہ کی اور ہزار ہا اہل اللہ جن کے فانی فی الرسول ہونے پر ان کے سایہ کا گم ہو جانا بھی شہادت دیتا تھا کسی نے نبی اور رسول نہیں کہلوا یا۔ قطب الاقطاب سیدنا العوث الاعظم رضی اللہ عنہ مکالمات الہیہ میں سے کسی مکالمے میں باوجود شان خضنا بحرالم یقف علی ساحله الانبیاء کے یعنی فینا فی النبی الامی الذی هو کالبحر فی السخاء نبی اور رسول کے لفظ سے نہ پکارے گئے یہ سب تو اسی قاعدہ مسلمہ میں محدود رہے کہ الولی لا یبلغ درجۃ النبی۔ اور قادیانی صاحب باوجود اوصاف منافرہ عن مقام الفناء کے نبوت تک پہنچ گئے بلکہ الوہیت مستقلہ متقابلہ لا الوہیۃ الباری عزائمہ بھی العیاذ باللہ



حاصل کر لی، چنانچہ اپنی تالیف کتاب البرہیکے صفحہ ۷۹، سطر ۴ پر لکھتے ہیں کہ ”اور اس حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی پھر میں نے منشاء کی موافق اس کی ترتیب و تفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا انا زینا السماء الدنيا بمصایح پھر میں نے کہا ہم انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کریں گے پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہو گئی۔“ الخ

اس عبارت مسطورہ میں ہم ناظرین کو صرف اسی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ وہ آسمان دنیا جس کو قادیانی صاحب نے پیدا کیا ہے وہ کہاں ہے اگر کہیں رکھا ہے تو پتہ بتلا دیں۔ ورنہ کشف اپنے غیر واقعی اور محض از قبیل اضغاث احلام ہونے پر صاف شہادت دے رہا ہے۔ کیا ایسی ہے مکاشفات و الہامات غیر واقعیہ قادیانی صاحب کی نبوت و رسالت کے چھت کے لئے شہتیرین بن سکتی ہے؟ ہاں بدین وجہ ہو سکتے ہیں کہ خیالی چھت کی شہتیرین بھی خیالی ہونی چاہیے۔

جاننا چاہیے کہ ولی کے منکر کو کافر نہیں کہا جاتا جیسا کہ تصدیق بولایت کو ایمان نہیں کہتے ورنہ امنة باللہ وملائکتہ و کتبہ ورسولہ واولیائہ الخ ایمانی طور پر ہر مومن کو ماننا لازم ہوتا۔ قادیانی کا یہ کہنا کہ ”میں ظلی طور پر نبی ورسول ہوں اور میرا ماننا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔“ اس کو ایک تمثیل عام فہم کے پیرائے میں سمجھنا چاہئے۔ زید مثلاً کہتا ہے کہ میں فقیر مسکین ہوں اور میرا فرمان مستوجب سزا ہے قید کیا جاوے گا۔ کیا زید کو بسبب دوسرے فقرے دعویٰ کے مدعی سلطنت و حکومت کا نہ خیال کیا جائے گا؟ اہل عقل پر ظاہر ہے کہ زید فی الحقیقت قول مذکور سے بادشاہی کا



دعویٰ ہی کر رہا ہے اور میں فقیر مسکین ہوں کے فقرے کو سپر بنا رکھا ہے۔ ایسا ہی قادیانی بھی فنا فی الرسول اور بروز اور ظلیت کی آڑ میں مطاعن سے بچنا چاہتا ہے اور فی الواقع مطلب اس کا دوسرے فقرے سے متعلق ہے جو خاصہ لازمہ انبیاء کے لئے سمجھا گیا ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ قادیانی نے اپنے چیلوں کو اپنے غیر معتقدین کے پیچھے نماز پڑھنے سے روک دیا ہے اور ایسا ہی ناطہ وغیرہ سے بھی۔ وجہ اس کی یہ بھی ہے کہ اس نے اپنے منکرین کو کافر سمجھا ہوا ہے۔ حالانکہ حضرت شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہ فتوحات میں لکھتے ہیں کہ میں فلاں شخص کو (جس کا نام میں اب بھول گیا ہوں اور فتوحات میں مندرج ہے) مبعوض اور برا سمجھتا تھا بسبب اس کے کہ وہ میرے شیخ ابو مدین مغربی قدس سرہ کو نہیں مانتا تھا پس میں آنحضرت ﷺ کے دیدار فیض آثار سے خواب میں مشرف ہوا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ فلاں شخص کو کس لئے تو برا مانتا ہے میں نے عرض کیا کہ وہ ابو مدین مغربی کا منکر ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کیا وہ توحید اور میری رسالت کے ساتھ ایمان نہیں رکھتا؟ شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے سویرے جا کر اس شخص کو کچھ دے کر بڑی عجز و منت سے خوش کیا۔ (اس وقت مجھ کو فتوحات کا اتنا ہی مضمون خیال میں ہے شاید کم و بیش ہو۔ واللہ اعلم)

بڑی افسوس کی حالت ہے کہ ابو مدین جیسے ولی کامل سے منکر ہونا بعد الایمان باللہ ورسول کے موجب بغض و کراہت نہیں ہو سکتا بلکہ محی الدین بن عربی جیسے شخص کو اس پر ناخوش ہونے کے باعث سے آنحضرت ﷺ تنبیہ فرماتے ہیں اور قادیانی صاحب کے منکرین باوجود ایمان باللہ ورسولہ کے کافر سمجھے جا رہے ہیں۔

ناظرین خدارا انصاف! اگر یہ نبوت مستقلہ کا دعویٰ نہیں تو اور کیا ہے؟ مسلمانو! بعد آنحضرت ﷺ کے لقب نبی ورسول کا کسی مسلمان کے لئے شرعی نظر سے جائز نہیں نہ اصلی اور نہ ظلی۔ اگر ظلی طور پر یہ لقب تابع نبی کو عطا ہو سکتا اور فنا فی الرسول کا مقام مجوز اس کا



ہوتا تو سب سے زیادہ مستحق مہاجرین و انصاری تھے رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ جن کا ذکر خیر کتاب و سنت میں موجود ہے اللہ جل شانہ نے قرآن مجید کے سورہ فتح میں اصحاب کرام علیہم الرضوان کو صرف وَالَّذِينَ مَعَهُ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سے یاد فرمایا اور رسالت کا لقب خاص سرور عالم و سید ولد آدم ﷺ ہی کے لئے رکھا۔ کما قال عز من قائل مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ باوجود یہ کہ صحابہ عظام علیہم الرضوان کو اس سفر میں حدیبیہ سے واپس ہونے کے باعث اور دخول مکہ سے مشرکین کی رکاوٹ کے سبب سے اپنی ناکامی کا سخت رنج و ملال تھا جس کے دفع کرنے کے لئے ان القاب سے ان کو اطمینان دیا گیا یعنی مَعَهُ اور اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ اور رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ اور رُكَّعًا سُجَّدًا پس نظر بمقتضائے مقام ان کے اطمینان دہی اور دفع ملامت اعلیٰ لقب سے ضروری تھی جس کے اوپر اور کوئی تمغہ و لقب متصور نہ ہو، یعنی نبوت و رسالت جس کے اوپر صرف الوہیت ہی رہ جاتی ہے تو بجائے اوصاف مذکورہ فی الآیۃ کے وَالَّذِينَ مَعَهُ انبیاء و رسل ہونا چاہیے تھا۔ اس سے اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ بعد آنحضرت ﷺ کے نبی اور رسول کا لقب ظلی طور پر بھی کسی کا استحقاق نہیں۔ بڑی تعجب کی بات ہے کہ صحابہ کرام میں سے خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم جن میں اقویٰ اور اعلیٰ موجبات تشبہ بالنبی ﷺ کے قوت عاقلہ و عاملہ دونوں کی جہت سے موجود تھی، وہ تو نبی اور رسول کے لقب سے محروم کئے جاویں اور تیرہ سو (۱۳۰۰) برس کے بعد ایک شخص جس کے قوت عاقلہ کے کمال پر اس کے استدلالات آیات قرآنی اور قوت عاملہ کے جلال پر ان کا راز تقریر لسانی و انحصار در قلمرانی شاہد ہیں بلا تاحاشہ نبی اور رسول کا لقب حاصل کرے بلکہ حقیقی نبی بھی بن بیٹھے یعنی یہ کہے کہ میری ازواج کو امہات المؤمنین کے لقب سے پکارا کرو۔ وغیرہ وغیرہ۔ نہایت ہی حیرت انگیز مقام ہے کہ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو باوجود بیان کمال اتحاد کے جو قریب بعینیت ہے، اس



لقب کی اجازت نہ دیجاوے بلکہ صریح لفظوں میں روک دیا جاوے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں بروایت سعد حدیث طویل کے ضمن میں مذکور ہے کہ فقال له رسول الله ﷺ اما ترضى ان تكون منى بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبوة بعدى لعنى على كرم الله وجهه كوجب کہ آنحضرت ﷺ نے بعض غزوات میں خلیفہ بنا کر مدینہ طیبہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں چھوڑ کر جانے لگے تو علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ آپ نے مجھ کو عورتوں اور لڑکیوں کے ساتھ پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ بجواب اس کے آپ ﷺ نے فرمایا۔ کیا تو خوش نہیں میرے قائم مقام ہونے پر، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کا قائم مقام ہارون علی نبینا وعلیہما السلام تھا اور میرے قائم مقام ہونے کی نعمت تو تم کو ملی ہے مگر نبی کا لقب خاص میرے ہی لئے ہے تم کو نہیں ملتا کیونکہ میرے پیچھے نبوت نہیں۔ اور قادیانی کو جو نبوت و رسالت کے اوصاف صوری و معنوی سے بمرآل بعیدہ ہے اور ہر جگہ اس کی قرآن دانی اور تفسیر بیانی شہادت دے رہی ہے نبی اور رسول کہلوانے کی اجازت مل جاوے۔ ہاں وجہ اس کی شاید یہ ہو کہ قادیانی نے سوچا کہ آنحضرت ﷺ نے جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ جیسے قریبی کو نبی کہلوانے سے روک دیا ہے تو آپ سے اس لقب کا حاصل کرنا ناممکن ہے۔ چاہیے کہ آنحضرت ﷺ کو خبر ہی نہ ہو اور پیش قدمی کر کے جھٹ اللہ جل شانہ سے یہ تمغہ حاصل کر لوں۔ لہذا مکالمات الہیہ سے بزعم خود کامیاب ہوتے ہی لگا تار اشتہار دینے شروع کئے مگر وقت یہ ہے کہ ان مکالمات میں بھی بعض آیات وہی ہیں جو افضل الانبیاء ﷺ پر بھی اتری تھیں۔ جن کے ساتھ استدلال پکڑنے سے لازم آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے العیاذ باللہ ان آیات سے اجازت عامہ ہر ایک فانی فی الرسول کے لئے نبی و رسول کہلوانے کی نہیں سمجھی تھی۔ لہذا علی کرم اللہ وجہہ کو باوجود کمال فنا کے الا انه لا نبوة بعدی فرما کر محروم رکھا اور اس آیت ﴿لَا يُظْهِرُ عَلٰی غَيْبِهِ اَحَدًا اِلَّا مَن ارْتَضٰی مِنْ رَسُوْلٍ﴾ کو جس طرح قادیانی صاحب نے سمجھا ہے



آنحضرت ﷺ نے نہیں سمجھا۔ نعوذ باللہ من ہذیان الجاہلین۔

دوسری دقت یہ ہے کہ بقول قادیانی فنا فی الرسول کے حاصل ہونے سے یہ لقب ملتا ہے اور رسول ﷺ کی خیرات اور آپ کے ہی طفیل یہ عنایت ہوتی ہے، مگر رسول ﷺ اس سے بے خبر ہیں۔ العیاذ باللہ۔ لہذا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو صرف تین ہی لقب عطا ہوئے۔ چنانچہ حاکم نے مستدرک میں بروایت اسعد بن زرارہ اخراج کیا ہے کہ قال قال رسول اللہ اوحی الی فی علی ثلث انه سید المؤمنین وامام المتقین وقائد الغر المحجلین۔ اور نبی ورسول کے لقب سے مشرف نہ فرمایا باوجود اس کے کہ خیبر کے دن یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ سے ان کی محبت و محبوبیت کل اصحاب کے سامنے ظاہر ہوئی۔

**قولہ:** پھر قادیانی صاحب اسی اشتہار کے صفحہ ۲، سطر ۲۲ پر لکھتے ہیں۔ ”اور یہ بھی یاد رہے کہ نبی کے معنی لغت کی رو سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پا کر غیب کی خبر دینے والا۔ پس جہاں یہ معنی صادق آئیں گے نبی کا لفظ بھی صادق آئے گا۔ اور نبی کا رسول ہونا شرط ہے کیونکہ اگر وہ رسول نہ ہو تو پھر غیب مصفی کی خبر اس کو مل نہیں سکتی۔ اور یہ آیت روتی ہے ﴿لَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ﴾ اب اگر آنحضرت ﷺ کے بعد ان معنوں کے رو سے نبی سے انکار کیا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ امت مکالمات و مخاطبات الہیہ سے بے نصیب ہے کیونکہ جس کے ہاتھ پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہوں گے بالضرورت اس پر مطابق آیت ﴿لَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ﴾ کے مفہوم نبی کا صادق آئے گا اسی طرح جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے بھیجا جائے گا اسی کو ہم رسول کہیں گے۔“

**اقول:** سبحان اللہ ادھر تو عربیت اور بلاغت فصاحت میں یکتائی اور اعجاز کا دعویٰ ہے اور



ادھر یہ کہ نبی کا معنی لغت کے رو سے ”خدا کی طرف سے اطلاع پا کر غیب کی خبر دینے والا۔“ نہیں صاحب نبی کا معنی لغت کی رو سے مطلق خبر دینے والا ہے دید سے ہو یا شنید سے، اور نیز بذریعہ نجوم، جفر، رمل، کہانت کے ہو یا بوساطت وحی کے۔ اور اصطلاح شرعی میں خدا کی طرف سے اطلاع پا کر غیب کی خبر دینے والا۔ جس کو خود بھی قطعی علم ہو اور دوسروں پر بھی ایمان اس کے ساتھ لانا فرض ہو۔ ایسے شخص کو از روئے شرع کے نبی و رسول کہا جاتا ہے۔ اور ایسی نبوت و رسالت بعد آنحضرت ﷺ کے کسی اور کو نہیں مل سکتی۔ جن کو پہلے مل چکی ہے انہیں کے لئے ہے۔ اور ان کی نبوت گو کہ دائمی ہے مگر خاتم النبیین کو منافی نہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ سے پہلے ان کو مل چکی تھی بخلاف نبوت قادیانی کے کہ بعد آنحضرت ﷺ کے اس کے حاصل کرنے کا مدعی ہے، لہذا خاتم النبیین کے منافی ہے۔ اور مکالمات و مخاطبات امت مرحومہ میں بعد آنحضرت ﷺ کے بند نہیں کئے گئے مگر اس درجہ کو نہیں پہنچتے کہ ان کی ظنیت یا قطعیت حجت علی الغیر ہو۔ بعد خبر دینے ان کے اگر کوئی انکار کرے تو اس کو شرعاً کافر نہیں کہا جاتا گو کہ فی الواقع ظہور میں بھی اس کی خبر دینے کے مطابق ہو جاوے۔ بنا برآں انبیاء علیہم السلام کی اخبار بالمغیبات کے ساتھ ضروری طور پر قبل از وقوع تصدیق کرنی ہوگی جس کو ایمان شرعی کہا جاتا ہے، اور ان کے انکار کو کفر شرعی بخلاف اخبارات اولیاء اللہ کے کہ ان کی تصدیق کو ایمان نہیں کہا جاتا، اور نہ ان کے انکار کو کفر۔ آیت مذکورہ ﴿فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا﴾ میں مراد اظہار علی الغیب سے اطلاع دہی علی سبیل القطعیت ہے اور یہی اطلاع مخصوص بالانبیاء اور رسل ہے۔ یعنی انہیں کی وحی و الہام کو قطعیت اور الزام علی الغیر کا استحقاق ہے۔ غیر انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اطلاع ظنی طور پر ہوگی یا قطعی غیر متعدی۔ یعنی ولی کو اگرچہ بسبب تکرار الہام و کثرت تجربہ کے فی نفسہ علم قطعی بھی حاصل ہو، مگر الزام علی الغیر کا مستحق نہ ہوگا تا کہ اس کے ساتھ تصدیق کرنے کو ایمان کہا جائے اور اس سے انکار



کرنے کو کفر۔ اور معلوم ہو کہ آیت میں چونکہ اظہار الشخص علی الغیب کی نفی ماسویٰ رسول سے کی گئی جس کا مفاد علم قطعی ہے اور رسول کے لئے اثبات، لہذا غیر انبیاء سے مطلق علم بالغیب کی نفی نہ ہوئی بلکہ صرف علم قطعی کی۔ ہاں اگر اظہار الغیب علی الشخص کی نفی ہوتی، جس کا مفاد علم ظنی ہے تو معتزلہ کا استدلال بآیت مذکورہ نفی اطلاع الاولیاء علی الغیب پر صحیح ہو سکتا تھا اور ایسا ہی نقض باخبار رمال و جفار و کاہن و رؤیا وارد ہوتا کیونکہ تجربہ سے ثابت ہے کہ بارہار ملی، جفری، کاہن کی خبر اور خواب دیکھنے والے کی خواب سچی نکلتی ہے۔ آیت مذکورہ کا مطلب یہ ہوا کہ علم قطعی بحدے کہ حجۃ علی الغیر ہو بغیر رسول کے کسی کو نہیں دیا جاتا۔ رہا علم ظنی یا قطعی جس کی قطعیت حجۃ علی الغیر نہیں ہو سکتی، سو وہ ولی کو فنا فی الرسول ہونے کی رو سے اور رمال و جفار وغیرہ کو اپنے اپنے فنون کے ذریعے سے حاصل ہو سکتا ہے اور قبل از وقوع ان کے ساتھ تصدیق کرنے کے ہم مکلف بھی نہیں اور آیت مذکورہ ایسے علوم کو غیر انبیاء کرام سے نفی نہیں کرتی تاکہ نقض بمواد مذکورہ آیت پر وارد ہو۔

ناظرین کو بشرط تدبر اس مقام سے کئی امور دریافت ہو سکتے ہیں۔

۱..... رسول اور غیر رسول میں فرق بحسب العلم والظن والزام علی الغیر وعدم الزام۔

۲..... دفع اس اعتراض کا جواب اہل اعتزال بآیت مذکورہ متمسک ہو کر کرامت ولی پر وارد کرتے ہیں۔

۳..... دفع نقض باخبار رمال و جفر وغیرہ۔

۴..... قادیانی صاحب کے استدلال بالآیت کا فساد۔

قادیانی صاحب کا مدعی میں نبی اور رسول ہوں یعنی ظلی طور پر مجھے نبی اور رسول کہلوانے کا استحقاق ہے۔

صغریٰ: مجھ کو غیب مصفیٰ پر اطلاع دی جاتی ہے۔ کبریٰ: اور جس کو غیب مصفیٰ پر اطلاع دی



جائے وہ شہادت آیت مذکورہ رسول ہوتا ہے۔ نتیجہ: پس میں بھی رسول ہوں۔

وجہ فساد یہ ہے دلیل مذکورہ کے پہلے مقدمے میں مراد اطلاع سے اگر اطلاع قطعی

حجتہ علی الغیر ہے تو ہم کہتے ہیں اس طرح کی اطلاع خاصہ نبی اور رسول کا ہے بحکم آیت ﴿فَلَا

يُظْهِرُ عَلٰی غَيْبِهِ اَحَدًا اِلَّا مَنْ ارْتَضٰ مِنْ رَسُوْلٍ﴾ کیونکہ اس میں اطلاع قطعی بحد

مذکور کی نفی بغیر رسول شرعی کے سب سے کی گئی ہے اور اگر مراد اطلاع سے اطلاع غیر قطعی الی

الحد المذکور ہے عام اس سے کہ ظنی ہو یا قطعی غیر بالغ الی الحد المذکور تو حد اوسط مکرر نہیں۔

یعنی پہلا مقدمہ یہ ہوا کہ مجھ کو اطلاع غیر قطعی حاصل ہے اور دوسرا مقدمہ یہ کہ جس کو اطلاع

قطعی بحد مذکور حاصل ہو وہ رسول ہوتا ہے تو اس استدلال سے قادیانی صاحب کو کیا فائدہ

ملا۔ کیونکہ قطعی علم والا رسول بنا اور اس کا علم چونکہ غیر قطعی ہے لہذا وہ رسول اور نبی کے لفظ کا

مستحق نہ ہوا۔

۵..... یہی آیت جس کا حاصل یہ ہے کہ رسول کا علم بالغیب قطعی واجب التسلیم ہوتا ہے

قادیانی کے اس دعویٰ کو کہ میں مسیح موعود ہوں، اڑا رہی ہے۔ کیونکہ بموجب اس آیت کے

رسول ﷺ کی متواتر پیشین گوئیں دوبارہ نزول مسیح بن مریم سچی اور واجب التسلیم ٹھہریں

جن کی تصدیق کو ایمان اور انکار کو کفر کہا جائے گا۔

**سوال:** قادیانی صاحب مع امر وہی صاحب وغیرہ کے احادیث متواترہ فی نزول المسیح کا

انکار نہیں کرتے بلکہ بعد التسلیم ان کو مؤول ٹھہراتے ہیں یعنی مسیح بن مریم یا عیسیٰ بن مریم

سے مراد قادیانی ہے۔ بعلاقة مماثلة

**جواب:** تاویل بغیر قرینہ صارفہ عن المعنی الحقیقی کے تحریف ہوتی ہے خصوصاً جب کہ قرآن

مانع عن التاویل بھی موجود ہوں کیونکہ ایسے تصریحات دربارہ نزول اسی مسیح بن مریم بعینہ نہ



بمثیلہ کے آنحضرت ﷺ سے موجود ہیں جن میں کسی طرح تاویل ممکن ہی نہیں۔ چنانچہ قال رسول اللہ ﷺ لليهود ان عيسى لم يمت وانه راجع اليكم قبل يوم القيمة۔ (دیکھو علامہ ہیوطی کی تفسیر درمنثور)۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے یہود کو مخاطب کر کے فرمایا کہ محقق ہے یہ بات کہ عیسیٰ نہیں مرا اور یہ بھی محقق ہے کہ وہ لوٹنے والا ہے تمہاری طرف قیامت کے دن سے پہلے۔ اب یہ پیشین گوئی کیسی صریح طور پر صاف صاف لفظوں میں آنحضرت ﷺ نے فرمادی ہے جس میں مومن کو کسی طرح کا وسوسہ اور شک نہیں۔ مگر افسوس کہ بحکم

ع اے تیزی طبع تو برمن بلاشدی

امروہی صاحب یہاں پر بھی وار کئے بغیر نہیں تھمے فرماتے ہیں کہ لم يمت یعنی کہ حضرت عیسیٰ سولی پر نہیں مرے۔ (دیکھو ٹمبس بازغص ۷۰، ص ۲۰)۔ معلوم نہیں اس تحریف نے آپ کو کیا فائدہ بخشا اور یہ خیال نہیں کیا کہ مابعد کا فقرہ وانه راجع اليكم کیا کہہ رہا ہے یہ تو اسی عیسیٰ کو جس کا ذکر آنحضرت ﷺ نے یہود سے کیا تھا دوبارہ دنیا میں لاتا ہے۔ آپ کے قادیانی صاحب کا تو ذکر ہی نہیں۔

**سوال:** ممکن ہے کہ راجع سے مراد عیسیٰ کا رجوع بروزی طور بصورت قادیانی ہو۔

**جواب:** مرزا جی چونکہ بروز عیسوی اور بروز محمدی ﷺ دونوں کے مدعی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ عیسوی رجوع بصورت قادیانی سے احادیث متواترہ میں خبر دیتے ہیں اور اپنے رجوع بروزی یعنی دوبارہ دنیا میں بصورت قادیانی ہو کر آنے سے ایک حدیث میں ہی اعلام نہیں فرماتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ رجوع بروزی مراد نہیں بلکہ رجوع بعینہ۔ اور نیز بروز سے مراد اگر یہ ہے کہ روح قادیانی روح عیسوی سے مستفیض ہوتا ہے تو یہ استفاضہ قادیانی کے بغیر بہتیرے لوگوں کو حاصل ہوا ہے چنانچہ حضرت شیخ فتوحات میں فرماتے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم ہمارا پہلا شیخ ہے اس کے ہاتھ پر ہم نے توبہ کی اور ہمارے حال پر ان کی



بڑی عنایت ہے کما قال وهو شيخنا الاول رجعنا على يديه وله بنا عناية عظيمة لا يغفل عنا ساعة۔ اور ان کے ماسوا اور یہی عیسوی المشرک صوفیہ بہتیرے سے گزر گئے اور موجود ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور نیز اس طرح کا افاضہ عیسیٰ ابن مریم کا اس کے زندہ ہونے پر موقوف نہیں بلکہ بر تقدیر مر جانے عیسیٰ ابن مریم کے یہی قادیانی کو فیض پہنچ سکتا ہے پس آنحضرت ﷺ کا فرمانا وانه راجع اليكم اگر بطریق بروز ہوتا تو ان عیسیٰ لم یمت بے ربط ٹھہرتا تھا کیونکہ وہ تو موت کی تقدیر پر بھی ہو سکتا ہے۔ اور نیز راجع اليكم سے بروز فی القادیانی جب لیا جاسکتا ہے کہ قادیانی صاحب یہود میں سے ہوں کیونکہ آنحضرت ﷺ یہود سے مخاطب ہو کر فرما رہے ہیں کہ وانه راجع اليكم ای بارز فيكم امر وہی صاحب کو شاید محقق ہو گیا ہو کہ قادیانی صاحب یہود میں سے ہیں لہذا یہ تاویل فرما رہے ہیں۔

الغرض راجع اليكم بمعنی بارز فيكم جب ہی صادق آئے گا کہ یہود میں سے کسی شخص کو عیسوی بروز کا مالک قرار دیا جائے چنانچہ لینزلن فيكم ابن مریم کا معنی قادیانی کے نزدیک یہی ہے کہ تم مسلمانوں میں سے کسی ایک مسلمان میں عیسیٰ کا بروز ہوگا اور آج تک چونکہ کوئی شخص رجوع و نزول بروزی کا مدعی نہیں بناتا کہ اس پر یہودی ہونے کا الزام عائد ہو لہذا یہ امر وہی تاویل کا میوہ خاص مرزا صاحب ہی کے لئے پیشکش ہو سکتا ہے اور اگر مراد بروز سے یہ ہے کہ روح عیسوی قادیانی کے بدن میں آ گیا تو یہ تناخ ہوا۔ و ہوا باطل۔ اور نیز بروزی احتمال کو پہلا فقرہ حدیث مذکورہ کا کہ ان عیسیٰ لم یمت مردود کرتا ہے کیونکہ جب عیسیٰ بن مریم بقول آنحضرت ﷺ کے مرا نہیں، زندہ ہے۔ تو انہ راجع سے یہی ثابت ہوا کہ وہی عیسیٰ بن مریم خود ہی دوبارہ دنیا میں آئے گا اور امر وہی صاحب کی تاویل مذکورہ پر اس حدیث میں پہلا فقرہ دوسرے سے بالکل بے ربط ہوا جاتا ہے۔



**سوال:** اس قسم کی صریح احادیث میں تاویل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم شہادت دیتا ہے کہ عیسیٰ بن مریم فوت ہو گیا ہے اور جو مر جاتے ہیں دوبارہ دنیا میں لوٹ کر نہیں آتے بناء علیہ دفعا للتعارض تاویل کرنی ضروری ٹھہری۔

**جواب:** قرآن کریم کی آیات اسی رسالہ میں اپنی جگہ پر مشرح لکھی جائیں گی اس جگہ اتنا ہی کہا جاتا ہے کہ اصول ثلاثہ یعنی قرآن، حدیث، اجماع میں حقیقی تعارض و اختلاف ہرگز ممکن نہیں پس جب کہ احادیث متواترہ اور اجماع اسی عیسیٰ بن مریم کے رجوع پر صراحۃً ناطق ہیں۔ کما سیظہر۔ تو ضرور آیات قرآنیہ کا معنی بھی وہی صحیح ہوگا جو سنت اور اجماع کے مخالف نہ ہو جیسا کہ یہی ہے مسلک سلف صالحین کا۔ اور نیز معلوم ہو کہ مؤول یعنی تاویل کرنے والا اگر حدیث کو صحیح الثبوت و مسلم المراد جان کر تاویل کرتا ہے تو بیشک تحریف کے الزام سے کسی طرح بری نہیں ہو سکتا صحیح الثبوت و مسلم المراد کا معنی یہ ہے کہ یہ حدیث آنحضرت ﷺ ہی کا فرمان پاک ہے اور آپ ﷺ کی مراد بھی ان الفاظ سے وہی معنی ہے جس کو چھوڑ کر تاویل کے رو سے اور معنی لیا جاتا ہے۔ قادیانی صاحب اور امر وہی صاحب ان احادیث کو صحیح الثبوت و مسلم المراد سمجھ کر مؤول ہیں اس کا ثبوت دونوں صاحبوں کا آج تک کسی تالیف میں حدیث مذکورہ و نظائرہ کی صحت پر معقول کلام نہ کرنا اول دلیل ہے، تسلیم صحت حدیث پر۔ اور بلا وجہ مردود کہنا قابل اعتبار نہیں بلکہ علامہ سیوطی جیسے محدث کی تصحیح (جن کے پاس صحت حدیث کے لئے معیار علاوہ اصول حدیث کے کشف صحیح بھی تھا جس کو قادیانی صاحب بھی ازالہ اوہام میں تسلیم کرتے ہیں) کافی ہے حدیث مذکور کی صحت کے لئے۔ (دیکھو مقدمہ فتح البیان)۔ امر وہی صاحب کی عبارت منقولہ ذیل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ احادیث نزول و رجوع اور اقوال مفسرین میں (جن سے حیات و رجوع عیسیٰ بن مریم پر استدلال کیا گیا ہے) قائل کی مراد وہی معنی ہے جس کو ہم چھوڑ کر تاویلی معنی لیتے ہیں اور اس تاویل کرنے میں ہم مجبور ہیں کیونکہ یہ اقوال



دلائل قطعیہ کے معارض ہیں۔ دیکھو صفحہ ۷۸، سطر ۳ شمس بازغہ پر لکھتے ہیں۔ ”اگر کہا جاوے کہ تمہاری تاویل ان اقوال میں توجیہ القول بمالایرضیٰ بہ قائلہ کی مصداق ہے پس ایسی تاویل کیوں کر قبول کی جاسکتی ہے تو گزارش یہ ہے کہ اگر آپ ان اقوال مردودہ کی یہ تاویل تسلیم نہیں کرتے تو چونکہ یہ اقوال دلائل قطعیہ مذکورہ کے معارض ہیں لہذا محض باطل ہیں پس ہم ان کے نہ تسلیم کرنے میں مجبور ہیں۔“ اتھی۔

پھر صفحہ ۷۰، سطر ۱۹ کتاب مذکور پر لکھتے ہیں۔ ”پس اگر آپ کو ان عیسیٰ لم یمت الخ کی تاویل ذیل منظور اور پسند ہے کہ حضرت عیسیٰ سولی سے نہیں مرے جو ملعون ٹھہرتے بلکہ مرفوع الدرجات ہوئے اور بروزی طور پر قبل قیامت کے مبعوث ہونے والے ہیں آخر تک۔ تو فیہا ہم کو یہ تاویل کب مضر ہے ہم بھی اس تاویل کو تسلیم کرتے ہیں ورنہ خلاف قواعد مسلمہ نحو یہ کے آیت کے معنی مزعوم آپ کیونکر کر سکتے ہیں۔“ اتھی۔

اور قادیانی صاحب کی تالیف میں مکرر لکھا ہوا ہے کہ کشف نبوی علی صاحبہ السلام نے دجال وغیرہ مکشوفات کو علی وجہ الکمال کما ہونی الواقع احاطہ نہیں کیا جس سے پایا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ ان پیشین گوئیوں میں واقعی امر کو نہیں سمجھ سکے۔ (دیکھو صفحہ ۴۳، سطر ۱۰، ایام الصلح)

”وہم چنین لازم نیست کل استعارات انبأ را علم نبی از قبل احاطہ کند۔“ الخ۔

پس امر وہی صاحب نے تو تاویل القول بمالایرضیٰ بہ قائلہ کے علاوہ قائل کو آیات قرآنیہ سے جاہل قرار دیا۔ العیاذ باللہ۔ اور قادیانی صاحب نے بھی نہ صرف بڑی مہتمم بالشان کشف نبوی پردہ لگایا بلکہ واقعی تقدیر پر آنحضرت ﷺ اور کل امت مرحومہ کو قرآن کریم سے بے بہرہ خیال کیا۔ نعوذ باللہ من ہفوات الجاہلین۔ رہا بیان ان آیات کا جن کو انہوں نے دلائل قطعیہ باعشہ علی التاویل ٹھہرایا ہے سو بیان ان کا اسی عجالہ میں اپنے اپنے مقام پر لکھا جائے گا اس جگہ صرف اتنا ہی بیان کرنا منظور تھا جو ہو چکا یعنی یہ لوگ



آنحضرت ﷺ کے معنی مراد کو عمدًا چھوڑ کر تاویل کرتے ہیں۔ اللہ ان کو راہ راست پر لائے۔ **يَا هَادِيْ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ ۝**

قادیانی صاحب اس اشتہار میں اور کل تصانیف میں عیسیٰ بن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول کو آیت ﴿خَاتَمِ النَّبِيِّينَ﴾ کے منافی لکھتے ہیں اس کا جواب الزامی طور پر اس جگہ وہی فقرہ کافی سمجھا جاتا ہے جس کو اسی اشتہار کے صفحہ ۳، سطر ۲ پر قادیانی نے اپنے رسول اور نبی ہونے کے لئے لکھا ہے۔ ”کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد قیامت تک ایسا نبی کوئی نہیں جس پر جدید شریعت نازل ہو“۔ میں کہتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم کے بارہ میں بھی سب اہل اسلام کا یہی عقیدہ ہے کہ جدید شرع اپنے ساتھ نہ لائیں گے بلکہ شرع محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے مطابق حکم کریں گے کما ہو مصرح فی الفتوحات وغیرہ۔ جب کہ قادیانی کا نبی و رسول ہونا خاتم النبیین کے مفہوم میں باعث نہ لانے شریعت جدیدہ کے فرق نہیں لاتا، تو عیسیٰ بن مریم کا نزول ہمارے عقیدہ کے مطابق خاتم النبیین کی مہر کو کس طرح توڑ سکتا ہے۔

**سوال:** عیسیٰ بن مریم چونکہ نبی مستقل انبیاء علیہم السلام العزیم میں سے ہیں تو بر تقدیر نزول کے بشرع محمدی حاکم ہونا ان کو نبوت سے معزول کرتا ہے جو سراسر خلاف ہے عقل و نقل کے اور در صورت نزول مع النبوة کے خاتم النبیین کی مہر ٹوٹی ہے بخلاف قادیانی کے نبی اور رسول بننے کے کیونکہ یہ فنا فی الرسول ہونے کے باعث نبی و رسول ہونے کا مدعی ہے۔

**جواب:** فنا فی الرسول ہونے کی وجہ سے بعد آنحضرت ﷺ کے نبی و رسول ہونے کا کوئی مستحق نہیں۔ چنانچہ اوپر لکھا گیا ہے۔ اور عیسیٰ بن مریم کے نزول کی نسبت کہا جاتا ہے کہ نبوت و رسالت کے لئے دورخ ہیں یا یوں کہو بطون و ظہور ہے۔ بطون عبارت ہے اخذ کرنے فیضان سے منجانب اللہ، جس کو خدا کے ہاں مقربین میں سے ہونا لازم غیر منفک ہے۔ اور



ظہور عبارت ہے توجہ الی الخلق سے، یعنی تبلیغ شرایع و احکام کی۔ اس ظہور میں تو بسبب تغیر و تبدل شرایع کے انقلاب آسکتا ہے۔ نبی لاحق کی شریعت چونکہ ناسخ ٹھہری نبی سابق کی شریعت کے لئے، تو نبی سابق کو بھی بر تقدیر موجود ہونے اس کے نبی لاحق کی شریعت کے زمانہ میں، اپنا شرع چھوڑ کر شرع لاحق کے ساتھ عملدرآمد کرنا ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو اس کو بھی بغیر میری شریعت کے عملدرآمد کرنا جائز نہ ہوتا۔ اور اس عملدرآمد کے تغیر و تبدل سے وہ نبوت کا بطون جس کو قرب الہی اور عند اللہ معزز ہونا لازم ہے ہرگز متغیر نہیں ہوتا۔ کیا یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کی اجازت دی اور بعد اس کے جب بیت اللہ کی طرف سجدہ کرنے کا حکم فرمایا تو آپ کی نبوت و رسالت میں فرق آگیا؟ یا آپ اس قدر و منزلت سے جو آپ کو پہلے بارگاہ خداوندی میں حاصل تھی معزول کیے گئے؟ ہرگز نہیں۔

(الحاصل بطون نبوت مع لازم اپنے کے جو قرب ہے، کبھی انبیاء و رسل سے زائل نہیں ہوتا۔ بخلاف ظہور نبوت و تبلیغ شرایع اپنے کے کہ یہ محدود ہے تا ظہور نبوت نبی لاحق کے۔ اور نبوت و رسالت انبیاء سابقہ کا بطون گو کہ دائمی ہے مگر چونکہ آنحضرت ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے ان کو ملا ہے لہذا خاتم النبیین کی مہر کو اگر سارے انبیاء دنیا میں آپ کے بعد آجائیں تو بھی نہیں توڑ سکتے۔ اور یہی مطلب ہے قاضی بیضاوی کا اس قول سے کہ مع انه اخر من نبی۔ اس تشریح سے ناظرین خیال فرما سکتے ہیں کہ نزول مسیح کو آیت خاتم النبیین کے منافی سمجھنا اور کل امت مرحومہ کو بلکہ آنحضرت ﷺ کو بھی اس منافات سے بے خبر خیال کر کے اپنی قرآن دانی پر نازاں ہونا کس حد تک جہالت مرکبہ ہے اور نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تنازعہ اس مسئلہ میں کہ نزول مسیح مع وصف النبوة ہوگا یا بدون اس کے تنازع لفظی ہے۔ جنہوں نے مع وصف النبوة لکھا ہے مراد ان کی بطون نبوت کا ہے اور



جنہوں نے بدون النبوة کہا ہے انہوں نے ظہور نبوت کا لیا ہے۔ مضمون ہذا میں اگر جناب مولوی صاحب اذرا غور فرماویں تو شمس الہدایت کی عبارت مسطورہ ذیل پر معترض نہ ہوں گے۔ ”مسیح ابن مریم بلکہ کل انبیاء کی نبوت اور رسالت چونکہ محدود بحد ظہور نبی پچھلے کے ہوتی ہے۔“ (شمس الہدایۃ صفحہ ۸۷، سطر ۲۲)

شمس الہدایت کے اسی صفحہ ۸۷، سطر ۱۷ میں عبارت ہذہ ”بعد نزول در رنگ آحاد امت ہی اتریں گے“۔ پر جناب موصوف اعتراض فرماتے ہیں کہ ”بعد النزول اور پھر اتریں گے یہ تکرار کیسا؟“ جواباً گزارش ہے کہ عبارت مسطورہ میں ”در رنگ آحاد امت“ ظرف لغو ہے متعلق بہ ”اتریں گے“ پس ”اتریں گے“ مقید ٹھہرا بہ نسبت ”نزول“ کے۔ اور ظاہر ہے کہ مقید بعد المطلق ہی ہوا کرتا ہے اور بوجہ فرق اطلاق و تقید تکرار بھی نہیں۔ ثانیاً معروض ہے کہ بالفرض اگر تقید مذکور بھی نہ ہوتی اور صرف ”بعد النزول اتریں گے“ ہوتا تو بھی چونکہ اخبار بالمشتق فرع ہے قیام مبداء کے لئے لہذا صدق ”اتریں گے“ کا بعد تحقق النزول ہی ہوگا۔

شمس الہدایت کے صفحہ ۸۴، سطر ۱۷ عبارت ہذہ ”اور انبیاء سابقہ بھی الخ“ پر جناب کا اعتراض یہ ہے کہ قولہ تعالیٰ ﴿إِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾ میں مرجع ”ہم“ کا انبیاء نہیں بلکہ مشرکین ہیں بجواب اس کے گزارش ہے کہ یہاں پر قصر المسافة سوق الکلام علی طرز استدلال الخصم ہے۔ استدلال خصم کی تقریر ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ﴾ میں مرجع ضمیر آنحضرت ﷺ ہیں صراحتاً، اور باقی انبیاء دلالت اور ﴿إِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾ میں مشرکین صراحتاً باقی کفار دلالت۔ پس

۱۔ اس سے حضرت مؤلف کے بعض معاصرین علماء مراد ہیں جنہیں شمس الہدایت کی عبارت سمجھنے میں مغالطہ ہوا۔ ۱۲



نبی و غیر نبی مرجع ٹھہرا بوجہ تقابل کے دلالتاً اذلا فارق بین نبی و غیرہ فی الموت پس ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُونَ﴾ (زمر ۳۰) سے باقی انبیاء کی موت منجملہ جن کے مسیح بھی ہے ثابت ہوئی۔ تشریح سوال و جواب بطرز دیگر اور اظہار اس امر کا کہ استدلال اس آیت سے کس نے کیا اور کیا کیا۔

ایھا الناظرون! یہ تو ظاہر ہے کہ مرزا نے کسی تالیف میں وفات مسیح پر آیت مذکورہ سے استدلال نہیں پکڑا اور نہ بظاہر ہو ہی سکتا ہے کیونکہ اس میں ﴿اِنَّهُمْ﴾ کا مرجع انبیاء و رسل نہیں۔ مرزا صاحب کے ایک حواری نے ہمارے سامنے آیت مذکورہ سے وفات مسیح پر استدلال کیا تھا جس کا طرز استدلال یہ تھا کہ آیت مذکورہ سے دلالت النص کے طور پر مفہوم ہوتا ہے کہ نبی و غیر نبی موت میں مساوی ہے۔ اذلا فارق بین المذکور و غیرہ۔ یعنی آنحضرت ﷺ اور کل انبیاء جن کا یہاں پر ذکر صراحتاً نہیں اور ایسا ہی مشرکین مکہ اور غیر ان کے بشریت کی وجہ سے مساوی فی الموت ہیں۔

جواب کا حاصل: ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُونَ﴾ (زمر ۳۰) کا اطلاق بدلتاً النص گو کہ انبیاء سابقہ کا مفہوم ہوتا ہے لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سب انبیاء مرچکے ہوں چنانچہ ﴿مَيِّتٌ﴾ کے اطلاق سے آنحضرت ﷺ کا اس عالم سے تشریف لے جانا نزول آیت کے وقت ثابت نہیں۔ پس قضیہ مطلقہ عامہ ٹھہرانہ دائمہ مطلقہ۔ اور اس جواب میں ضمیر ﴿اِنَّهُمْ﴾ کا ارجاع انبیاء کی طرف نہیں بلکہ طرز استدلال کے مطابق بطریق حاصل واقع ہے۔



قادیانی کے اپنے نبی ہونے کے حق میں دلائل اور ان کا رد

**قولہ:** پھر اسی اشتہار کے صفحہ ۳، سطر ۱۱ پر لکھتے ہیں۔ ”اور اگر بروزی معنوں کے روح سے بھی کوئی شخص نبی اور رسول نہیں ہو سکتا تو پھر اس کے کیا معنی کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ“۔

**اقول:** اس کا معنی یہ ہے کہ اے اللہ! بتا ہم کو ان لوگوں کا سیدھا راستہ جن پر تو نے انعام کیا ہے یعنی ہم بھی ان کی مانند کتاب آسمانی کی ہدایت کے مطابق تیری عبادت والے سیدھے راستے پر چلنے سے تیری حب و انس و رضا و لقا کو پالیویں۔

اس کا یہ معنی نہیں کہ ہم بھی انبیاء و رسل گذشتہ کا مقام نبوت و رسالت حاصل کر لیویں یا بہ سبب کمال اتباع کے ان کے لقب مخصوص کے مستحق بن جائیں کیونکہ نبوت و رسالت مع لوازم اپنے کے القاب ہوں یا احکام خاصہ، ﴿ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ﴾ (مائدہ: ۴۵) سے تعلق رکھتے ہیں یعنی موہوبی ہیں نہ کسی۔ اور بسبب اتباع کے اگر القاب خاصہ اور احکام حاصل سکتے تو خلفاء اربعہ اور حسنین اور اولیاء سلف رضوان اللہ علیہم بڑا استحقاق رکھتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ باوجود شان انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ کے فرماتے ہیں۔ الا وانی لست بنبی ولا یوحی الی۔ الخ (ازالۃ الخفاء صفحہ ۳۳)

**قولہ:** پھر اسی صفحہ ۳ کی سطر ۱۵ پر فرماتے ہیں۔ ”اگر خدائے تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو کہ اس کا نام محدث رکھنا چاہیے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے۔ مگر نبوت کے معنی اظہار امر غیب ہے۔

**اقول:** مجھ کو اپنے اوقات عزیزہ کے تضحیح پر جو ایسے جاہلانہ اشتہارات کی تردید میں ہو رہی ہے نہایت رنج و افسوس آتا ہے مگر کیا کروں بعض احباب نے مجبور کر رکھا ہے۔ اللہم لک



الحمد و اليك المشتكى و انت المستعان و لا حول و لا قوة الا بك۔  
 عن عائشة عن النبي ﷺ انه كان يقول قد كان يكون في الامم قبلكم محدثون  
 فان يكن في امتي منهم احد فان عمر بن الخطاب منهم۔ (مسلم)۔ آنحضرت ﷺ  
 نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو (جن کی ملہمیت پر ایک عالم کا اتفاق ہے) اس حدیث میں محدث کا  
 لقب عطا فرمایا شاید بزعم قادیانی صاحب آنحضرت ﷺ کو محدث کے لفظ کا ٹھیک لغوی معنی  
 معلوم نہیں ہو اور نہ محدث نہ فرماتے۔ العیاذ باللہ

اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ مقصد دوم ازالہ میں لکھتے ہیں کہ۔ ”اما تشبہ در زیادت  
 قوت علمیہ بآن وجہ تو اند بود کہ کسے راز امت محدث و ملہم فرمایند تا بعض بروق غیب شعاع  
 خود را در دل وی اندازد۔“ تحدیث کا معنی لغت کے رو سے چونکہ کسی کے ساتھ بات کرنے کا  
 ہے لہذا الہام پانے والے کو بھی مُحدَّث کہا گیا جیسا کہ وہ شخص جس کو کوئی بات بتا دی گئی  
 ہو واقعی خبر دیتا ہے ایسا ہی یہ ملہم بھی ٹھیک ٹھیک پتہ دیتا ہے۔

اب دیکھو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ نے مُحدَّث نام فرمایا اور نبی کا لقب نہیں  
 دیا اس حدیث کی رو سے بھی نبی اور رسول کے لقب کی اجازت بعد آپ کے کسی کو نہیں ملتی جیسا  
 کہ حدیث انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ الا انه لانبوة بعدی اور ایسا ہی حدیث  
 میں یعنی قول علی رضی اللہ عنہ کا الا وانی لست بنبی ولا یوحی الی۔ اجازت نہیں دیتے۔ یعنی میں  
 نبی نہیں ہوں اور نہ میری طرف وحی کیا جاتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ایسا ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے  
 مکاشفات و اخبارات حقہ جن پر تاریخ اور کتب سیر شاہد ہیں وحی نہیں کہا گیا اور نہ ان کے سبب  
 سے ان کو نبی کہلوانے پر جرأت ہوئی بلکہ جب دیکھا کہ ہمارے مکاشفات و اخبارات اور بیان  
 حقائق و معارف قرآنیہ کے باعث سے لوگ ہم کو نبی اور موچی الیہ سمجھیں گے تو جھٹ ان کے غیر  
 واقعی خیال کا ازالہ فرمایا اور تنبیہاً کلمہ الا کے ساتھ کہا کہ الا وانی لست بنبی ولا یوحی الی۔



**قولہ:** آج قادیانی صاحب اسی اشتہار کے اسی صفحہ ۱۳، سطر ۲۶ پر لکھتے ہیں۔ ”اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیت پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کے اس کھلے کھلے وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی جس کی سچائی اس کے متواتر نشانوں سے مجھ پر کھل گئی ہے اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا کلام نازل کیا تھا میرے لئے زمین نے بھی گواہی دی اور آسمان نے بھی۔“

**اقول:** آپ کی صداقت اور حلفی بیان کو آپ کا کشف والہام و وحی ظاہر کر رہا ہے۔ دیکھو ازالہ اوہام ص ۶۱ س ۱۳ پر آپ لکھتے ہیں۔ ”اس جگہ مجھے یاد آتا ہے کہ جس روز وہ الہام مذکورہ بالا جس میں قادیان میں نازل ہونے کا ذکر ہی ہوا تھا اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر باواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا انا انزلناہ قریباً من القادیان تو میں نے سن کر بہت تعجب کیا کہ قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے تب انہوں نے کہا یہ دیکھو لکھا ہوا ہے تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا فی الحقیقت قرآن شریف کی دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقع پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے تب میں نے دل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے۔ الخ۔ بہ نسبت اس الہام کے گزارش ہے کہ یا تو انا انزلناہ قریباً من القادیان کو قرآن شریف میں دکھلائیں اور یا اس کشف کے غیر واقعی ہونے کا اقرار کریں اور آئندہ جھوٹی قسم نہ کھائیں۔

دوسرا کشف جس کو قادیانی صاحب کتاب البریۃ کے صفحہ ۷۹ پر لکھتے ہیں۔ ”ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی



صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی پھر میں نے منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب و تفریق کی۔ اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا انا زینا السماء الدنيا بمصایح۔ پھر میں نے کہا۔ اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں۔ الخ۔ اس جگہ بھی وہی گزارش ہے کہ یا تو نئے آسمان اور زمین کو جو آپ نے بنائے ہیں دکھلائیں یا ایسے کشفوں کو مالیخو لیا جان کر نبی و رسول نہ بنیں۔

تیسرا کشف آپ نے اپنے صمیم الاخلاص مرید پشاوری سے کہا کہ مجھ کو بارہا الہام ہو چکا ہے کہ فلاں شخص یعنی محرر سطور میرے قتل کرانے کا ارادہ رکھتا ہے سو معلوم ہو کہ میں اپنے خدائے لایزال و لم یزل علام الغیوب کو حاضر ناظر سمجھ کر کہتا ہوں کہ میں نے قادیانی کے قتل کرانے کا ارادہ نہیں کیا۔

ناظرین کو معلوم ہو کہ اس پشاوری مرزائی نے واقعی کیفیت معلوم کرنے کے لئے ہمارے مخلص جناب مولوی ہندی صاحب سے تنہائی میں دریافت کیا تھا انہوں نے اس الہام کے غیر واقعی اور محض افتراء پر اطمینان بخش ثبوت دیا یہاں تک کہ وہ مرزائی بھی قادیانی صاحب کے الہام میں مذذب ہو گیا۔ قادیانی صاحب کے بعض الہامات کو اگر واقعی اور سچا مانا جائے تو وہ ان کے محرف سنت ہونے اور احادیث صحیحہ کے قطع و برید کرنے پر صاف گواہی دیتے ہیں۔

**قولہ:** دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۷۶، سطر ۶ پر۔ ”پھر اس کے بعد الہام کیا گیا کہ ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا میری عبادت گاہ میں ان کے چولہے ہیں میری پرستش کی جگہ ان کے پیالے اور ٹھوٹھیاں رکھی ہوئی ہیں اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں۔“

**اقول:** ناظرین خدارا انصاف! احادیث نبویہ کو کترنے والے بھلا وہ علماء اور مولوی جو مخالف قادیانی کے ہیں، ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ انہوں نے تو احادیث نزول مسیح و خروج دجال و ظہور مہدی کو سلف صالحین کے مطابق تسلیم کیا ہوا ہے اگر اس تسلیم کا نام قطع و



برید اور کترنا ہو تو چاہیے تھا کہ قرونِ ماضیہ میں ہر صدی کے سرے پر جو مجدد گذرے ہیں ان کو بذریعہ کشف و الہام سمجھایا جاتا کہ تم خود بھی اور دوسروں کو بھی اس عقیدہ سے کہ عیسیٰ بن مریم بعینہ آسمان سے اترے گا یا کہ دجال ایک شخص معین ہوگا اور ایسا ہی امام مہدی فاطمی ہوگا (یعنی اولادِ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے) باز آؤ اور روکو اور میرے نبی ﷺ کی احادیث کو مت کترو۔ بلکہ غلام احمد قادیانی مسیح موعود اور مہدی موعود ظاہر ہوگا۔ سوناظرین کو معلوم ہے کہ آج تک سب اہل اسلام اور مجددین ان کے اسی عیسیٰ بن مریم کو بعینہ بغیر مثیل اس کے آسمان سے اترنے والا مانتے آئے ہیں۔ اور ایسا ہی دجال شخصی اور مہدی فاطمی کو احادیث کا مدلوں ٹھہراتے رہے ہیں اور کسی کو اس عقیدہ کے بارہ میں امتناعی الہام نہیں ہوا۔ لہذا اس الہامی عبارت منقولہ بالا میں چوہوں سے مراد علماء مخالفین للقادیانی نہیں ہو سکتے بلکہ اس سے مراد وہی مولوی صاحبان ہیں جنہوں نے قادیان میں جا کر چولہے ڈالے اور ٹھوٹھیاں پیالیوں میں قادیانی صاحب کے ہم پیالہ وہم نوالہ ہو کر احادیث کو کترنا شروع کیا تا کہ نیا عقیدہ درست کیا جاوے۔ الہامی عبارت کا معنی یہ ہوا کہ قادیانی صاحب کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرماتا ہے کہ میری عبادت گاہ یعنی یہ مسجد یا یہ بیت الذکر یا یوں کہو یہ قلب تمہارا جو ان مولویوں تمہارے کے جمع ہونے سے پہلے میری عبادت کی جگہ تھی۔ اب بحکم فبئس القرین یا بحکم مقولہ سعدی رحمۃ اللہ علیہ۔ بیس

خیالات نادان خلوت نشین

بہم برکند عاقبت کفر و دین

عبادت کی جگہ نہیں رہی بلکہ تمہارے مولویوں نے اپنا اپنا اصلی وطن چھوڑ کر اسی مسجد قادیان میں ڈیرے لگا دیئے (یعنی متصل اس کے) اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی احادیث کو کترنا شروع کیا۔ یا تیرے قلب میں ایسے اصول اور استنباطاتِ شیطانیہ گھس گئے کہ میری



عبادت کا نشان بھی نہ رہا۔ اس الہام کا یہ معنی کیسے صاف طور پر اس سے سمجھا جاتا ہے، بخلاف اس معنی کے جو قادیانی صاحب نے لکھا ہے۔

**قولہ:** اسی صفحہ پر بعد نقل الہام مذکور لکھتے ہیں۔ ”عبادت گاہ سے مراد اس الہام میں زمانہ حال کے اکثر مولویوں کے دل ہیں۔“

**اقول:** یہ قادیانی صاحب کا تعصب یا جہالت ہے الہام مذکور کے معنی کو نہیں سمجھے کیونکہ زمانہ حال کے وہ علماء جو آپ کے مخالف ہیں وہ تو ہرگز اس الہام کا مصداق نہیں بن سکتے۔ اس کا مصداق وہی ہیں جنہوں نے اپنی اوطانِ اصلیہ کو چھوڑ کر قادیانی کی مسجد کے پاس فروکش ہو کر چولہے بنائے اور قادیانی صاحب کے ہم پیالہ و ہم نوالہ ہو گئے۔ انہیں کی ٹھوٹھیاں قادیانی مسجد میں ہیں، بخلاف ان علماء کے جو قادیان میں نہیں پہنچے کیوں کہ ان کی ٹھوٹھیاں پیالے اپنے گھروں میں رکھی ہوئی ہیں۔ قادیانی صاحب اگر بنظر انصاف دیکھیں تو یہ الہام نہایت وضاحت سے ان کو اور ان کے مولویوں کو احادیثِ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے کترنے سے روک رہا ہے۔ مگر من یهدی اللہ فلا مضل له ومن یضللہ فلا ہادی له۔ حاکم فی جمیع الا زمانہ ہے۔

**سوال:** کیا گذشتہ زمانہ میں بھی ایسے لوگ گذرے ہیں جن کو ایسے الہامات و مکاشفات درپیش آئے ہوں اور انہوں نے بنا بران الہامات کے اپنے تئیں عیسیٰ بن مریم وغیرہ یقینی طور پر سمجھ رکھا ہو؟

**الجواب:** ہاں ایسے لوگ گذرے ہیں۔ مگر ان کو سابقہ عنایت الہیہ نے اپنے شیخ کے برزخ میں غالباً اور بغیر اس کے گاہے ان جاہلانہ دعاوی سے جو برخلاف ہوں کتاب و سنت کے ہٹاتی رہی۔ الا ماشاء اللہ۔ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ فتوحات کے باب ۸۱ میں فرماتے ہیں۔ والجامع لمقامہم ان الشیخ عبارة عن جمع جمیع ما یحتاج الیہ المرید السالک فی حال تربیتہ و کشفہ الی ان ینتہی الی الاہلیة للشیوخة و جمیع ما



يحتاج اليه المرید اذا مرض خاطره وقلبه بشبهة وقعت له لا يعرف صحتها من سقمها كما وقع لسهل في سجود القلب و كما وقع لشيخنا حين قيل له انت عيسى بن مریم فيداويه الشيخ بما ينبغي. الخ- حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ کو بھی یہ شبہ واقع ہوا تھا اور اس کو اس الہام نے کہ (تو عیسیٰ بن مریم ہے) دھوکا دیا تھا۔

**سوال:** کیا قادیانی صاحب کو بھی اہل اللہ کی طرح یہ شبہ واقع ہوا ہے یا مفتری علی اللہ ہیں؟

**جواب:** جہاں تک ان کے دعاوی و مضامین کی اصلاح ہو سکتی ہے دریغ نہیں کیا جاتا تاہم بعض الہامات ان کے مفتری کہنے پر مجبور کرتے ہیں۔ چنانچہ الہام ارادہ قتل محرر سطور کے بارہ میں (یعنی میں ان کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں) اور اس میں بھی شک نہیں کہ ان کا اپنی اجتہاد اور استنباط (جو الہامی کلام سے کر لیتے ہیں) وہ بالکل تلبیس ابلیس اور شیطانی دھوکا ہے۔ چنانچہ ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ﴾ - الآية (صف: ۹) کے الہام سے اپنے کو رسول قرار دے لیا ہے اور چند مکاشفات والہامات مخترعات کے ذریعے سے جو خود بھی اپنے کاذب ہونے پر صریح شہادت دے رہے ہیں مثلاً انا انزلناه قریبا من القادیان کا قرآن میں لکھا ہوا دیکھنا ان کو دھوکا لگ رہا ہے اور اس اشتہار میں آیت ﴿فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ﴾ سے متمسک ہو کر یہ نتیجہ نکال لیا کہ میں نبی اور رسول ہوں حالانکہ ازالہ اوہام میں خضر مصاحب موسیٰ کے شان میں لکھا ہے کہ۔ ”صرف ملہم ہی تھا، نبی نہیں تھا“۔ اس کے بارے میں اس استدلال نے کام نہ دیا شاید ان کا الہام خضر کے الہام سے سچا ہوگا۔

الغرض اکثر الہامات ان کے تو کاذب ہونے کی وجہ سے ان کو مفتری علی اللہ قرار دیتے ہیں اور بعض الہامات گو کہ فی نفسہا صحت رکھتے ہیں مثل آیات قرآنیہ ملہمہ کی مگر ان سے الٹا نتیجہ نکالنے کے باعث سے ان پر پوری جہالت کا دھبہ لگاتے ہیں اور معہذا تلبیس ابلیس ہونے میں بھی کوئی شک نہیں رہتا۔ بھلا یہ ممکن ہے کہ سرور عالم ﷺ حضرت علی کرم اللہ







ہو پس تو اپنے قدر سے ہرگز تجاوز نہ کرے گا۔ حضرت شیخ قدس سرہ اس کا نام مکر الہی اور استدراج رکھتے ہیں اور اس منزل میں لغزش سے بچنے کا طریق بیان فرماتے ہیں کہ اگر صاحب اس منزل کا سارے تصرفات میں خدا کی جانب سے اطلاع نہ پاسکے تو اتنا اہتمام اس کے لئے نہایت ضروری ہے کہ اس میزان کو جو اس کے لئے مقرر کیا گیا ہے (یعنی اپنے پیغمبر کا شرع) ہرگز نہ چھوڑے تاکہ وہ میزان اس کو مکر الہی سے محفوظ رکھے۔ قال الشيخ رضی اللہ عنہ فی الباب الاربعین وثلثمائة وهو منزل عظیم فیہ من المکر الالہی والاستدراج ما لاتأمن مع العلم به الملائکة من مکر اللہ فالعقل اذا لم یکن من اهل الاطلاع فی تصرفاته فلا اقل من انه لا یزیل المیزان المشروع له الوزن به فی تصرفاته من یدہ بل من یمینہ فیحفظہ فی نفس الامر من ہذہ المکر۔ الخ۔ قادیانی صاحب بھی اگر میزان شرعی کو اپنے دائیں ہاتھ سے نہ چھوڑتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پاک الا انہ لا نبوة بعدی کو زیر توجہ رکھتے تو اس مکر الہی اور استدراج سے محفوظ رہتے اب میزان شرعی کو چھوڑ دینے کی وجہ سے ابن صیاد کے شریک بنے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور ہم کو بھی میزان شرعی کے محکم پکڑنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ابن صیاد کا مادہ صرف اخبار غیبی کا تھا قادیانی صاحب استنباط و اجتہاد کے رو سے اس سے سبقت لے گئے ہیں۔

۴..... الہامات شیطانیہ انیہ جن کو کسی آدمی پڑھے ہوئے نے اس کے قلب میں ڈال دیا ہے۔

۵..... الہامات شیطانیہ جنیہ۔

۶..... الہامات شیطانیہ معنویہ جنکا ذکر فتوحات کی عبارت مسطورہ ذیل میں مندرج ہے۔

قال الشيخ الاکبر قدس سرہ فی الباب الخامس والخمسين اعلم ان الشيطان قسمان قسم معنوي وقسم حسي ثم القسم الحسي من ذلك على



قسمين شيطانى انسى وشيطانى جنى يقول الله تعالى ﴿شَيَاطِينِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرُهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ﴾ فجعلهم اهل الافتراء على الله وحدث فيما بينهما شيطان معنوى. يعنى شيطان جنى اور انسى کے مابین تیسرا شيطان معنوی پیدا ہو جاتا ہے۔ وذلك ان شياطين الجن والانس اذالقى منلقى منهم فنى قلب الانسان امر اما يبعده عن الله به فقد يلقى امرا خاصا وهو خصوص مسئله بعينها يعنى كبھی شيطان انسان کے دل میں ایک خاص شخصى مضمون ڈال دیتا ہے (مثلاً تو مسیح موعود ہے) وقد يلقى امرا عاما ويترك فان كان امرا عاما فتح له فى ذلك وطريقا الى امور لا يتفطن لها الجنى ولا الانسى بتفقه فيها ويستنبط من تلك الشبه امورا اذا تكلم بها تعلم ابليس غوايته فتلك الوجوه التى تفتح له فى ذلك الاسلوب العام الذى القاه او لا شيطان الانس او شيطان الجن تسمى الشياطين المعنوية لان كلا من شياطين الانس والجن يجهلون ذلك۔ يعنى كبھی ایک امر عام قاعدہ کے طور پر شيطان انسان کے دل میں ڈالتا ہے اور پھر کھول دیتا ہے وجوہ فاسدہ اور استدالات کاسدہ کا دروازہ جن کو شيطان معنوی کہا جاتا ہے مثلاً جس شخص پر امور غیبیہ منکشف ہوں تو وہ شخص نبی اور رسول ہے گو کہ آنحضرت ﷺ کے بعد میں ہو۔ وما قصدوه على التعيين وانما ارادوا بالقصد الاول فتح هذا الباب عليه لانهم علموا ان من قوته وفطنته ان يدقق النظر فيه فينقدح له من المعانى المهلكة مالا يقدر على رده بعد ذلك وسبب ذلك القصد الاول فانه اتخذه اصلا صحيحا وعول عليه فلايزال التفقه فيه يسوقه حتى يخرج به عن ذلك الاصل وعلى هذا جرى اهل البدع



والاهواء فان الشياطين القت اليهم اصلا صحيحا لا يشكون فيه ثم طرءت عليهم التلبسات من عدم الفهم حتى ضلوا فينسب ذلك الى الشيطان بحكم الاصل وما علموا ان الشيطان في تلك المسائل تلميذهم يتعلم منهم۔ حاصل عبارت ہذا کا یہ ہے کہ جس شخص کو شیطان جنی بہکانا چاہے تو کبھی ایک مضمون خاص شخصی اس کے دل میں ڈال دیتا ہے اور کبھی مضمون عام۔ اور یہ معاملہ اسی کے ساتھ کرتا ہے جس کا مادہ مایخو لیا کا ہو پھر وہ شخص طرح طرح کے استنباط و تفقہ و استدالات و براہین زعمیہ نکالتا ہے جن میں مشاقی کی وجہ سے شیطان بھی اس کی شاگردی پر نازاں ہوتا ہے۔

مضمون خاص مثلاً (توسیح موعود ہے) قادیانی سے پہلے بھی یہی مضمون کئی ایک لوگوں کو القاء ہو چکا ہے چنانچہ ابھی اوپر بحوالہ فتوحات لکھا گیا ہے۔ مگر ان لوگوں کو اپنے مشائخ کی ہدایات سے اور میزان شرعی کے التزام سے اللہ جل شانہ نے محفوظ کر لیا۔ کما قال سبحانه و تعالیٰ ﴿فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ﴾

مضمون عام مثلاً (جسم ثقیل کا بالطبع میلان مرکز خاک ہی کی طرف ہوتا ہے) یا مثلاً (جس شخص کو غیب کی خبریں معلوم ہو جائیں وہ نبی اور رسول ہے گو کہ بعد آنحضرت ﷺ کے ہی ہو) یا مثلاً (میں نے آسمان اور زمین نئے پیدا کئے اور جو کوئی آسمان و زمین کو پیدا کرے وہ اللہ ہوتا ہے لقولہ تعالیٰ هَلْ مِنْ خَالِقِ غَيْرِ اللَّهِ) یا مثلاً (میں سمیع و بصیر ہوں اور سمیع و بصیر سوا خدا کے دوسرا نہیں لقولہ تعالیٰ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ پس میں بھی خدا ہوں) وغیرہ وغیرہ۔ جو قادیانی صاحب و امر وہی صاحب کی تالیفات سے بہت اور از امل مل سکتے ہیں۔

نتائج مہلکہ: آنحضرت ﷺ کے جسمانی معراج سے انکار اور یہ کہ میں بھی بھہادت ﴿فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ﴾ کے نبی اور رسول ہوں



وغیرہ آج کل ﴿يُوحَىٰ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا﴾ کی ایک یہ صورت بھی موجود ہے جس سے مسلمانوں کو بچنا ضروری ہے کہ قادیان میں اربعہ غیر متناسبہ کی سرگوشی اور ان کے مشن کی تعلیم اور باہر والوں کے لئے الحکم جو فی الواقع الشر ہے۔ اللہ تعالیٰ امت مرحومہ کو اس ایحاء کے سب اقسام سے سلامت رکھے۔ اربعہ غیر متناسبہ اس لئے لکھتا ہوں کہ ایک صاحب کچھ اور لکھ رہے ہیں دوسرے کچھ اور۔ تیسرے دونوں سے برخلاف۔ چوتھے تینوں سے الگ۔ سب صاحبان کی خدمت میں بڑی ادب سے گزارش ہے کہ بحسب وصیت حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ مسطورہ بالا آپ لوگ میزان شرعی کو محکم پکڑیں صورت اس کی یہ ہے کہ سمجھدار عالم سے علوم آلیہ پڑھ کر حاصل کرنے کے بعد قادیان میں بیٹھ کر تدریس اور ارشاد میں مشغول ہوویں تاکہ آیت مسطورہ ذیل کا مصداق نہ آپ بنیں اور نہ سادہ لوحوں اردو خوانوں کو بناویں۔ ﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يُحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ۝ ذَلِكَ جَزَاءُهمْ جَهَنَّمَ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوعًا ۝﴾ (کہف: ۱۰۶ تا ۱۰۳)

خدا کی آیات کا تمسخر اس سے اوپر کیا ہوگا جو ایک عبدالبطن ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ - الْآيَةِ﴾ کو سن کر فرض کروا ہامی طور پر ہی سہی خود رسول و نبی بن بیٹھے خدا کے رسولوں کا بالخصوص افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا تمسخر اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتا ہے کہ ان کی احادیث متواترہ کی قطع و برید کر کے اپنے شیطانی الہام کے مطابق کی جاویں مطابقت بھی ایسی کہ دمشق سے خط مخنی (ٹیرھا) نکلتا ہو قادیان میں آ پہنچے۔ مبداء خط خاص دمشق کو ٹھہرانا کوئی وجہ نہیں رکھتا اور دوسری کروٹ بدلنے پر ان کا انکار ہی کیا جاوے اور اجماع امت مرحومہ کو کبھی پورا نہ اور کبھی ان سے انکار کر کر الٹا اجماعی مسئلہ کی نقیض پر انعقاد اجماع کا کل



امت مرحومہ کو اتہام دیا جاوے۔ (کمانی ازالۃ الادہام وایام صلح وغیرہ وغیرہ)۔ اور عیسیٰ بن مریم کو مکارو فریبی اور ان کی تین دادیوں اور نانیوں کو زنا کار کسی عورتیں لکھا جاوے۔ (کمانی ضمیرہ انجام آتھم) اور آنحضرت ﷺ کے کشف غیبی شب معراج والے کو غیر واقعی اور آپ ﷺ کو مدت عمر شریف تک باقی علی الخطاء قرار دیا جاوے۔ العیاذ باللہ۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ﴾ قال ابن عباس رؤیا عین۔ معراج کا قصہ سن کر جو لوگ اہل مکہ سے مرتد ہوئے تھے ان کے بارہ میں ﴿فِتْنَةً لِلنَّاسِ﴾ فرمایا گیا قادیانی مشن کے لوگ بھی بوجہ انکار معراج جسمی اور رویہ عینی کے ﴿فِتْنَةً لِلنَّاسِ﴾ کا مصداق ہیں حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کا ذکر عنقریب اسی کتاب میں آئے گا۔

**سوال:** امام عبدالوہاب شعرانی اپنی کتاب میزان کبریٰ کے صفحہ ۱۳ میں فرماتے ہیں۔ کہ ”صاحب کشف مقام یقین میں مجتہدین کے مساوی ہوتا ہے اور کبھی بعض مجتہدین سے بڑھ جاتا ہے کیونکہ وہ اسی چشمہ سے چلو بھرتا ہے جس سے شریعت نکلتی ہے۔“ اور پھر امام صاحب اسی جگہ یہ بھی لکھتے ہیں۔ کہ ”صاحب کشف ان علوم کا محتاج نہیں ہوتا جو مجتہدین کے حق میں ان کی صحت اجتہاد کے لئے شرط ٹھہرائے گئے ہیں اور صاحب کشف کا قول بعض علماء کے نزدیک آیت اور حدیث کی مانند ہے۔“ پھر صفحہ ۳۳ میں فرماتے ہیں۔ کہ ”بعض حدیثیں محدثین کے نزدیک محل کلام ہوتی ہیں مگر اہل کشف کو ان کی صحت پر مطلع کیا جاتا ہے جیسا کہ اصحابی کالنجوم کی حدیث۔“ پھر صفحہ ۳۴ میں فرماتے ہیں۔ کہ ”ہمارے پاس کوئی دلیل عقلی یا نقلی نہیں جو کہ کلام اہل کشف کو رد کرے کیونکہ شریعت خود کشف کی مویذ ہے۔“ پھر صفحہ ۴۸ میں فرماتے ہیں۔ کہ ”بہتیرے اولیاء اللہ سے مشتہر ہو چکا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ سے عالم ارواح میں یا بطور کشف ہم مجلس ہوئے اور ان کے ہم عصروں نے ان کے دعوے کو تسلیم کیا۔“ پھر امام شعرانی صاحب نے ان لوگوں کے نام لئے ہیں جن میں



سے ایک امام محدث جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں اور فرماتے ہیں۔ کہ ”میں نے ایک ورق جلال الدین سیوطی کا دستخطی ان کے صحبتی شیخ عبدالقادر شاذلی کے پاس پایا جو کسی شخص کے نام خط تھا جس نے ان سے بادشاہ وقت کے پاس سفارش کی درخواست کی تھی سو امام صاحب نے اس کے جواب میں لکھا تھا کہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں تصحیح احادیث کے لئے جن کو محدثین ضعیف کہتے ہیں حاضر ہوا کرتا ہوں چنانچہ اس وقت تک ۵ دفعہ حالت بیداری میں حاضر خدمت ہو چکا ہوں۔ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میں بادشاہ وقت کے پاس جانے کے سبب اس حضوری سے رک جاؤنگا تو قلعہ میں جاتا اور تیری سفارش کرتا۔“

شیخ محی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ نے جو فتوحات میں اس بارہ میں لکھا ہے اس میں سے بطور خلاصہ یہ مضمون ہے کہ ”اہل ولایت بذریعہ کشف آنحضرت ﷺ سے احکام پوچھتے ہیں اور ان میں سے جب کسی کو کسی واقعہ میں حدیث کی حاجت پڑتی ہے تو وہ آنحضرت ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو جاتا ہے۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوتے ہیں اور آنحضرت ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے وہ مسئلہ، جس کی ولی کو حاجت ہوتی ہے پوچھ کر اس ولی کو دیتے ہیں۔ یعنی ظلی طور پر وہ مسئلہ بہ نزول جبرائیل علیہ السلام منکشف ہو جاتا ہے۔“ پھر شیخ ابن عربی نے فرمایا ہے کہ ”ہم اس طریق سے آنحضرت ﷺ سے احادیث کی تصدیق کرا لیتے ہیں۔ بہتیری حدیثیں ایسی ہیں جو محدثین کے نزدیک صحیح ہیں اور وہ ہمارے نزدیک صحیح نہیں اور بہتیری حدیثیں موضوع ہیں اور آنحضرت ﷺ کے قول سے بذریعہ کشف کے صحیح ہو جاتی ہیں۔“

اور فتوحات مکیہ میں ابن عربی صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ”اہل ذکر و خلوت پر وہ علوم لدنیہ کھلتے ہیں جو اہل نظر و استدلال کو حاصل نہیں ہوتے اور یہ علوم لدنیہ اور اسرار و معارف انبیاء و اولیاء کے ساتھ مخصوص ہیں اور جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ



انہوں نے تیس سال اس درجہ میں رہ کر یہ رتبہ حاصل کیا ہے اور ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ علماء ظاہر نے علم مردوں سے لیا ہے اور ہم نے زندہ سے جو خدائے تعالیٰ ہے۔“ تم کلامہ۔ تو بموجب شہادت نقول بالا ممکن ہے کہ قادیانی صاحب نے بھی بذریعہ کشف کے آنحضرت ﷺ سے پوچھ کر مسیح موعود ہو نیکا دعویٰ کیا ہو اور احادیث نزول کے معانی مؤولہ حسب اجازت آنحضرت ﷺ کے بیان کئے ہوں اور اپنے دعوے کے اثبات میں وہ احادیث جن کو علماء ظاہر ضعاف میں سے شمار کرتے ہیں آنحضرت ﷺ سے صحیح کر لی ہو اور احادیث صحیحہ عند العلماء کو تعلیم نبوی سے غیر صحیح سمجھ لیا ہو۔

**جواب:** چونکہ عبارت منقولہ بالا تم کلامہ تک ازالہ کے صفحہ ۱۴۹ سے ۱۵۳ تک کی ہے۔ لہذا قادیانی صاحب کو امام جلال الدین سیوطی اور شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہما کے کشفی فیصلہ کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں ہو سکتا۔ سو گزارش ہے کہ محی الدین بن عربی قدس سرہ اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بھی اور ایسا ہی شیخ محمد اکرم صابری (صاحب کتاب اقتباس الانوار جس کو عالم کشف میں آنحضرت ﷺ نے اور خلفاء اربعہ و سیدنا ابو محمد عبدالقادر جیلانی و سیدنا خواجہ خواجگان معین الدین حسن سنجرى ثم اجمیری رضی اللہ عنہم نے مقبول فرمایا) نزول عیسیٰ بن مریم بعینہ کے قائل ہیں۔ بلکہ کل اہل کشف و شہود کا اسی عیسیٰ بن مریم بعینہ نہ بمثلہ کے نزول پر اتفاق ہے اور ایسا ہی معراج جسمی آنحضرت ﷺ پر بھی۔ حضرت محی الدین بن عربی قدس سرہ فتوحات کے باب ۳۶۷ پر حدیث معراج میں فرماتے ہیں۔ فلما دخل اذا بعیسیٰ علیہ السلام بجسده عینہ فانہ لم یمت الی الان بل رفعہ اللہ الی ہذہ السماء و اسکنہ بہا و حکمہ بہا و ہو شیخنا الاول الذی رجعنا علی یدیہ ولہ بنا عنایت عظیمہ لا یغفل عنا ساعة واحدة الخ۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے شب معراج میں عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ بجسده العنصری پایا کیونکہ انہوں نے اب تک وفات نہیں پائی۔ الخ۔ اور نیز



فتوحات کے باب ۷۳ میں لکھتے ہیں۔ ابقی اللہ بعد رسول اللہ من الرسل الاحياء باجسادهم فی هذه الدار الدنيا ثلثة وهم ادریس علیہ السلام بقی حیا بجسده واسکنه اللہ فی السماء الرابعة والسموات السبع هن من عالم الدنيا الی ان قال و ابقی فی الارض ایضاً الیاس و عیسیٰ و کلاهما من المرسلین الخ۔

اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر درمنثور ملاحظہ ہو جو احادیث سے عیسیٰ بن مریم کا نزول اخیری زمانہ میں اور بعد اس کے مدفن ان کا روضہ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ثابت فرماتے ہیں۔ اکثر احادیث درمنثور کی شمس الہدایت میں لکھی گئی ہیں اور حدیث برثملہ وصی عیسیٰ بن مریم کی فتوحات کی جلد اول میں ملاحظہ ہو، جو شمس الہدایت میں لکھ چکا ہوں۔ اور اس رسالہ میں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ کسی جگہ نقل کی جاوے گی۔ جس سے چار ہزار صحابی کا اجماع اسی عیسیٰ بن مریم بعینہ لا بمثلہ کے نزول پر پایا جاتا ہے۔

اور شیخ محمد اکرم صابری رحمۃ اللہ علیہ اقتباس الانوار کے صفحہ ۵۲ پر بروزی نزول کی تضعیف فرماتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں۔ وبعضی برانند کہ روح عیسیٰ در مہدی بروز کند و نزول عبارت ازیں بروز است مطابق اس حدیث لامہدی الایسی ابن مریم و اس مقدمہ بغایت ضعیف است۔ پھر اسی کتاب کے صفحہ ۷۲ پر لکھتے ہیں۔ یک فرقہ برآں رفتہ اند کہ مہدی آخر الزماں عیسیٰ بن مریم است و اس روایت بغایت ضعیف است زیرا کہ اکثر احادیث صحیح و متواتر از حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ورود یافتہ کہ مہدی از بنی فاطمہ خواهد بود و عیسیٰ بن مریم با و اقتدا کردہ نماز خواهد گذارد و جمیع عارفان صاحب تمکین بر اس متفق اند چنانچہ شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہ در فتوحات کی مفصل نوشتہ است کہ مہدی آخر الزماں از آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم من اولاد فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ظاہر شود۔ اتہی۔

قادیانی صاحب نے اس مقام پر بڑی چالاکی اور دجل سے کام لیا ہے۔ آپ



اپنے تالیف ایام لصلح فارسی کے صفحہ ۱۸۰ پر اپنے دعویٰ کی تائید کے لئے شیخ محمد اکرم صابری صاحب کو بایں صفت موصوف کر کے ”شیخ محمد اکرم صابری کہ از اکابر صوفیاء متأخرین بودہ اند“ صرف اسی قدر نقل کرتے ہیں۔ کہ ”و بعضی بر آند کہ روح عیسیٰ در مہدی بروز کند و نزول عبارت از ہمیں بروز است مطابق اس حدیث لامہدی الاعیسیٰ ابن مریم۔“ بعد اس کے شیخ محمد اکرم قدس سرہ کا قول ہذا ”و این مقدمہ بغایت ضعیف است“ حذف کر دیتے ہیں۔ تاکہ ہمارے دعویٰ کی تردید محمد اکرم صاحب کے ہی قول سے نہ ہو جاوے۔

الغرض کل اہل کشف و شہود مطابق احادیث صحیحہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نہ بمثلہ کے نزول اور نیز اس کے مغائر ہونے پر مہدی سے متفق ہیں۔ ایسا ہی معراج جسمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی۔ ان سب سے قادیانی صاحب کا علیحدہ ہونا بڑی روشن دلیل ہے اس کے کاذب ہونے پر، کیونکہ ان لوگوں کا کشف برابر آیت و حدیث کے ازالہ اوہام میں مانا گیا ہے اور نیز معلوم ہو کہ جو لوگ مقام علیٰ بیۃ من ربہ اور کشف صحیح کے مالک ہوتے ہیں۔ ان کا کشفی مقولہ ایک امر کے بارے میں ایک ہی ہوتا ہے مختلف نہیں ہوتا۔ کما قال الشیخ الاکبر فہم علی نور من ربہم نور علی نور ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔

اب قادیانی صاحب سے دریافت کرنا چاہیے کہ آپ مسیح موعود و مہدی موعود و دجال شخصی و معراج جسمی و آیات بینات قرآنیہ یعنی معجزات کے بارہ میں کس لئے علامہ سیوطی و محی الدین بن عربی و کل اہل اللہ سے علیحدہ ہو گئے؟ اور آپ کے منہ سے اقوال متناقضہ کیوں نکلتے ہیں؟ آپ اس اشتہار میں غیب مصفیٰ پر اطلاع پانے اور ملہم ہونے کی وجہ سے آیہ ﴿فَلَا يُظْهِرُ عَلٰی غَيْبِهِ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَسُوْلٍ﴾ سے متمسک ہو کر نبی و رسول بن گئے اور خضر مصاحب موسیٰ جیسے ملہم کو جس کی پیشین گوئیوں کی صداقت پر قرآن کریم شاہد ہے۔ آپ ازالہ اوہام کی صفحہ ۱۵۳، سطر ۹ پر نبی نہیں مانتے۔ چنانچہ لکھتے



ہیں۔ ”وہ شخص جس نے کشتی کو توڑا اور ایک معصوم بچہ کو قتل کیا جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے وہ صرف ایک ملہم ہی تھا۔ نبی نہیں تھا۔“ کیا آپ کی پیشین گوئیوں کی صداقت خضر علیہ السلام کی صداقت پر بڑھی ہوئی ہے لہذا آپ نبی و رسول اور وہ صرف ملہم ہے نہ نبی۔

اور نیز آپ کبھی مسیح بن مریم کو گلیل میں کشف کی آنکھ سے مدفون دیکھتے ہیں اور کبھی کشمیر خاص سری نگر میں۔ بلکہ انا انزلناہ قریبا من القادیان کو قرآن مجید میں لکھا ہوا ملاحظہ کر لیتے ہیں۔ کیا ایسے ہی مکاشفات کو قرآن مجید اور توریت و انجیل وزبور کے ہم پلہ سمجھتے ہیں؟ اور حلفی طور پر بیت اللہ میں کھڑے ہو کر بیان کر نیکا معتقدین کو سہارا دیتے ہیں، ان میں سے عقلمند تو تاڑ گئے ہم اس جگہ نقل کرنا (پیشین گوئی متعلقہ ڈپٹی آتھم کا) غیر مناسب نہیں سمجھتے۔ یہ پیشین گوئی مرزا جی نے ۵ جون ۱۸۹۳ء کو امرتسر میں عیسائیوں کے مباحثہ پر اپنے حریف مقابل مسٹر آتھم کی نسبت کی تھی، جس کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

”آج رات کو مجھ پر کھلا ہے وہ یہ ہے کہ جب کہ میں نے بہت تضرع اور ابہتال سے جناب الہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔ تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لیکر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاویگا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے کو خدا مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب پیشین گوئی ظہور میں آئے گی بعض اندھے سو جا کھے کئے جاویں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے



سننے لگیں گے۔“ (جنگِ مقدس صفحہ ۱۸۸) پھر فرماتے ہیں۔ ”میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق پڑا۔ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے تھا۔ میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشین گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدائے تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں، مجھ کو ذلیل کیا جاوے، روسیہ کیا جاوے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے، مجھ کو پھانسی دیا جاوے ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا، ضرور کریگا، ضرور کریگا، زمین و آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔“ (حوالہ مذکور)

اس پیشین گوئی کا مضمون بالکل صاف ہے یعنی ڈپٹی آکھتم جس نے مسیح کو خدا بنایا ہوا ہے اگر مرزا جی کی طرح موحد و مسلم نہ ہوا تو عرصہ پندرہ ماہ میں مرجائیگا اور ہاویہ میں گرایا جاویگا، مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوا۔ اسلام اگرچہ اپنی حقیقت میں ایسے مکاشفات کا محتاج نہیں تاہم مرزا جی نے مخالفین سے اسلام پر دھبہ لگوا دیا۔ اس پیشین گوئی کے متعلق مرزا جی نے جو حیرت انگیز چالاکیاں کی ہیں ان کی تردید اس پیشین گوئی کے الفاظ ہی سے ظاہر ہے۔ جناب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اپنے رسالہ ”الہامات مرزا“ میں وہ تردید لکھی ہے کہ جس سے بڑھ کر متصوّر نہیں اور یہ پیشین گوئی مع نظر اسی رسالہ سے نقل کی گئی ہے۔ اس چٹھی کا جو خان صاحب محمد علی خان رئیس مالیر کوٹلہ نے آکھتم والی پیشین گوئی کے خاتمہ پر بھیجی تھی اس جگہ پر نقل کرنا ضروری ہے تاکہ مسلمانوں پر صداقت پیشین گوئیوں مرزا جی کی بخوبی ظاہر ہو جاوے اور مرزا جی کے بیت اللہ میں حلف اٹھانے کا دھوکا نہ کھائیں۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولینا مکرم۔ سلمکم اللہ تعالیٰ!

السلام علیکم! آج ۷ ستمبر ہے اور پیشین گوئی کی میعاد مقررہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی۔ گو پیشین گوئی کے الفاظ کچھ ہی ہوں لیکن آپ نے جو الہام کی تشریح کی تھی وہ یہ ہے۔ میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشین گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ ۱۵ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بہ سزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے، روسیہ کیا جاوے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے، مجھ کو پھانسی دیا جاوے، ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ ضرور کرے گا۔ زمین و آسمان ٹل جاویں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ اب کیا آپ کی پیشین گوئی آپ کی تشریح کے موافق پوری ہوگئی؟ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ عبد اللہ آتھم اب تک صحیح و سالم موجود ہے اور اس کو بسزائے موت ہاویہ میں نہیں گرایا گیا۔ اگر یہ سمجھو کہ پیشین گوئی الہام کے الفاظ کے بموجب پوری ہوگئی جیسا کہ مرزا خدا بخش صاحب نے لکھا ہے اور ظاہری معنی جو سمجھے گئے تھے وہ ٹھیک نہ تھے۔ اول تو کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جس کا اثر عبد اللہ آتھم صاحب پر پڑا ہو دوسری پیشین گوئی کے الفاظ یہ ہیں۔ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے۔ اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ وہ انہیں دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک ماہ لیکر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاویگا اور اس کو ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب پیشین گوئی ظہور میں



آویگی بعض اندھے سو جا کھے کئے جاویں گے، بعض لنگڑے چلنے لگیں گے، بعض بہرے سننے لگیں گے۔ پس اس پیشین گوئی میں ہاویہ کے معنی اگر آپ کی تشریح کے بموجب نہ لئے جاویں اور صرف ذلت اور رسوائی لیجائے تو بے شک ہماری جماعت ذلت اور رسوائی کے ہاویہ میں گر گئی۔ عیسائی مذہب اسی حالت میں سچا سمجھا جاوے۔ اگر یہ پیشین گوئی سچی سمجھی جائے جو خوشی اس وقت عیسائیوں کو ہے وہ مسلمانوں کو کہاں! (مسلمانوں کو تو نہیں بلکہ مرزائیوں کو۔ مؤلف) شرمندگی اور بڑی شرمندگی ہوئی۔ پس اگر پیشین گوئی کو سچا سمجھا جاوے تو عیسائیت ٹھیک ہے کیونکہ جھوٹے فریق کو رسوائی اور سچے کو عزت ہوگئی۔ اب رسوائی مسلمانوں کو ہوئی۔ میرے خیال میں اب کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔ دوسرے اگر کوئی تاویل ہو سکتی ہے تو یہ بڑی مشکل کی بات ہے کہ ہر پیشین گوئی کے سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ لڑکے کی پیشین گوئی میں تقاول کے طور سے ایک لڑکے کا نام بشیر رکھا وہ مر گیا تو اس وقت بھی غلطی ہوئی۔ اب اس معرکہ کی پیشین گوئی کے اصلی مفہوم کے نہ سمجھنے نے تو غضب ڈھا دیا۔ اگر یہ کہا جاوے کہ احد میں فتح کی بشارت دی گئی تھی۔ آخر شکست ہوئی تو اس میں ایسے زور سے اور قسموں سے معرکہ کی پیشین گوئی نہ تھی اور اس میں لوگوں سے غلطی ہوگئی تھی اور آخر جب مجتمع ہو گئے تو فتح ہوئی۔ کیا کوئی ایسی نظیر ہے کہ اہل حق کو بالمقابل کفار کے ایسے صریح وعدے ہو کر اور معیار حق و باطل ٹھہرا کر ایسی شکست ہوئی ہو مجھ کو تو اب اسلام پر شبہ پڑنے شروع ہو گئے، لیکن الحمد للہ! کہ اب تک جہاں تک غور کرتا ہوں اسلام بالمقابل دوسرے ادیان کے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن آپ کے دعاوی کے متعلق تو بہت ہی شبہ ہو گیا۔ پس میں نہایت بھرے دل سے التجا کرتا ہوں کہ آپ اگر فی الواقعہ سچے ہیں تو خدا کرے میں آپ سے علیحدہ نہ ہوں۔ اور اس زخم کے لئے کوئی مرہم عنایت فرمائیں جس سے تشفی کلی ہو باقی جیسے کہ لوگوں نے پہلے ہی مشہور کیا تھا کہ اگر یہ پیشین گوئی پوری نہ ہوئی تو آپ یہی کہہ دیں گے کہ



ہاویہ سے مراد موت نہ تھی۔ الہام کے مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی برائے مہربانی بدلائل تحریر فرمائیں ورنہ آپ نے مجھ کو ہلاک کر دیا ہم لوگوں کو کیا منہ دکھائیں گے۔ (لوگوں کی پرواہ نہ کرو خدا کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ مؤلف) میں برائے استفادہ نہایت دلی رنج سے یہ تحریر کر رہا ہوں۔ (راقم محمد علی خان)

**سوال:** قادیانی صاحب کی صرف ایک ہی کمال کا اگر خیال کیا جاوے تو بھی ایسے شخص کو برا نہیں کہا جاسکتا کیونکہ اس نے اسلام کی حقیقت پر براہین قاطعہ قائم کر کے مخالفین اسلام کو لاجواب کر دیا ہے۔

**جواب:** براہین قاطعہ کا نمونہ انہی دلائل کو جن کی تردید ہو رہی ہے خیال فرمائیوں۔ کیا ایسے ہی جاہلانہ خیالات کا براہین نام رکھا جاتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اسلام کا خدا خود حافظ ہے اور خود ہی اس کی حقیقت مخالفین کو ہر زمانے میں لاجواب کر رہی ہے اور کرے گی۔ قادیانی صاحب نے، جو بصورت دوست مگر بمعنی اسلام کے دشمن تھے، جہالت کی وجہ سے اسلام کی بیخ کنی کر دی تھی مگر الحمد للہ کہ علمائے اسلام نے اس کا تدارک کر لیا۔ سعدی علیہ الرحمۃ نے سچ کہا ہے۔

بیٹ

ترا اژدہا گر بود یار غار

ازاں بہ کہ جاہل بود غمگسار

اور مخالفین سے آنحضرت ﷺ کے شان میں وہ وہ کفریات بکوائے کہ خدا نہ سنائے بلکہ جریدہ عالم پر ان کو بوجہ تحریری ہونے ان کے ثبت کرادیا۔ الحمد للہ والمنة کہ اللہ جل شہد بحسب وعدہ ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (حجر: ۹) ﴿﴾ کی ہمیشہ اس کو پیشین گوئیوں میں ناکامیابی دیتا رہتا کہ عوام کا لانعام اس کو بوجہ صداقت پیشین گوئی کے کتاب و سنت کے بیان میں سچا نہ سمجھ لیں بلکہ یہ جان لیں کہ یہ شخص قرآن و سنت کا محرف ہے کیونکہ اکثر فی زمانہ قرآن دانی کا معیار جہالوں کے ہاتھ میں صرف پیشین گوئیوں کی صداقت ہی رہ گئی۔



## عیسیٰ ابن مریم کے نزول پر اجماع

اس بات پر کل امت مرحومہ کا اجماع ہے کہ عیسیٰ بن مریم بعینہ نہ  
 بمثلہ (کما اخترعہ القادیانی) آسمان سے بحسب پیشین گوئی آنحضرت ﷺ کے اتریں گے  
 اور ظاہر ہے کہ نزول جسمی بعینہ بغیر اس کے کہ رفع جسمی بحالت زندگی مانا جاوے ممکن نہیں۔  
 لہذا بڑے زور سے ہم کہتے ہیں کہ کل امت کا جیسے کہ نزول مذکور پر اجماع ہے ایسا ہی حیات  
 مسیح عندالرفع پر بھی ہے۔ یعنی آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے وقت مسیح کی حیات پر  
 سب کا اتفاق ہے بحکم مقدمہ مذکورہ کہ نزول فرع ہے رفع کی۔ رہا یہ کہ قبل از رفع بھی مسیح  
 زندہ رہا۔ کما ہونذہب الجہور، یا وفات پا کر بعد ازاں اٹھانے کے وقت زندہ کیا گیا ہو۔ کما  
 ہونذہب النصارى و بعض اہل اسلام مثل مالک رحمۃ اللہ علیہ۔ سو یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے اس پر  
 اجماع نہیں کیونکہ امام مالک وفات کے قائل ہیں نصاریٰ کا قول بحیات مسیح بعد وفاتہ تو ان  
 کی کتابوں سے ظاہر ہے اور مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قائل ہونا بحیات مسیح عندالرفع، ان کے  
 بڑے بڑے معتبروں، مقلدوں کی تصریحات سے پایا جاتا ہے۔ ورنہ مقلدین امام مالک  
 رحمۃ اللہ علیہ اپنے امام سے علیحدہ نہ ہوتے اور بر تقدیر علیحدہ ہونے کے نزول جسمی بعینہ کو جو فرع  
 ہے رفع جسمی بعینہ کی، مجمع علیہ کل امت مرحومہ کا نہ لکھتے۔ لہذا مجمع البحار میں قال مالک  
 مات۔ کے بعد شیخ محمد ظاہر یہ تاویل لکھتے ہیں۔ ولعلہ اراد رفعہ علی السماء حقیقۃ  
 یعنی اخر الزمان لتواتر خبر النزول۔ اس تقدیر سے واضح ہوا کہ مسئلہ نزول کی طرح  
 حیات مسیح پر بھی اجماع ہے۔ کل اہل اسلام اس پر متفق ہیں بلکہ نصاریٰ بھی اس میں  
 مسلمانوں سے الگ نہیں۔ مگر اجماعی حیات الی ما بعد النزول وہ ہے جو مسیح کے لئے عندالرفع  
 مانی گئی ہے۔ اس مضمون پر عبارات مسطورہ ذیل شاہد ہیں۔ امام الائمة ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فقہ  
 اکبر میں فرماتے ہیں۔ وخروج الدجال ویا جوج و ما جوج و طلوع الشمس من



المغرب ونزول عيسى عليه السلام من السماء وسائر علامات يوم القيامة على ماوردت به الاخبار الصحيحة حق كائن - (فقه اكبر) - اور یہی مذہب ہے كل ائمہ شفعو یہ كا، یعنی سب اسی عیسیٰ بن مریم بعینہ لا بمثلہ کے نزول پر متفق ہیں۔ چنانچہ ائمہ صحاح ستہ اور شیخ سیوطی وغیرہ کی تصریح سے ظاہر ہے۔

اور ائمہ مالکیہ کا بھی یہی مذہب ہے چنانچہ شیخ الاسلام احمد نفاوی المالکی نے فواکہ دوانی میں تصریح کر دی کہ اشراط ساعت سے ہے، آسمانوں سے عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا۔ اور علامہ زرقانی مالکی شرح مواہب قسطانی میں بڑی بسط سے لکھتے ہیں۔ فاذا انزل سيدنا عيسى عليه السلام فانه يحكم بشرية نبينا ﷺ بالهام او اطلاع على الروح المحمدي او بماشاء الله من استنباط لها من الكتاب والسنة ونحو ذلك - اس کے بعد لکھتے ہیں۔ فهو عليه السلام وان كان خليفة في الامة المحمدية فهو رسول ونبي كريم على حاله لا كما يظن بعض انه يأتي واحدا من هذه الامة بدون نبوة ورسالة وجهل انهما لايزولان بالموت كما تقدم فكيف بمن هو حي نعم هو واحد من هذه الامة مع بقائه على نبوته ورسالته۔

اور علامہ سیوطی کتاب الاعلام میں فرماتے ہیں۔ انه يحكم بشرع نبينا ووردت به الاحاديث وانعقد عليه الاجماع۔ اور فتح البيان میں ہے۔ وقد تواترت الاحاديث بنزول عيسى جسما اوضح ذلك الشوكاني في مؤلف مستقل يتضمن ذكر ما ورد في المنتظر والدجال والمسيح وغيره وصحح الطبري هذا لقول ووردت بذلك الاحاديث المتواترة. (فتح البيان ص ۳۳۳، ج ۲)

ائمہ اربعہ کے مسانید اور ایسے ہی ان کے مقلدین کی تصنیفات میں احادیث



نزول موجود ہیں۔ کسی نے نزول عیسیٰ بن مریم کو نزول مثیل عیسیٰ نہیں لکھا بلکہ نزول جسدہ بعینہ کی تصریح کر دی ہے۔ فتوحات کی نقلیں بحوالہ ابواب بھی گذر چکی ہیں۔ اور نیز حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ اس نزول کے اجماعی ہونے کو اس عبارت سے باب ۷۳ میں ظاہر فرماتے ہیں۔ وانه لاخلاف انه ينزل في اخر الزمان الخ۔ اور نیز حدیث برشملا وصی عیسیٰ فتوحات میں موجود ہے جس سے چار ہزار صحابی کا اجماع حیات مسیح پر معلوم ہوتا ہے۔ وسبغی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

الغرض کل محدثین اور ائمہ مذاہب اربعہ اور اصحاب روایت و درایت اور صحابہ کرام چنانچہ حضرت عمر اور حضرت ابن عباس اور حضرت علی اور عبداللہ بن مسعود اور ابو ہریرہ اور عبداللہ بن سلام اور ربیع اور انس اور کعب اور حضرت ابو بکر صدیق اور جابر و ثوبان اور عائشہ اور تمیم داری علیہم الرضوان وغیرہ۔ اور بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابوداؤد اور بیہقی و طبرانی و عبد بن حمید و ابن ابی شیبہ و حاکم و ابن جریر و ابن حبان و امام احمد و ابن ابی حاتم و عبد الرزاق علیہم الرحمۃ وغیرہ وغیرہ کا اجماع ہے عیسیٰ ابن مریم کے زندہ اٹھائے جانے اور اترنے پر بعینہ لا بمثلہ۔ کما قال شیخ الاسلام الحرانی۔ و صعود الأدمی ببدنه الی السماء قد ثبت فی امر المسیح ابن مریم علیہ السلام فانه صعد الی السماء وسوف ينزل الی الارض وهذا ما توافق النصارى علیه المسلمین فانهم يقولون المسیح صعد الی السماء ببدنه و روحه كما يقوله المسلمون ويقولون انه سوف ينزل الی الارض ایضا وهذا كما يقوله المسلمون و كما اخبر به النبي صلی اللہ علیہ وسلم فی الاحادیث الصحیحة لكن كثيرا من النصارى يقولون انه صعد بعد ان صلب وانه قام من القبر و كثير من اليهود يقولون انه صلب ولم یقم من قبره اما المسلمون و كثير من النصارى يقولون انه لم یصلب ولكن صعد الی السماء بلا صلب و المسلمون و من وافقهم من النصارى يقولون انه ينزل الی الارض قبل یوم القیامة وان نزوله من اشراط



الساعة كما دل على ذلك الكتاب والسنة الخ۔ اس تصریح سے ثابت ہے کہ قادیانی کا مذہب اس مسئلہ میں سب اہل اسلام سے الگ ہے۔ اور نیز اس سے ناظرین کو یقین ہو سکتا ہے کہ بلاشک و شبہ قادیانی صاحب نے دین کی پرلے درجہ کی تحریف کی ہے غیر اجماعی کو اجماعی بنا دیا اور اجماعی کو غیر اجماعی۔ اور جہاں کو کیسے دھوکے دیئے ہیں کہ پناہ بخدا۔

### معراجِ نبوی ﷺ

ایھا الناظرون! قادیانی صاحب کا دعویٰ کہ مسیح موعود میں ہی ہوں مقدمات

ذیل پر مبنی ہے۔

۱..... مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے۔

۲..... موتی مرنے کے بعد دوبارہ دنیا میں نہیں آتے۔

۳..... الہام۔

جواباً اتنا ہی کافی معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی صاحب کا الہام بوجہ مذکورہ بالا جو اس

کے بطلان پر شاہد ہیں مفید مدعی نہیں ہو سکتا۔ مگر ناظرین کے اطمینان کے لئے مقدمہ اول

اور ثانیہ کی طرف بھی متوجہ ہونا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ پہلے مقدمہ کی تائید میں قادیانی

صاحب نے لکھا ہے۔ ”کسی بشر کا آسمان پر جانا محال ہے اور آنحضرت ﷺ کا معراج جسمانی

نہیں ہوا۔“ چنانچہ ازالہ کے ص ۴۷ میں لکھ دیا کہ۔ ”سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھی

بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف (قادیانی) خود صاحب

تجربہ ہے۔“ اسی۔ اور آیت ﴿أَوْ تَرُقَىٰ فِي السَّمَاءِ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُقَيْكَ حَتَّىٰ تُنَزَّلَ

عَلَيْنَا كِتَابًا نَقْرُوهُ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا﴾ (بنی اسرائیل: ۹۳) کو



انہوں نے امتناع صعود علی السماء کے لئے دلیل ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ یہی آیت ثابت کر رہی ہے کہ کسی بشر مقدس کا آسمان پر جانا محال نہیں کیونکہ اس آیت میں آنحضرت ﷺ سے اس وقت کے موجودہ کفار نے وہ امور طلب کئے تھے۔ جن کا وقوع بہ نسبت انبیاء سابقہ کے ان کے مسلمات میں تھا اور انہیں امور کو مجملہ دلائل دعویٰ نبوت کا خیال کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے کہا ﴿لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا﴾ (بنی اسرائیل: ۹۰) ہم تجھ پر ایمان نہ لاویں گے جب تک کہ تو زمین پھاڑ کر (حضرت موسیٰ کی طرح) ہمارے لئے پانی کا چشمہ نہ نکالے۔ ﴿أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّحِيلٍ وَعَيْنٌ فَتُفَجَّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا﴾ (بنی اسرائیل: ۹۱) یا تیرے لئے (ابرہیم کی طرح جس پر کہ آتش نمرود باغ ہوگئی) ایک باغ ہو کھجور اور انگور کا جس کے بیج تو نہریں نکالے۔ ﴿أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمَتْ عَلَيْنَا كِسْفًا﴾ (بنی اسرائیل: ۹۲) یا تو ہم پر آسمان کے ٹکڑے حسب مزعوم اپنے کے گرائے۔ (جیسے کہ بنی اسرائیل پر کوہ طور اٹھایا گیا تھا) ﴿أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةَ قِبْلًا﴾ (بنی اسرائیل: ۹۳) یا تو خدا اور اس کے فرشتوں کو ہمارے سامنے لا دے۔ (جیسا کہ حضرت موسیٰ سے بھی یہی سوال کیا گیا) ﴿أَوْ يَكُونُ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرِفٍ﴾ (بنی اسرائیل: ۹۳) یا تیرے لئے کوئی سنہرا گھر ہو۔ (چنانچہ ادریس علیہ السلام کے لئے بہشت میں ہوا) ﴿أَوْ تَرْقَى فِي السَّمَاءِ﴾ (بنی اسرائیل: ۹۳) یا تو آسمان پر (حضرت مسیح کی طرح) چڑھ جائے۔ ﴿وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّى تُنَزَّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَقْرُوهُ﴾ (بنی اسرائیل: ۹۳) اور ہم تیرے آسمان پر چڑھنے کو ہرگز نہ مانیں گے یہاں تک کہ تو آسمانوں سے کوئی ایسی کتاب اتار لاوے جس کو ہم پڑھ سکیں۔ (الواح موسیٰ کی طرح)

لکھا الناظرون! ﴿لِرُقِيِّكَ﴾ میں لام تعلیل کے لئے ہے اسی لاجل رفیق (دیکھو فتح البیان)۔ پس حاصل یہ ہوا کہ ہم تیرے اوپر ایمان اس وقت لائیں گے جب کہ تو آسمان پر



چڑھ جائے گا اور چونکہ تو چڑھ جائے گا تو پہلے ہم چڑھ جانے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ یہ بھی شرط لگاتے ہیں کہ تو آسمان سے الواحِ موسیٰ کی طرح کوئی ایسی کتاب اتار لائے جس کو ہم خود پڑھ سکیں اللہ تعالیٰ بجواب اس سوال کفار کے فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ تو ان کو کہہ دے کہ ﴿سُبْحَانَ رَبِّي﴾ پاک ہے پروردگار میرا ہر عجز سے۔ (یعنی وہ ان سب امور بالا کے لانے پر قادر ہے) ﴿هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا﴾ میں بذاتِ خود نہیں ہوں مگر اس کا بندہ بھیجا ہوا۔ (لہذا ان امور کے سوال کرنے کا بھی بغیر اجازت اس کی کے مختار نہیں ہوں) لہذا الناظرون! ﴿سُبْحَانَ رَبِّي﴾ سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ امور مذکورہ بالا ممتنعات سے نہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے ایقاع پر قادر ہے کجا یہ کہ اس کو الٹا امور مذکورہ کے امتناع پر دلیل ٹھہرایا جاوے۔ والا تو چاہیے کہ کل امور مذکورہ بسوال کفار ممتنعات سے ہوں۔ وہو باطل۔ بلکہ سورہ بنی اسرائیل میں صاف فرمادیا کہ ﴿مَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَنْ كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ﴾ (بنی اسرائیل: ۵۹) ہم کو آیاتِ بینات کے بھیجنے سے محمد ﷺ کی طرف کسی چیز نے نہیں روکا بجز اس کے کہ پہلے انبیاء جو ایسے معجزات اور آیات کے ساتھ آئے ان کی تکذیب کی گئی۔ اور یہی مضمون ام عطاء کی حدیث سے بھی ظاہر ہے وعن ام عطاء عن النبی ﷺ قال والذی نفسی بیدہ لقد اعطانی ما سئلتم ولو شئت لکان ولکنہ خمیر لی۔ (ابن کثیر)۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ امور اللہ تعالیٰ نے مجھ کو عطا فرمائے ہیں اگر میں چاہوں تو ہو جائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے مختار کیا ہے الخ۔

معراج شریف کی نسبت قادیانی صاحب کا لکھنا کہ ”اس جسمِ کثیف کے ساتھ نہیں گئے تھے۔“ سخت گستاخی اور بے ادبی ہے گو کہ جسم شریف کی کثافت بہ نسبت روح مطہرہ ہی کے خیال کی جائے کیونکہ تاہم جسمی کثافت کو بوجہ دلیل ٹھہرانے امتناع صعود علی السماء کے تابع دے ماننا پڑتا ہے کہ اور اجسام کی کثافت کی طرح صعود علی السماء کے مصادم



ہو۔ ایہا الناظرون! یہ تو ثابت شدہ امر ہے کہ آنحضرت ﷺ کے جسم مبارک کا سایہ زمین پر کبھی دیکھا نہیں گیا اس لئے کہ وہ روح کی طرح لطیف تھا جب آپ کا بول اس شخص کے حق میں جس نے اندھیری رات میں اسے پانی کے خیال سے نوش کیا تھا عنبر اور مشک کی طرح موجب تعطر اور نورانیت ہو گیا تھا۔ پس کیا ہوگا حال ذات مبارک کا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ وَادِّمْ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَعِزَّتِهِ وَعَلٰی جِسْمِهِ فِي الْاَجْسَامِ وَعَلٰی رُوْحِهِ فِي الْاَرْوَاحِ وَعَلٰی قَبْرِهِ فِي الْقُبُوْرِ وَعَلٰی مَشْهَدِهِ فِي الْمَشَاهِدِ۔

قاضی عیاض شفاء میں اور قاضی ثناء اللہ مالا بدمنہ میں لکھتے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ کسی نوع کی بے ادبی کا مرتکب بجناب نبوی بلکہ کل انبیاء علیہم السلام کی نسبت خواہ مسلمان بھی کیوں نہ ہو، کافر واجب القتل ہے۔ اور پھر حیرت انگیز گستاخی یہ ہے کہ قادیانی اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کا ہم پلہ اور آنحضرت ﷺ کے کمالات کو اپنے کمالات تک محدود سمجھتا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ

**قولہ:** ”اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف (قادیانی) خود صاحب تجربہ ہے۔“

**اقول:** فرض کیا کہ آپ کشفوں میں صاحب تجربہ ہیں تو کیا اس سے یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا معراج آپ کے کشفی عروج و سیر سے اعلیٰ درجہ پر نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ کے نتائج میں سے نماز پنجگانہ کی فرضیت بھی ابدال ہر ثابت ہوئی اور آپ کے کشف یا خواب و خیال نکاح آسمانی ایک لمحہ بھر کے لئے بھی ظہور میں نہیں لایا۔ حضرت کیا ایسے معارج مانگو لیانہ، عروج نبوی علیٰ صلحہ الصلوٰۃ والسلام سے نسبت رکھتے ہیں۔

ع بہ بین تفاوت راہ از کجاست تا کجا

ایہا الناظرون! معراج جسمی آنحضرت ﷺ کا بحالت بیداری آیت ذیل سے

ل صراحتہ یا اشارۃ، عمد آیا سہوا۔ منہ



ثابت ہے۔ ﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى﴾ کیونکہ ﴿سُبْحَانَ﴾ کا اطلاق اسی موقع پر ہوتا ہے جہاں کہیں کسی عظیم الشان اور مستبعد اور محال عادی کا ذکر ہو۔ اور ظاہر ہے کہ نیند میں آسمانوں پر جانا یا اطراف السموات والارض میں سیر کرنا کوئی امر مستبعد اور ممتاز طور پر نبی کا خاصہ نہیں۔ اور نیز ﴿أَسْرَى﴾ کا استعمال نیند میں نہیں آتا (قاضی عیاض)۔ پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی اسراء مثل اور انبیاء کے کشفی اور روحی نہ تھی بلکہ جسمی اور بحالت بیداری ہوئی ہاں بعض احادیث کے الفاظ سے مثل بین النائم واليقظان یا وھونائم اور واستيقظت معلوم ہوتا ہے کہ معراج شریف بحالت منام ہوا ہے سو اس کی نسبت قاضی عیاض اور احمد عسقلانی فرماتے ہیں کہ ان الفاظ میں کوئی حجت نہیں کیونکہ محتمل ہے کہ جبرائیل کے آنے کے وقت یا اسراء کے شروع میں آنحضرت ﷺ سوئے ہوئے ہوں اور ان احادیث سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ آپ تمام اسراء میں سوئے رہے ہوں۔ ہاں تم استيقظت کا لفظ دلالت کرتا ہے اسراء کے وقوع پر بحالت منام و نیند کے۔ لیکن اس کے معنی صبح کرنے کے بھی ہیں یا محتمل ہیں کہ اسراء کے بعد گھر میں سو گئے ہوں۔ اور محتمل ہے کہ يقظه بمعنی ہوشیاری و افاقہ کے ہو جو اہل اللہ کو بعد از استغراق حاصل ہوتا ہے۔ (انتہی ملخص قولہما)۔

اور انہیں الفاظ مذکورہ کی طرح اختلاف روایات کا بہ نسبت تعین مکان اسراء کے موجب تشنت واضطراب معلوم ہوتا ہے۔ مگر مرقاة اور لمعات میں وجہ جمع بین الروایات اس طرح بیان کی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ شب اسراء میں ام ہانی کے گھر سوئے ہوئے تھے اور ام ہانی کا گھرابی طالب کے کوچہ میں تھا پھر اس کے گھر کی چھت کھل گئی اور آنحضرت ﷺ نے بسبب اس کے کہ اس میں رہا کرتے تھے اس کو اپنا گھر کہا۔ اور اسی سے فرشتہ اتر اور آنحضرت ﷺ کو اس گھر سے نکال کر مسجد کعبہ کی طرف لے گیا در حالیکہ آنحضرت ﷺ ام



ہانی کے گھر آرام فرما رہے تھے اور نیند کا اثر باقی تھا۔ پھر حطیم سے باب مسجد میں لا کر آنحضرت ﷺ کو براق پر سوار کرایا اور مکہ میں ہونا اس غرض سے بیان فرمایا کہ یہ واقعہ مکہ میں ہوا نہ مدینہ میں۔

میں کہتا ہوں ان سب وجوہ تطبیق مذکورہ وغیرہا سے اطمینان بخش وہ وجہ ہے جس کو رئیس المکاشفین محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے فتوحات کے باب ۳۶۷ میں لکھا ہے۔ ولو كان الاسراء بروحه وتكون رؤيا رها كما يرى النائم في نومه ما انكره احد ولا نازعه احد وانما انكروا عليه كونه اعلمهم ان الاسراء كان بجسمه في هذه المواطن كلها۔ یعنی بر تقدیر معراج روحی کے انکار اس کا کوئی معنی نہیں رکھتا ہاں معراج جسمی کو بعید از عقل جان کر انکار کیا گیا۔ ولہ ﷺ اربعة وثلاثون مرة الذي أُسرى به منها اسراء واحد بجسمه والباقي بروحه رؤيا رها۔ آنحضرت ﷺ کے لئے چونتیس (۳۳) معراج ہوئے جن میں سے ایک جسمی تھا اور باقی روحی عالم خواب میں۔ بعد اس کے فرماتے ہیں وبهذا زاد علي الجماعة رسول الله ﷺ باسراء الجسم و اختراق السموات والافلاك حساً وقطع مسافات حقيقية محسوسة وذلك كله لورثته معني لا حسا من السموات فما فوقها۔ یعنی معراج جسمی کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کو باقی اہل اللہ پر فوقیت اور زیادت ہے۔ مگر قادیانی صاحب ہرگز اس فضیلت و زیادت کو گوارا نہیں کر سکتے۔ اب تو اہل مکاشفہ کے اقوال کو بھی چھوڑے جاتے ہیں مع آنکہ جلد اول ازالہ میں اہل کشف خصوصاً شیخ کی نسبت لکھا ہے کہ ان کا قول علمائے ظاہر کے اقوال پر راجح ہوتا ہے۔

ثم اقول: تعدد معراج کی تقدیر پر الفاظ مذکورہ و روایات مختلفہ میں تطبیق حاصل ہے اور یہی تقدیر احوال شریفہ آنحضرت ﷺ سے مناسب ہے۔ گویا روایت منامی مقدمہ اور تمہید ٹھہری



معراج جسمی کے لئے۔ چنانچہ اکثر وقائع شریفہ میں ایسا ہی ہوا کرتا تھا پہلے آپ کو بحالت خواب امور غیبیہ دکھلائی دیتے تھے بعد ازاں مطابق خواب ظہور میں آتے تھے۔

تعدد معراج پر قادیانی کے تین اعتراضات:

پہلا اعتراض: انہی احادیث سے ثابت ہے کہ انبیاء کے لئے خاص خاص مقامات آسمانوں میں مقرر ہیں جن سے وہ آگے نہیں بڑھ سکتے چنانچہ گریہ اور بکاء موسیٰ علیہ السلام کا بروقت جانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتویں آسمان سے آگے اسی پر دال ہے کیونکہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اختیار میں تھا کہ کبھی پانچویں آسمان پر آجاتے اور کبھی چھٹے پر اور کبھی ساتویں پر تو یہ گریہ و بکاء کیسا تھا جیسے پانچویں یا چھٹے سے ساتویں پر چلے گئے ایسا ہی آگے بھی جاسکتے تھے۔

**الجواب:** حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بکاء اور رونا اس لئے نہ تھا کہ ان کو ساتویں سے آگے رفع نہ ہوا ہے بلکہ ان کا رونا بسبب فقدان کمال و عموم دعوت کے تھا۔ جس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے میں نہ پایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں یہ کمال دیکھا۔ چنانچہ امام بخاری باب المعراج حدیث مالک بن صعصعہ میں لکھتے ہیں۔ فلما تجاوزت بکی قيل له ما يبكيك قال ابكي لان غلاما بعث بعدى يدخل الجنة من امته اكثر من يدخلها من امتي۔ (بخاری)۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام رونے لگے۔ رونے کی علت جب ان سے دریافت کی گئی تو کہا کہ میرا رونا اس لئے ہے کہ یہ نوجوان جو میرے بعد مبعوث ہوا اس کی امت میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہوگی گویا اپنی امت پر رحمت کی کمی کی وجہ سے یہ رونا تھا، نہ یہ کہ وہ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ حالانکہ مشکوٰۃ باب من حضره الموت میں بروایت براء بن عازب مذکور ہے۔ کہ کل نفوس کاملہ آسمان ہفتم تک رفع ہونے کے بعد اپنے اپنے ابدان میں بامر الہی لوٹائے



جاتے ہیں۔ فی شیعہ من کل سماء مقربوہا الی السماء الی تلہا حتی ینتہی  
بہ الی السماء السابعة فیقول اللہ ﷻ اکتبوا کتاب عبدی فی علین  
واعیدوہ فی الارض الخ۔

علامہ زرقانی کی شرح مواہب پر نظر ڈالنے سے بخوبی محقق ہو جاتا ہے کہ شب  
معراج میں جو انبیاء جہاں جہاں دکھائی دیئے ان کے لئے مقامات سماویہ کی کوئی تخصیص نہیں  
بلکہ اظہار تفاضل اور ان وجوہ اختصاص کے لئے تھا جن کو علامہ زرقانی نے شرح مواہب  
میں مفصل لکھا ہے اور جدا جدا آسمانوں میں دکھائی دینا تعین مقام کے لئے کیسے ہو سکتا ہے  
حالانکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ ارواح کاملہ کے عروج، مقامات مذکورہ تک ہی محدود  
نہیں۔ اور اسی پر دال ہے وہ حدیث ذیل جس کو احمد، مسلم اور نسائی نے ذکر کیا ہے۔ ان  
النبی ﷺ قال مررت علی موسیٰ لیلۃ اسری بی عند الکثیر الاحمر و هو  
قائم یصلی فی قبرہ۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ شب اسری میں میری گزرا اس سرخ  
ٹیلے کے پاس سے ہوا جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے  
اور پھر اسی وقت بیت المقدس میں آنحضرت ﷺ سب انبیاء کے لئے امام ہوئے اور پھر ان  
کو علیحدہ علیحدہ آسمانوں میں دیکھا۔ لحکمة یعلمہا الحکیم العلیم۔ اور علامہ زرقانی  
لکھتے ہیں کہ ان حضرات کا جدا جدا آسمانوں میں دکھائی دینا دراصل ان کے واردات خاصہ  
کی طرف اشارہ ہے جو ان کو اپنی اپنی قوم سے پیش آئے۔ اور اسی کی مثل آنحضرت ﷺ کو  
بھی درپیش آنے والے تھے الخ۔ رہا یہ امر کہ ان انبیاء علیہم السلام کو آنحضرت ﷺ نے کل  
مواطن میں روحانی صورت میں دیکھا یا بصورت عنصری جسدی۔ قرطبی کے نزدیک ہے کہ وہ  
اپنے اپنے اجساد کے ساتھ نظر آئے اور لمعات میں دونوں طرح دکھائی دینے کو محتمل لکھا ہے،  
بایں طور کہ ان کی روحیں بصورت اجساد متمثل ہو گئیں ہوں، مگر عیسیٰ علیہ السلام، کہ ان کا اپنے جسم



کے ساتھ مرفوع ہونا ثابت ہے اور فتوحات میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایسا ہی لکھا ہے۔ کما مر۔

دوسرا اعتراض: قادیانی صاحب کا باتابع ابن قیم شاگرد ابن تیمیہ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ تعدد معراج کے مطابق یہ اعتقاد ہونا چاہیے کہ ہر دفعہ اول پچاس نمازیں مقرر کی گئیں اور پھر پانچ رہیں جس پر بے جا اور لغو طور پر منسوحیت مانی پڑتی ہے۔

جواب: فرضیت صلوٰۃ کا تعدد حالت خواب میں بطریق تو طیہ کوئی مستبعد نہیں، ہاں حالت بیداری میں اس کا تعدد بیجا اور غیر مناسب سمجھا جاتا ہے۔ کافی فتح الباری شرح صحیح بخاری۔

تیسرا اعتراض: تعدد معراج پر قادیانی صاحب کا تیسرا اعتراض یہ ہے۔ کہ یہ حدیث جو بخاری کے صفحہ ۱۱۲ میں ہے، خود اپنے اندر تعارض رکھتی ہے۔ کیونکہ ایک طرف تو یہ لکھ دیا کہ بعثت کے پہلے یہ معراج ہوئی تھی اور پھر اسی حدیث میں یہ بھی لکھا ہے کہ نمازیں پچاس مقرر کر کے پھر آخر کار ہمیشہ کے لئے پانچ مقرر ہوئیں۔ اب ظاہر ہے کہ جس حالت میں یہ معراج نبوت سے پہلے تھی تو اس کو نمازوں کی فرضیت سے کیا تعلق تھا اور قبل از وحی جبرئیل علیہ السلام کیونکر نازل ہو گیا اور جو احکام رسالت سے متعلق تھے وہ قبل از رسالت کیونکر صادر کئے گئے۔ انتھی ملخصاً۔

جواب: ایہا الناظرون! حدیث ذیل کے الفاظ کو غور سے دیکھیں اور پھر قادیانی کی حدیث دانی و کمال علمی کا خیال فرمادیں۔ عن شریک بن عبد اللہ انہ قال سمعت انس بن مالک یقول لیلۃ اسری برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من المسجد الکعبۃ انہ جاءہ ثلاثۃ نفر قبل ان یوحی الیہ وهو نائم فی المسجد الحرام فقال اولہم

۱۔ یعنی حالت بیداری میں فقط ایک بار فرضیت ہوئی پہلے پچاس کی اور پھر اسی رات آخر میں پانچ رہ گئیں۔ پچاس پر عمل کا وقت ہی نہ آیا تا کہ بے جا منسوحیت لازم آئے۔ رہی یہ بات کہ پہلی دفعہ ہی پانچ کیوں نہ مقرر ہوئیں یہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بار بار مکالمہ الہیہ سے مشرف ہونا تو ایک ظاہر حکمت ہے۔ ۱۲ فیض غنی عنہ



ایہم ہو قال اوسطہم ہو خیرہم فقال اخرہم خذوا خیرہم فکانت تلک اللیلۃ فلم یرہم۔ یہاں تک مطلب شریک بن عبداللہ کا یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ شب اسراء کا واقعہ بیان کرتے وقت کہتے ہیں۔ کہ قبل از وحی پہلے ایک رات فقط تین فرشتے آئے اور آنحضرت ﷺ اس وقت مسجد حرام میں سوئے ہوئے تھے اوہ آپس میں باتیں کر کے چلے گئے اور آپ نے ان کو نہ دیکھا بس یہاں تک تو شب اسراء کے پہلے کا ذکر بطریق تمہید تھا۔ اب شب اسراء کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ حتی اتوہ لیلۃ اخری فیما یرای قلبہ و تنام عینہ الخ۔ یعنی ان ملائکہ کو آپ نے نہ دیکھا یہاں تک کہ پھر آئے وہ کسی اور رات میں یعنی شب اسراء میں اور آسمانوں پر لے گئے اور پانچ نمازیں مقرر ہوئیں الخ۔ اس ترجمہ سے ظاہر ہو گیا ہوگا کہ قادیانی صاحب نے بجائے اس کے کہ اپنی کم فہمی پر روتے اور کسی عالم سے پوچھتے، الثا حدیث بخاری پر حملہ کیا اور آنحضرت ﷺ کے ایک کمال جداگانہ اور مخصوص پر گستاخی کی۔ اور ایسی گستاخانہ تعبیرات سے لوگوں کو دھوکا دینا چاہتا کہ بہ نسبت احادیث کے اضطراب کی وجہ سے ان میں بے اعتباری پیدا کی جاوے جس کا نتیجہ یہ ہو کہ جو کچھ میں اور میرے جاہل مولوی ہانکے جائیں اسی کو لوگ واجب التسلیم سمجھیں۔ حضرت! سارا ہی جہاں تو جاہل نہیں اللہ تعالیٰ خود اپنے قرآن اور حبیب پاک ﷺ کی حدیث کا حافظ ہے۔

شفاء قاضی عیاض میں ہے۔ بغیر عائشہ صدیقہ اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے سب کا مذہب معراج جسمی اور بحالت یقظہ ہونے کا ہے۔ اور ان دونوں کا قول ان جماہیر صحابہ کے اقوال کا مقابلہ نہیں کر سکتا کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا واقعہ اسراء کے وقت پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں یا سن ضبط و تمیز کو نہیں پہنچی تھیں۔ علی اختلاف القولین!۔ بلکہ حضرت عائشہ سے ما فقد جسد رسول اللہ ﷺ والی حدیث کا مروی ہونا بہ تصریح قاضی عیاض و

! اور یہی آخری قول تحقیقی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس وقت کم سن تھیں۔ فیض



علامہ زرقانی باطل اور غیر ثابت ہے پھر ان کی روایت کو مع عدم المشافہۃ والثبوت کیونکر ترجیح دیا جائے۔ ان مشاہیر اور جماہیر صحابہ کے اقوال پر جنہوں نے بالمشافہ نور نبوت سے اس معنی کا استفادہ کیا کہ معراج شریف جسمی اور بحالت یقظہ ہے اور بر تقدیر صحت اس حدیث کے علامہ تفتازانی نے اس طرح پر تاویل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا جسم مبارک روح سے مفقود نہ ہوا بلکہ دونوں ساتھ تھے اور یہی معنی مطابق ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دوسری حدیث کے، جس کو ازالۃ الخفا صفحہ ۳۰۵ میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بہ تخریج حاکم ذکر فرمایا ہے۔ اخرج الحاکم عن عائشة قالت لما أُسْرِى بالنبي ﷺ الى المسجد الاقصى اصبح يحدث الناس بذلك فارتد ناس ممن كانوا امنوا به وصدقوه وسعوا بذلك الى ابى بكر فقالوا هل لك فى صاحبك يزعم انه أُسْرِى به الى بيت المقدس وجاء قبل ان يصبح قال او قال كذلك قالوا نعم قال لئن قال ذلك لقد صدق قالوا اتصدقه انه ذهب الليلة الى بيت المقدس وجاء قبل ان يصبح قال نعم انى لاصدقه بما هو ابعد من ذلك اصدقه بخبر السماء فى غدوة او روحة فلذلك سمى ابوبكر الصديق۔ فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب کہ آنحضرت ﷺ کو مسجد اقصیٰ تک کی سیر کرائی گئی۔ تو آپ نے صبح ہوتے ہی لوگوں سے شبِ اسراء کے واقعات بیان فرمائے، پس بعض ایمان والے بھی اس کے سنتے ہی مرتد ہو گئے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف دوڑتے ہوئے گئے اور پوچھا کیا تجھے معلوم ہے کہ تیرا صاحب (محمد ﷺ) زعم کرتا ہے، کہ وہ آج کی رات کو بیت المقدس گیا اور صبح ہونے سے پہلے واپس بھی آ گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا میرے صاحب نے کہا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں کہا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا اگر میرے صاحب نے ایسا کہا ہے تو ضرور سچ



کہا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ پھر تو اس کی تصدیق کرتا ہے؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور یہ کیا بلکہ اس سے بعید تر کی بھی تصدیق کرتا ہوں، جو آسمانوں کے متعلق طلوع شمس کے قبل یا زوال کے بعد کی خبر دے اور اسی وجہ سے ان کا نام صدیق ہوا۔

منہاج العلوی میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حدیث معاویہ کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ وہ اسراء نبوی کے وقت ابھی ایمان بھی نہ لائے تھے لہذا ان کا سہاگل کو یہ جواب دینا کانت رؤیا صالحہ۔ معراج جسمی اور اسراء جسدی کے متعلق نہیں، جو ان کے ایمان سے اول اور ان کے علم سے باہر تھا۔ معراج جسمی کے منکرین نے آیت وما جعلنا الرؤیا سے تمسک پکڑا ہے کہ یہ واقعہ منجملہ رؤیا منام سے تھا۔ مگر اس کا قاضی عیاض نے شفا میں رد کیا ہے۔ ساتھ آیت ﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى﴾ کے، کیونکہ ﴿أَسْرَى﴾ نیند کے متعلق نہیں بولا جاتا۔ اور نیز آیت مذکورہ میں ﴿فِتْنَةً لِلنَّاسِ﴾ بھی اسی کا مؤید ہے، کیونکہ خواب کی صورت میں کوئی فتنہ اور امتحان نہیں اور نہ کسی کا انکار متصور ہو سکتا ہے۔ اور نیز اس آیت کو بعض مفسرین نے قصہ حدیبیہ کے متعلق بھی لکھا ہے۔ معہذا رؤیا کا استعمال کلام عرب میں حالت یقظ و بیداری کے لئے بھی آ گیا ہے۔

معر

فکبر للرؤیا وهش فواده

وبشر نفسا کان قبل یلومها

اور نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ رؤیا سے مراد رؤیا عین ہے۔ کنفی البخاری۔

تنبیہ: بیشک روایوں نے واقعات اسراءات روحی و جسمی کو ایک دوسرے سے جداگانہ بیان کرنے میں تساہل کیا ہے مگر اس کو روایت بالمعنی ہونے کی وجہ سے معیوب اور مستکرہ خیال نہیں کیا جاسکتا۔ وعن بعض التابعین قال لقیتم اناسا من الصحابة فاجتمعوا فی المعنی واختلفوا علی فی اللفظ فقلت ذلک



لبعضهم فقال لا بأس به ما لم يخل معناه حكاة الشافعي وقال حذيفة انا قوم عرب نورد الاحاديث فقلتم وتوخر وقال ابن سيرين كنت اسمع الحديث من عشرة المعنى واحد واللفظ مختلف وممن كان يروى بالمعنى من التابعين الحسن والشعبي والنخعي بل قال ابن الصلاح انه الذي شهد به احوال الصحابة والسلف الاولين فكثيرا ما كانوا ينقلون معنى واحدا في امر واحد بالفاظ مختلفة وما ذاك الا لان معولهم كان على المعنى دون اللفظ قال الحسن لولا المعنى ما حدثنا وقال النووي لو اردنا ان نحلثكم بالحديث كما سمعناه ما حلثناكم بحرف واحد۔ (فتح المغني)۔

ناظرین کو واضح ہو چکا ہوگا کہ آیت ﴿او ترقى فى السماء﴾ سے کسی بشر مقدس کا آسمان پر جانا محال نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ آیت ﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ﴾ اس کے وقوع پر دال ہے۔ لہذا قادیانی صاحب کا پہلی آیت کو موید و مثبت امتناع ٹھہرانا غلط ٹھہرا۔ پھر قادیانی صاحب فلسفیانہ طور پر صعود بجدہ العنصری کے امتناع پر ازالہ کے صفحہ ۴۷ میں لکھتے ہیں۔ ”کہ نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کڑھ زمہریر تک بھی پہنچ سکے۔ الی ان قال پس اس جسم کا کرہ ماہتاب! یا کرہ آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔ اتہی مختصرا۔“

ہم یہ کہتے ہیں کہ آیت اور حدیث اور اجماع کے مقابلہ میں ایسے استدلالات سے کام لینا مسلمان کا کام نہیں اور نیز استدلال مذکور، موقوف ہے امور ذیل کے ثبوت پر۔  
ودونه خرط القتاد۔

..... اتحاد نوعی کل طبقات ہوا سہ کا۔

۱۔ قادیانی صاحب کا یہ قول اس موجودہ دور میں لغو ثابت ہو چکا ہے۔ جب انسان کرہ ماہتاب تک کئی دفعہ ہو کر واپس آیا ہے اور کرہ آفتاب سے اوپر مرتبہ تک انسانی ایجادات کا پہنچنا ثابت ہو چکا ہے۔ ۱۲ فیض عفی عنہ۔



- ۲..... لوازم طبقات ہوائیہ کا از قبیل لوازم ماہیت ہونا۔  
 ۳..... تبدل فصول کا مؤثر نہ ہونا خصوص کیفیات کے تغیر میں۔  
 ۴..... لزوم کا ضروری ہونا نہ کہ عادی۔

امور مذکورہ سے صرف امر چہارم ہی کا اگر خیال کیا جاوے تو بشہادت ﴿يَانَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ﴾ (الانبیاء: ۶۹) کے حرارت و برودت وغیرہ کا انفکاک اپنے ملزومات سے واقعی معلوم ہوتا ہے۔ کیا وہ فاعل مختار اور حکیم مطلق جس نے ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ کو سرد کر دیا۔ اس پر قدرت نہیں رکھتا کہ زمہریری کرہ کی برودت کو مثلاً معتدلہ حرارت سے بہ نسبت ایک مقبول بندے اپنے کے متبدل کر دے؟

**سوال:** آیت ﴿قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ﴾ بھی عندا لخصم مؤول ہے۔

**جواب:** مشاہدہ اور تجربہ سے ثابت ہے کہ حرارت مفرطہ کا زوال آگ سے بالکل واقعی اور سچ ہے۔ کما ذکرہ الشیخ فی الفتوحات۔ اور اس زمانہ میں بھی عوام سے خواص تک اس کو دیکھ چکے ہیں لہذا آیت کو امتناع انفکاک الحرارت عن النار کی بناء پر مؤول ٹھہرانا سراسر تعصب و جہالت ہے۔ الغرض جسم خاکی کے آسمان پر جانے کے استحالہ کو کوئی دلیل شرعی یا عقلی ثابت نہیں کرتی۔ کما ذکرہ النووی فی شرح مسلم۔ ہاں صرف چند جہلاء نے معتزلہ میں سے اس پہلو کو اختیار کیا ہے کہ پہلے صرف عقل جزئی کو مشعل راہ بنا کر نصوص میں تاویل اور رد و بدل کیا ہے۔ اس مسلک میں ان کو تین وجہ سے دھوکا ہوا۔

۱..... ایک، تو عقل جزئی کے استقرائ ناقص کا نام قانون قدرت رکھا اور ظاہر ہے کہ جزئیات معدودہ کے احوال پر نظر ڈالنے سے قاعدہ کلیہ استنباط نہیں کیا جاسکتا۔

۲..... دوسرا، مستبعدات عقلیہ کو محالات عقلیہ سے شمار کیا۔

۳..... تیسرا، آیات و احادیث کو ان معانی پر محمول کیا جو بالکل برخلاف ہیں طرز محاورہ



دانوں اور ان لوگوں کے جنہوں نے نور نبوت سے بالمشافہ معانی مرادہ کا استفادہ کیا۔  
قادیانی صاحب اہل اعتزال پر دو قدم آگے بڑھے۔

۱..... دعویٰ مسیحیت موعودہ و مہدویت و نبوت و رسالت۔

۲..... اس چالاکی و دجل یا جہالت میں کہ ہمارا ایمان و غلبہ محبت بآحضرت ﷺ امور ذیل کو گوارا نہیں کر سکتا۔ کہ آنحضرت ﷺ باں عز و شرف جس میں وہ کل انبیاء سے فائق ہیں، مدینہ طیبہ کی خاک میں مدفون ہوں اور عیسیٰ ابن مریم آسمانوں پر جا بے۔ ایسا ہی آنحضرت ﷺ کے لئے عمر شریف صرف تریسٹھ (۶۳) سال ہی عطا کی جاوے۔ اور عیسیٰ ابن مریم دو ہزار سال پر بھی بس نہ کریں۔ اور عیسیٰ ابن مریم کو بوجہ استغنا کے کھانے پینے سے حتیٰ قیوم سمجھا جاوے۔ آنحضرت ﷺ کے لئے تو اور عوام کی طرح والدین ہوں اور عیسیٰ ابن مریم کے لئے باپ نہ ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

ایہا الناظرون! ان سب امور مذکورہ و نظائر ہا میں قادیانی صاحب کے پیش امام اہل اعتزال اور جہمیہ و فلاسفہ ہی ہیں۔ یعنی صرف زعمی قانون قدرت کو مشعل راہ بنایا ہے اور تقریر مذکور بلباس محبوں اور مومنوں کاملوں کے دجل ہے۔ گویا لوگوں کی آنکھوں میں اپنی نئی طرز کو درلباس عشاق دکھاتے ہیں۔ ہاں دعویٰ نبوت و رسالت و مسیحیت موعودہ میں الہام سے کام لیا ہے۔ پھر الہام بھی وہ جو علاوہ بطلان فی نفسہ کے تعارض و تخالف بھی رکھتا ہے۔ نہ صرف اپنے ہی الہامات میں بلکہ دوسرے ملہمین، محدثین کے الہامات سے بھی الگ اور مخالف ہے۔ چنانچہ رئیس المکاشفین محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اپنی الہامی کتاب میں معراج جسمی آنحضرت ﷺ کے مثبت اور قائل ہیں، اور مرزا جی منکر۔ ایسا ہی حضرت شیخ مسیح ابن مریم کے رفع بحسدہ العنصری و حیات الی ما بعد النزول کے قائل ہیں اور مرزا جی مخالف۔ ایسا ہی کشف والہام نبوی علی صلبہ الصلوٰۃ والسلام اخبار متواترہ اور مشہورہ کی رو سے عیسیٰ ابن مریم



بعینہ لا بمثلہ کے نزول کا مثبت ہے اور مرزا جی کا پچھلا الہام بروزی نزول کا پتہ دیتا ہے۔  
 ایہا الناظرین! آنحضرت ﷺ کے کشف پاک اور مرزا جی کے خبط ناپاک میں  
 تطبیق کی کوئی صورت نہیں بن پڑتی بغیر اس کے کہ یا تو آنحضرت ﷺ کی وحی صادق کو العیاذ  
 باللہ کاذب کہا جاوے۔ اور یا کل احادیث کو بروزی نزول پر حمل کیا جاوے۔ اور یا آنحضرت  
 ﷺ کے لئے خطابی التعمیر ٹھہرا کر بعد ازاں بقاء علی الخطاء مدت العمر تک مانا جاوے جن  
 کے وجوہ بطلان اسی کتاب میں مفصل لکھے گئے ہیں۔

ایہا الناظرین! کیا یہ متصور ہو سکتا ہے کہ وہ رسول پاک ﷺ جو اعلیٰ درجہ کے  
 امت مرحومہ کے بارہ میں حریص اور رحیم اور ہر ایک مہلکہ سے اعلام فرمانے والے ہیں۔  
 دانستہ امت مرحومہ کو بجائے اس کے کہ لغزش سے بچائیں الٹا دھوکے میں ڈال گئے ہوں۔  
 یا ایک امر مہلک عظیم الشان سے بے خبر چلے گئے ہوں یا بر تقدیر حصول علم امت مرحومہ کو  
 نزول بروزی کا پتہ نہ دیا ہو۔ مع آنکہ پہلے زمانہ میں نزول ایلیا کے مشتبہ ہونے کی وجہ سے  
 بہترے لوگ کافر ہوئے۔ جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ اگر نزول مسیح بروزی طور پر ہوتا تو  
 بالضرور آنحضرت ﷺ کا شان ﴿حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤْفٌ رَّحِيمٌ ۝  
 (توبہ: ۱۲۸)﴾ اور ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝ (الانبیاء: ۱۰۷)﴾ ہرگز گوارا نہیں  
 کر سکتا تھا کہ اس اشتباہ کے زہریلے اثر سے امت مرحومہ کو نہ بچائیں اور ایک حدیث میں بھی  
 بروزی نزول کو ذکر نہ فرماویں۔ اور اہل اسلام کے نزدیک مسلم الثبوت ہے کہ شارع  
 ﷺ نے کل امور مہلکہ پر تصریح فرمادی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ  
 قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدَاهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَا يَتَّقُوْنَ (توبہ: ۱۱۵)﴾ وقال تعالیٰ ﴿الْيَوْمَ  
 اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمْ الْاِسْلَامَ  
 دِيْنًا (مائدہ: ۳)﴾ آپ کی پیشین گوئیاں بھی بالخصوص وہ جن کے بیان میں نہایت اہتمام و بیان



تفصیلی و تاکیدات سے کام لیا گیا ہے۔ دین میں داخل ہیں۔ دین کو صرف عملیات میں محدود سمجھنا جہالت ہے۔ دین کی علمی جزء اس کی جزء عملی پر سبقت اور اصالت کا استحقاق رکھتی ہے۔ وقال تعالى ﴿لَيْلًا يَكُونُ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾ (نساء: ۱۶۵) ﴿وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾ (نور: ۳۵) وقال تعالى ﴿إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ﴾ (بنی اسرائیل: ۹) قرآن کریم کا ہادی ہونا انہیں مومنوں کی نسبت ہے، جنہوں نے بحسب بیان و تفصیل آنحضرت ﷺ کے اس کے ساتھ ایمان لایا ہو۔ ورنہ کل فرق ضالہ قرآن ہی سے متمسک ہیں۔ بقول سعدی علیہ الرحمۃ

ع گم آں شد کہ دنبال داعی نہ رفت

وقال تعالى ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيثًا ۝ وَإِذَا لَا تَيْنُهُمْ مِنْ لَدُنَّا أَجْرًا عَظِيمًا ۝ وَلَهَدَيْنَاهُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝﴾ (نساء: ۶۲-۶۴) ان آیات کی رو سے بھی امت مرحومہ کو صراط مستقیم کی ہدایت ضروری ہے جس کا مقتضی یہ ہوا کہ نزول بروزی کی تقدیر پر بیان بروز واجب تھا۔ پیشین گوئیوں میں سے ایسی پیشین گوئی کہ جس میں امت مرحومہ کو بچانے کا اہتمام کیا گیا ہو اور جس کے بیان میں آپ نے دھوکہ کی وجہ سے خلاف واقعہ بیان فرمایا ہو، لی نہیں کہ قادیانی بردز کے لئے نظیر بن سکے۔ اور یاد رہے کہ بحسب قولہ تعالیٰ ﴿إِنَّ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝﴾ (نجم: ۴) کے قادیانی صاحب ناکامیاب رہیں گے۔ وقال تعالیٰ ﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ﴾ (مائدہ: ۱۵-۱۶) ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ لقد توفي رسول الله ﷺ وما طائر ليقرب جناحيه الا ذكر لنا منه علما. صحیح مسلم میں ہے۔ ان بعض المشركين قالوا لسلطان رضي الله عنه لقد علمكم نبيكم كل شئ حتى الخراة قال اجل وقال ﷺ ترکتکم علی البیضاء لیلها کنہارها لا یزیغ



عنها بعدی الا هالك وقال ما تركت من شئ یقر بكم الى الجنة الا وقد حدثكم به ولا من شئ یبعدكم عن النار الا وقد حدثكم عنه۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں ما بعث الله من نبی الا كان حقا علیه ان یدل امته علی خیر ما یعلمه خیرا لهم وینہامهم عن شر ما یعلمه شرا لهم۔ ان آیات واحادیث کی رو سے بر تقدیر مزعوم قادیانی صاحب آنحضرت ﷺ کو نزول بروزی عیسیٰ ابن مریم کا کھلا کھلا بیان فرمانا جس میں نزول بعینہ کی گنجائش نہ ہو، ضروری سمجھا جاتا ہے حالانکہ معاملہ بالعکس ہوا۔

**سوال:** تعارض عقل و نقل کی صورت میں عقل ہی کو مقدم رکھنا ضروری ہے۔ کیونکہ وہ اصل ہے نقل کے لئے۔ کیونکہ جب تک دلائل عقلیہ کے رو سے وجود صانع نہ مانا جاوے تب تک تصدیق بالنقل و بما جاءت بہ الرسل علیہم السلام متصور نہیں ہو سکتی۔ تقدیم عقل ہی کی وجہ سے نصوص قطعیہ میں تخصیص عقلی کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (بقرہ: ۲۰) بنا براں ارادہ معراج روحی اور نزول بروزی بلکہ کل معجزات و خوراق کا مؤول ٹھہرانا ضروری سمجھا جاتا ہے۔

**جواب:** ..... یہ امر قابل غور ہے کہ قضیہ ذیل العقل اصل للنقل میں ”عقل“ سے مراد کیا ہے؟ بعد تدبیر معلوم کیا جاسکتا ہے کہ مراد ”عقل“ سے جو ہر مدرک یا قوتہ عاقلہ نہیں، کیونکہ اس معنی کی رو سے عقل اور نقل میں تعارض نہیں ہو سکتا اس لئے کہ جو ہر مدرک یا قوت عاقلہ، حیات کی طرح شرط ہے عقلیات اور سمعیات کے لئے۔ اور ظاہر ہے کہ شرط کبھی منافی و معارض نہیں ہوتی مشروط کے لئے۔ پس معلوم ہوا کہ مراد عقل سے وہ معرفت اور ادراک ہے جو عقل کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے اور یہ امر ضروری نہیں سمجھا جاتا بلکہ واقعی بھی نہیں کہ ہر علم و ادراک عقلی اصل اور دلیل ہوسعی اور نقلی کے لئے۔ کیونکہ سمعیات و نقلیات کی صحت کا توقف صرف انہیں عقلیات پر ہے جن کی رو سے تصدیق بصدق الرسول



حاصل ہو۔ چنانچہ (الصانع موجود) وهو مصدق الرسل علیہم السلام بالآیات والمعجزات وامثال ذلك۔ اس تقریر سے واضح ہوا کہ قضیہ مذکورہ العقل اصل للنقل کلیہ نہیں۔ بلکہ اس میں حکم انہیں بعض عقلیات پر ہے جو موجب تصدق بصدق الرسول ﷺ ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ محل بحث کو یعنی الرفع والنزول الجسمی وامثالهما من المحالات جو مجملہ عقلیات ہیں کوئی علاقہ نہیں، تصدیق بصدق الرسول ﷺ سے، نہ اس طور پر کہ واسطہ فی الثبوت کی طرح تصدیق بصدق الرسول ﷺ کا ثبوت نفس الامری ان پر موقوف ہو اور نہ اس طریق پر کہ واسطہ فی الاثبات کی مثل ہمارے اذہان میں تصدیق مذکور کا حصول ان پر مترتب ہو۔

۲..... آنکہ محل بحث الرفع والنزول الجسمی من المحالات صادق ہی نہیں کیونکہ رفع اور نزول جسمی صرف مستبعدات عقیلہ سے ہیں، نہ محالات سے۔ چنانچہ آیت ﴿سُبْحَانَ رَبِّيَ هلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا﴾ سے ہم ثابت کر چکے ہیں اور امر وہی صاحب نے اسی آیت کے متعلق شمس بازغہ میں مان لیا ہے کہ رفع و نزول جسمی من السماء ممتنعات سے نہیں اور نہ ہم نے کہا ہے۔ دیکھو کتاب مذکور کو متعلق آیت مذکورہ کے۔ رہا قادیانی صاحب کا استدلال عقلی نئے اور پرانے فلسفہ والا جس کو ازالہ کی جلد اول میں لکھا ہے، سو اس کی تردید بھی گزر چکی ہے۔

**فائدہ:** تعارض کے مسئلہ میں احتمالات ذیل متصور ہو سکتے ہیں۔

۱..... دلیل عقلی و نقلی دونوں قطعی ہوں۔

۲..... یا دونوں ظنی۔

۳..... یا ایک قطعی اور دوسری ظنی۔

تیسری صورت میں قطعی کی تقدیم ظنی پر اتفاقی ہے، خواہ قطعیت عقلی کے لئے ہو یا



نقلی کے لئے۔ اور دوسری صورت میں بحسب ادلہ ترجیح و تعادل عمل کیا جائے گا اور پہلی صورت میں صرف احتمال ہی ہے فی الواقعہ تحقق اس کا ممکن نہیں۔ کیونکہ دلیل قطعی اسی دلیل کا نام ہے جس کے مدلول کا ثبوت واجب اور ضروری ہو۔ پس بر تقدیر واقعیت اس صورت کے جمع بین النقیضین لازم آئے گا۔ جن موارد میں بظاہر ایسی صورت معلوم ہو وہاں پر فی الواقعہ بالضرور ایک غیر قطعی ہوگی۔ الغرض ادلہ کی تقدیم میں قطعیت کو ملحوظ رکھا گیا ہے، نہ خصوص عقل کو۔ جیسا کہ ہمارے مخاطبین نے سمجھ رکھا ہے۔

**سوال:** نقلی کی قطعیت چونکہ بوجہ توقف اس کے مسائل نحویہ و معانی پر جو اکثر ظنیات سے ہیں مع احتمال استعارہ و مجاز کے ہر جگہ میں ممکن نہیں۔ کسی آیت یا حدیث کو رفع نزول جسمی میں قطعی نہیں کہہ سکتے۔

**جواب:** جہاں قرآن قویہ مفیدہ للیقین موجود ہوں اس جگہ پر توقف یا احتمال مذکورہ قطعیت، دلیل نقلی میں موثر نہیں ہوتا جن لوگوں نے دلیل نقلی کی قطعیت کی بتقلید علامہ رازی وغیرہ وجہ مذکور کے رو سے نفی کی ہے، بالکل مخالف ہے امور ذیل سے جو مجملہ سمعیات قطعیت الدلائل سے ہیں۔

- ۱..... لم یحج ہو ﷺ بعد الهجرة الاحجة واحلقة۔ ۲..... القرآن لم یعارضه احد۔
- ۳..... لم یفرض صلوة الا الصلوة الخمس۔ ۴..... لم تؤخر صلوة النهار الى الليل و صلوة الليل الى النهار۔ ۵..... لم یؤذن فی العیدین و الکسوف و الاستسقاء۔ ۶..... وانه ﷺ لم یرض بدين الكفار ولا المشركين ولا اهل الكتاب۔ ۷..... وانه ﷺ لم یسقط الصلوات الخمس عن احد من العقلاء۔ ۸..... وانه لم یقاتله احد من المومنین لاهل الصفة ولا غیرهم۔ ۹..... وانه لم یکن یؤذن بمكة۔ ۱۰..... ولا كان بمكة اهل الصفة ولا كان بالمدينة اهل



الصفة قبل ان يهاجر الى المدينة.....وانه لم يجمع اصحابه قط على سماع كف  
اودف۔ ۱۲.....وانه لم يقصر شعر كل من اسلم او تاب من ذنب۔ ۱۳.....وانه لم يكن يقتل  
كل من سرق او قذف او شرب۔ ۱۴.....وانه لم يكن يصلى الخمس اذا كان صحيحا الا  
بالمسلمين لم يكن يصلى الفرض وحده ولا فى الغيب۔ ۱۵.....وانه لم يحج فى الهواء  
قطا وغيرها من النظائر مما يعلم العلماء باحواله علماً ضرورياً انه لم يكن (شيخ الاسلام الحمراني مختصراً)۔

اسی طرح خواص و عوام کے معلومات اضطراریہ سے ہے کہ آنحضرت ﷺ نے  
احادیث نزول میں نزول بروزی کا ارادہ نہیں کیا اور نہ کہیں سنت میں اس کا ذکر نفیاً یا اثباتاً  
واقع ہوا ہے۔ جس کا ثمرہ یہ نکلا کہ احادیث نزول میں قول بالبروز بوجہ مصادمت علم  
اضطراری علماء سنت کے، باطل مردود ہے۔ یعنی کل علماء اسلام صحابہ سے لیکر آج تک اس  
قول کو بشہادت علم اجماعی باطل ٹھہرائیں گے۔ اور امر وہی وقادیانی صاحبان کی طرح جو  
شخص کتاب و سنت سے برخلاف علم اجماعی و اضطراری ان کے فلسفیات و وہمیات و  
خرقیات الاجماع کو ثابت کرے تو بیشک ﴿يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ﴾ (النساء: ۴۶) ﴿  
اور ایسا ہی ﴿لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِي﴾ (بقرہ: ۷۸) میں داخل ہے۔ کما قال

۱۔ یعنی آنحضرت ﷺ کا ہجرت کے بعد فقط ایک حج ادا فرمانا، قرآن کا کسی زمانہ میں معارضہ نہ ہونا، فقط پانچ نمازوں  
کے سوا کسی نماز کا فرض نہ ہونا اور کسی عاقل بالغ سے کسی فرض نماز کا ساقط نہ ہونا، اہل صفہ کا ہجرت کے بعد مدینہ میں  
ہونا اور آنحضرت ﷺ کا صحابہ کرام ﷺ کو ایسی جگہ جہاں تالیاں اور دف بجائی گئی ہو کبھی جمع نہ کرنا۔ آپ ﷺ نے دن  
کی نماز کو رات تک یا برعکس کبھی تاخیر نہیں کیا۔ عیدین اور نماز کسوف اور استقاء میں اذان نہیں دلوائی، کسی عقل مند  
سے کسی نماز کو معاف نہیں کیا۔ مکہ میں اذان نہیں دی گئی۔ آپ ﷺ نے کسی توبہ کرنے والے کے بال نہیں کٹوائے،  
آپ ﷺ نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز ادا فرمائی، اکیلے یا غائبانہ کبھی نہیں پڑھی، حالت مرض مستثنیٰ ہے۔ آپ ﷺ  
نے حج ہوائی راستہ سے کبھی ادا نہیں فرمایا وغیرہ۔ ایسے قطعی امور ہیں جن پر اہل اسلام متفق ہیں۔



شیخ الاسلام! وهو متناول لمن حمل الكتاب والسنة على ما اصله من البدع الباطلة الى ان قال ومتناول لمن كتب كتابا بيده مخالفا لكتاب الله لينال به دينا وقال انه من عند الله مثل ان يقول هذا هو الشرع والدين وهذا معنى الكتاب والسنة وهذا قول السلف والائمة وهذا هو اصول الدين الذي يجب اعتقاده على الاعيان او الكفاية۔ (اتمی موضع الحاجة)۔

ناظرین کو اب قادیانی دعوے کے دوسرے مقدمہ ذیل ”موتی مرنے کے بعد دوبارہ دنیا میں نہیں آتے۔“ کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ سو معلوم ہو کہ اموات کا پھر دوبارہ زندہ ہونا اقوال ذیل سے ثابت ہے۔ قال الله تعالى ﴿أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّى يُحْيِي هَذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثْتُ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ﴾ (البقرہ: ۲۵۹) حاصل اس کا یہ ہے کہ عزیر نبی اللہ ﷺ نے بطریق استبعاد و تعجب کے کہا۔ جب وہ ایک شہر پر سے گزرے جس کی چھتوں پر اس کی دیواریں گری پڑی تھیں کہ ایسے مرے ہوئے اور ویران شدہ شہر کو اللہ تعالیٰ کہاں سے زندہ کرے گا۔ پس حضرت عزیر ﷺ کو سو برس تک مردہ رکھ کر زندہ اٹھایا اور فرمایا کہ تو کتنی دیر یہاں رہا؟ کہا اس نے کہ ایک دن یا کچھ کم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں بلکہ تو سو برس رہا۔ اپنا کھانا اور پینا دیکھ کہ وہ سڑا تو نہیں اور اپنے گدھے کو دیکھ کہ کس طرح اس کی ہڈیاں بوسیدہ ہو گئیں اور تجھے لوگوں میں ہم اپنی ایک نشانی بتاتے ہیں۔ اور دیکھ ہڈیاں ہم کس طرح پہلے ان کو ابھارتے ہیں اور پھر ان پر گوشت پہناتے ہیں جب یہ حال حضرت عزیر ﷺ نے دیکھا تو کہا میں نے جان لیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

۱۔ یعنی تحریف کی مختلف صورتیں ہیں۔ لفظ تبدیل کرنا، غلط تشریح کو تفسیر ظاہر کرنا، بدعت اور خلاف شرع باتوں کا حوالہ کتاب و سنت سے پیش کرنا۔ وغیرہ۔



قادیانی صاحب اس آیت کی تاویل یا تحریف اس طرح پر ازالہ میں لکھتے ہیں۔  
 ”خداے تعالیٰ کے کرشمہ قدرت نے ایک لمحہ کے لئے عزیر کو زندہ کر کے دکھلایا مگر وہ دنیا  
 میں آنا صرف عارضی تھا اور دراصل عزیر بہشت میں ہی موجود تھا۔“ (ازالہ صفحہ ۳۶۵، اتھی)

**جواب:** یہ بالکل تحریف ہے آیت مذکورہ کی۔ کیونکہ سورہ بقرہ کی آیت مذکورہ کے سیاق  
 و سباق پر نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عزیر علیہ السلام کی موت و حیات سے کلام ربانی کا  
 مطلب حقیقی موت و حیات ہے نہ کہ مجازی۔ دیکھو حضرت ابراہیم کے قول ذیل کو ﴿رَبِّیَ الَّذِیْ  
 یُحِیْیَ وَ یُمِیْتُ﴾ (البقرہ: ۲۵۸) اور ایسا ہی ﴿اَرِنِیْ کَیْفَ تُحِی الْمَوْتِی﴾ (البقرہ: ۲۶۰) اور ایسا  
 ہی حضرت عزیر علیہ السلام کے قول تعجب آمودہ ﴿اِنِّیْ یُحِیْ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ (البقرہ: ۲۵۹)  
 کو جن سے تاویل مذکور بالکل تحریف سمجھی جاتی ہے اور نیز وہ مکالمہ جو کہ مابین حق سبحانہ و تعالیٰ و  
 عزیر علیہ السلام کے واقع ہوا اس کا تمام ہونا ایک لمحہ اور ایک چشم زدن میں مستبعد خیال کیا جاتا ہے۔  
 قال البیضاوی وهو لما احیاه الله بعد مائة عام املی علیهم التوراة حفظاً فتعجبوا  
 من ذالک الخ۔ اور نیز تاویل مذکور موجب تطبیق مابین آیت ﴿اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی  
 قَرْیَةٍ﴾ اور آیت ﴿وَ حَرَامٌ عَلٰی قَرْیَةٍ اَهْلَکْنٰهَا اِنَّهُمْ لَا یُرْجَعُوْنَ﴾ (انبیاء: ۹۵) کے نہیں ہو  
 سکتی کیونکہ لمحہ بھر بھی دنیا میں آنا مرنے کے بعد اس کے منافی ہے۔ اور اسی طرح آیت ﴿ثُمَّ  
 بَعَثْنَاکُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ﴾ (البقرہ: ۵۱) قوم موسیٰ کے جلانے سے  
 بعد الموت صریح طور پر خبر دے رہی ہے۔ اور اسی طرح آیت ﴿اَلَمْ تَرَ اِلٰی الَّذِیْنَ  
 خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَهُمْ اَلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مَوْتُوْا ثُمَّ  
 اَحْیَاہُمْ﴾ (البقرہ: ۲۲۳) نہایت صریح الفاظ سے بتلا رہی ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا تجھے معلوم  
 نہیں وہ ہزاروں لوگ جو اپنے گھروں سے موت کے ڈر کے مارے نکلے۔ اور کہا اللہ تعالیٰ  
 نے ان کو، مر جاؤ۔ پھر ان کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا۔ جلالین میں ہے کہ یہ لوگ زندہ ہونے  
 کے بعد مدت دراز تک زندہ رہے لیکن ان پر موت کا اثر باقی رہا جو کپڑا وہ پہنا کرتے تھے،



کفن کی طرح ہو جاتا تھا۔ اور یہ حالت ان کے تمام قبائل میں باقی رہی اور ایسا ہی ان چوبیس (۲۴) سردارانِ قریش کو جو بدر کے کنوؤں میں پھینک دیئے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے زندہ کر دیا۔ اور آنحضرت ﷺ کا ارشاد پاک ان کو توبیخاً و حسرةً سنا دیا۔ چنانچہ بخاری میں بروایت قتادہ رضی اللہ عنہ ہے۔ وزاد البخاری قال قتادة احياهم الله حتى اسمعهم قوله توبیخاً وتصغیراً ونقمة وحسرة وندما۔ (مشکوٰۃ)۔ اور قادیانی صاحب خود بھی ازالہ میں لکھ چکے ہیں کہ ”السیح کی تلاش نے بھی وہ معجزہ دکھلایا کہ اس کی ہڈیوں کے لگنے سے ایک مردہ زندہ ہو گیا۔“ الخ۔

(الحاصل ان آیات مذکورہ وغیرہا من الخوارق پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت واسعہ پر کوئی قانون مخترعہ ہمارا محیط نہیں ہو سکتا۔ یہ بالکل برخلاف نصوص و شان قدرت خداوندی ہے کہ ہم اس کی ایک کاملہ صفت کو اپنے استقراء ناقص کے تابع کریں یا یہاں پر باوجود نصوص قطعیہ صرف استبعاد کی وجہ سے تعارض عقل و نقل کے مسئلہ کو دخل دیویں۔ اور آیت ﴿وَحَرَامٌ عَلَىٰ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ﴾ (انبیاء: ۹۵) کا مطلب یہ ہے کہ موتی کا دوبارہ دنیا میں آنا قاعدہ کلیہ کے طور پر ان کی طبع کا مقتضی نہیں، بس۔ اور یہ منافی نہیں اس کو کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے اعادہ اور دوبارہ لانے کو ارادہ کرے تو وہ موتی پھر دنیا میں آسکتے ہی نہیں۔ چنانچہ آیات مذکورہ میں گذر چکا ہے احياء و اموات کے متعلق۔ گو کہ تاریخ پر نظر ڈالنے سے بہتیرے ثبوت بطریق تواتر و شہرت کے ملتے ہیں مگر یہاں پر ہم صرف اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں جو ذکر کیا گیا ہے۔

ناظرین پر واضح ہو گیا ہوگا کہ قادیانی صاحب کا سہ (۳) پاسیہ دعویٰ تینوں ٹانگوں کے ٹوٹنے کے بعد قائم نہیں رہ سکتا۔ پس حق وہی ہے جس کو آنحضرت ﷺ نے قرآن کریم سے سمجھا اور امت مرحومہ کو پہنچا دیا۔

وما علينا الا البلاغ



**سوال:** ہم نے مانا کہ بے شک نزول عیسیٰ بن مریم کا بعینہ لا بمثلہ اجماعی مسئلہ ہے۔ جیسا کہ علامہ سیوطی اور شیخ الاسلام حرانی اور شیخ محی الدین ابن عربی وغیرہ کی تصریحات سے ثابت ہو چکا ہے۔ اور یہ بھی مانا کہ مرزا صاحب کے استدلالات ابلہ فریب کا منشاء جہالت ہے۔ مگر تعجب ہے کہ یہ اجماع برخلاف نصوص قرآنیہ کے کیسا منعقد ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ (آل عمران ۱۴۴) وغیرہ۔

**جواب:** نزول مسیح بعینہ کا چونکہ اجماعی ٹھہرا۔ اور ظاہر ہے کہ بحسب قولہ اللہ تعالیٰ لن تجتمع امتی علی الضلالة کے کل امت مرحومہ کا خطا پر متفق ہونا ممکن نہیں۔ لہذا آیات مذکورہ کے معانی جو قادیانی صاحب نے گھڑ لئے ہیں، ہرگز درست نہیں۔ ہاں! اگر نزول بعینہ پر اجماع نہ ہو، یا آنحضرت ﷺ کا مع کل امت مرحومہ کے بقاء علی الخطا ممکن ہو تو البتہ ان دونوں صورتوں میں معانی مختصر قادیانی صاحب کے بناء علی ان القرآن تکتمل وجوباً کسی وجہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ پہلی صورت تو باطل ہے کیونکہ نزول مسیح بعینہ پر اجماع کا ثبوت مفسرین، محدثین، فقہاء، متکلمین، مکاشفین کے کلام سے دیا گیا ہے۔ اور دوسری صورت بھی ممکن نہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ بلکہ کل انبیاء کا بقاء علی الخطا منافی ہے ان کی عصمت کے لئے۔ اور نیز بقاء علی الخطا خصوصاً ایسے مہتمم بالشان مسئلہ میں جس کے ذریعہ سے آپ امت مرحومہ کو دھوکا کھانے سے بچانا چاہتے ہوں، بالکل منافی ہے شان نبوت اور ﴿بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفٌ رَّحِيمٌ﴾ (توبہ: ۱۲۸) کے، کیونکہ بجائے ہدایت الٹا امت مرحومہ کو بڑے دھوکے میں ڈالنا ہوا کہ نزول قادیانی کی جگہ نزول عیسیٰ بن مریم فرما دیا۔ حالانکہ پہلے لوگ ایلیا کے نزول بروزی سے دھوکا کھا چکے ہیں۔ اور معانی ان آیات کے بالتفصیل عنقریب اپنے اپنے



محل میں ان شاء اللہ تعالیٰ آجائیں گے۔

## قادیانی کی تفسیر سورہ فاتحہ

**سوال:** قادیانی صاحب کا سورہ فاتحہ کی عربی تفسیر بلیغ و فصیح و ملیح لکھنا باوجود اُمّی ہونے کے اور حریف مقابل کا اس پر قادر نہ ہونا بڑی زبردست دلیل ہے اس کے صدق پر۔

**جواب:** اُمّی ہونے کا پتہ تو مرزا جی کے اور ان کے ہم درسوں سے بخوبی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ضمیموں میں مذکور ہے میں صرف تفسیر بلیغ و فصیح و ملیح کے متعلق چند غلطیوں کا اظہار و اصلاح چاہتا ہوں۔ قادیانی صاحب کی تفسیر عربی بھی ایک برہان ہے منجملہ ان براہین کے جو آپ کو مسیح موعود و نبی و رسول نہیں بننے دیتے۔ کیونکہ اس تفسیر میں کہیں تو سرقہ و چوری سے کام لیا گیا ہے اور کہیں لفظی غلطی اور کہیں تحریف معنی، جن پر ادنیٰ سے ادنیٰ طالب علم بھی ہنسی کر رہے ہیں۔ ایسی تفسیر کو ”اعجاز“ نام رکھنا اپنے منہ سے میاں مٹھو بننا ہے۔ البتہ بدیں خیال اس کو معجزہ کہہ سکتے ہیں کہ حریف مقابل ہرگز ایسی اغلوطات و تحریفات کو نہیں لکھ سکتا۔ اور نیز دوسرے علماء کو کیا ضرورت تھی کہ اپنے اشغال کو چھوڑ کر ایک فضول مقابلہ میں مصروف ہوتے۔ کیا ان کو نبی اور رسول بننا منظور تھا یا اپنے کلام کو قرآن کریم کے مساوی فی الاعجاز خیال کرنے کی وجہ سے خارج از اسلام ہونا تھا؟ ہرگز نہیں۔ وہ تو بفضل اللہ و حولہ ﴿خَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ اور الا انه لانبوة بعدی کو مانتے ہیں اور ﴿قُلْ لَنْ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ يَّاتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ﴾ (بنی اسرائیل: ۸۸) کے مطابق اعجاز فی الکلام کو خاصہ لازمہ قرآن کریم کا سمجھتے ہیں۔

اب اعجاز مسیح کے وجوہ اعجاز کو خیال فرمائیے۔

**قولہ:** قادیانی صاحب ”اعجاز مسیح“ کے پہلے صفحہ پر جو ہندسہ سے خالی ہے لکھتے ہیں۔



”فی سبعین يوماً من شهر الصیام“۔

**اقول:** رمضان شریف ستر (۷۰) دن کا نہیں ہوتا۔ اور بر تقدیر تاویل ایہام معنی غیر مراد سیخالی نہ ہوگا، جو منافی ہے فصاحت و بلاغت کو۔

**قولہ:** پھر اسی صفحہ پر لکھا ہے۔ ”و کان من الهجرة ۱۳۱۸ھ و من شهر النصارى ۲۰ فروری ۱۹۰۱ء“۔

**اقول:** بے ربط عبارت اور خلاف محاورہ عرب کے ہے۔

**قولہ:** پھر لکھتے ہیں۔ ”مقام الطبع قادیان ضلع گورداس پور“۔

**اقول:** ضلع ”گورداس پور“ بھی خلاف محاورہ عرب ہے، نہ صرف اسی وجہ سے کہ بجائے ”گورداس پور“ ”غورداس پور“ چاہیے تھا بلکہ من جہت التركيب والاعراب بھی۔

**قولہ:** پھر کہتے ہیں۔ ”بہ اہتمام الحکیم فضل دین“۔

**اقول:** بعد التعریب فضل الدین چاہیے، جیسا البھیر وی۔

**قال:** صفحہ ۲۔ کدستِ غاب صدرہ۔ او کلیل افل بدرہ۔

**اقول:** یہ عبارت حریری کے صفحہ ۱۲۲ سے ماخوذ ہے۔

۱۔ یہ مثل اس کے ہے کہ ایک اندھا کسی گاؤں کے مندر میں رہا کرتا تھا اور گاؤں کے لوگ اس سے تاریخ دریافت کیا کرتے تھے۔ اس کا مبلغ علم یہ تھا کہ یکم تاریخ ہر ماہ کو ایک میٹنی کسی خاص برتن میں ڈال دیتا تھا اور صبح کو ایک میٹنی اس میں بڑھاتا جاتا تھا، جب کوئی تاریخ دریافت کرنے آتا تو میٹنیوں کو گن کر تاریخ بتلا دیتا۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ بکری نے اس برتن میں اتنی میٹنیاں کیں کہ وہ برتن بھر گیا، جب کوئی سائل تاریخ دریافت کرنے آیا تو وہ گھبرا گیا اور چالیس تک گن کر فرمایا کہ آج چالیسویں تاریخ ہے۔ سائل نے عرض کیا کہ مہینہ تو تیس دن کا ہوتا ہے، آج چالیسویں تاریخ کہاں سے ہوگئی۔ اندھے نے جواب دیا کہ میں نے تو چالیس ڈر کر کہا ہے۔ اگر ساری میٹنیاں گنتا تو شاید ستر سے زائد ہوتیں۔ شاید آپ بھی اُن کے شاگرد نہ ہوں۔



قال: صفحہ ۲۔ و خلت راحتها من بخل المزنه۔

اقول: ظاہر ہے کہ من صلہ خلت کا خلاف مقصود ہونے کی وجہ سے نہیں ہو سکتا اور تعلیل یہ موہم ہے معنی غیر مراد کی طرف اس لئے یہاں لام کا محل تھا۔

قال: كاحياء الوابل للسنه الجماد۔

اقول: مقامات حریری کے صفحہ ۱۲۴ سے ماخوذ ہے۔ بتغیر ما۔

قال: وعاد جرھا سبرھا۔

اقول: یہ مثل مشہور ہے۔

قال: صفحہ ۳۔ من كل نوع الجناح۔

اقول: کلمہ کل معرفہ پر احاطہ اجزاء کا افادہ دیتا ہے، جو یہاں پر مقصود نہیں۔ اس لئے نوع للجناح چاہیے تھا۔

قال: صفحہ ۳۔ كل امرهم على التقوى۔

اقول: یہاں بھی کل مجموعی خلاف مراد ہے، اس لئے کل امرلہم چاہیے تھا۔

قال: صفحہ ۴۔ فلا ايمان له او يضيع ايمانه۔

اقول: لفظ ايمان کا تکرار دو دفعہ مستکرہ ہے۔

قال: صفحہ ۷۔ و افرق بين روض القدس و خضراء الدمن۔

اقول: یہ عبارت مقامات حریری کی ہے۔

قال: صفحہ ۷۔ كالربيع الذي يمطر في ابانه۔

اقول: یہ بھی حریری سے ہے۔

قال: وعندی شہادات من ربی لقوم مستقرین و آیات بینات للمبصرین و وجہ کوجه الصادقین۔



**اقول:** و وجه عطف ہے شہادات پر۔ گویا و عندی وجہ ہو اور یہ خلاف محاورہ ہے، کیونکہ جز پر ”عند“ نہیں آتا۔

**قال:** صفحہ ۸۔ این الخفا فافتحوا العین ایہا العقلا۔

**اقول:** فافتحوا پر ”فا“ کا لانا بے محل ہے کیونکہ ”فا“ کا ما قبل اس کے مابعد کے لئے سبب ہوتا ہے اور اس جگہ برعکس ہے۔ عدم الخفا سبب فتح العین کے لئے نہیں بلکہ فتح العین سبب ہے عدم الخفاء کے لئے۔

**قال:** ما قبلونی من البخل والاسکبار۔

**اقول:** ”من“ کا کلمہ یہاں پر ”قبلو“ مثبت کے لئے تعلیلیہ نہیں ہو سکتا اور نفی مستفاد من الحرف کے لئے خلاف محاورہ ہے۔ اور نیز بخل کی جگہ حسد چاہیے۔

**قال:** صفحہ ۸۔ حتی اتخذ الخفاء فیش و کراً لجنانہم۔

**اقول:** ترجمہ یہ ہے۔ ”یہاں تک کہ چمگاڈروں نے مخالفین کے دل کو آشیانہ بنا لیا“۔ جنانہم پہلا مفعول ہوا اتخذ کے لئے اور و کرا دوسرا مفعول اتخذ چونکہ بنفسہ متعدی الی المفعولین ہے لہذا لام کا لانا فضول ہے۔ دوسرا تقدیم مفعول ثانی کی بے وجہ ہے اور تیسرا جنان اور و کرا کا بلحاظ ما قبل یعنی قولہم و فضلہم و اعیانہم جمع ہونا چاہیے۔

**قال:** صفحہ ۹۔ وَأُعْطِيَ مَا تَوَقَّعُوهُ۔

**اقول:** اس کا پہلا مفعول نائب عن الفاعل ہونے کا زیادہ مستحق ہے اسلئے وَأُعْطُوا چاہیے تھا۔

**قال:** صفحہ ۹۔ قالوا مفتري۔

**اقول:** مفتري چاہیے۔

**قال:** صفحہ ۹۔ واکفروہ مع مریدیہ واعوانہ وانزل اللہ کثیرا من الامے فما قبلوا۔

**اقول:** وانزل اللہ کثیرا فصل کا محل ہے، کوئی کلمہ والہ علی الفصل چاہیے۔



قال: صفحہ ۹۔ واذا ارموا البرى بافيكة فضحكوا۔

اقول: فضحكوا پر ”فا“ نہ چاہیے۔

قال: صفحہ ۱۲۔ وقدموا حب الصلات على حب الصلوة۔

اقول: حریری کے پہلے مقامہ سے ماخوذ ہے۔ بتغیر ما۔

قال: صفحہ ۱۳۔ بل يريدون ان يسفكوا قائله۔

اقول: ان يسفكوا ادم قائله چاہیے۔ لایقال سفك زيدا بل دمہ۔

قال: صفحہ ۱۳۔ ولما جاء هم امام بمالا تهوى انفسهم۔

اقول: قرآن کا سرقہ ہے۔ بتغیر ما۔

قال: صفحہ ۱۵۔ ولما كان هذا من المشية الربانية مبينا على المصالح الخفية

فما تطرق الى عزم العدا۔

اقول: ”لما“ کی جزاء پر ”فا“ نہ چاہیے۔

قال: صفحہ ۱۹۔ ويستقرؤن في كل وقت مواضع الجهاد۔

اقول: کیا جو شخص ایسی جھوٹی غمازی سے سرکار کو مسلمانوں پر بدظن کرنا چاہے وہ خدا کا

پاک بندہ ہو سکتا ہے۔

قال: صفحہ ۲۰۔ وجعل قلمى و كلمى منبع للمعارف۔

اقول: منابع المعارف یا منبعی المعارف چاہیے۔

قال: صفحہ ۲۱۔ تنكرون باعجازى۔

اقول: تنكرون اعجازى چاہیے۔

قال: صفحہ ۲۲۔ فلما دعوتہ بهذه الدعوة بعد ما ادعى انه يعلم القران وانه

من اهل المعرفة الى من ان يكتب تفسيراً بحذاء تفسیری۔



**اقول:** ﴿لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ﴾ (آل عمران: ۶۱) ﴿مقابلہ تحریری کو مسلم کر کے تقریری بحث کو بڑھانا اس کو زیادت فی الشرائط کہا جاتا ہے نہ کہ انکار۔

**قال:** صفحہ ۲۲۔ وکان غبیا ولو کان کالهمدانی او الحریری فما کان فی وسعه ان یکتب کمثل تحریری۔

**اقول:** ایسا ذہن آپ کے بغیر کون ہو سکتا ہے جو ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ سے سمجھ لے۔ کہ اس سے معلوم ہوا کہ دجال شخصی جیسا کہ جہاں کا مزعوم ہے، کوئی چیز نہیں اگر علم الہی میں اس کا وجود ہوتا تو یوں فرماتا کہ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ (دیکھو صفحہ ۱۸۹، اسی اعجاز مزعومی کا)۔ پھر اسی اعجاز مسیح کے صفحہ ۱۳۳ پر آپ لکھتے ہیں۔ کہ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ میں یَوْمِ الدِّينِ جو ہے اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود یعنی قادیانی کے زمانہ کا نام رکھا ہے۔ وسمی زمان المسیح الموعود یوم الدین لانه زمان یحییٰ فیہ الدین۔

یہاں پر میں پھر کہوں گا ﴿لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ﴾ (آل عمران: ۶۱) ﴿اللَّهُ تَعَالَى خُودِ قرآن کریم میں یَوْمِ الدِّينِ کی تفسیر اس طرح پر فرماتا ہے۔ ﴿وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ﴾ ﴿يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ﴾ (انفطار: ۱۳، ۱۵) ﴿یعنی گنہگار دوزخ میں قیامت کے دن داخل ہوں گے۔ اگر یَوْمِ الدِّينِ قادیانی کا زمانہ ہے تو کیا اسی وقت دوزخ میں حساب کتاب کے بعد داخل ہونا شروع ہو گیا۔

**قال:** پھر فرماتے ہیں۔ ﴿وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ﴾ ﴿ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ﴾ ﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ﴾ (انفطار: ۱۷، ۱۹) ﴿غور کرو یَوْمِ الدِّينِ اور یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا دونوں کا مفاد ایک ہی ہے۔ اور پھر صفحہ ۱۳۵ پر لکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ﴿وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ﴾ (قصص: ۷۰) ﴿دو احمدوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اُولیٰ سے احمد پہلا



یعنی آنحضرت ﷺ اور آخرہ سے احمد پچھلا یعنی غلام احمد قادیانی۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔  
وقد استنبطت هذه النكتة من قوله الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

**اقول:** جب آپ ایسے استنباط کر سکتے ہیں جن سے آنحضرت ﷺ بھی بے خبر تھے تو پھر بھلا مہر علی بیچارہ بالمقابل آپ کے کس طرح ایسے نرالے استنباط کر سکتا ہے۔  
**قال:** ومع ذلك كان يخاف الناس۔

**اقول:** خائف وہی ہوتے ہیں جن کو میدان میں سامنے آنا موت نظر آتا ہے۔ مع آنکہ تحریک مقابلہ بھی پہلے خود ہی کی ہو۔ مامور من اللہ کو میدان میں موجود ہونا نہایت ہی ضروری تھا تا کہ خلق اللہ مامور کی غیر حاضری کے باعث اس کو مفتری علی اللہ سمجھ کر صراط مستقیم کو نہ چھوڑ دیں۔ مخالفین کو لگا کر بلانا اور پھر گھر سے باہر نہ نکلنا گویا اپنے ہی ہاتھوں سے دین کی تیخ کنی کرنا ہے مگر ایسے مامور اور ایسے دین کا عملدرآمد ایسا ہی ہونا چاہیے۔ آپ کا دین اگر وہی محمدی دین ہوتا تو آپ بجائے اس قول پاک آنحضرت ﷺ کے انا النبی لا کذب۔ انا ابن عبدالمطلب آپ انا الرسول لامراء۔ انا ابن غلام مرتضیٰ کہتے ہوئے میدان میں موجود ہوتے۔ واقعی امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بحسب وعدہ ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ کے قرآن کریم کو تحریف سے بچانا منظور تھا اور امت مرحومہ کو یہ سمجھانا کہ غلام احمد قادیانی کتاب اور سنت اور اجماع کا محرف ہے اسلئے پہلے اس کے ہاتھ سے اشتہار دعوت باں کر و فر کہ ضرور میرا مقابل میرے مقابلہ میں ذلیل ہوگا، یہ ہوگا، وہ ہوگا، روئے زمین پر دلویا۔ جس میں خود ہی اس نے ان تین علماء کو (جناب مولوی محمد عبداللہ صاحب پروفیسر لاہوری اور جناب مولوی عبدالجبار امرتسری اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی) حکم قرار دیا اور انتظام پولیس وغیرہ بھی لکھ دیا۔ اور پہلے اس کے آپ کو الہام بھی ہو چکا تھا کہ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اور نيز اِنِّي مُهَيِّنٌ مِّنْ اِهَانِكَ اور نيز



تیری اور تیرے گروہ کی میں حفاظت کروں گا اور تیرا ہی گروہ قیامت تک غالب رہے گا۔  
 (دیکھو کتاب البریہ)۔ اور اسی اشتہار میں اخیر پر لکھ دیا کہ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى مَنْ تَخَلَّفَ وَابَى۔  
 مسلمانوں غور سے سوچو، یہ ایک مکر الہی تھا بمقابلہ مکر قادیانی صاحب کے جو انہوں نے سوچا  
 تھا کہ کسی کو کیا ضرورت جو اجابت دعوت کرے گا اور ہم کو گھر میں بیٹھے بٹھائے فتح ہو جائے  
 گی اور عقل اور دین کے غنڈے اور میاں مٹھو بغلیں بجاتے ہوئے دام میں پھنسیں گے اور  
 تصویر فروشی و اشتہار فروشی اور تصنیف فروشی اور منارہ فروشی اور کشش دراہم بنام تجارت پھر  
 مزید برآں بہ بہانہ خسارت وغیرہ وغیرہ پولیٹیکوں کی آسامی نکل آئیں گے مگر چونکہ  
 بحکم ﴿وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ﴾ (آل عمران: ۵۴) کے الہی مکر ہی غالب رہتا ہے۔ لہذا  
 قادیانی صاحب کی اس کروفر کے بعد ایام جلسہ لاہور میں قلمی اور کلمی طاقتیں سلب کر دی  
 گئیں، یعنی عدم حاضری کے عذر تک بھی قلم اور منہ سے نہ نکلا باوجود اس کے کہ معتقدین و  
 مخالفین دونوں کی جانب سے سخت اصرار اور کش مکش بھی ہوئی۔ تخمیناً پانچ چھ دن کے بعد جب  
 ہمارے واپس ہونے کی خبر جناب کو پہنچی تو زرد کاغذ پر بید لرزاں کی طرح قلم ہلنے لگا اور اعدا  
 بارہ اوہن من بیت العنکبوت شروع ہوئے کہ ہم کو سرحدی لوگوں کا خوف تھا اس لئے  
 نہیں آئے۔ اس عذر پر لوگوں نے کہا کہ کیا آپ ان الہامات کو بھول گئے جن میں آپ کو ملہم  
 کی جانب سے پوری تسلی اور غالب رہنے کی بشارت دی گئی تھی یا آپ کے ملہم سے بھی ایفاء  
 وعدہ کی قدرت سلب کی گئی۔ ہماری جانب سے تقریری شرط کی ترمیم اس لئے تھی کہ تقریر بھی  
 معیار صداقت ہونے میں تحریر سے کم نہیں۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ غالب کرنا چاہتا ہے اور اس  
 کو منظور ہوتا ہے کہ اس کے غالب رہنے کے ذریعہ سے لوگوں کو ہدایت کروں تو اس کے غلبہ  
 کو معیار صداقت ٹھہرانے کے بعد ضرور ہی اس کو غالب کرتا ہے اور اس سچے مامور کو فرض  
 منصبی کے رو سے حریف مقابل کے دو بدو ہونا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ بلکہ قادیانی



صاحب چونکہ بروز و فنا محمدی ﷺ و عیسوی علیہ السلام کے مدعی ہیں تو تقریری مقابلہ کی تسلیم ان پر ضروری تھی کیونکہ ان کے بارزین یعنی آنحضرت ﷺ اور عیسیٰ علیہ السلام نے بھی تبلیغ حق تقریری طور پر کی تھی۔ دوسری وجہ ترمیم یہ ہے کہ صرف تحریر میں احقاق حق اچھی طرح نہیں ہوتا۔ بالفرض اگر قادیانی صاحب جلسہ لاہور میں بھی تفسیر لکھتے تو کیا ان کی بھولی بھالی جماعت بے تمیزی کی وجہ سے اپنی ضلالت پر زیادہ پکی نہ ہو جاتی۔ ان کی ذاتی لیاقت اس قدر کہاں تھی کہ اس تفسیر کے مضامین واہیہ اور محرفہ پر اطلاع پاویں یا مرزا جی کے سرقہ کو پکڑ سکیں۔ وہ تو صرف عربی عبارت مسروقہ کو دیکھ کر اور زیادہ گمراہ ہو جاتے۔ اسلئے نہایت ضروری تھا کہ پہلے علماء کرام کے سامنے قرآن و حدیث کو نکال کر بلحاظ سیاق و سباق اثبات مدعی کیا جاتا اور علماء اسلام انصاف فرماتے کہ کس کا مضمون یا استنباط اصول شرعیہ کے مطابق ہے تاکہ اس کو قبول کر لیا جائے۔ اور کس کا مخالف اور جاہلانہ چار کونسلی ہے تاکہ اس سے حاضرین کو تقریراً اور غائبین کو تحریراً سمجھا دیا جاوے کہ اس مسلک سے بچنا مسلمانوں کو نہایت ضروری ہے۔ مرزائیوں کی اس کم تو جہی پر نہایت ہی افسوس آتا ہے کہ انہوں نے نبوت اور قرآن دانی کا معیار انشا پر دازی کو سمجھ رکھا ہے۔ اور پھر انشا پر دازی بھی وہ جس کی لفظی اور معنوی کمال کی قلعی کھل رہی ہے۔ بھلا مثلاً اگر کوئی عربی زبان میں یہ مضمون لکھ دے کہ نماز عبارت صرف توجہ الی اللہ سے ہے اور اوضاع معمول اہل اسلام کی کوئی حقیقت نہیں۔ اور اپنے دعویٰ کی دلیل اس امر کو ٹھہرا دے کہ میری طرح چونکہ کوئی شخصی عربی نویس نہیں اور فی الواقع ایسا ہو بھی۔ تو کیا کوئی عاقل ایسی واہی دلیل سے اس کے دعویٰ کو مان سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

قال: صفحہ ۲۲۔ وکان يعلم انه ان تخلف فلا غلبة ولا حجاج۔

اقول: جب غیر مامور من اللہ حصول غلبہ کے لئے پیچھے نہ رہا تو مامور من اللہ کو جوہ مذکورہ بالا کے رو سے تخلف کسی طرح جائز نہ تھا اس سے معلوم ہوا کہ معاملہ بالعکس ہے۔



قال: صفحہ ۲۲۔ فکاد کیدا۔

اقول: یہ کید چونکہ ﴿انَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا﴾ (الطارق: ۱۵) کے مقابلہ میں تھا، لہذا اس کو ﴿وَ اَكِيدُ كَيْدًا﴾ کا ظہور سمجھنا چاہیے۔ اسی لئے ﴿وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ﴾ (آل عمران: ۵۴) کے مطابق غالب رہا۔ اور کیوں نہ ہوتا ﴿كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ (المجادلہ: ۱۵)۔

قال: صفحہ ۲۳۔ و يحكم من كان لك عدوا و اشد بغضا من علماء الزمان۔

اقول: ان کی عداوت اس وقت نہیں سو جھی تھی جس وقت اشتہار دعوت میں آپ ہی نے ان لوگوں کو یعنی مولوی عبداللہ صاحب و مولوی عبدالجبار صاحب و مولوی محمد حسین صاحب کو حکم لکھا تھا۔ کیا اس وقت آپ نے اجابت دعوت کو غیر ممکن الوقوع سمجھا ہوا تھا اس لئے تینوں صاحبوں کو لکھ مارا۔ اور جب سر پر آگئی تو اس وقت یہ حیلہ سوچ میں آیا کہ یہ علماء میرے دشمن ہیں۔ یہ بھی ہم مسلم کر لیتے اگر انہیں ایام میں آپ عدم تشریف آوری کی وجہ بھی لکھ دیتے تاکہ ہم ان حضرات کے سوا تین اور اہل علم مقرر کر لیتے۔ کیا آپ کو رجسٹری شدہ چٹھی حافظ محمد دین صاحب تاجر کتب لاہوری کی ۲۵ اگست سے پیشتر ۲۰ یا ۲۱ کو نہیں پہنچی تھی؟ جس میں لکھا ہوا تھا کہ آپ کو اگر کسی شرط کی ترمیم کرانی ہو تو کرا لیجئے، ورنہ آپ کا کوئی عذر و حیلہ قابل اعتبار نہ ہوگا۔ اگر آپ کو اشتراط تقریر یا علماء ثلاثہ کا محکم ہونا گوارا نہ تھا تو قطع حجت کے لئے فوراً اشتہار اور چٹھی کے پہنچتے ہی خود اپنی دستخطی جواب یا اپنے نام کے اشتہار سے اس خاکسار کو واضح کر دیتے کہ اس قید کو اٹھا دو، تب ہم آسکتے ہیں ورنہ نہیں۔ اگر آپ یہ خیال فرمادیں کہ ہمارے مرید امر وہی نے یہ بات پہنچادی تھی تو ہماری طرف سے ہمارے مخلص حکیم سلطان محمود نے جواب ترکی بہ ترکی شائع کر دیا تھا کہ اگر آپ تقریر کسی صورت میں تسلیم نہیں کرتے تو بعینہ پیش کردہ شرطیں آپ کی بلا کم و کاست محرر سطور منظور کر کے لاہور آتے ہیں۔ آپ بھی مقررہ تاریخ پر لاہور آویں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کے مرید کی بات تو ہم پر



حجت ہو اور ہمارے مخلص کی بات قابل التفات نہ ہو۔ بھلا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر معاملہ بالعکس ہوتا یعنی ہماری طرف سے اشتہار دعوت شائع ہوتا اور آپ یہی جواب دیتے جو ہم نے لکھا تھا اور پھر آپ مقررہ تاریخ پر آتے اور میں حاضر نہ ہوتا یا آپ کے اشتہار دعوت کا میں جواب نہ دیتا بلکہ آپ کی طرح خاموش ہو جاتا، تو میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ انصاف سے کہو کہ اندریں صورت آپ مع اپنے چیلوں چانٹوں کے مارے خوشی کے بغلیں نہ بجاتے اور اشتہاروں پر اشتہار نہ دیتے کہ دیکھو آسمانی نشان ظاہر ہو گیا ہے۔ پس چونکہ یہی نشان علماء اسلام کے حق میں ظاہر ہو چکا تو پھر کیوں نہیں ضد کو چھوڑتے۔

**قال:** صفحہ ۲۷۔ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى۔

**اقول:** قرآنی آیت ہے۔

**قال:** صفحہ ۲۷۔ و حجة بالغة تلدغ الباطل كالنضاض۔

**اقول:** حریری کے صفحہ ۴۹ سے مسروق ہے۔ بتغیر ما۔

**قال:** صفحہ ۲۷۔ وما انا الا خادى الوفاض۔

**اقول:** حریری صفحہ ۸ کا سرقہ ہے۔ باز دیو ما۔

**قال:** صفحہ ۲۸۔ ومن نواد رما اعطى لى من الكرامات۔

**اقول:** ما اعطى كى جگہ ما اعطيت چاہیے۔

**قال:** صفحہ ۲۹۔ فوالله انى ارجو من حضرة الكبرياء ان يكون لى غلبة و فتح

مبين على الاعداء ولذلك بثت الكتب۔

**اقول:** ارجو اور يكون مضارع نہیں چاہیے کیونکہ لو کے مابعد ماضی کا محل ہوتا ہے

الانكته اور نیز ولذلك بثت بھی ارجو کے ساتھ مناسب نہیں ہے، کیونکہ رجا اب

ہے یا آئندہ ہوگی، تو کتابوں کا پھیلانا جو ماضی میں ہو اس امید پر کیونکر معلول ہو سکتا ہے۔



قال: صفحہ ۳۲۔ ولا ترهق بالتبعة المعتبة۔

اقول: حریری کے صفحہ ۲ کا سرقہ ہے۔

قال: صفحہ ۳۲۔ عن معرفة اللکن۔

اقول: حریری کے پہلے صفحہ کا سرقہ ہے۔

قال: وتوفيقا قائدا الى الرشدا والسداد۔

اقول: حریری سے لیا ہے۔

قال: صفحہ ۳۶۔ ان اری ظالعه كالضليع۔

اقول: مسروق من الحریری صفحہ ۵۔ بتغیر ما۔

قال: صفحہ ۳۷۔ يقال عثاره۔

اقول: حریری کے صفحہ ۵ سے مسروق ہے۔ بتغیر ما۔

قال: صفحہ ۳۹۔ اقتعد منا غارب الفصاحة وامتطى مطايا الملاحة۔

اقول: حریری کا سرقہ ہے۔

قال: صفحہ ۴۱۔ فقد انعدم علم كثلج ينعدم بالذوبان۔

اقول: انعدم کا لفظ غیر مستعمل ہے بجائے اس کے عدم چاہیے۔ دیکھو قاموس۔

قال: صفحہ ۴۱۔ لا بدان ان يكون له هذا العلم۔

اقول: ضمیر کا موقع ہے اس کا ما قبل ملاحظہ ہو۔

قال: صفحہ ۴۲۔ ولو فرضنا۔

اقول: لو کا محل نہیں۔

قال: صفحہ ۴۳۔ بالاعانة على الابانة۔

اقول: حریری کے صفحہ ۳ کا سرقہ ہے۔



قال: صفحہ ۲۳۔ و يعصم من الغوايت ويحفظهم في الرواية والدراية۔

اقول: حریری سے ہے۔ بتغیر ما۔ صفحہ ۳۔

قال: صفحہ ۲۳۔ موقف مندما۔

اقول: حریری صفحہ ۳ کا سرقہ ہے۔

قال: صفحہ ۲۵۔ وای معجزه۔

اقول: وایه معجزه چاہیے۔

قال: صفحہ ۲۹۔ كمجهول لايعرف و نكرة لا تعرف۔

اقول: حریری صفحہ ۵ سے مسروق ہے۔

قال: صفحہ ۵۰۔ فكل رداءٍ يرتديه جميل۔

اقول: ایک مشہور شعر کا سرقہ ہے۔ قال السموييل بن عادي "اذ المرء لم يدنس

من اللوم عرضه۔ فكل رداءٍ يرتديه جميل۔" حماسہ ۱۲۔

قال: صفحہ ۵۵۔ لاشيوخ ولاشآب۔

اقول: ایک کا جمع اور دوسرے کا مفرد لانا کیا وجہ رکھتا ہے۔

قال: صفحہ ۵۵۔ كنز المعارف و مدینتها و ماء الحقائق و طینتها۔

اقول: مقامات کی عبارت ہے۔

قال: صفحہ ۵۸۔ كمايملاً الدلوالی عقد الكرب۔

اقول: مقامات بدیع کے شعر کا ثانی مصرعہ ہے۔ بازیا دلفظ کما۔

قال: صفحہ ۵۹۔ اوزاد منهم سیری۔

اقول: "زاد" اکثر متعدی آتا ہے۔

قال: صفحہ ۶۰۔ القیت بها جرانی۔



اقول: مقامات حریری کے صفحہ ۱۲۲ کا سرقہ ہے۔

قال: صفحہ ۶۱۔ کا دراک العہاد۔ لسنة جماد۔

اقول: مقامات حریری کے صفحہ ۱۲۲ سے مسروق ہے۔ بتغیر ما۔

قال: صفحہ ۶۲۔ اخرنبل من النبال۔

اقول: خلاف محاورہ ہے قابل غور ہے۔

قال: صفحہ ۶۲۔ فصاروا کمیت مقبور۔ وزیت سراج احترق وما بقی معہ من نور۔

اقول: دوسرا جمع پہلے سے بہت بڑا ہے۔ جس کو عند الفصحاء والبلغاء عیب سمجھا گیا ہے۔ اور

دونوں مضمون مسروق ہیں۔

قال: صفحہ ۶۲۔ فما كانوا ان يتحرکوا۔

اقول: مصدر کا حمل ناجائز ہے اس لئے ”ان“ نہ چاہیے تھا۔

قال: و ليس فيهم الا السب والشتيم قاعدین فی الحجرات۔

اقول: کس سے حال ہے۔

قال: صفحہ ۶۷۔ وانا جنناک۔

اقول: تقدیم مسندالیہ بے وجہ ہے۔

قال: صفحہ ۷۷۔ ومثلها كمثل ناقة تحمل كلما تحتاج اليه وتوصل الى ديار

الحب من ركب عليه۔

اقول: ناقة کی طرف مذکر ضمیر کا ارجاع غلط ہے۔

قال: صفحہ ۷۹۔ كما جاء فی القرآن۔

اقول: یہ جمع قلیل الالفاظ بعد کثیرا واقع ہے۔ ماقبل ملاحظہ ہو۔

قال: صفحہ ۸۱۔ وهذا الرجيم هو الذي ورد فيه الوعيد اعنى الدجال۔



**اقول:** عجیب مسئلہ ہے کہ اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ میں جو شیطان ہے، اس سے مراد تو ابلیس ہے اور رَجِيمِ جو اس کی صفت ہے، اس سے مراد دجال ہے، جسے عیسیٰ عليه السلام قتل کریں گے۔ آج تک یہی سنا تھا کہ موصوف اور صفت کا مصداق ایک ہی ہوا کرتا ہے، مگر اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ سے مرزا صاحب نے کیسا ثابت کر دیا ہے کہ ان کا مصداق مغایر بھی ہو سکتا ہے۔ سبحان اللہ۔

**قال:** صفحہ ۸۲۔ و کم من حامل العظام۔

**اقول:** منصوب ہو کر پھر مکسور پڑھا گیا ہے۔

**قال:** صفحہ ۸۲۔ بكف المصطفى اضحى الزمام۔

**اقول:** مرفوع کو مجرور کا قافیہ کیا گیا ہے۔

**قال:** صفحہ ۸۳۔ الزم الله كافة اهل الملة۔

**اقول:** كافة كاللفظ عربی میں مضاف نہیں آتا۔

**قال:** صفحہ ۸۷۔ ان الاسم مشتق من الوسم۔

**اقول:** ہذا خلاف ما صرح به الثقات۔

**قال:** صفحہ ۱۲۶۔ ثم ان لفظ الحمد مصدر مبنى على المعلوم والمجهول

وللفاعل وللمفعول من الله ذى الجلال۔

**اقول:** من الله ذى الجلال بے ربط ہے۔

**قال:** صفحہ ۱۲۷۔ فقد يزيد عالم الضلال الخ۔

**اقول:** اس جگہ سے جو مضمون چلا ہے اس کو آیت سے کوئی ربط نہیں۔

**قال:** صفحہ ۱۲۷۔ طرق الله ذا الجلال۔

**اقول:** ذا الجلال منصوب، غلط ہے۔



قال: صفحہ ۱۲۹۔ ولم یزل هذه الجنود وتلك الجنود يتحاربان۔

اقول: تتحاربان مؤنث چاہیے۔

قال: صفحہ ۱۲۹۔ الامن اعطى له عينان۔

اقول: خلاف اولیٰ ہے کیونکہ اعطى کا پہلا مفعول نائب عن الفاعل ہونے کا حقدار ہے۔

قال: صفحہ ۱۲۹۔ و انعدم ما يرى۔

اقول: انعدم خلاف محاورہ ہے۔

قال: صفحہ ۱۳۰۔ ومن اشرف العالمين و اعجب المخلوقين و جود الانبياء والمرسلين۔

اقول: و جود کا لفظ نہیں چاہیے۔ لعدم صحیحہ الحمل۔

قال: صفحہ ۱۳۲۔ ومن العالمين زمان ارسل فيهم خاتم النبیین۔

اقول: یہاں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ عالم زمانہ کا نام ہے۔ پہلے یہ ثابت کیا کہ انسان حمد

کرنے سے عالم ہو جاتا ہے۔ پھر آیت سے یہ مضمون ہرگز مستفاد نہیں ہوتا۔

قال: صفحہ ۱۳۵۔ قد استنبطت هذه النكتة من قوله الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

اقول: مرزا جی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُولَى وَالْاٰخِرَةِ دو

احمدوں کی طرف اشارہ ہے ایک اولیٰ احمد مصطفیٰ ﷺ اور آخری احمد بن غلام مرتضیٰ شفاہ اللہ

عن المالیخو لیا۔ سبحان اللہ عجیب استنباط ہے۔

قال: صفحہ ۱۳۶۔ الا على النفس التي سعى سعيها۔

اقول: سعى کی جگہ سعت مؤنث چاہیے۔

قال: صفحہ ۱۳۹۔ الا ترى ان سلسلة خلفاء موسى انتهت الى نكتة مالك يوم الدين۔

اقول: کیسا استنباط ہے۔ سبحان اللہ۔

قال: صفحہ ۱۳۹۔ كما يفهم من لفظ الدين فانه جاء بمعنى الحمد والرفق۔



اقول: اس جگہ بمعنی جزاء کے ہے، بدلیل قولہ تعالیٰ وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ ۝ (انفطار: ۱۷)

قال: صفحہ ۱۲۰۔ وذلك وقت المسيح الموعود وهو زمان هذا المسكين واليه اشار في آية يوم الدين۔

اقول: لعنة الله على الكاذبين المحرفين۔

قال: صفحہ ۱۲۳۔ وسمى زمان المسيح الموعود يوم الدين۔

اقول: ثانيا لعنة الله على الكاذبين المحرفين۔

قال: صفحہ ۱۵۹۔ الا قليل، الذي هو كالمعدوم۔

اقول: فصیح بلغ بلیح صاحب! موصوف نکرہ ہے اور صفت معرفہ۔

قال: صفحہ ۱۶۳۔ ان يجعل الله احمد كل من تصدى للعباده۔

اقول: جعل کا دوسرا مفعول بے وجہ مقدم کیا گیا ہے۔

قال: صفحہ ۱۶۳۔ وعلى هذا كان من الواجبات ان يكون احمد في اخر هذه الامة۔

اقول: نہ کوئی اشارت ہے، نہ دلالت۔

قال: صفحہ ۱۶۵۔ وان لا توذی اخیک۔

اقول: اخاک چاہیے۔

قال: صفحہ ۱۶۶۔ فی الحاشیة و اشارة الى ان الله اعد لهم كلما اعطى الانبياء السابقين۔

اقول: محض غلط ہے۔

قال: صفحہ ۱۷۰۔ وانهم ثمرات الجنة فويل للذي تركهم۔

اقول: ترکھا چاہیے۔

قال: صفحہ ۱۷۰۔ اتظن ان يكون الغير۔

اقول: فصیح صاحب! کلمہ غیر معرف باللام نہیں ہوتا۔



قال: صفحہ ۱۷۱۔ ان يبعث في هذه الامة۔

اقول: بعدا لتسليم مفيد مطلوب نہیں ہے۔

قال: صفحہ ۱۷۲۔ وانه لن يأتي احد من السماء۔

اقول: کہاں سے معلوم ہوا۔

قال: صفحہ ۱۸۰۔ ينضنون نضنة الصل و يحملون حملقة البازي المطل۔

اقول: مقامات حریری کے صفحہ ۱۵۶ سے مسروق ہے۔ بتغیر ما۔

قال: فاشتدت الحاجة۔

اقول: مستنبت نہیں ہو سکتا۔

قال: صفحہ ۱۸۹۔ وذكر الضالين في مقام كان واجبا فيه ذكر الدجال وان

كان الامر كما هو زعم الجاهل لقال الله في هذه المقام غير المغضوب

عليهم ولا الدجال الخ۔

اقول: دجال کا ذکر ضالین کے ضمن میں بسبب عموم مفہوم اس کے ہو چکا ہے۔ اور ذکر

شخصی اگر ضروری سمجھا جائے تو پہلے آپ کا چاہیے تھا، کیونکہ دجال مفسر و محدث بن کر دھوکا نہ

دے گا بخلاف آپ کے کہ حامیان اسلام کے لباس میں ممبر پر کھڑے ہو کر تحریف کر رہے

ہیں۔ لہذا آپ کا ذکر نہایت ہی ضروری تھا۔

واضح ہو کہ اس تفسیر میں مرزا جی نے مطاعن اور گالیوں اور تحریف معنوی کو اس حد تک

پہنچا دیا ہے کہ کبھی کسی سے بھی نہ ہو سکی۔ بالخصوص محرر سطور عفی عنہ ربہ الغفور کے حال پر بڑے

بڑے عنایت فرمائے ہیں، جن کے بالمقابل میں بغیر اس مصرعہ کے کچھ نہیں عرض کر سکتا۔

بترزانم کہ خواہی گفت آنی

ع



اور سوائے اس مصرعہ خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ کے کوئی معاوضہ ادا نہیں کر سکتا۔

ع بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نگو گفتی

میں آپ کا بڑا ممنون ہوں گا اگر آپ مجھے منہ بھر گالیاں دے لیں، مگر کتاب اللہ و سنت رسول ﷺ و اجماع امت مرحومہ میں دخل بے جا نہ کریں، اور نیز گالیوں کو ہماری ذات تک ہی محدود رکھیں اور ہمارے منہ سے جو کلمات نکلتے ہیں، ان کو گالیاں نہ دیں۔ کیونکہ بفضل اللہ و حولہ اکثر اوقات آپ کے مخالفین کے منہ سے آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ و تسبیحات و تہلیلات بھی نکلتی رہتی ہیں۔ لہذا گزارش ہے کہ آپ اس کہنے میں کہ صفحہ ۱۹۶۔ وہو خبیث و خبیث ما یخرج من شفٹیہ۔ یعنی وہ پلید ہے اور پلید ہے جو کچھ کہ اس کے منہ سے نکلتا ہے۔ ماخوذ نہ ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم کو کتاب اور سنت اور اجماع امت والے صراطِ مستقیم پر چلائے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ وَادِّمْ عَلٰی سَيِّدِنَا اَبِي الْقَاسِمِ وَحَبِيْبِنَا الْمَظْهَرِ الْاَتَمِّ لَا سَمِيكَ الْاَعْظَمِ وَالِہِ وَعِترَتِہِ۔

### ارض ذات النخلۃ

**سوال:** ارض ذات النخلۃ کو یمامہ خیال فرمانا جو فی الواقع مدینہ طیبہ کی طرف اشارہ تھا اور ایسا ہی لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ کا وقت صلح حدیبیہ والا سال سمجھ لینا۔ کیا یہ ہردو اور نظائر ان کے از قبیل قصور فی الکشف اور خطانی التعمیر نہ تھے۔ جب مکاشفات مذکورہ میں قصور اور خطانی التعمیر واقع ہو گئے تو نزول مسیح ابن مریم والی پیشین گوئی میں کیوں نہیں واقع ہو سکتے۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے غلام احمد قادیانی کو عیسیٰ بن مریم کی صورت میں دیکھا ہو۔



**جواب:** ارض ذات النخلہ والے مکاشفہ میں آنحضرت ﷺ نے کسی سے پیشین گوئی نہیں فرمائی کہ بالضرور یمامہ ہی میں جانا ہوگا صرف آپ کا خیال شریف یمامہ کی طرف گیا تھا سو وہ بھی قائم نہ رہا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا فذهب وھلی الی الیمامۃ اور دخول مسجد حرام کے متعلق بھی آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ضرور تم اسی سال مسجد حرام میں داخل ہو گے۔ الغرض کشف ایک اجمالی ہوتا ہے اور ایک تفصیلی۔ اور اجمالی میں کبھی اجمال فی نفس المضمون ہوتا ہے۔ یعنی واقعی امر برنگ استعارہ و تمثیل نظر آتا ہے۔ چنانچہ مدینہ کی وبا کو آپ نے بشکل ایک عورت پر اگندہ سر کے دیکھا تھا وغیرہ وغیرہ۔ اور کبھی اجمال فی اوضاع المضمون من الزمان وغیرہ۔ چنانچہ دخول مسجد حرام والے مکاشفہ میں نفس دخول مسجد حرام کما ہونی الواقع صرف مکشوف ہوا، مسجد حرام کے داخل ہونے کا وقت معلوم نہیں ہوا تھا لہذا آپ اُس سال حدیبیہ میں تشریف لے گئے بلکہ مناسب نشان نبوت یوں معلوم ہوتا ہے کہ حدیبیہ والے سال بھی جانا آپ کا قصور فی الکشف کی وجہ سے نہ تھا بلکہ حصول صلح حدیبیہ کے لئے جو مقدمہ فتح کا تھا بحسب فرمان خداوندی واقع ہوا۔ کشف اجمالی کی دونوں صورتوں میں آپ نے کبھی پیشین گوئی یقینی طور پر نہیں فرمائی یعنی جس جز میں اجمال و خفا ہوتا تھا اس کے بارہ میں اس طرح پر نہیں فرماتے تھے کہ یہ جز بالضرور اسی طرح وجہ مخصوص پر واقع ہوگی اس قسم کی پیشین گوئی میں قبل از وقوع ایمان علی حسب مراد اللہ رکھنے کے ہم مکلف ہیں نہ ایمان علی وجہ خصوص کے طور پر، بخلاف کشف تفصیلی عینی کے۔ یعنی جس امر کو کھلا کھلا آپ نے معائنہ فرمایا اور اس کے بارے میں پیشین گوئی یقینی طور پر فرمادی تو مومن بما جاء به الرسول ﷺ کو ہرگز تاویل سے کام لینا جائز نہیں۔ چنانچہ بعض اقسام اس کے شمس الہدایت میں بحوالہ کتب حدیث لکھے گئے ہیں جن میں سے اکثر کا وقوع بھی مطابق پیش گوئی آپ ﷺ کے ہو چکا ہے۔ نزول مسیح ابن مریم و ظہور دجال وغیرہ علامات قیامت والی پیشین



گوئیاں کشف یعنی کے قبیلہ سے ہیں۔ گو بعض کی تفصیل وقتاً فوقتاً معلوم ہوتی رہی جن میں آپ کو نہایت اہتمام سے امت مرحومہ کو متنبہ کرنا منظور تھا تا کہ امت مرحومہ کسی جھوٹے مسیح کے دام میں نہ پھنس جاوے۔ چنانچہ مسیح ابن مریم بھی کہتے گئے کہ میرے آنے سے پہلے کئی جھوٹے مسیح آئیں گے۔ دیکھو انجیل کی کتاب اعمال۔ اور نیز قصہ نزول ایلیا بھی عبرت کے لئے کافی نظیر وقوع میں آچکا تھا جس کے لحاظ سے آپ کو تفصیلی و تاکیدی بیان فرمانا ضروری تھا اور آنحضرت ﷺ کا خطا پر قائم رہنا فی التعمیر ہی کیوں نہ ہو، ہرگز ممکن نہیں۔ کہاں یہ بات کہ عمر بھر یہ دھوکا آپ کو واقع رہے اور بذریعہ وحی کے اطلاع نہ دیجاوے۔ الغرض بحکم فَيُنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ انبیاء کا خطا پر قائم رہنا اور ایسا ہی بمقتضیٰ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا (جن: ۲۷) وحی کا غلط ہونا شرعاً و عقلاً محال ہے۔ (الحاصل کشف اجمالی بھی بعد البیان اللاحق تفصیلی کے طرح واجب الایمان ہوتا ہے۔

### نزول مسیح علیہ السلام کا مسئلہ

چونکہ حاضرین کو محل تعجب و استبعاد معلوم ہوتا تھا معہذا نزول ایلیا والے اشتباہ سے بھی امت مرحومہ کو بچانا منظور تھا لہذا آپ نے اس پیشین گوئی کو تاکیدی بالقسم و نون ثقلیہ و لام تاکیدی سے مؤکد کر کے بیان فرمایا والذی نفسی بیدہ لیوشکن آخر تک۔ تاکہ امت مرحومہ اس نزول کو بھی نزول ایلیا کی طرح خیال نہ کریں اس قسم کی پیشین گوئی کے ساتھ قبل از وقوع ایمان لانا ضروریات سے ہے۔ کما قال تعالیٰ مَا اتَّكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ اس مقام پر مرزا جی نے بمعہ اپنے علماء کے سب پیشین گوئیوں میں ایک ہی قانون مقرر کر رکھا ہے کہ قبل از وقوع ہم کو ایمان لانا ضروری نہیں۔ حق یہ ہے کہ کشف اجمالی اور



تفصیلی میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے ان کو سخت دھوکہ ہوا ہے۔ میں حیران ہوں کہ قیامت کو بھی قبل از وقوع نہ مانتے ہوں گے۔ ہاں اس الزام کا یہ جواب دیتے ہیں کہ قیامت تو مطابق حدیث الدنیا سبعة الاف و انا فی آخرھا الفا کے سات ہزار سال سے پہلے نہیں آسکتی۔ میں کہتا ہوں اول تو یہ حدیث ثقات کے نزدیک مثل مناوی و شیخ سیوطی وغیرہما کے موضوعات یا ضعاف سے ہے اور نیز یہ تحدید برخلاف ہے تصریح رئیس المکاشفین حضرت شیخ کے۔ دیکھو فتوحات۔ تیسرا بر تقدیر تسلیم الزام مذکور کی دافع بھی نہیں کیونکہ آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک سات ہزار کے اوپر تین سو گزر چکے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرزا اور امر وہی صاحبان حساب میں بھی کمال رکھتے ہیں۔ بیس

تا مردخن نگفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد

الغرض بحکم ولن يصلح العطار ما افسده الدهر جہاں تک بھی ہاتھ پاؤں مارے جاتے ہیں مگر قادیانی صاحب کا دعویٰ ہرگز کتاب و سنت و اجماع سے تطبیق نہیں رکھتا۔ مجھے اس مقام کے متعلق ایک بزرگ کی بات یاد آگئی جس کا لکھنا بعید از مقام معلوم نہیں ہوتا۔ حبیب شاہ صاحب خوشابی سے جن کا نام نامی مرزا جی ایک اشتہار میں اپنے مولویوں اور مریدوں میں لکھتے ہیں۔ میں نے راجڑ کے اسٹیشن پر بعد ملاقات کے پوچھا کہ آپ کے بیعت کرنے کا مرزا جی سے کیا باعث ہے؟ بجواب اس کے فرمانے لگے کہ قرآن کی تفسیر لکھنے میں عدیم المثل ہیں، اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ پھر میں نے پوچھا آپ مرزا صاحب کو مسیح موعود مانتے ہیں؟ فرمانے لگے کہ ان کے اس دعوے سے میں علیحدہ ہوں۔ پھر میں نے متعجب ہو کر پوچھا کہ جب آپ ان کو اس دعوے میں کاذب اور مفتری علی اللہ خیال فرماتے ہیں تو پھر بیعت کیسی ہوئی کیونکہ جس شخص کو مفتری علی اللہ سمجھا جاتا ہے اس کی وقعت اتنی نہیں ہوتی کہ اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ سمجھ کر اپنے ہاتھ میں رکھا جاوے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ قرآن



دان بہت عمدہ ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ مرزا جی کی تفسیر متعلق سورہ زلزال کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ کہنے لگے کہ اس تفسیر سے بھی علیحدہ ہوں۔ تو اس پر میں نے نہایت ہی متعجب ہو کر کہا کہ کیا آپ کو کوئی شخص مفتری علی اللہ اور قرآن کا محرف مرزا صاحب جیسا اپنے علاقہ میں نہیں ملا تھا۔ اس لئے قادیان میں جا کر مرزا جی سے بیعت کی۔ بعد اس کے فرمایا کہ خیر میں نے بیعت سے توبہ کی ہے۔ یہ اور طرفہ نکالا۔ آخر الامر کہنے لگے کہ ازالہ اوہام کو دیکھوں گا۔

واضح ہو کہ اللہ جل شانہ رسولوں کے مطلع علی الغیب کرنے کی نسبت فرماتا ہے  
عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۝ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ فَإِنَّهُ  
يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا ۝ (جن: ۲۷) جاننے والا غیب کا پس نہیں خبردار  
کرتا اور پر غیب اپنے کے کسی کو مگر جس کو پسند کرتا ہے پیغمبروں میں سے پس تحقیق وہ چلاتا ہے  
آگے اس کے سے اور پیچھے اس کے سے نگہبان۔ یعنی رسولوں کی وحی کے ساتھ چوکی  
پہرے کا اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ شیطان دخل نہ کرنے پاوے۔ لہذا پیغمبروں کے لئے  
عصمت ہے اوروں کے لئے نہیں اور انکی وحی یقینی ہے اوروں کی وحی میں شبہ ہے۔  
آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئیوں میں شیطان کا ہرگز دخل نہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب نے  
ازالہ کے صفحہ ۶۲۶ میں چار سو نبی کی نسبت لکھا ہے کہ ”ان کو شیطانی وحی ہوئی اور وہ جھوٹے  
نکلے۔“ اور قادیانی صاحب گو کہ بزعم خود اپنی پیشین گوئیوں کو پیغمبروں کی پیشگوئیوں کے برابر  
خیال کرتے ہیں مگر ان کی پیشگوئیوں کا کاذب ہونا واقف کاروں سے پوشیدہ نہیں۔



ضمیمہ شخنے ہند کی عبارت ذیل ملاحظہ ہو۔

## مرزا صاحب کی پیشین گوئیاں

### ضمیمہ شخنے ہند کی عبارت

- ۱..... کسی شخص کے بیٹا پیدا ہونے کے لئے آپ نے بہتیرا سرا مارا بلکہ ایک معقول رقم بھی اس سے پھٹکاری مگر بیٹا اب تک ندارد۔
- ۲..... عبداللہ آتھم کے لئے از حد گڑ گڑائے مگر وہ میعاد معینہ میں نہ مرا۔
- ۳..... ملا محمد بخش وغیرہ کی بربادی کے لئے ہزار آہ وزاری کی مگر اس کا بال بھی بیکانہ ہوا۔
- ۴..... لیکھرام کے لئے ہر چند سر پڑکا مگر اس کی موت نے آخر آپ کو ہی مشتبه کیا۔
- ۵..... آسمانی منکووحہ کے لئے آپ کا چہرہ بھی خشک ہو گیا مگر حسرت ہی رہی۔
- ۶..... کسی شخص کی بیوی کے اچھا ہونے کے لئے بہتیرے توڑ جوڑ کئے مگر وہ بیمار رہ کر چل ہی بسی۔
- ۷..... اپنے جس لڑکے کو موعود قرار دیا اور اپنے لئے اور دنیا کے لئے باعث برکت سمجھا وہ بھی آپ کو مفارقت دے گیا۔
- ۸..... جس قدر مباحثے آپ نے کئے شکست ہی کھا کر بھاگے۔ اب مباحثہ کے نام سے بھی اوسان خطا ہوتے ہیں۔
- ۹..... جن آدمیوں نے آپ کو بالمقابل دعا کرنے کے لئے بلایا آپ ایک دن بھی سامنے نہ ہوئے۔
- ۱۰..... ہمیشہ آپ نشان دکھانے کے لئے میعاد مقرر کرتے رہے مگر آخر ندامت ہی اٹھانی پڑی چنانچہ اب بھی ایک بڑے بھاری نشان کے لئے میعاد مقرر ہے۔
- ۱۱..... آپ کہتے ہیں کہ شاہان یورپ کو اسلام کی دعوت کی اور اپنی تصانیف بھیجیں مگر ایک عیسائی بھی آپ پر ایمان لاتے نہ دیکھا۔



۱۲..... آپ نے کہا کہ سب خلقت مجھے قبول کرے گی۔ مگر سب آپ سے متنفر اور بیزار ہی رہے سوائے معدودے چند اشخاص کے جو کسی شمار میں نہیں آسکتے۔

۱۳..... آپ نے سورہ فاتحہ کی تفسیر دعویٰ سے لکھی۔ لوگوں نے اس کے پر نچے اڑائے۔

۱۴..... آپ نے منشی الہی بخش صاحب کی نسبت گیارہ کا ہندسہ ظاہر کر کے الہام شائع کیا۔ بفضلہ تعالیٰ اب گیارہ ماہ بھی قریب الاختتام ہیں مگر ان کی ”عصائے موسیٰ“ نے آپ کا سارا بنا بنایا کھیل درہم و برہم کر دیا۔

۱۵..... پیر مہر علی شاہ صاحب کے لئے آپ ہر چند دانت پیتے رہے مگر ان کی شہرت ہی شہرت اور عزت ہی عزت ہوتی رہی۔

۱۶..... آپ نے عرصہ سے منارہ بنانا چاہا مگر ہنوز روز اول۔

۱۷..... آپ نے رسالہ انگریزی شائع کرنا چاہا۔ مگر اب تک اقرار اور وعدہ کے مطابق آپ کو ناکامی حاصل ہے۔

۱۸..... آپ نے بجائے اتوار کے جمعہ کے دن تعطیل کرانی چاہی۔ مگر سوائے ناکامی کے اور کچھ حاصل نہ ہوا۔

۱۹..... سینکڑوں اشخاص کے لئے آپ دعا کرتے رہے ہیں مگر کوئی اثر یا نتیجہ نہیں نکلتا اور پھر آپ کہتے ہیں کہ دعا کرانے والے کو یہ کرنا چاہیے، وہ کرنا چاہیے، دعا کرنے والے سے تعلق پیدا کرنا چاہیے وغیرہ۔ مرزا جی کیا یہ دعائیں مشتمل نمونہ از خروارے کافی نہیں ہیں؟ پھر آپ کو بار بار اعلان کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

رسالہ الہامات کی عبارت ذیل بھی قابل غور ہے۔

تیسری پیش گوئی

مرزا احمد بیگ اور اس کے داماد کی موت اور آسمانی منکوحہ کے نکاح کے متعلق

اس پیش گوئی کو مرزا جی نے خاص مسلمانوں کے حق میں بتلایا ہے اس لئے یہ



ہمارا بھی حق ہے کہ ہم بھی جی کھول کر سعی کریں اور تحقیق کر کے بال کی کھال اتاریں۔ گو اور پیشین گوئیوں میں بھی مرزا جی زور لگایا کرتے ہیں مگر اس پیشین گوئی کے متعلق جو کچھ مرزا جی نے مساعی جمیلہ خرچ کئے ہیں ان کا ذکر نہ کرنا غالباً ناشکری ہوگی۔ پہلے ہم اس پیشین گوئی کا اشتہار نقل کرتے ہیں۔ ازاں بعد مرزا جی کی مساعی جمیلہ بتلاویں گے۔ ہو ہذا۔

ایک پیشین گوئی پیش از وقوع کا اشتہار

پیشین گوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا قدرت حق کا عجب ایک تماشا ہوگا

جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا کوئی پا جائے گا عزت کوئی رسوا ہوگا

اب یہ جاننا چاہیے کہ جس خط کو ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء کے ”نور افشاں“ میں فریق مخالف نے چھپوایا ہے وہ خط محض ربانی اشارہ سے لکھا گیا تھا ایک مدت دراز سے بعض سرگروہ اور قریبی رشتہ دار مکتوب الیہ کے جن کی حقیقی ہمیشہ زادہ کی نسبت درخواست کی گئی تھی۔ نشان آسمانی کے طالب تھے اور طریقہ اسلام سے انحراف رکھتے تھے اور اب بھی رکھتے ہیں۔ چنانچہ اگست ۱۸۸۵ء میں جو ”چشمہ نور“ امرتسر میں ان کی طرف سے اشتہار چھپا تھا یہ درخواست ان کے اشتہار میں مندرج ہے ان کو نہ محض مجھ سے بلکہ خدا اور رسول سے بھی دشمنی ہے اور والد اس دختر کا باعث شدت تعلق قرابت ان لوگوں کی رضا جوئی میں محو اور ان کے نقش قدم پر دل و جان سے فدا اور اپنے اختیارات سے قاصرو عا جز بلکہ انہیں کا فرمانبرداری ہو رہا ہے اور اپنی لڑکیاں انہیں کی لڑکیاں خیال کرتا ہے۔ اور وہ بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں اور ہر بات میں اس کے مدارالمہام اور بطور نفس ناطقہ کے اس کے لئے ہو رہے ہیں۔ (تب ہی) نقارہ بجا کر اس لڑکی کے بارے میں آپ ہی شہرت دے دی، یہاں تک کہ عیسائیوں کے اخباروں کو اس قصہ سے بھر دیا۔ آفریں بریں عقل و دانش۔ ماموں ہونے کا خوب ہی حق کیا۔ ماموں ہوں تو ایسے ہی ہوں۔) غرض یہ لوگ جو مجھ کو میرے دعویٰ الہام میں مکارا



دروغلو خیال کرتے ہیں۔ اور اسلام اور قرآن شریف پر طرح طرح کے اعتراض کرتے تھے اور مجھ سے کوئی نشان آسمانی مانگتے تھے تو اس وجہ سے کئی دفعہ ان کے لئے دعا بھی کی گئی تھی۔ سو وہ دعا قبول ہو کر خدائے تعالیٰ نے یہ تقریب قائم کی کہ والد اس دختر کا ایک اپنے ضروری کام کے لئے ہماری طرف ملتی ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نامبرودہ کی ایک ہمشیرہ ہمارے ایک چچا زاد بھائی غلام حسین نام کو بیاہی گئی تھی۔ غلام حسین عرصہ پچیس سال سے کہیں چلا گیا اور مفقود الخبر ہے اس کی زمین ملکیت جس کا حق ہمیں پہنچتا ہے۔ نامبرودہ کی ہمشیرہ کے نام کاغذات سرکاری میں درج کرادی گئی تھی۔ اب حال کے بندوبست میں جو ضلع گورداسپور میں جاری ہے، نامبرودہ یعنی ہمارے خط کے مکتوب الیہ نے اپنی ہمشیرہ کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار ہزار یا پانچ ہزار روپیہ کی قیمت کی ہے اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرادیں، چنانچہ ان کی ہمشیرہ کی طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا گیا۔ چونکہ وہ ہبہ نامہ بجز ہماری رضامندی کے بیکار تھا اسلئے مکتوب الیہ نے تمام تر عجز و انکسار سے ہماری طرف رجوع کیا تا کہ ہم اس ہبہ پر راضی ہو کر اس ہبہ نامہ پر دستخط کردیں۔ اور قریب تھا کہ دستخط کر دیتے لیکن یہ خیال آیا کہ ایک مدت سے بڑے بڑے کاموں میں ہماری عادت ہے جناب الہی میں استخارہ کر لینا چاہیے۔ سو یہی جواب مکتوب الیہ کو دیا گیا۔ پھر مکتوب الیہ کے متواتر اصرار سے استخارہ کیا گیا۔ وہ استخارہ کیا تھا، گویا آسمانی نشان کی درخواست کا وقت آپہنچا تھا، جس کو خدائے تعالیٰ نے اس پیرایہ میں ظاہر کر دیا۔

اس خدائے قادر حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر۔ اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک و مروت تم سے اسی شرط سے کیا جاوے گا۔ اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا۔ اور ان تمام رحمتوں اور

۱ کیا ہی عجب موقعہ تھا۔ الخ



برکتوں سے حصہ پاؤ گے، جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء میں درج ہیں۔ لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا۔ اور جس کسی دوسرے سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی۔ اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کے لئے کئی کراہت اور غم پیش آئیں گے۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تر تصریح اور تفصیل کے لئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدائے تعالیٰ نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک روگ دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لائے گا اور بے دینوں کو مسلمان بنائے گا اور گمراہوں میں ہدایت پھیلائے گا۔ چنانچہ عربی الہام اس بارے میں یہ ہے۔

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِؤْنَ ۝ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَيَرُدُّهَا إِلَيْكَ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ۝ أَنْتَ مَعِيَ وَأَنَا مَعَكَ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا۔ یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے۔ سو خدائے تعالیٰ ان سب کے تدارک کے لئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس کی اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کے جاوے گی۔ یعنی گواہوں میں احمق اور نادان لوگ بد باطنی اور بدظنی کے راہ سے بدگوئی کرتے ہیں اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں، لیکن آخر کار خدا تعالیٰ کی مدد دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور سچائی کے کھلنے سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی۔

خاکسار غلام احمد از قادیاں ضلع گورداسپور ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء۔

۱۔ آج تک تو جیسی ہوئی وہ نمایاں ہے۔



اس اشتہار کے متصل ہی صرف پانچ دن کے فاصلہ سے ایک اشتہار اور دیا جو بعنوان ذیل ہے۔

تمہ اشتہار

دہم جولائی ۱۸۸۸ء

۱..... اشتہار مندرجہ عنوان کے صفحہ ۶ میں جو یہ الہام درج ہے۔ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ۔ اس کی تفصیل مکرر توجہ سے یہ کھلی ہے کہ خدائے تعالیٰ ہمارے کنبے اور قوم میں سے ایسے تمام لوگوں پر جو اپنی بے دینی اور بدعتوں کی حمایت کی وجہ سے پیشگوئی کے مزاحم ہونا چاہیں گے، اپنے قہری نشان نازل کرے گا اور ان سے لڑے گا اور انہیں انواع و اقسام کے عذابوں میں مبتلا کرے گا اور وہ مصیبتیں ان پر اتارے گا جن کی ہنوز انہیں خبر نہیں۔ ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہوگا جو اس عقوبت سے خالی رہے، کیونکہ انہوں نے نہ کسی اور وجہ سے بلکہ بے دینی کی راہ سے مقابلہ کیا۔ ایک عرصہ سے یہ لوگ جو میرے کنبے سے اور میرے اقارب ہیں، کیا مرد اور کیا عورت، مجھے میرے الہام، دعاوی میں مکار اور دکاندار خیال کرتے ہیں۔ اور بعض نشانوں کو دیکھ کر بھی قائل نہیں ہوتے۔ اور انکا اپنا حال یہ ہے کہ دین اسلام کی ایک ذرہ محبت ان میں باقی نہیں رہی اور قرآنی حکموں کو ایسا ہلکا سا سمجھ کر ٹال دیتے ہیں جیسا کوئی ایک تنکے کو اٹھا کر پھینک دیتے ہیں۔ وہ اپنی بدعتوں اور رسموں اور رنگ و ناموس کو خدا اور رسول کے فرمودہ سے ہزار درجہ بہتر سمجھتے ہیں۔ پس خدائے تعالیٰ نے انہیں کی بھلائی کے لئے انہیں کے تقاضہ سے انہیں کی درخواست سے اس الہامی پیشین گوئی کو جو اشتہار میں درج ہے، ظاہر فرمایا ہے، تا وہ سمجھیں کہ وہ درحقیقت موجود ہے اور اس کے سوا سب کچھ ہیچ ہے۔ کاش! وہ پہلے نشانوں کو کافی سمجھتے اور یقیناً وہ ایک ساعت بھی مجھ پر بدگمانی نہ کر سکتے، اگر ان میں کچھ نور ایمان اور کاشننس ہوتا، ہمیں اس رشتہ کی درخواست کی کچھ ضرورت نہیں تھی۔ سب ضرورتوں کو خدائے تعالیٰ نے پورا کر دیا تھا، اولاد بھی عطا کی۔



اور ان میں وہ لڑکا بھی جو دین کا چراغ ہوگا بلکہ ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ دیا، جس کا نام محمود احمد ہوگا۔ اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا۔ یہ رشتہ جس کی درخواست کی گئی ہے محض بطور نشان کے ہے، تاخداے تعالیٰ اس کنبہ کے منکرین کو عجوبہ قدرت دکھلاوے، اگر وہ قبول کریں تو برکت اور رحمت کی نشان ان پر نازل کرے اور ان بلاؤں کو دفع کرے جو نزدیک چلی آتی ہیں۔ لیکن اگر وہ رد کریں تو ان پر قہری نشان نازل کر کے ان کو متنبہ کرے۔ برکت کا نشان یہ ہے کہ اس پیوند سے ان کا دین درست ہوگا اور دنیا ان کی من کل الوجوه صلاحیت پذیر ہو جائے گی۔ اور وہ بلائیں جو عنقریب اترنے والی ہیں، نہیں اتریں گی اور قہر کا نشان وہی ہے، جو اشتہار میں ذکر ہو چکا اور نیز وہ جو تتمہ ہذا میں درج ہے۔ والسلام علی عباد اللہ المؤمنین۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور، پانزدہم جولائی ۱۸۸۸ء  
یہ دونوں اشتہار اپنے مضامین بتلانے میں بالکل واضح اور لائح ہیں۔ کسی مزید توضیح یا تشریح کی حاجت نہیں رکھتے۔ صاف بتلا رہے ہیں کہ تاریخ نکاح سے تین سال تک دونوں (احمد بیگ اور اس کا داماد) فوت ہو جائیں گے۔ البتہ تاریخ معلوم کرنے کے لئے کہ نکاح کب ہوا؟ اور کب ان دونوں کی موت کی تاریخ ہے؟ مرزا جی کی دوسری ایک تحریر سے شہادت لینے کی ضرورت ہے۔

”شہادت القرآن“ میں مرزا جی خود ہی اس کی میعاد بتلاتے ہیں کہ ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء سے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی تھی۔ (منفصل عبارت صفحہ ۴ کتاب ہذا دیکھو) پس بموجب اقرار مرزا جی، ۲۱ اگست ۱۸۹۳ء کو مرزا سلطان محمد، داماد مرزا احمد بیگ کو دنیا پر رہنے کی اجازت نہ تھی۔ مگر افسوس کہ وہ مرزا کے سینے پر مونگ دلتا ہوا آج یکم دسمبر ۱۹۰۱ء تک زندہ

الف لیلیٰ کے الدین کا چراغ تو نہیں۔



کیمپ ملتان میں ملازم ہے۔ مگر مرزا جی کیا ایسے نرم اور کم گو تھے کہ خاموش ہو جاتے۔ انہوں نے بڑے بڑے امور مشکلہ کو نہایت آسانی سے حل کر دیا تھا تو اس پیشگوئی کا پورا کر لینا تو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

”اس پیش گوئی کے دو حصے تھے ایک احمد بیگ کی نسبت اور ایک اس کے داماد کی نسبت۔ اور پیش گوئی کے بعض الہامات میں جو پہلے سے شائع ہو چکے تھے، یہ شرط تھی کہ توبہ اور خوف کے وقت موت میں تاخیر ڈال دی جائے گی۔ سو افسوس کہ احمد بیگ کو اس شرط سے فائدہ اٹھانا نصیب نہ ہوا، کیونکہ اس وقت اس کی بد قسمتی سے اس نے اور اس کے تمام عزیزوں نے پیش گوئی کو انسانی مکر اور فریب پر حمل کیا اور ٹھٹھا اور ہنسی شروع کر دی اور وہ ہمیشہ ٹھٹھا اور ہنسی کرتے تھے کہ پیش گوئی کے وقت نے منہ دکھلا دیا اور احمد بیگ ایک محرقہ تپ کے ایک دو دن کے حملے سے ہی اس جہان سے رحلت کر گیا۔ تب تو ان کی آنکھیں کھل گئیں اور داماد کی بھی فکر پڑی اور خوف اور توبہ اور نماز و روزہ میں عورتیں لگ گئیں اور مارے ڈر کے ان کے کلیجے کانپ اٹھے۔ پس ضرور تھا کہ اس درجے کے خوف کے وقت خدا اپنی شرط کے موافق عمل کرتا سو وہ لوگ سخت احمق اور نادان اور کاذب اور ظالم ہیں جو کہتے ہیں کہ داماد کی نسبت پیش گوئی پوری نہیں ہوئی بلکہ وہ بدیہی طور پر جہالت موجودہ کے موافق پوری ہو گئی اور دوسرے پہلو کی انتظار ہے۔“ (سراج منیر حاشیہ صفحہ ۳۰)

مرزا جی کا عذر بھی کہ فلاں شخص دل میں توبہ کر گیا۔ نماز، روزہ کا پابند ہو گیا۔ اس بے ایمان عطار کی بوتل سے کم نہیں جس کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے۔ تعجب ہے کہ مرزا جی کے مقرب علم کے مدعی ایسے واہیات تاویلوں کو مان لیتے ہیں بلکہ ان کے نہ ماننے پر غراتے ہیں۔ ناظرین بغور اشتہار مذکور کو دیکھ سکتے ہیں خصوصاً فقرہ زیر خط کو ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ



اس کلام سے اصل غرض کیا ہے یہ عجب (بے ادبی معاف) ڈھکوسلا ہے کہ ”تومان نہ مان میں تیرا مہمان“۔ مخالف اسی طرح اپنی مخالفت پر جما ہوا ہے۔ ذات شریف پر تبرے اور صلواتیں سناتا ہے اور ہاں بوجہ مسلمان ہونے کے نماز بھی پڑھتا ہوگا تو اس کا نام خوف زدہ رکھا جاتا ہے۔ آہم کے متعلق صفحہ ۱۰ کتاب ہذا۔ ایک حدیث کی شہادت سے ثابت کر آئے ہیں کہ اگر آپ کی پیش گوئی سے وہ بھی ڈرتا تو بھی وہ رجوع مستلزم تاخیر عذاب نہ ہوتا چہ جائیکہ وہ مخالفت پر ویسا ہی تلا بیٹھا ہے کہ جیسا اس وقت تھا بلکہ اس سے بھی زائد۔

اس پیش گوئی کے متعلق جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں مرزا جی کی مساعی جمیلہ خاص قابل ذکر ہیں۔ اس ضمن میں بھی ان کے وہ خطوط ہم نقل کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے رشتہ داروں کو اس نکاح کے متعلق بھیجے تھے۔

پہلا خط یہ ہے۔

مشفق مرزا علی شیر بیگ صاحب سلمہ تعالیٰ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھ کو آپ سے کسی طرح سے فرق نہ تھا اور میں آپ کو ایک غریب طبع اور نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں، لیکن اب جو آپ کو ایک خبر سناتا ہوں آپ کو اس سے بہت رنج گذرے گا، مگر میں محض اللہ ان لوگوں سے تعلق چھوڑنا چاہتا ہوں جو مجھے ناچیز بتاتے ہیں اور دین کی پرواہ نہیں رکھتے۔ آپ کو معلوم ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں ان لوگوں کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہو رہی ہے۔ اب میں نے سنا ہے کہ عید کی دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے۔ اور آپ کے گھر کے لوگ اس مشورے میں ساتھ ہیں۔ آپ سمجھتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں، بلکہ میرے کیا دین اسلام کے سخت دشمن ہیں۔ عیسائیوں کو ہنسنا چاہتے ہیں، ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور اللہ و رسول کے دین



کی کچھ بھی پروا نہیں رکھتے۔ اور اپنی طرف سے میری نسبت ان لوگوں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ اس کو خوار کیا جائے، ذلیل کیا جائے، روسیہ کیا جائے۔ یہ اپنی طرف سے ایک تلوار چلانے لگے ہیں۔ اب مجھ کو بچالینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اگر میں اس کا ہوں گا تو ضرور مجھے بچائے گا۔ اگر آپ کے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھ سکتا۔ کیا میں چوہڑا یا چمار تھا جو مجھ کو لڑکی دینا عاریا ننگ تھی۔ بلکہ وہ تو اب تک ہاں سے ہاں ملاتے رہے۔ اپنے بھائی کے لئے مجھے چھوڑ دیا۔ اور اب اس نکاح کے لئے سب ایک ہو گئے۔ یوں تو مجھے کسی کی لڑکی سے کیا غرض، کہیں جائے۔ مگر یہ تو آزما گیا کہ جن کو میں خویش سمجھتا تھا اور جن کی لڑکی کے لئے چاہتا تھا کہ اس کی اولاد ہو اور وہ میری وارث ہو، وہی میرے خون کے پیاسے، وہی میری عزت کے پیاسے ہیں کہ چاہتے ہیں کہ خوار ہو اور اس کا روسیہ ہو۔ خدا بے نیاز ہے جس کو چاہے روسیہ کرے، مگر اب تو وہ مجھے آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں نے خط لکھے کہ پرانا رشتہ مت توڑو۔ خدا تعالیٰ سے خوف کرو۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی بیوی نے خوشی میں آ کر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے، صرف عزت بی بی کے نام کے لئے جو فضل احمد کے گھر میں ہے۔ بے شک وہ طلاق دیدیوے۔ ہم راضی ہیں اور ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے۔ ہم اپنے بھائی کے خلاف مرضی نہیں کریں گے۔ یہ شخص کہیں مرتا بھی نہیں پھر میں نے رجسٹری کرا کر آپ کی بیوی کے نام خط بھیجا، مگر کوئی جواب نہ آیا اور بار بار کہا کہ اس سے کیا ہمارا رشتہ باقی رہ گیا ہے جو چاہے کرے۔ ہم اس کے لئے اپنے خویشوں سے اپنے بھائیوں سے جدا نہیں ہو سکتے۔ مرتا مرتا رہ گیا، کہیں مرا بھی ہوتا۔ یہ باتیں آپ کی بیوی صاحبہ کی مجھے پہنچی ہیں بے شک میں ناچیز ہوں، ذلیل ہوں، خوار ہوں، مگر خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں میری عزت ہے۔ جو چاہتا ہے کرتا

۱۔ اس سے صاف معلوم ہے کہ صرف نکاح پر صدق، کذب موقوف تھا، جو ہو چکا۔ فافہم۔ ۱۲۔



ہے۔ اب جب میں ایسا ذلیل ہوں تو میرے بیٹے سے تعلق رکھنے کی کیا حاجت ہے؟ لہذا میں نے ان کی خدمت میں خط لکھ دیا ہے کہ اگر آپ اپنے ارادے سے باز نہ آویں اور اپنے بھائی کو اس نکاح سے روک نہ دیں، پھر جیسا کہ آپ کی خود منشاء ہے کہ میرا بیٹا فضل احمد بھی آپ کی لڑکی کو اپنے نکاح میں رکھ نہیں سکتا، بلکہ ایک طرف جب محمدی اکا کسی شخص سے نکاح ہوگا تو دوسری طرف فضل احمد آپ کی لڑکی کو طلاق دے دے گا۔ اگر نہیں دے گا تو میں اس کو عاق اور لا وارث کر دوں گا۔ اور اگر میرے لئے احمد بیگ سے مقابلہ کرو گے اور یہ ارادہ بند کرادو گے تو میں بدل و جان حاضر ہوں۔ اور فضل احمد کو جواب میرے قبضہ میں ہے ہر طرح سے درست کر کے آپ کی لڑکی کی آبادی کے لئے کوشش کروں گا۔ اور میرا مال ان کا مال ہوگا۔ لہذا آپ کو بھی لکھتا ہوں کہ آپ اس وقت کو سنبھال لیں اور احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ باز آجائے۔ اور اپنے گھر کے لوگوں کو تاکید کر دیں کہ وہ بھائی کو لڑائی کر کے روک دیں۔ ورنہ مجھے خدائے تعالیٰ کی قسم ہے کہ اب ہمیشہ کے لئے یہ تمام رشتے ناطے توڑ دوں گا۔ اگر فضل احمد میرا فرزند اور وارث بننا چاہتا ہے تو اسی حالت میں آپ کی لڑکی کو گھر میں رکھے گا۔ اور جب آپ کی بیوی کی خوشی ثابت ہو ورنہ جہاں میں رخصت ہوا۔ ایسا ہی سب ناطے رشتے بھی ٹوٹ گئے۔ یہ باتیں خطوں کی معرفت مجھے معلوم ہوئی ہیں میں نہیں جانتا کہ کہاں تک درست ہے۔ واللہ اعلم

راقم خاکسار غلام احمد از لودھیانہ اقبال گنج ۴ مئی ۱۸۹۱ء

دوسرا خط یہ ہے

والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ چند روز تک محمدی مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے۔ اور میں خدائے تعالیٰ کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے

۱۔ آسانی منکو حہ کا نام۔ ۱۲



سارے رشتے ناٹے توڑ دوں گا اور کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ اس لئے نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ۔ اور جس طرح تم سمجھا سکتے ہو اس کو سمجھا دو۔ اور اگر ایسا نہیں ہوگا، تو آج میں نے مولوی نور الدین صاحب اور فضل احمد کو خط لکھ دیا ہے کہ اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد عزت بی بی کے لئے طلاق نامہ لکھ کر بھیج دے۔ اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اس کو عاق کیا جاوے۔ اور اپنے بعد اس کو وارثانہ سمجھا جاوے اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے۔ سو امید رکھتا ہوں کہ شرطی طور پر اس کی طرف سے طلاق نامہ لکھا آ جاوے گا۔ جس کا مضمون یہ ہوگا کہ اگر مرزا احمد بیگ محمدی کا غیر کے ساتھ نکاح کرنے سے باز نہ آوے تو پھر اسی روز سے جو محمدی کا کسی اور سے نکاح ہو جاوے عزت بی بی کو تین طلاق ہے۔ سو اس طرح پر لکھنے سے اس طرف تو محمدی کا کسی دوسرے سے نکاح ہوگا اور اس طرف عزت بی بی پر فضل احمد کی طلاق پڑ جاوے گی۔ سو یہ شرطی طلاق ہے۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ اب بجز قبول کرنے کی کوئی راہ نہیں۔ اور اگر فضل احمد نے نہ مانا تو میں فی الفور اس کو عاق کر دوں گا اور پھر وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہیں پاسکتا۔ اور اگر آپ اس وقت اپنے بھائی کو سمجھا لو تو آپ کے لئے بہتر ہوگا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے عزت بی بی کی بہتری کے لئے ہر طرح سے کوشش کرنا چاہا تھا اور میری کوشش سے سب نیک بات ہو جاتی مگر آدمی پر تقدیر غالب ہے۔ یاد رہے کہ میں نے کوئی بات کچی نہیں لکھی۔ مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ میں ایسا ہی کروں گا۔ اور خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔ جس دن نکاح ہوگا اس دن عزت بی بی کا نکاح باقی نہ رہے گا۔

راقم مرزا غلام احمد از لودھیانہ اقبال گنج ۴ مئی ۱۸۹۱ء

۱۔ مجد صاحب یہ بھی کوئی مسئلہ ہے یا محض تجدید ہے۔ ۱۲



تیسرا خط مرزا جی نے اپنی بہو سے لکھا کر بھجوا یا جو یہ ہے

از طرف عزت بی بی بطرف والدہ

اس وقت میری بربادی اور تباہی کی طرف خیال کرو۔ مرزا صاحب کسی طرح مجھ سے فرق نہیں کرتے۔ اگر تم اپنے بھائی میرے ماموں کو سمجھاؤ تو سمجھا سکتے ہو۔ اگر نہیں، تو پھر طلاق ہوگی اور ہزار طرح کی رسوائی ہوگی۔ اگر منظور نہیں تو خیر۔ جلدی مجھے اس جگہ سے لے جاؤ پھر میرا اس جگہ ٹھہرنا مناسب نہیں۔

اس خط پر مرزا صاحب کی طرف سے یہ ریمارک ہیں

جیسا کہ عزت بی بی نے تاکید سے کہا ہے، اگر نکاح رک نہیں سکتا تو پھر بلا تو قف عزت بی بی کے لئے کوئی قادیان سے آدمی بھیج دو تا کہ اس کو لیجاوے۔

چوتھا خط یہ ہے

مشفق مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ صاحب سلمہ تعالیٰ

السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ قادیان میں جب واقعہ ہانکہ محمود فرزند آں مکرّم کی خبر سنی تھی تو بہت درد اور رنج اور غم ہوا لیکن بوجہ اس کے کہ یہ عاجز بیمار تھا اور خط نہیں لکھ سکتا تھا اس لئے عزا پرسی سے مجبور رہا۔ صدمہ وفات فرزند ان حقیقت میں ایک ایسا صدمہ ہے کہ شاید اس کے برابر دنیا میں اور کوئی صدمہ نہ ہوگا، خصوصاً بچوں کی ماؤں کے لئے سخت مصیبت ہوتی ہے۔ خداوند تعالیٰ آپ کو صبر بخشے اور اس کا بدل صاحب عمر عطا کرے۔ اور عزیز مرزا محمد بیگ کو عمر دراز بخشے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی بات اس کے آگے انہونی نہیں۔ آپ کے دل میں گو اس عاجز کی نسبت کچھ غبار ہو، لیکن خداوند علیم جانتا ہے کہ اس عاجز کا دل بکلی صاف ہے اور خدائے قادر مطلق سے آپ کے لئے خیر و برکت چاہتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ میں کس طریق اور کن لفظوں میں بیان کروں تا کہ



میرے دل کی محبت اور خلوص اور ہمدردی جو آپ کی نسبت مجھ کو ہے، آپ پر ظاہر ہو جائے۔ مسلمانوں کے ہر ایک نزاع کا اخیری فیصلہ قسم پر ہوتا ہے جب ایک مسلمان خدائے تعالیٰ کی قسم کھا جاتا ہے تو دوسرا مسلمان اس کی نسبت فی الفور دل صاف کر لیتا ہے۔ سو ہمیں خدائے تعالیٰ قادر مطلق کی قسم ہے کہ میں اس بات میں بالکل سچا ہوں کہ مجھے خدائے تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا تھا کہ آپ کی دختر کلاں کا رشتہ اس عاجز سے ہوگا۔ اگر دوسری جگہ ہوگا تو خدائے تعالیٰ کی تنبیہیں وارد ہوں گی اور آخر اسی جگہ ہوگا کیونکہ آپ میرے عزیز اور پیارے تھے اس لئے میں نے عین خیر خواہی سے آپ کو بتلایا کہ دوسری جگہ اس رشتے کا کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا۔ میں نہایت ظالم تباہ ہوتا جو آپ پر ظاہر نہ کرتا۔ اور میں اب بھی عاجزی اور ادب سے آپ کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ اس رشتہ سے آپ انحراف نہ فرماویں کہ یہ آپ کی لڑکی کے لئے نہایت درجہ موجب برکت ہوگا، اور خدائے تعالیٰ ان برکتوں کا دروازہ کھول دے گا جو آپ کے خیال میں نہیں۔ کوئی غم اور فکر کی بات نہیں ہوگی جیسا کہ یہ اس کا حکم ہے جس کے ہاتھ میں زمین و آسمان کی کنجی ہے۔ تو پھر کیوں اس میں خرابی ہوگی۔ اور آپ کو شاید معلوم ہوگا یا نہیں کہ یہ پیشین گوئی اس عاجز کی ہزار ہا لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا کہ جو اس پیشین گوئی پر اطلاع رکھتا ہے اور ایک جہاں کی اس طرف نظر لگی ہوئی ہے۔ اور ہزاروں پادری شرارت سے نہیں، بلکہ حمایت سے منتظر ہیں کہ یہ پیشین گوئی جھوٹی نکلے تو ہمارا پلہ بھاری ہو۔ لیکن یقیناً خدائے تعالیٰ ان کو رسوا کرے گا اور اپنے دین کی مدد کرے گا۔ میں نے لاہور میں جا کر معلوم کیا کہ ہزاروں مسلمان مساجد میں نماز کے بعد اس پیشین گوئی کے ظہور کے لئے بصدق دل دعا کرتے ہیں۔ سو یہ ان کی ہمدردی اور محبت ایمانی کا تقاضا ہے اور یہ عاجز جیسے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

۱۔ جب ہی تو ذلت کی موجب ہوئی ہے۔ ۱۲



مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ پْر اِيْمَان لايَا هِي، وَيَسِي هِي خِدَايْ تَعَالِي كِي اِن الْهَامَات پْر جُو تَوَاتِر  
سِي اس عَاجِز پْر هُوِي، اِيْمَان لَاتَا هِي۔ اور آپ سِي مَلْتَمَس هِي كِي آپ اِيْنِي هَاتْه سِي اس  
پِيْشِيْن كُوِي كِي پُوْرَا هُونِي كِي لِيْ مِعَاوَن بِنِيْن تَا كِي خِدَايْ تَعَالِي كِي بَرَكْتِيْنِ اِيْنِي پْر نَازِل  
هُون۔ خِدَايْ تَعَالِي سِي كُوِي بِنْدِه لُڑَايِي نِهِيْن كَر سَكْتَا اور جُو اَمْر آسْمَان پْر تْهِيْر چَكَا هِي زَمِيْن پْر وِه  
هَر كَز بَدَل نِهِيْن سَكْتَا۔ خِدَايْ تَعَالِي اِيْنِي كُو دِيْن اور دُنْيَا كِي بَرَكْتِيْنِ عَطَا كَرِي۔ اور اَب اِيْنِي  
كِي دَل مِيْن وِه بَات ڈَالِي جَس كَا اس نِي آسْمَان پْر سِي مَجْهِي الْهَام كِيَا۔ اِيْنِي كِي سَب غَم دُور  
هُون اور دِيْن اور دُنْيَا دُونُونِ اِيْنِي كُو خِدَايْ تَعَالِي عَطَا فَرْمَاوِي۔ اِكْر مِيْرِي اس خَط مِيْن كُوِي  
نَا مَلَا نَم لَفْظ هُو تُو مِعَا فَرْمَا دِيْن۔ وَالسَّلَام

خَا كَسَا رَا حَقْر الْعِبَادِ غَلَامِ اِحْمَدِ عَفِي عِنْدِي ١٧ جُولَايِي ١٨٩٢ء

بُرُوز جُمُعَه (اَز كَلِمَه فَضْل رَحْمَانِي)

اِن لَفْظُونِ سِي ظَا هِر هِي كِي مَرْزَا جِي اِيْنِي اِعْرَاضِ نَفْسَانِي كُو پُوْرَا كَرْنِي كِي لِيْ  
عَمُوْمًا بِقَوْلِ حَافِظِ شِيْرَازِي

حَافِظَا مِيْ خُوْرُوْرِنْدِي كُنْ وَخُوشْ بَاشْ وِلِي

دَامْ تَزُوِيْر مَكْنِ چُوْنِ دَكْرَا اِن قُرْآنِ رَا

اِسْلَام اور قُرْآنِ هِي كُو پِيْشِيْن كِيَا كَرْتِي هِيْن مَكْر چُوْنَكِي خِدَا اِيْنِي دِيْن كَا اِيْنِي حَامِي هِي  
كِي اِيْسِي وَيَسِي الْهَامِي وَغِيْرِه كِي حَمَايْتِ پْر اِس كِي اِمْدَادِ مَوْقُوفِ نِهِيْن، اِس لِيْ هِمِيْشِه مَرْزَا جِي كُو  
نَا كَامِي هُوْتِي هِي اور يِه بَهِي اِيْك مَعْنِي هِي قَطْعِ الْوَتِيْنِ اِكِي۔ اِنْتِهِي۔

نَاظِرِيْنِ خِدَارِ اِنصَافِيْ! كِيَا اِيْسِي هِي پِيْشِيْنِ كُوِي كَرْنِي وَا لِيْ كُو مَطَابِقِ ﴿اِلَّا مَنِ

اِرْتَضٰى مِنْ رَسُوْلٍ﴾ كِي نَبِيْ اور رَسُوْلِ بِنِيْنِي كَا حَقْ هِي۔ چِنَا نِچِي قَا دِيَا نِي صَا حَبِ اِس اِسْتِهَارِ سِي

اِيْ آيْتِ لِقَطْعِنَا مِنْهُ الْوَتِيْنِ (اِس كِي شَرِكْ كَا ثَدِيْنِ كِي) كِي طَرَفِ اِسْهَارِه هِي۔ ١٢ مَنِي



پہلے بھی بڑے زور سے لکھ چکے ہیں۔ دیکھو تو صبح صفحہ ۱۸ کہ

۱..... محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ خدائے تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔

۲..... امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں۔

۳..... رسولوں اور نبیوں کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے۔

۴..... مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے۔

۵..... وہ بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے۔

۶..... انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں با آواز بلند ظاہر کرے۔

۷..... اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور نبوت کے معنی بجز

اس کے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جاویں۔ اتنی عبارت۔

امروہی صاحب کیا یہ پیشین گوئیاں اور دعائیں مشتمل نمونہ از خروارے آپ کے

پیغمبر کی نبوت پر اور آپ کے ایمان پر خاک نہیں ڈالتیں۔ بالفرض اگر پیشین گوئی بھی سچی

نکلے اور دعا بھی مستجاب ہو تو کیا فرمان "خاتم النبیین" کے برخلاف آنحضرت ﷺ کے بعد

کوئی نبی بھی ہو سکتا ہے؟

**سوال:** بعد آنحضرت ﷺ کے کوئی نبی یا رسول صاحب شرع جدید نہیں ہو سکتا۔ کما قال

الشیخ الاکبر فی الباب الثالث والسبعین وهذا معنی قوله ﷺ ان الرسالة والنبوة

قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی ای لانبی بعدی یكون علی شرع

یخالف شرعی. الخ۔ اور قادیانی نبوت اور رسالت غیر تشریحیہ کا مدعی ہے۔



**جواب:** پہلے گزر چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے علی کرم اللہ وجہہ کو ہارون العلیہ سے تشبیہ دے کر الا انہ لانبوة بعدی کے ساتھ نبوت کی نفی کر دی مع آنکہ ہارون کی نبوت غیر تشریح تھی، یعنی موسوی شریعت سے الگ کوئی شرع ان کے پاس نہیں تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بعد آنحضرت ﷺ کے کوئی نبی غیر مشرعی بھی نہیں ہو سکتا۔ رہا شیخ اکبر کا حوالہ سو وہ قادیانی کو مضر ہے، مفید نہیں۔ کیونکہ وہ اسی باب میں عیسیٰ ابن مریم بعینہ بغیر کسی مثل کے زندہ بجسدہ العنصری زمین پر اتارتے ہیں۔ دیکھو اسی باب کا صفحہ ۶۔ جس میں لکھتے ہیں۔ ابقی اللہ بعد رسول اللہ ﷺ من الرسل الا حياء باجسادہم فی هذه الدار الدنيا ثلثة الی ان قال و ابقی فی الارض ایضاً الیاس و عیسی و کلاہما من المرسلین۔ اور نیز حضرت شیخ گو کے بعد آنحضرت ﷺ کے مقام نبوت کی تحقق کا قول فرماتے ہیں۔ مگر نبی کہلوانے اور کہنے کو جائز نہیں رکھتے۔ چنانچہ اسی باب کے صفحہ ۴ پر لکھتے ہیں: فسد دنا باب اطلاق النبوة علی هذا المقام۔ اور نیز فتوحات کے فصل تشہد میں فرماتے ہیں فانہ لو عطف علیہ سلم علی نفسه من جهة النبوة وهو باب قدسہ اللہ کما سد باب الرسالة عن کل مخلوق بعد رسول اللہ ﷺ الی یوم القيامة یعنی آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت اور رسالت کا دروازہ سب مخلوق پر بند کیا گیا۔

**سوال:** قادیانی کی اس قدر مغلطہ قسمیں کس طرح جھوٹی سمجھی جاویں۔

**جواب:** پہلے ملہمین و محدثین لکھ گئے ہیں کہ کبھی شیطان انسان کے قلب پر بہکانے کے لئے کوئی مضمون خاص ڈالتا ہے اور کبھی امر عام جس سے نتائج عجیبہ و غریبہ نکلو اتا ہے۔ جیسا کہ مانحن فیہ میں قادیانی صاحب نتائج نکال رہے ہیں۔ قال الشیخ الاکبر فی الباب الخامس والخمسين وحدث فی ما بینہما فی الانسان شیطان معنوی۔ الخ کما مر فی صفحہ ۴۱-۴۲ من هذا الكتاب۔ یعنی شیاطین بعض آدمی کو ایسا مضمون پکڑا دیتے ہیں



جس سے وہ نتائج مہلکہ نکالتا ہے اور اس اغوا شیطانی کی تردید نہیں کر سکتا اور پھر ایسا مشاق ہو جاتا ہے کہ شیطان کو بھی شاگرد بنا لیتا ہے۔ کما قال الشيخ فی هذا الباب و ما علموا ان الشیاطین فی تلک المسائل تلمیذ لهم یتعلم منهم۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ سرور عالم شہ لولاک و مالک اعطیت علم الاولین و الآخِرین ﷺ نے تمام امور کو جو قیامت تک ہونیوالے ہیں، بطور پیشین گوئی کے بیان فرمایا ہے۔ حذیفہ بن الیمان کی حدیث صحیحین میں ملحوظ ہو۔ چنانچہ اس مدت تیرہ سو برس تک صدہا امور جو احادیث میں مندرج تھے، مطابق ارشاد نبوی علی صلحہ الصلوٰۃ والسلام ظہور میں آ کر حجت علی المنکرین ہوئے۔ من جملہ ان کے ایک پیشین گوئی یہ بھی ہے جو بروایت مقدم بن معدیکرب ابن ماجہ اور دارمی و ابوداؤد میں مذکور ہے۔

ترجمہ حدیث: فرمایا آنحضرت ﷺ نے مجھے قرآن بھی دیا گیا ہے اور قرآن کے ساتھ اس کی مثل بھی۔ خبردار ہو! قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا (کھاتا پیتا مغرور) شخص اپنے چھپر کٹ پر بیٹھا یہ کہے گا کہ تم صرف قرآن ہی کو لو اور اس میں جو حلال ہو اس کو حلال سمجھو اور جو حرام ہو اس کو حرام خیال کرو۔

تحقیق یہ ہے کہ جس کو رسول اللہ ﷺ حرام فرماتے ہیں وہ بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ خدا نے اسے حرام کیا ہے۔ یہ پیشین گوئی ۱۳۰۸ھ میں ظاہر ہوئی یعنی مرزا غلام احمد قادیانی نے احادیث کی صحت کا مدار قرآن مجید کو مطابق اجتہاد و استنباط اپنی کے ٹھہرایا۔ یعنی پہلے قرآن کریم کا مطلب حسب مدعی اپنے کے ٹھہرایا جاوے گا کہ نصوص کا انکار و تحریف ہی ہو اور بعد ازاں احادیث کو اگرچہ مع الصحت شہرت بھی رکھتی ہوں، پھینک دیا جاوے گا۔ ہاں اگر حدیث کو بھی پیرایہ تحریف پہنایا جاوے گا کہ صحت ہم ندارد۔ تو البتہ مقبول ہو سکتی ہے۔

قادیانی اور اس کے تابعین کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی پیشین گوئی



فرمائی ہے جو ترجمان غیب تھے۔ عن ابن عباس قال خطبنا عمر فقال يا ايها الناس سيكون قوم من هذه الامة يكذبون بالرجم ويكذبون بالدجال ويكذبون بطلوع الشمس من مغربها الخ۔ ترجمہ۔ کہا ابن عباس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں پیشین گوئی فرمائی کہ اے لوگو! اس امت میں سے ایک قوم پیدا ہونے والی ہے جو رجم کی تکذیب کرے گی اور دجال معبود کا انکار کرے گی اور مغرب کی طرف سے آفتاب کے طلوع ہونے کو باطل کہے گی۔ الخ (ازلۃ الخفاص ۱۸۱)

نیز آنحضرت ﷺ نے ان تیس کذابوں کے وجود سے اطلاع دی جو کہ اپنے کو خدا کا نبی زعم کریں گے۔ سيكون في امتي كذابون ثلثون كلهم يزعم انه نبي الله، راوی ثوبان، ابو داؤد، ترمذی، مشکوٰۃ۔ اور نیز ان تیس دجالوں کے حدوث سے آگاہ فرمایا جو اپنے کو خدا کا رسول ہونا زعم کریں گے۔ لا تقوم الساعة حتى يبعث دجالون كذابون قريب من ثلثين كلهم يزعم انه رسول الله۔ (ابو ہریرہ، صحیح بخاری، صحیح مسلم)۔ پس اگر ان پیشین گوئیوں کو بھی خارج میں مطابق کر کے دیکھا جاوے تو مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی اور حمدان بن قرمط اور محمد بن عبدالوہاب کے بعد یہی قادیانی صاحب ہیں، جنہوں نے اپنے کو نبی سمجھا۔ اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۷۳ میں آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کے تحت لکھا کہ آنے والے کا نام جو احمد کہا گیا ہے وہ بھی اسی مثیل کی طرف اشارہ ہے اور اشتہار ”معیار الاخیار“ میں شائع کیا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ قل يا ايها الناس اني رسول الله اليكم جميعا فهل انتم مسلمون یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے قادیانی، لوگوں سے یہ کہہ دے کہ میں تم سب کی طرف خدا کا رسول ہو کر آیا ہوں۔ وغیرہ وغیرہ۔



## علامات ظہور مہدی

ناظرین پر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہوگا کہ امر وہی صاحب اپنے اس قول  
 و اشهد ان محمدا خاتم النبیین لا نبی بعدہ میں تب ہی صادق سمجھے جاویں گے  
 جب کہ قادیانی صاحب کو نبوت کے دعویٰ میں کاذب سمجھیں اور مشاہرہ معینہ کی لالچ کو چھوڑ  
 کر اللہ تعالیٰ کو مطلق رزاق جانیں۔

ناظرین کو معلوم ہو کہ قادیانی صاحب نے اپنے مسیح موعود ہونے پر اس حدیث رسول  
 سے استدلال کیا ہے جس میں خسوف اور کسوف رمضان المبارک میں جمع ہونا نزول مسیح کی علامت  
 فرمائی گئی ہے۔ اور کہتے ہیں کہ میرے دعوے کے ثبوت میں یہ دونوں باتیں جمع ہو گئیں۔ دیکھو مکتوب  
 عربی صفحہ ۷۷۔ ایسا ہی اس نبی کے مومن امر وہی صاحب اپنی کتاب شمس بازغہ صفحہ ۳ سطر ۲۰ پر فرماتے ہیں۔  
**قولہ:** مثلاً اجتماع سورج گرہن و چاند گرہن کا ماہ مبارک رمضان شریف میں جو نشان  
 صدق مہدی علیہ السلام کا کتب احادیث میں مندرج تھا جب کہ ۱۳۱ھ میں واقع ہوا تو تمام دنیا  
 میں پیشتر وقوع ہی سے اس کا شہرہ ہو گیا تھا۔ ہیئت دانوں اور منجموں نے پیشتر وقوع سے ہی  
 اس کو شائع کر دیا تھا اور بعد ازاں وقوع تو کوئی بستی بھی نہ رہی ہوگی جس میں اس کا چرچا  
 واقع نہ ہوا ہو۔ اب کس کی مجال ہے کہ اس کو مخفی کرے۔

**اقول:** دارقطنی میں محمد بن علی سے مروی ہے کہ مہدی موعود کے ظہور کے لئے دو ایسی  
 علامتیں ہیں جو ابتدا پیدائش آسمان و زمین سے کبھی واقع نہیں ہوئیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ  
 رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن ہوگا اور نصف رمضان میں کسوف آفتاب ہوگا۔ ان  
 للمہدی ایتین لم تکونا منذ خلق السموات والارض ینکسف القمر فی  
 اول لیلۃ من رمضان و تنکسف الشمس فی نصف منہ۔ لفظ ”فی اول لیلۃ



من رمضان“ کا ترجمہ لڑ کے بھی جانتے ہیں کہ رمضان کی پہلی رات یعنی پہلی رات رمضان میں خسوف ہوگا اور رمضان کے پندرہویں دن کو خسوف۔ انقلاب زمانہ کی وجہ سے چونکہ ہلال کو بھی قمر کی طرح خسوف عارض ہوگا تو گویا ہلال قمر ہوا لہذا اس حدیث میں قمر کا اطلاق بھی پہلی رات کے چاند پر کیا گیا۔ چنانچہ تغیر زمانہ کی وجہ سے قریب قیامت کے ایک دن والے کو بوڑھا کہا جائے گا۔ سو یہ آج تک واقع نہیں ہوا اور نیز یہ نزول مسیح کی علامت نہیں بلکہ یہ ظہور مہدی کی علامت ہے کہ برخلاف عادت زمان اور برخلاف حساب منجمان رمضان کی پہلی تاریخ خسوف ہوگا اور اسی کی پندرہویں کو خسوف ہوگا اور جیسا کہ یہ علامت ظہور مہدی کی وقوع میں نہیں آئی۔ ایسا ہی باقی علامات بھی آج تک ظاہر نہیں ہوئیں۔

۱..... قریب ظہور مہدی کے دریائے فرات کھل جائے گا اور اس میں ایک سونے کا پہاڑ ظاہر ہوگا۔  
۲..... آسمان سے ندا ہوگی الا ان الحق فی ال محمد ﷺ اے لوگو حق آل محمد ﷺ میں ہے۔

### شناخت مہدی کی علامت

۱..... ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کا کرتہ، تیغ اور علم ہوں گے یہ نشان بعد آنحضرت ﷺ کبھی نہ نکلا ہوگا اس پر لکھا ہوگا البیعة لله بیعت اللہ کے واسطے ہے۔

۲..... امام مہدی کے سر پر ایک بادل سایہ کرے گا اس میں سے ایک پکار نیوالا پکارے گا  
هذه المهدی خلیفة اللہ فاتبعوہ یہ مہدی خلیفہ خدا کا ہے اس کا اتباع کرو۔

۳..... ایک سوکھی شاخ خشک زمین میں لگائیں گے، ہری ہو جاوے گی اس میں برگ و بار آوے گا۔  
۴..... وبعقبہ کے خزانہ کو نکال کر تقسیم کر دیں گے۔

۵..... دریا ان کے لئے یوں پھٹ جائے گا جیسا کہ بنی اسرائیل کے لئے پھٹ گیا تھا۔



۶..... ان کے پاس تابوت سیکنہ ہوگا جسے دیکھ کر یہود ایمان لائیں گے، مگر چند۔

۷..... امام مہدی اہل بیت نبوی سے ہوں گے۔ عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ لا تذهب الدنيا ولا تنقضى حتى يملك رجل من اهل بيتي يواطى اسمه اسمي (ابوداؤد، ترمذی) دنیا ختم نہ ہوگی جب تک میری اہل بیت سے ایک شخص جس کا نام میرے نام محمد (ﷺ) پر محمد ہوگا، دنیا کا مالک نہ ہو جائے۔ ابوداؤد کی دوسری روایت میں ہے یواطى اسمه اسمي واسم ابیه اسم ابی اس کا نام میرے نام پر اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا۔ یعنی محمد بن عبد اللہ المہدی من عترتی من ولد فاطمة (ابوداؤد حاکم، ابن ماجہ)۔ عن ام سلمہ۔ مہدی میرے کنبہ میں سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد سے ہوں گے۔

۸..... ان کا مولد مدینہ طیبہ ہے۔ (رواہ ابو نعیم) عن علی کرم اللہ وجہہ۔

۹..... مہاجر یعنی جگہ ہجرت ان کی بیت المقدس ہوگی۔

۱۰..... حلیہ ان کا یہ ہے۔ کہ گندم رنگ، کم گوشت، میانہ قد، کشادہ پیشانی، بلند بینی، کمان ابرو، دونوں ابروؤں میں فرق، بزرگ اور سیاہ چشم، سرگیں آنکھ، دانت روشن اور جدا جدا، دہنے رخسار پر تل سیاہ، چہرہ نورانی ایسا روشن جیسا کوب دُری، ریش پُر انبوه، کشادہ ران، عربی رنگ، اسرائیلی بدن، زبان میں لکنت، جب بات کرنے میں دیر ہوگی تو ران چپ پر

۱۔ قادیانی صاحب اشتہار مذکور میں لکھتے ہیں کہ مہدی موعود کے فاطمی ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ اجماعی حضرت ضرورت تو اس لئے ہوئی کہ مخبر صادق ﷺ نے خبر دی ہے۔ آپ فرمائیے کہ مغل بچہ ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ پھر فرماتے ہیں مہدی موعود بجائے نواسہ ہونے کے آپ کا بیٹا ہونا چاہیے تھا۔ کیوں حضرت! کوئی چار کونسلی مضمون تو نہیں بلکہ آپ ﷺ کو جیسا بذریعہ وحی معلوم ہوا، اسی طرح بیان فرمایا۔ آپ فرمائیے کہ فاطمی ہونے کی منافات کیا ہے؟ مہدویت، بلکہ تبلیغ و احیاء دین کا زیادہ مستحق اور وارث فاطمی ہی ہے۔ ۱۲ منہ۔



ہاتھ ماریں گے، کف دست میں نبی ﷺ کی نشانی ہوگی۔ یہ سب احادیث مؤلفات نواب محمد صدیق حسن سے لی گئی ہیں۔

ناظرین کو معلوم ہو کہ یہ پیشین گوئی اور ایسی ہی مسیح موعود والی اور ایسی ہی دجال شخصی کی ان سب میں جو آنحضرت ﷺ نے مفصل طور پر حلیہ کا بیان فرمایا جس میں کسی قسم کا اشتباہ نہ ہو، گویا یہ پیشین گوئی درپیشین گوئی ہے یعنی غلام احمد قادیانی یا امثال اس کے مسیح موعود ہونے یا مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کریں گے۔ اور بالخصوص غلام احمد قادیانی دجال شخصی کا منکر ہوگا گویا آپ نے پہلے ہی مفصل حلیہ بیان فرما کر ان کی تکذیب پر علامات سمجھا دیئے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر ان خلل اندازوں کا آنحضرت ﷺ کو علم اور اندیشہ نہ ہوتا تو بیان میں اتنے اہتمام کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ضرورت کی وجہ تو یہی ہے کہ یہ مدعیان اور ان کے مؤیدان، جیسے امر وہی صاحب

دوز طمع دیدہ ہوشمند

یا یوں کہو۔

ازاں بہ کہ جاہل بود غمگسار

کے مصداق اور ان جیسے دوسرے حضرات جو حق بین والی آنکھ سے اور صراط مستقیم پر چلنے والے قدم سے محروم ہیں اور عزت اسلام سے سربرہنہ۔ بیٹ

گنجان و لنگڑان و کوران و شل ہر آں جا کہ باشند در آں جا خلل

امت مرحومہ کو دھوکا نہ دے سکیں فسبحان من جعلہ ﷺ حریص علیکم  
بالمؤمنین رؤف رحیم آپ نے کمال خیر خواہی سے یہ بیان تفصیلی فرمایا۔



## نزول مسیح ابن مریم کی متعلقہ احادیث

ابناظرین نزول مسیح بن مریم کی احادیث کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

۱..... آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہو اور وہ تم میں نزول فرمائیں گے۔ جب ان کو دیکھو تو (اس حلیہ سے) پہچان لو۔ قد درمیانہ، رنگ سرخ و سفید، لباس زردی مائل گویا ان کے سر سے باوجود تر نہ کرنے کے پانی ٹپکتا ہوگا۔ وہ دین اسلام کے لئے لوگوں سے جنگ و قتال کریں گے۔ صلیب کو توڑیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ خدائے تعالیٰ ان کے زمانہ میں تمام مذاہب کو محو کر دے گا۔ صرف اسلام باقی رہے گا۔ وہ دجال کو ہلاک کریں گے اور زمین پر چالیس سال تک قیام فرمائیں گے اور پھر وفات پائیں گے اور مسلمان ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے۔

۲..... آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر لڑتی رہے گی اور قیامت تک غالب رہے گی۔ پس عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام اتریں گے، تو امیر جماعت کہے گا۔ آئیے نماز پڑھائیے۔ وہ فرمائیں گے۔ نہیں! تم ایک دوسرے کے امام ہو خدا نے اس امت کو یہ بزرگی دی ہے کہ پیغمبر بنی اسرائیل امت محمدی کے پیچھے اقتداء کریں گے۔ مسلم کی یہ حدیث جو بروایت جابر ہے، واضح طور پر بیان کرتی ہے، مسلم کی دوسری حدیث کو جو بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے۔ کیف اذ انزل فیکم ابن مریم و امامکم منکم یعنی و امامکم منکم سے دوسرا شخص عیسیٰ بن مریم کا مغائر مراد ہے، نہ جیسا کہ مرزا جی نے اپنے مطلب کے لئے وہو امامکم نکال کر امام بھی وہی ابن مریم یعنی مثیل ابن مریم ٹھہرایا ہے۔

۳..... آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں شب معراج میں ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ سے ملا



قیامت کے بارے میں گفتگو ہونے لگی۔ فیصلہ حضرت ابراہیم کے سپرد ہوا، انہوں نے کہا مجھے اس کی کچھ خبر نہیں۔ پھر حضرت موسیٰ پر بات ڈالی گئی انہوں نے کہا مجھے اس کی کچھ خبر نہیں۔ پھر حضرت عیسیٰ پر اس کا تصفیہ رکھا گیا انہوں نے کہا قیامت کے وقت کی خبر تو خدائے تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی نہیں۔ ہاں خدائے تعالیٰ نے میرے ساتھ یہ عہد کیا ہے کہ قیامت سے پہلے دجال نکلے گا اور میرے ہاتھ میں شمشیر برندہ ہوگی جب وہ مجھے دیکھے گا تو پکھلنے لگے گا جیسے رانگ پکھل جاتا ہے۔

ناظرین! ذرا مرزا جی سے پوچھیں کہ کیا شب معراج میں آپ ہی تھے اور اگر آپ کے عیسیٰ بن مریم نے نزول بروزی بصورت قادیانی سے خبر دی تو آنحضرت ﷺ نے اپنے نزول بروزی بصورت قادیانی سے، جیسا کہ آپ کا مزعوم ہے کیوں نہ خبر دی۔

۴..... آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ مجھے خدا پاک کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ بیشک قریب ہے کہ ابن مریم تم میں حاکم عادل ہو کر اتریں گے، صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کو اٹھائیں گے، مال کی کثرت ہو جائے گی اور زرو مال کو کوئی قبول نہ کرے گا یہاں تک کہ تمام دنیا اور دنیا بھر کے مال و متاع سے ایک سجدہ کرنا اچھا معلوم ہوگا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے اگر تم ارشاد نبوی ﷺ کے ساتھ قرآن سے دلیل چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو **وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ** (النساء: ۱۵۹)

۵..... عیسیٰ علیہ السلام زمین میں چالیس سال قیام فرمائیں گے اگر وہ پتھر پللی زمین سے کہہ دیں کہ شہد ہو کر بہہ جاوہ بہہ چلے۔ پہلی حدیث ابو داؤد، دوسری مسلم، تیسری مسند احمد، چوتھی بخاری، پانچویں مسند کی ہے اور مختلف صحابہ سے مروی ہیں امام شوکانی نے کتاب التوضیح میں ان احادیث کو متواتر کہا ہے۔



خصوصیات زمانہ نزول مسیح ﷺ

۱..... ان کے زمانہ میں جزیہ نہ لیا جائے گا کیونکہ مال کی مسلمانوں کو کچھ ضرورت نہ ہوگی۔  
آج کے عیسیٰ بننے والے خود ہی چندہ کے (کبھی تو بحیلہ منارہ اور کبھی بہ بہانہ تصنیف  
اور کبھی بذریعہ مسافر نوازی) محتاج ہیں۔

۲..... مسلمان اپنے مال کی زکوٰۃ نکالے گا اور اسے زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ ملے گا۔ سب متمول  
اور تو نگر ہوں گے۔ آج دنیا کی تمام اقوام میں سب سے زیادہ مفلس اور غریب  
مسلمان ہیں۔ زکوٰۃ دہندگان نہایت ہی قلیل ہیں۔

۳..... آپس کے بغض اور عداوتیں جاتی رہیں گی۔ سب میں اتحاد اور محبت قائم ہو جائے گی۔  
۴..... ہرزہ ریلے جانور کا زہر جاتا رہے گا۔ وحوش میں سے درندگی نکل جائے گی۔ آدمی کے  
بچے سانپ بچھو سے کھیلیں گے، ان کو کچھ ضرر نہ ہوگا۔ بھیڑ یا بکری کے ساتھ چرے گا۔  
۵..... زمین صلح سے بھر جاوے گی۔

۶..... زمین کو حکم ہوگا کہ اپنے پھل پیدا کر۔ اور اپنی برکت لوٹا دے۔ اس دن ایک انار کو ایک  
گروہ کھائے گا۔ اور انار کے چھلکے کو بنگلہ سا بنا کر اس کے سایہ میں بیٹھیں گے۔ دودھ میں  
برکت ہوگی یہاں تک کہ ایک دودھارا اونٹنی آدمیوں کے بڑے گروہ کو، دودھار گائے ایک  
برادری کے لوگوں کو اور دودھار بکری ایک جدی شخصوں کو کفایت کرے گی۔

۷..... گھوڑے سستے بکیں گے کیونکہ لڑائی نہ رہے گی۔ نیل گراں قیمت ہو جاویں گے کیونکہ  
تمام زمین کاشت کی جائے گی۔

سیرت مسیح ﷺ

۱..... عیسیٰ ﷺ جامع مسجد دمشق میں مسلمانوں کے ساتھ نماز عصر پڑھیں گے۔ پھر اہل  
دمشق کو ساتھ لے کر طلب دجال میں نہایت سیکنہ سے چلیں گے۔ زمین ان کے لئے



سمٹ جاوے گی۔ ان کی نظر قلعوں کے اندر گاؤں کے اندر تک اثر کر جاوے گی۔

۲..... جس کافر کو ان کے سانس کا اثر پہنچے گا وہ فوراً مر جائے گا۔

۳..... یہ بیت المقدس کو بند پاویں گے۔ دجال نے اس کا محاصرہ کر لیا ہوگا۔ اس وقت نماز صبح کا وقت ہوگا۔

۴..... ان کے وقت میں یا جوج ماجوج خروج کریں گے۔ تمام خشکی و تری پر پھیل جائیں گے۔ حضرت عیسیٰ مسلمانوں کو کوہ طور پر لیجاویں گے۔

۵..... یہ روضہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مدفون ہوں گے مسلمان ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے۔

۶..... دجال کو باب لڈ پر قتل کریں گے۔ اس کا خون اپنے نیزہ پر لوگوں کو دکھلائیں گے۔

امروہی صاحب! دعویٰ کرنا تو آسان ہے مگر ثبوت دینا مشکل ہو جاتا ہے۔

ناظرین کو بعد ملاحظہ مضامین احادیث صحیحہ مذکورہ بالا کے کا لشمس فی نصف النہار

واضح ہو چکا ہے کہ مسیح موعود وہی مسیح بن مریم ہے نہ مثیل اس کا۔ بعد اس قطعی المراد ہونے

اس نبی اللہ کے احادیث نزول سے غلام احمد قادیانی وغیرہ ہرگز مراد نہیں ہو سکتے۔ اب کسی

فقہرہ احادیث میں اگر مجاز و تشبیہ و استعارہ بھی ہو، تو وہ دلیل اس پر نہیں ہو سکتی کہ عیسیٰ بن مریم

کے لفظ سے مجاز وغیرہ کے طور پر قادیانی لیا جاوے، کیونکہ یہاں پر قرینہ صارفہ قطعیۃ الدلالة

موجود ہے۔ مرزا صاحب کا اجتماع کسوف و خسوف کو جو مہدی کے ظہور کے علامات میں سے

ہیں اور ابھی تک وقوع میں نہیں آیا۔ کما مر۔ اپنے مسیح موعود ہونے کے لئے دلیل ٹھہرانا مہنی

ہے اس پر کہ ان کے نزدیک مسیح موعود اور مہدی موعود ایک ہی شخص ہے۔ اور اوپر احادیث

صحیحہ سے واضح ہو چکا ہے کہ مسیح موعود تو ابن مریم، خدا کا نبی ہے۔ جس کے اور آنحضرت

ﷺ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔ اور مہدی اہل بیت نبوی سے ہوگا۔ مرزا صاحب بمع



اتباع کے لا مہدی الاعیسیٰ کے ساتھ متمسک ہیں، مگر یہ استدلال بالکل ضعیف اور اوہن من بیت العنکبوت ہے کیونکہ

۱..... اول تو یہ حدیث علامہ زرقانی نے مردود ٹھہرائی ہے۔

۲..... دوئم یہ کہ اس کو ابن ماجہ نے اخراج کیا ہے حالانکہ خود ابن ماجہ ابی امامہ کی حدیث میں تصریح فرما رہے ہیں کہ عیسیٰ کے نزول کے وقت بیت المقدس میں ایک رجل صالح نماز کی جماعت کرا رہا ہوگا کہ اتنے میں عیسیٰ کا نزول ہوگا اور وہ امام پچھلے پاؤں ہٹنا چاہے گا تاکہ عیسیٰ آگے بڑھے۔ اور یہی مضمون ہے امام بخاری کی حدیث کا جو بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ مذکور ہے۔

۳..... سوئم بعد تسلیم صحت کے چونکہ یہ فقرہ ٹکڑا ہے حدیث طویل کا، جو انقلاب و تغیر زمانہ کے بارے میں فرمائی گئی۔ اور ما قبل اس کے ولن تقوم الساعة الا علی شرار الناس (ترجمہ: ہرگز قیامت قائم نہ ہوگی مگر اوپر شریروں کے) موجود ہے۔ لہذا سیاق و سباق کے لحاظ سے معنی یہ ہوا کہ اور کوئی ہدایت یافتہ نہ ہوگا بغیر عیسیٰ کے۔ یعنی قیامت کے قریب بغیر عیسیٰ بن مریم اور اتباع اس کے سب شریر ہوں گے۔ لفظ شرار کا جو جمع ہے شریر کی۔ صاف بتلا رہا ہے کہ مہدی سے مراد معنی و صفی یعنی ہدایت یافتہ ہے نہ علمی۔

**قولہ:** صفحہ ۴۔ یا مثلاً حلیہ مسیح موعود جو احادیث میں آیا تھا، بذریعہ ہزار ہا رسائل و اشتہارات کے ایک عالم میں شائع ہو چکا حتیٰ کہ فوٹو گرافروں نے اس کا عکس کھینچ کر ایک دنیا میں شائع کر دیا۔ اب یہ حلیہ کوئی پوشیدہ کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

**اقول:** حلیہ مسیح موعود مع سائر خصوصیات کے جو بغیر اس نبی اللہ کے کسی پر منطبق نہیں ہو سکتا۔ بذریعہ بہتری کتب مصنفہ اہل تحقیق کے جو آج تک محدثین میں متداول ہیں، شائع ہو چکا، برخلاف اس کے اگر کوئی فوٹو گرافروں سے تصویر کھنچوائے تو اس سے مسیح موعود نہیں ہو سکتا۔ ہاں بسبب تحلیل ماتر مہ اللہ و رسول کے ملعونیت کا تمنغہ حاصل ہو سکتا ہے۔



**قولہ:** صفحہ ۴۔ اس جگہ پر ہم تصویر کے جواز یا عدم جواز میں کچھ گفتگو نہیں کرتے۔ ہاں مخالفین کو اس قدر متنبہ کئے دیتے ہیں کہ یہ تو سب کو معلوم ہوگا کہ تصویر کی حرمت حرمت لغیرہ ہے، حرمت لذاتہ نہیں۔ جیسا کہ بت خانہ میں جانا بحرمت لغیرہ حرام ہے۔ بت پرستی جو بت خانہ میں بت پرستی کے لیے جاتا ہے اس کو بت خانہ میں جانا بھی حرام ہے لیکن بت شکن کو بھی بت خانہ میں جانے کی ضرورت پڑتی ہے مگر اس کو بت خانہ میں جانا بڑا ثواب ہے

ع بہ بین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

و نعم ما قیل

احمد و بوجہل در بت خانہ رفت در میان این و آل فرقیست زفت

**اقول:** الحمد للہ ع عدد شود سبب خیر گر خدا خواهد

آپ نے مرزا صاحب کے عکس کھینچنے کو جب حرام ٹھہرا کر گو کہ لغیرہ سہی بت خانہ میں جانے کے ساتھ تشبیہ دی تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جیسا کہ بت خانہ میں جانا بت شکنی کے لئے جائز اور بت پرستی یعنی بتوں کی تعظیم کرنے کے لئے حرام۔ ایسا ہی مرزا صاحب کی تصویر کی طرف جانا تصویر شکنی کے لئے جائز اور تصویر پرستی یعنی اس کی تعظیم کرنے کے لئے حرام ہوگا اور ظاہر ہے کہ تصویر کا بنانا اور اس کا رکھنا تعظیم اور برکت جوئی کے لئے ہے نہ اس کے توڑنے اور تحقیر کے لئے۔

آذر و بوجہل در بت خانہ رفت ہر یکے راقصد بد آں بت پرست

بت تراشی آذر از تعظیم بود سجدہ بوجہل از تکریم بود

مولانا روم صاحب کا شعر یہاں پر بے موقعہ تھا!

ع بہ بین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

۱ یعنی جن لوگوں کو جن سے عقیدت ہوتی ہے ان کی تصویر عموماً بغرض تعظیم و تبرک رکھتے ہیں اور شرعاً تصویر کی تعظیم

اور اسے تبرک سمجھنا حرام ہے۔ ۱۲



**قولہ:** صفحہ ۴ یا مثلاً قادیان کا جانب شرقی دمشق ہونا جو علم جغرافیہ سے ہم نے ثابت کر دیا ہے وہ تمام نقش جات میں لکھا ہوا ہے۔ کیا اب اس کو کوئی رد کر سکتا ہے؟ کلا و حاشا وغیرہ وغیرہ۔

**اقول:** شرقی دمشق چونکہ نو اس بن سمعان والی حدیث کا ٹکڑا ہے۔ اور مرزا جی اس حدیث کی نسبت لکھ چکے ہیں کہ اس کے مضامین عقل، شرع، توحید کے خلاف ہیں، لہذا مرزا صاحب کا استدلال اس حدیث سے اور آپ کی جانفشانی جس پر لڑکے بھی ہنسی اڑا رہے ہیں، عقل، شرع، توحید کے خلاف ہوگا۔ دوسرا جب کہا جاوے۔ شرقی دہلی یا شرقی لاہور تو دہلی یا لاہور کے مضافات قریب سے کوئی جگہ جو جانب شرق میں واقع ہو، مراد ہوتی ہے نہ یہ کہ ہزار ہا کوس کے فاصلہ پر جو کہ شرق میں واقع ہو وہ مراد لی جاوے۔ و نعم ما قیل۔

چہ عذر ہائے موجد بہر خود گفتی      بچش لعاب دہانت کہ قند میخائی  
تمام عرصہ قیامت مگس فرو گیرد      اگر چینیں بہ قیامت شکر فروش آئی

نیز دمشق سے اگر خط مستقیم سیدھا جانب شرق کو کھینچا جائے تو لاہور بلکہ جموں وغیرہ بھی راستہ میں نہیں پڑتا۔ دیکھو نقشہ ایشیا مرتبہ و مروجہ مدارس سرکاری۔ دمشق سے جانب شرق اگر ایک خط مستقیم کھینچا جائے تو حسب ذیل مشہور مقامات سے عبور کرے گا۔ تبریز، بحیرہ خرز یا جیل، شمالی حصہ ترکستان، سلسلہ کوہ الطائی، صحرائے منگولیا، صوبہ منچوریا۔ اب آپ اگر چشم حق بین کو کھول کر بنظر انصاف ملاحظہ کریں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ خط مذکور قادیان سے بجانب شمال ہزار میل سے بھی زیادہ فاصلہ پر گزرتا ہے۔ پس مرزا صاحب کو تو اس کی ہوا کا پہنچنا بھی ناممکن ہے۔ اب انصاف فرمائیے کہ کیا حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول آپ کے دعویٰ کی پوری دلیل نہیں ہے؟

ترسم نرسی بہ کعبہ اے اعرابی      کیس راہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

خط سیدھا عرفی طور پر چھوڑ دو اور کرویۃ الارض کا لحاظ کرو تو بھی دمشق اور قادیان ایک محاذات میں واقع نہیں ہوتے بلکہ قادیان سے بجانب شمال عبور کرے گا۔



## شمس الہدایت پر قادیانی کے اعتراضات اور ان کے جوابات

**قولہ:** صفحہ ۵۔ معہذا منکرین کے لئے کوئی دلیل تکذیب و انکار کی بھی نہیں مل سکتی۔ ہاں صرف یہ بہانہ ہے کہ مجاز و تشبیہ و استعارہ کو ہم نہیں مانتے اور اس کو فقط ظاہر ہی پر محمول کرنا چاہتے ہیں، مگر یہ طریقہ انکار انہوں نے ایسا قبیح اختیار کیا ہے، جو مخالف ہے تمام محاورات کتب آسمانی اور محاورات قرآن مجید و سنن صحیحہ کے، بلکہ محاورات کل السنہ مروجہ دنیا کے بھی خلاف ہے۔ الخ۔

**اقول:** اوپر معلوم ہو چکا ہے اور علمائے کرام بواسطہ رسائل و اشتہارات آپ کی جماعت کو بچوں کی طرح سمجھا چکے ہیں کہ قرینہ صارفہ چونکہ حقیقی معنی کے لینے سے بھی مانع ہوتا ہے، تو مجازی کس طرح عند قیام القرینۃ الصارفہ مراد ہو سکتا ہے۔ احادیث نزول میں چونکہ مسیح ابن مریم کا متعین المراد ہونا بشہادت سیاق و سباق و خصوصیات زمان مسیح اظہر من الشمس ہے۔ اور اسی لئے اہل اجماع آج تک احادیث نزول سے وہی مسیح بن مریم ہی سمجھتے چلے آئے ہیں۔ تو غلام احمد قادیانی، عیسیٰ بن مریم سے مجازاً کس طرح مراد ہو سکتا ہے۔ آپ ہی اگر مرزا جی کی طرح یَاتِیْ مِنْ بَعْدِیْ اِسْمُهُ اَحْمَدُ. (الف۔ ۶) یاد مشقی حدیث کا مجازی طور پر مصداق بنیں تو بغیر از قاعدہ مقررہ مذکورہ بالا کون روک سکتا ہے۔ اب تو آپ کی جماعت میں سے سمجھدار لوگ تائب ہو کر مرزا جی اور آپ کے وجوہ استنباط پر تبرے بولتے ہیں۔ آپ خواہ بذریعہ اخبار الشرار یا اشتہار یا تصنیفات کے، خلاف واقعہ اپنے نئے پنتھ کی ترقی شائع کریں۔ مگر مچھر اور مکھی اپنے پروں سے آفتاب کو چھپا نہیں سکتی۔ ہاں صرف اسی پر پوشیدہ ہو جاوے تو ہو جاوے۔ و نعم ما قیل

غطاء امدت علیہا جناحا

و اذا رامت الذبابة للشمس



ترجمہ: جب مکھی سورج کو چھپانا چاہتی ہے تو اس کے سامنے دو پر پھیلا دیتی ہے۔  
**قولہ:** صفحہ ۷۔ مگر جب یہ خاکسار وطن امر وہہ سے اوخر مئی ۱۹۰۰ء میں بمقام قادیان پہنچا تو بعض ان احباب کی زبانی جو حضرت مہر علی شاہ صاحب سے عقد دوستی کو توڑ کر داخل سلسلہ الہیہ مسیح موعود و مہدی موعود ہوئے ہیں۔ سنا کہ ایک رسالہ ”شمس الہدایت فی اثبات حیات المسیح“ تالیف ہوا ہے۔ اور پنجاب میں اس کا بڑا شور و غل ہو رہا ہے۔ جب دریافت کیا کہ وہ رسالہ کہاں ہے؟ تو قادیان میں کہیں اس کا پتہ نہ ملا۔ اور کیونکر مل سکتا ہے کہ یہاں پر تو وہ آفتاب طلوع ہو رہا ہے جس کے سامنے نام کے نہ کام کے تمام آفتاب کسوف میں آگئے ہیں۔ یہ تو نام کا ہی شمس ہے، نہ کام کا۔ اور قادیان میں کیونکر طلوع ہو سکتا ہے۔ نعر

افلت شمس الاولین و شمسنا ابداء علی افق العلی لا تغرب

**اقول:** آپ کا قادیان سے جانا جس طرح اظہر من الشمس ہے کہ دراہم معدودہ کی وجہ سے ناراض ہو کر جانا ہوا تھا اسی طرح پھر آنا آپ کا انہیں دراہم معدودہ کے لئے ہوا۔ اس سے امر وہہ، قادیان، بٹالہ کے لوگ بخوبی واقف ہیں۔ بعض احباب جن کی زبانی آپ نے سنا تھا۔ ان کا عقد دوستی اس عاجز کے ساتھ ایسا ہی تھا جیسے آپ کا مرزا جی سے یعنی دنیا کے لئے۔ چنانچہ آج تک سردار محمد ابراہیم خان صاحب کابلی سے وہ سلسلہ جو بذریعہ اس خاکسار کے ہوا تھا، موجود ہے۔ ”شمس الہدایت“ اسم با مسمیٰ سب رسائل مؤلفہ سے جداگانہ طور پر ممتاز ہے۔ کیوں نہ ہو علاوہ تحقیقات علمیہ کے خیر و برکت بھی ساتھ ہی رکھتا ہے، جس کی روشنی اور نور سے ہزار ہا گم گشتگانِ وادیِ مرزائیت صراطِ مستقیم پر آئے۔ یہ وہ عصائے موسیٰ ہے جس نے تمہارے تیس سال کے سحروں اور شعبدہ بازیوں کو دفعۃً ہی نکل لیا۔ مخلصی عبد الجبار کاپی نویس یعنی اخبار نویس چودھویں صدی کو معلوم ہے کہ مصنف عفا اللہ عنہ تھوڑے دنوں میں اوقات فاضلہ یعنی ۹ اور ۱۲ بجے کے مابین دو یا اڑھائی گھنٹے یا کم و بیش میں



روزمرہ کا پی نو لیس کو حسب الطلب مضامین دیتا رہا۔ اس رسالہ کو آٹھ نو برس کی محنت خیال کرنا، جیسا کہ آپ لکھتے ہیں۔ اور آپ کی جماعت کا مزعوم ہے، بالکل خلاف واقعہ اور آپ لوگوں کی بزدلی یا یوں کہو کہ کم لیاقتی کی دلیل ہے۔ اس رسالہ کو آخر رمضان میں مطبع سے نکلتے ہی جناب مولوی محمد غازی صاحب نے سب سے اول قادیان میں مرزا صاحب کے پاس بھیج دیا تھا جس کی رسید کی خبر پختہ مرزا جی کے ایک مرید ساکن راولپنڈی سے بعد از عید رمضان گولڑہ میں پہنچی۔ اس نے بیان کیا کہ میں قادیان سے عید کے بعد روانہ ہوا ہوں اور میرے سامنے مرزا جی کو بذریعہ ڈاک ایک کتاب ملی تھی۔ جس کا نام ”شمس الہدایت“ تھا۔ حاضرین مجلس مرزا جی سے اس کتاب کے بارے میں پوچھتے تھے مگر مرزا جی اس وقت متفکر ہو رہے تھے۔ میں کہتا ہوں گویا اس وقت اس شعر کا ظہور ہو رہا تھا۔

افلت شمس القادیان و شمسنا ابداعلی افق العلی لا تغرب

ترجمہ: قادیان کا سورج ڈوب گیا لیکن ہمارا سورج کبھی غروب نہ ہوگا۔

شمس الہدایت میں پہلے ہی امتحاناً کلمہ طیبہ کا معنی استفسار کیا گیا ہے اعتراض کی صورت میں۔ اور پھر جو جو جوابات سلف نے فرمائے تھے ان پر بھی اعتراض کیا گیا ہے تشحید الاذہان۔ اصل اعتراض اور شیخ اکبر قدس سرہ یا علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ کے جواب کی تردید صرف مرزا صاحب کے فضلاؤں کی علمی لیاقت دیکھنے کے لئے تھی۔ طلبا کو بھی جواب اصل اعتراض کا اور ایسے ہی تردید الجوابین کا جواب بعون اللہ وقوتہ و احسانہ سمجھایا گیا ہے۔ ہم حلفی طور پر بلا تعصب شہادت دیتے ہیں کہ امر وہی صاحب نے جو جواب لکھا ہے وہ بالکل مادہ اعتراض کی قلع و قمع نہیں کرتا صرف امتناع تعدد فی الوجوب پر علامہ رازی و شارح مواقف وغیرہ کے دلائل کا ترجمہ لکھا ہے۔ ہاں بیشک ایک دو فقرہ ایسے بھی جن کو دفع اعتراض میں واقعی دخل ہے، ”تحقیق الحق“ سے چرا کر طوطی کی طرح لکھ دیئے ہیں مگر وہ بھی



نا تمام۔ تشریح اس کی یہ ہے کہ اس کے بعض احباب کا لذباب نے ہماری کتاب مسمیٰ بہ ”تحقیق الحق“ جو قبل ازیں جواب میں اسی اعتراض وغیرہ کے لکھی گئی تھی، امر وہی صاحب کو پہنچائی۔ باوجود اس کے پھر بھی جواب میں نا کامیاب ہی رہے۔ سال بھر ہاتھ پاؤں مارتے رہے۔ مگر بقول سعدی علیہ الرحمۃ۔

چوگا وے کے اعصارِ چشمش بہ بست دواں تا شب شب ہمانجا کہ ہست

جہاں تھے وہاں ہی رہے۔ شیخ اکبر اور علامہ تفتازانی کے جواب کی تشریح بھی نہ کی، جواب ان کی طرف سے دینا تو درکنار رہا۔ امر وہی صاحب صفحہ ۸ میں لکھتے ہیں۔ کہ مختصر سا جواب اکثر تو بطور معارضہ بالقلب وغیرہ کے اندر میعاد بارہ تیرہ روز کے تحریر کیا گیا تھا۔ بھلا صاحب مولوی نور الدین صاحب کے شاگرد رنگ آبادی وغیرہ حضار قادیان موجود تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ آپ نے کئی دفعہ جواب لکھ کر پھاڑ ڈالا۔ اور رات دن ”شمس الہدایت“ کے مطالعہ میں مبہوت تھے۔ اور آپ کو یاد ہوگا کہ مطالعہ میں جس وقت کچھ نہیں بن پڑتی تھی تو کہتے تھے کہ ارے ظالم کیا غضب کیا؟ دریا کو کوزہ میں بھر دیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو پھر بارہ تیرہ روز لکھنا کیسا ناپاک جھوٹ ہے۔

ایہا الناظرون! محرر سطور کو اس تحریر میں اس کے صرف چند جہالات کو جو متعلق جواب کے ہیں، ظاہر کرنا منظور ہے۔ ورنہ کوئی فقرہ اس کا علاوہ بطلان مضمون کے مخالفت مصطلحات علوم آلیہ سے خالی نہیں اور یہ بھی ناظرین کو معلوم ہو کہ ہم امر وہی کی لافوں کی طرف جن سے اس کی کتاب کے صفحوں کے صفحے بھرے ہوئے ہیں متوجہ ہو کر تضحیح اوقات نہ کریں گے بلکہ من حسن اسلام المرء ترک ما لایعینہ کے مطابق ہمارا مختصر سا مضمون اس کے صفحات لاف آمودہ کا جواب ہوگا۔ غرض تو صرف اسی قدر ہے کہ امر وہی صاحب کا فخر و ناز و سرور، ان اغلوطات پر جو اس نے لکھے ہیں جاتا رہے۔ ہاں بعض جگہ



مطاعن آموده اشعار و فقرات اس کے بالقلب اسی پر وارد کئے جائیں گے۔ نعر

اشد الغم عندی فی السرور تیقن عنه صاحبہ انتقالاً

**قولہ:** صفحہ ۹۔ پھر آپ کا شمس الہدایت کیونکر اب طلوع ہو سکتا ہے مگر جب سورج ہدایت کا غروب ہو جاتا ہے تو پھر بعد انقضائے لیل بدعت کے شمس مجدد کا طلوع کیا کرتا ہے۔

**اقول:** شمس الہدایت کے غروب اور لیل بدعت کے زمانہ میں جب جھوٹے نبی اور محرف مفسر پیدا ہوئے تو پھر حسب قول آپ کے شمس مجدد یعنی علماء اسلام اور ان کی تصنیفات کا طلوع ہونا ضروری تھا۔ انہی علماء حدیث مجددین وقت کے بارہ میں شیخ اکبر فتوحات کے تین سو بارہویں باب میں فرماتے ہیں۔ وما فازا بهذه الرتبة و يحشر يوم القيامة مع الرسل الا المحذون الذين يرؤن الاحاديث بالاسانيد المتصلة بالرسول <sup>الصلوات</sup> فی كل امة فلهم حظ فی الرسالة وهم نقلة الوحي وهم ورثة الانبياء۔ الخ یہ سب کچھ تو محدثین بنے۔ تو پھر آپ لوگ کیا ٹھہرے فتدبر۔

**قولہ:** صفحہ ۲۲ کے الفاظ مشہورہ کنت سمعہ کی بھی صحت لفظی نہیں کر سکے۔

**اقول:** ذرا صحیح بخاری ہی کے شروع کو کھول کر دیکھو۔ کیا بی یسمع کی روایت موجود نہیں؟ کاش اگر آپ کو فتوح الغیب سیدنا الغوث الاعظم <sup>رضی اللہ عنہ</sup> بھی زیر نظر ہوتی تو بے جا مواخذہ نہ فرماتے۔ دیکھو فتوح الغیب صفحہ ۳۱ سطر ۳۔ وفي لفظ آخر فبی یسمع و بی یبصر وہی یبطش و بی یعقل۔ بلکہ بی یسمع کی روایت تو فحول شریعت و طریقت کی کلاموں میں بہت شہرت پذیر ہے، مگر آپ کی بلا جانے۔ دیکھو صحائف السلوک میں صفحہ ۱۳۹ پر مستغرق بحر شہود حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی قدس سرہ لکھتے ہیں۔ اے دوست اور اجز

۱ یعنی احادیث صحیحہ کو باسند روایت کرنے والے محدثین حضرات کو یہ شان و شرف حاصل ہوا کہ وہ ناقلین وحی اور وارث انبیاء علیہم السلام ہوئے ان کا حشر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہوگا۔



بدون تو اں دیدون تو اں شناخت لاکمئل عطایا ہم الامطایا ہم زیر اچہ بار ستمم جز رخس رستم نکشد بی  
یسع و بی ببصر و بی ببطش الخ یس

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا جو چیرا تو اک قطرہ خون نکلا

قولہ: صفحہ ۲۲۔ اور آپ نے کون کون سے گروہ اہل اللہ مشاہیر یا مستورین کو دیکھا۔ الی ان  
قال۔ ہم نے جس گدی نشین کو دیکھا شرک و بدعت و محرمات و منہیات شرعیہ میں مبتلا دیکھا۔  
اقول: صرف علم ظاہری ہی کی وجہ سے ایسے شہبازوں کا پہچانا مشکل ہے، خصوصاً جب  
علمی لیاقت کا بھی یہ حال ہو، جو ناظرین پر ظاہر ہو رہا ہے۔ بے بصیرت باطن بباہر ظاہر  
جمال اس شاہد تو اں دید۔ سچ ہے۔

ع محبوب راز ہیچ چراغے نصیب نیست

فَانْهَآ لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُورِ (حج ۳۶)۔  
کسی صاحب دل سے سرمہ لے کر بصیرت کی آنکھ میں ڈالیں شاید بینا ہو جائیں۔ ذلک  
فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ اَپ کا ہر ایک کو شرک مبتدع دیکھنا یہ بھی بجا ہے۔

رباعی

نظار گیاں روئے خویش چوں در نگر نواز کرانہا  
در روئے او روئے خویش بیند زیں جاست تفاوت نشانہا  
ولنعنم ما قیل

اگر بر وصلت لیلیٰ بخاطر رغبے داری  
چو مجنوں فرد باید شد ہم از خویش و ہم از خویشاں  
آپ قادیان میں کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کی تحریف میں مشغول ہو کر  
اہل اللہ کو دیکھنا چاہتے ہیں۔



ع ہم پستہ خوری بتاؤ ہم نائی زنی  
ترجمہ: یعنی پستہ بھی کھاتا ہے اور بانسری بھی بجاتا ہے دونوں کام اکٹھے ممکن نہیں۔

حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ۔ بیس

تو کہ آگاہ نہ حالت درویشاں را  
تو چہ دانی کہ چہ سودا و سراسر ایشاں را  
نعوذ باللہ من اناس  
تشیخوا قبل ان یشیخوا  
استوطنوا القادیان طمعاً  
فاحذرہم انہم فخوخ

**قولہ:** سلمنا کہ آپ نے گروہ اہل اللہ کو بھی دیکھا ہے مگر مہدی معبود اور مسیح موعود امام  
آخر الزماں کو تو نہیں دیکھا تھا جس کے شان کی عظمت احادیث صحیحہ میں بڑے اہتمام سے  
بیان کی گئی ہے۔

**اقول:** نسلم جس مسیح اور مہدی کی عظمت شان احادیث صحیحہ میں بڑے اہتمام سے بیان کی  
گئی ہے۔ جب وہ تشریف لائیں گے تو بحسب ان ہدایات اور علامات و خصوصیات کے جن کو  
سرور عالم ﷺ نے قادیانی دھوکہ سے بچنے کے لئے بوضاحت تائید فرمادیا تھا ان کو پہچان کر  
ان کے ساتھ ہو جائیں گے مگر اس وقت دجال قادیانی اور اس کے انصار کا برا حال ہوگا۔

**قولہ:** صفحہ ۲۲۔ اور اب آسمان وزمین اس کی بعثت من اللہ ہونے پر شہادت دے رہے ہیں۔  
**اقول:** آپ مرزا کا تمسخر تو نہیں اڑا رہے؟ اگر زمین و آسمان کی وہ شہادتیں جو آج کل

۱۔ ایسے لوگوں سے خدا کی پناہ! جنہوں نے شیخ بن جانے سے قبل شیخ بن جانے کا دعویٰ کیا اور قادیان میں لالچ کے  
مارے پڑے ہیں۔ ان لالچی چوزوں سے احتراز کرنا چاہیے۔ ۱۲



عالم کی چشم دید و گوش شنید ہو رہی ہیں، انکا ذکر ہے۔ تو اہل اسلام کے چشم خنک و دل شاد۔ اس سے بڑھ کر مرزا جی کی تکذیب کے لئے اور کیا چاہیے۔

**قولہ:** صفحہ ۲۲۔ یاد کرو اجتماع کسوف و خسوف کو جو ماہ مبارک رمضان شریف ۱۳۱۱ھ میں واقع ہوا۔ اور اس کا چرچا تمام دنیا میں مشتہر ہوا۔ اور نیز یاد کرو الہام دربارہ لیکھرام جس کا ذکر حدیثوں میں بھی موجود ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور مستورین یا مستورات کا ذکر ایسی بحث میں بالکل بے محل ہے۔

**اقول:** خسوف پیشین گوئی کے مطابق نہیں ہوا جیسا کہ اوپر لکھ چکا ہوں۔ لیکھرام والی پیشین گوئی بھی پہلے ذکر کی گئی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر آپ مستورات کا ذکر بے محل سمجھتے ہیں۔ کیا منکوہ آسمانی کا ذکر خیر بھی تبرکاً نامناسب ہے؟۔

**قولہ:** صفحہ ۲۲۔ یہاں پر اس شخص کا ذکر کرنا چاہیے جو مصداق ہو پیشین گوئی مندرجہ لِيُظْهِرَ عَلَى الدِّينِ كَلِمَهُ كَا جَس كِي اِيك شان خاص على منہاج النبوة واقع ہوئی ہے۔

**اقول:** یہی فقرہ آپ کا ”جس کی شان خاص على منہاج النبوة واقع ہوئی ہے“۔ صاف بتلا رہا ہے کہ آپ کی شہادت خطبہ میں و اشهد ان محمداً خاتم النبیین صرف زبان ہی سے تھی۔ ہر چند کہ آپ عوام میں سرخروئی کے لئے اہل اسلام کا کلام زبان پر لاتے ہیں مگر پھر بھی بحسب كل اناء يترشح بما فيه کے راز ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔ اور تاڑنے والے تو پہلے ہی تاڑ چکے ہیں کہ آپ چندہ کے روپیہ کے مستحق بھی انہیں شہادات على نبوة قادیانی کی وجہ سے ہیں۔ نبوت بھی ایسی ارزاں اور عام جو دوسرے علماء میں مجازاً بھی موجود نہ ہو، بلکہ شان خاص کے ساتھ بعد خاتم النبیین ﷺ کے قادیانی کی دکان میں ملتی ہو۔ کیا على منہاج النبوة اس شخص کو کہہ سکتے ہیں جس نے کشف نبوی کو خطا پر حمل کیا ہو۔ کما زعم القادیانی فی احادیث النزول۔



اشعار

فدع صاحب التحريف والفخر والريا  
وما اختاره من طاعة الله مذنباً  
ويعلم ما قد كان فيه حياته  
اذا صارت اعماله كلها هبا  
حملوا القران ثم لم يحملوها  
بل حرفوا علنا في كتاب الله  
فكالحمير على المنابر تناهقوا  
اذ التحريف ابعده من عباد الله  
فبهتان على الخلاق والخلق كلهم  
ارابت قط عبادة بمناهي

ناظرین پر واضح ہے کہ خاکسار رزقہ اللہ موجبات رضائہ نے بمقابلہ لاف زنی مرزا غلام احمد قادیانی دربارہ عدیم المثل ہونے کے خدا شناسی و تفسیر دانی میں امتحاناً اور محض اس کے اتنے بڑے دعوے کو توڑنے کے لئے اس سے کلمہ طیبہ کا معنی ظاہری طور پر اپنی کتاب ”شمس الہدایت“ کے ابتداء میں استفسار کیا تھا۔ جس کے جواب پر قادیانی صاحب باوجود بے تعداد اصراروں معتقدین کے قادر نہ ہو سکے۔ یہاں پر امر وہی صاحب کے جہالات مرکبہ کے ظاہر کرنے سے پیشتر پبلک کی توجہ اس طرف دلائی جاتی ہے کہ دو سال کے عرصہ سے قادیانی کا جواب پر قادر نہ ہونا کیا اس کی لاف زنی مندرجہ ایام <sup>لصلح</sup> سال

ان تحریف کرنے والوں کو چھوڑ جس نے فخر و ریاء کو مذہب بنا لیا۔ اسے قیامت کے دن پتہ چلے گا جب اس کے اعمال برباد ہو جائیں گے۔ اللہ کی کتاب میں اعلانیہ تحریف کی اور گدھے کی طرح منبروں پر آواز کرتے ہیں۔



فارسی صفحہ ۱۳۲ مسطورہ ذیل کو خاک میں نہیں ملا دیتا؟۔ ”اس وقت زیرِ سقف نیلگوں بیج تنفس قدرت ندارد لاف برابری با من زند۔ من آشکار میگویم و ہرگز باک ندارم۔ اے اہالی اسلام درمیان شما جماعتے مے باشند کہ گردن بدعوے محدثیت و مفسریت بر میفرزند و طائفہ اند کہ از نازش ادب پابرز میں نکذارند و گروہے اند کہ دم بلند از خدا شناسی زند و خود را چشتی و قادری و نقشبندی و سہروردی و چہا چہا گویند۔ اس جملہ طوائف را نزد من بیارند“۔ اور ظاہر ہے کہ ممتحن کو کلمہ طیبہ میں استفسار کرنے کی غرض صرف اتنی ہی تھی جو پبلک پر ظاہر ہو چکی تھی اور قَدْ تَبَيَّنَ الرَّشْدُ مِنَ الْغَيِّ کا ظہور ہو گیا۔

اب ہم مختصر طور پر امر وہی صاحب کی صرف عبارت متعلقہ جواب کو بعینہا بغیر آپ کے مطاعن کے نقل کر کے اس کی قلعی کھولتے ہیں اور محققین عصر و مدققین دہر سے مثل جناب مولوی عبداللہ صاحب پروفیسر لاہوری و جناب مولوی غلام احمد صاحب مدرس نعمانیہ و جناب مولوی غلام قادر صاحب و نظائر ہم سے منصفانہ رائے چاہتے ہیں کیا ان کی یہ تحریر واقعی جواب ہے یا جہل مرکب۔ سو معلوم ہو کہ جس شق کو امر وہی صاحب نے لے کر جواب دیا ہے۔ اس کا حاصل تو یہ تھا کہ اگر لا الہ الا اللہ میں الہ سے مراد واجب الوجود لیا جاوے تو برہان استثنائے میں ترتب لفسد تا کا مقدم یعنی تعدد و جہا پر صحیح نہیں ہو سکتا بلکہ بجائے لفسد تا کے لما کانتا یا لما وجد تا چاہیے تھا کیونکہ قدم، وجوب کا لازم ہے تو وجہا پر تقدیر تعدد سب کے سب قدیم ہی ہوں گے اور بر تقدیر تخالف مراد ان کی ایجاد عالم کا متصور ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہر ایک واجب مانع ہے، نفوذ ارادہ دوسری سے۔ جب عالم کا وجود ہی نہ ہوا، تو پھر فساد کہاں۔ اور نیز مزعوم مخاطبین یعنی مشرکین عرب کا شرک فی العبادت ہے، نہ شرک فی الوجود بدلیل قولہ تعالیٰ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ (زمر: آیت ۲۸) باقی شقوق اعتراض کے چونکہ مجیب نے نہیں لئے



اس لئے ہم بھی ان کی تشریح نہیں کرتے۔

امروہی صاحب کی عبارت متعلقہ جواب یہ ہے واضح و لائح ہو کہ محاورہ قرآن مجید میں بلحاظ تخصیص عقلی اور شرعی کے لفظ اللہ سے مراد وہ معبود حقیقی ہے جو واجب الوجود لذاتہ ہے۔ صفحہ ۲۳ سطر ۸، ۹، ۱۰۔ اس کے بعد نفی تعدد اور انحصار واجب الوجود فی فرد واحد پر دلائل عقلیہ و نقلیہ لکھ کر فرماتے ہیں۔ پس معنی کلمہ تو حید لا الہ الا اللہ کے واضح اور صاف ہیں یعنی نہیں کوئی معبود حقیقی موجود سوا اللہ کے۔ پس اس میں کذب کہاں ہے بلکہ معترض خود محض کاذب ہے اور آیت لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا (الانبياء: آیت ۲۲) بھی تعدد اللہ کے بطلان کے لئے برہان قطعی ہے جس کو دوسرے مقام پر خود جناب باری تعالیٰ نے مفصل طور پر بیان فرمایا ہے کما قال اللہ تعالیٰ مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَهٍ إِذَا لَذَهَبَ كُلُّ إِلَهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَىٰ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُصِفُونَ (مومنون: آیت ۹۱) حاصل اس استدلال کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ولد متصور نہیں ہو سکتا کیونکہ ولد کے لئے ضروری ہے کہ اپنے والد کے انحصار میں مثلاً جیسا کہ یہاں پر واجب الوجود ہے، مشارک ہو۔ ورنہ وہ ولد کیا ہوا۔ لیکن ولد میں صفت وجوب الوجود ہرگز ممکن نہیں ہو سکتی کیونکہ ولد تو والد سے مؤخر ہوتا ہے۔ فاین وجوب الوجود؟ اور نہ کوئی دوسرا اللہ وجوب الوجود میں اس کے ساتھ معیت رکھتا ہے کیونکہ اوس صورت میں ہم دریافت کرتے ہیں کہ ان دونوں اللہ کا تمہارے نزدیک متخالف بالذات ہونا واجب ہے یا نہیں؟ بشق ثانی دونوں اللہ بالضرور کسی ذاتی میں مشترک

۱۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ یہ مضمون شمس الہدایت کے مصنف کی کتب ”تحقیق الحق“ سے چرایا ہوا ہے جس مخلص کا ذکر امروہی صاحب نے دیباچہ کتاب میں لکھا ہے اسی مخلص نے وہ کتاب قادیان میں پہنچائی تھی باوجود اس کے پھر بھی جواب پر قدرت نہ پائی۔

حرف درویشاں بڈ روڈ مردوون تا بخواند بر سلیمے اوفسون ۱۲۔ محمد غازی



ہوں گے اور دوسری ذاتی میں متخالف ہوں گے پس ترکیب لازم آئی اندرین صورت دونوں کی احتیاج اپنی اجزاء ذاتیہ کی طرف لازم آئے گی۔ وہو مناف لوجوب الوجود۔ اور بشرق اول متخالفان بالذات کے افعال کا متخالف ہونا بھی ضروری ہوگا اور اس کا اقل درجہ یہ ہے کہ عالم کا فساد لازم آئے گا اور نظام و ارتباط باہمی عالم کا بالضرور بگڑ جائے گا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں اور عالمان علوم طبیعیات بخوبی جانتے ہیں کہ ہر ایک اشیاء عالم کا ارتباط دوسری اشیاء عالم کے ساتھ منضبط ہے اور تمام اشیاء عالم باہم منتظم و مرتبط ہیں۔ پس انشاء تالی مستلزم ہے، انشاء مقدم کو۔ وہو المطلوب۔ اور یہی حاصل مطلب ہے آیت وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنَ إِلَهٍ إِذَا لَذَهَبَ كُلُّ إِلَهٍ بِمَا خَلَقَ (مومنون: آیت ۹۱) کا۔

اور دوسری دلیل ابطال تعدد الہ کی یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ ایک الہ دوسرے الہ پر علو کامل چاہے گا۔ اذ الالہ من لہ غایۃ الکمال ولا یكون علو الالہیۃ الا بالعلو الکامل۔ اور دوسرا الہ اسی طرح پر علو کامل من کل الوجوہ کا مقتضی ہوگا لیکن ہر ایک الہ کا علو کامل دوسرے الہ پر محال ہے اور یہی معنی ہیں لَعَلَىٰ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ کے۔ پس اس طرف نسبت ولد اور شریک کے ہرگز جائز نہیں۔ اور اس کی ذات پاک ہے ان دونوں بہتانوں سے۔ اور یہی معنی ہیں سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا یَصِفُونَ کے۔ فبطل التعدد وثبت التوحید بناءً علیہ اگر ارادہ استحقاق للعبادات کا حقیقی طور پر جو مساوق للوجوب ہے، عنوان موضوعی یا محمولی سے لیا جائے تو مستلزم لفسدًا کو ضرور ہوگا لہذا استدلال تفصیلاً انتہی صفحہ ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶۔

محرر سطور عفا عنہ رب الغفور اہل علم کی خدمت میں ملتمس ہے کہ ہم ان مقدمات خطابیہ کی طرف جن پر استدلال مذکور کا توقف ہے اور جن کی وجہ سے اس استدلال کو برہان نہیں کہا جاسکتا، تطویل کے خوف سے ناظرین کو توجہ نہیں دلاتے۔ صرف اتنا ہی پوچھتے ہیں کیا یہ تحریر دو ورق، اس چھوٹے جیسے سوال کے ٹکڑے کا جواب ہے، جو پہلے ہدیہ ناظرین



کیا گیا ہے یا صرف شرح آیات۔

برائے خدا! کوئی امر وہی صاحب سے پوچھے کہ کیا آپ کو مرزا صاحب نے زر نقد جماعت کی چندہ کی اسی لئے عطا فرمائی تھی کہ فقط چند آیات قرآنیہ کی تفسیر لکھ دیجاوے اور وہ بھی تفسیر کبیر وغیرہ کے دلائل محررہ پر ترجمہ اپنے نام سے منسوب کیا ہوا ہو؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ انہوں نے مزید برآں عطیہ منتیں اور زاری کر کے اپنی جان کو جولا کے شکنجے میں جکڑی ہوئی تھی خلاص کرنا چاہا تھا سچ کہا ہے کسی نے۔

زدریائے شہادت چوں نہنگ لا بر آرد سر  
تیمم فرض گردد نوح رادر عین طوفانش

ادھر تو وہ بیچارہ جکڑا ہوا من انصاری پکار کر چلا رہا ہے اور ادھر امر وہی صاحب زر نقد لے کر اذ تبرء الذین اتبعوا من الذین اتبعوا۔ (بقرہ: ۱۶۶) کا مصداق بنے ہیں۔ ظاہر ہے کہ تعدد و جوہ کی تقدیر پر عالم کا وجود ہی متصوّر نہیں۔ لہذا مرئی شق الاعتراض۔ اور فساد تو بعد الوجود ہوتا ہے۔ علماء عصر پر عبارت مذکورہ امر وہی صاحب سے ظاہر ہو گیا ہوگا کہ امر وہی نے جہل مرکب کا پورا پورا ثبوت دیا مگر اس کی چالاکی قابل آفرین ہے کہ اپنی جہالت کے اوپر پردہ ڈالنے کے لئے منہیہ میں لکھ دیا کہ ”واضح خاطر عاظر ناظرین ہو کہ ہم نے اس جواب میں مؤلف کا ایسا تعاقب کیا ہے کہ جدھر کو مؤلف گیا ہے ادھر ہی کو ہم بھی اس کے ساتھ ساتھ گئے ہیں“۔ الخ حاشیہ صفحہ ۲۶۔ میں کہتا ہوں کہ ہاں بیشک یہ کہنا آپ کا بجا اور سچ ہے نا فہم طالب علم کا یہی وتیرہ ہوتا ہے کہ معلم کے پیچھے طوطی کی طرح صرف الفاظ بعینہا کہتا چلا جاتا ہے۔ گویا مجیب نے صاف صاف سچ کہہ دیا کہ میں شمس الہدایت کے اس مقام پر بزا خفش ہوں۔

قولہ: حاشیہ صفحہ ۲۶۔ حال آنکہ اس محل پر لفظ عنوان موضوعی اور معمولی لکھنا سرتا پا غلط ہے۔



**اقول:** لیجئے ہم ہی پڑھا دیتے ہیں اس عبارت کا تعلق کلمہ لا اِلهَ اِلاَ اللّٰهُ سے ہے اور ظاہر ہے کہ بر تقدیر ارادہ استحقاق للعبادات کے مدعی اور براہین میں بھی بوجوب التطابق یہی معنی مراد ہوگا۔ اور بنا بر مسئلہ استیلاء صفاتی الخ تعدد و جوب و استحقاق براہین میں مستلزم لما کان تا یا لما فسد تا کو نہیں ہو سکتا بعد اس تشریح کے بھی اگر آپ صرف سوال ہی کی تقریر ہمارے سامنے بیان کریں تو بھی آپ کو آفرین کہیں گے۔ جواب کو تو ہم نے معاف کیا۔

اور سنیے بعد اس کے صفحہ ۲۷ سطر ۴ پر لکھتے ہیں۔ کہ ”پس مؤلف پر ضروری ہے کہ صفات احدیت و صمدیت مسئلہ مجعولہ خود یعنی استیلاء صفاتی بعضها علی بعض کو دلائل عقیلہ و نقلیہ سے اول ثابت کرے کہ صفات احدیت و صمدیت میں استیلاء بعضها علی بعض ہے تب ہم بھی اس مسئلہ استیلاء صفاتی بعضها علی بعض پر گفتگو کریں گے“۔ انتہی۔ میں کہتا ہوں یہ چالاکی بھی قابل آفرین ہے اپنی نا فہمی کو کس پیرایہ میں چھپایا۔ صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ ہم نے اس سوال کے سارے مقدمات کو نہیں سمجھا اور نہ شیخ اکبر اور تفتازانی کے جواب تک پہنچے ہیں۔ ان کے جوابات کی اصلاح کیسے کریں۔

پھر اسی صفحہ میں کو دن طالب علم کی طرح شمس الہدایت کی عبارت کو پڑھے جاتے ہیں لکھتے ہیں۔ ”کہ اور سلمنا کہ از لیت امکان مستلزم ہے امکان از لیت کو مادہ و جوب میں لیکن ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ یعنی بعض الالہ موجود بالامکان العام جو نقیض ہے ضرور یہ سالہ کلیہ کی۔ یعنی لا الہ موجود بالضرورت اگر صادق ہے تو کیا اور کاذب ہے تو کیا اس کا صدق یا کذب کلمہ توحید کے معنوں میں ہم پر کیوں وارد کیا جاتا ہے۔“

میں کہتا ہوں کہ قولہ اگر صادق ہے تو کیا اور کاذب ہے تو کیا صاف شہادت دے رہا ہے۔ کہ مجیب نے اس عبارت کا مطلب نہیں سمجھا تب ہی عبارت مذکورہ شمس الہدایت کو بے ربط ٹھہرایا۔ لہذا ہم شہادت دیتے ہیں کہ مجیب صاحب اس سارے جواب میں

اس راہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

ع



کا مصداق ہو رہا ہے ہم اس مقام کے سوال اور جواب مشریح لکھنے کے اسی صورت میں مجاز ہیں کہ قادیانی صاحب مع اپنے معاونوں کے صریح لفظوں میں اپنی جہالت کا تفسیر دانی میں اقرار کریں۔ اور یہ بھی ناظرین کو معلوم ہو کہ نہ تو یہ اعتراض لاجل تھا اور نہ شیخ اکبر وغیرہ علماء کرام کے جواب پر اعتراض اعتقاداً کیا گیا تھا بلکہ محض امتحاناً مدعی کا دعویٰ توڑنے کے لئے لکھا گیا۔ الحمد للہ کہ ہر ایک کو معلوم ہو گیا کہ جو شخص کلمہ طیبہ کے معنی ظاہری علمی طور پر نہیں لکھ سکتا وہ تفسیر نویسی میں سرآمد بناءً زمان کیسا ہو سکتا ہے۔

بعد اس کے اسی صفحہ ۲۷ میں لکھتے ہیں۔ ”اگر کلمہ توحید کو موجہات کا لباس پہنا کر سمجھنا ہے تو یوں کہیے کہ لا الہ غیر اللہ موجود بالضرورت۔ کیونکہ یہاں پر حرف الہ موجود ہے جو بمعنی غیر ہے اور الہ کی صفت نحوی واقع ہوئی ہے۔“

علماء عصر کی خدمت میں التماس ہے کہ کلمہ الّا بمعنی غیر لا الہ الا اللہ میں کہنا کیا جہالت نہیں ہے؟ کافیہ پڑھنے والا بھی کہہ سکتا ہے کہ الّا بمعنی غیر ہرگز نہیں کیونکہ وہ مشروط ہے بدیں شرط اذا كانت تابعة لجمع منکور غیر محصور نحو لو كان فيهما الهة الا الله لفسدتا اور یہ سوچنا کہ کلمات الاستثناء هل وضعت لاحكام مخالفة لما قبلها ثابتة لما بعدها او لاجرا ج مابعدھا وجعلھا فی حکم المسکوت عنہ تو بمرحل در کنار رہا۔ ناظرین پر واضح ہو کہ یہ سوال متعلق کلمہ طیبہ بمع جواب اس کے کئی سال پہلے اس کے مطبع مصطفائی لاہور میں جمادی الثانی ۱۳۱۰ھ میں طبع کرا کر شائع کر دیا تھا۔ اور یہ جواب امر وہی صاحب کا اسی کی نقل ہے۔ مگر علمی لیاقت کا ماشاء اللہ مجیب کو اتنا زور ہے کہ عرصہ ایک سال کامل تک اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکا اور تاخیر جواب کا عذر یہ لکھتے ہیں کہ ہم کو کتاب ”شمس الہدایت“ نہیں بھیجی گئی۔

۱۔ امر وہی صاحب کی خود انی تو لا الہ الا اللہ میں الّا بمعنی غیر کے لکھنے سے معلوم ہو گئی ہے۔ ۱۲ منہ

۲۔ یہاں سے مراد کتاب تحقیق الحق ہے جس میں آپ نے سوال و جواب کی تشریح فرمائی ہے۔ ۱۲ منہ



ایھا الناظرون! جناب مولوی نور الدین کا خط مطبوعہ الحکم شاہد کافی ہے جس میں جناب موصوف نے خاکسار پر ۱۲ سوال وارد کئے تھے۔ امر وہی صاحب نے حسب قواعد فائدہ جلیلہ کے بزعم خود رفع روحانی کو ثابت کرنا چاہا، مگر ہنوز دہلی دور است۔ خلاصہ اس کا یہ ہے ما بعد بل یعنی رفع جو کنایہ اعزاز و تکریم سے ہے اس میں اور ما قبل بل یعنی قتل صلیبی میں جو بحکم تورات مستلزم لعن، ہے تنافی اور تضاد ہے۔ کیونکہ ملعون معزز عند اللہ نہیں ہوتا۔ یہی ہے خلاصہ اس کے جواب کا۔

اس مقام میں میں کہتا ہوں بجواب الجواب اتنا ہی کافی سمجھا جاتا ہے کہ کنایہ میں چونکہ تعذر معنی حقیقی کا نہیں ہوتا بخلاف مجاز کے۔ لہذا در صورت کنایہ بھی بمقتضائے قصر قلب قتل اور رفع روحانی میں تضاد چاہیے۔

یہ بتائیں کہ کہاں ہے تورات کا حکم کہ جو کوئی بذریعہ صلیب قتل کیا جاوے وہ ملعون عند اللہ ہوگا خواہ بیگناہ ہی ہو۔ کیا مقتول بغیر الحق خواہ پتھر سے ہو، یا تیر سے، یا تلوار سے، یا صلیب وغیرہ اسباب قتل سے، شہداء میں بموجب احکام تورات و قرآن مجید کے داخل نہیں؟ کوئی مومن بہ کتب سماویہ اس کا انکار کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ مرزا جی کو بمعہ چیلوں چانٹوں اپنے کے آیت تورات کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ صرف ۲۳ ویں آیت ”کیونکہ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے“ کے ظاہر پر نظر ہے۔ اگر ۲۲ ویں آیت کو پڑھ کر تدبر فرماویں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم ہر ایک مصلوب کے لئے نہیں۔ بلکہ خاص اس شخص کے لئے ہے جو کسی جرم کی سزا میں پھانسی دیا گیا۔

بائیسویں اور تیسویں آیات یہ ہیں۔

۲۲۔ اور اگر کسی نے کچھ ایسا گناہ کیا ہو۔ جس سے اس کا قتل واجب ہو اور وہ مارا

جاوے۔ اور تو اسے درخت میں لٹکا دے۔ ۲۳۔ تو اس کی لاش رات بھر درخت پر لٹکی



نہ رہے بلکہ تو اسی دن اسے گاڑ دے، کیونکہ جو پھانسی دیا جاتا ہے۔ خدا کا ملعون ہے۔  
ظاہر ہے کہ عیسیٰ ابن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فی الواقع غیر مجرم تھے تو بنا بر واقع  
ما قبل بل یعنی قتل اور ما بعد اس کے یعنی رفع اعزاز میں تنافی اور تضاد کہاں ہوا؟ بلکہ مقتول غیر  
مجرم عند اللہ معزز ہوا۔ اور اگر مسیح کو مجرم بزعم یہود خیال کر کے تنافی پیدا کی جاوے تو بحسب  
علم المتکلم بھی ضروری ہے۔ تاکہ قصر قلب کی روح سے وجود وصف مزعوم مخاطب کا متصور نہ  
ہو اور کتب معانی کا بیان شروط قصر میں قاصر ہے۔ دیکھو سید شریف و دسوقی وغیرہ۔ قال غنی  
عندہ فی شمس الہدایت صفحہ ۹ سطر ۱۔ جس کو باطل کرنا منظور ہے وہ ہے قتلوہ۔

اس پر ہمارے ایک بزرگ اور مہربان کا اعتراض۔ آپ فرماتے ہیں بَلْ رَفَعَهُ  
اللَّهُ إِلَيْهِ (النساء: ۱۵۸) کو مقولہ یہود اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ کے ابطال کے لئے کہنا چاہیے نہ  
قتلوہ کے لئے۔ کیونکہ قتلوہ کلام الہی میں واقع ہے، مقولہ یہود کا نہیں۔

جواباً گزارش ہے کہ علم معانی کے خبر داروں پر ظاہر ہے کہ قصر قلب اعنی  
تخصیص شی مکان شی میں مخاطب کا معتقد برعکس اور برخلاف ہوتا ہے اس حکم کے  
جس کو متکلم ذکر کرتا ہے کما قالوا والمخاطب بالثانی من یعتقد العکس ای  
عکس الحکم الذی اثبتہ المتکلم لہذا قتلوہ یہود کا مزعوم ہوا جو برعکس اور مخالف  
ہے ما قتلوہ کے۔ اور قصر قلب کو بوجہ قلب حکم مخاطب کے قصر قلب کہتے ہیں قال العلامة  
و یسمى هذا القصر قصر قلب لقلب حکم المخاطب۔ یعنی اگر مخاطب کا  
مزعوم حکم ایجابی ہے تو متکلم اس کی تردید میں حکم سلبی مع اثبات وصف منافی ذکر کرے گا۔  
وبالعکس کما قال ایضاً فالمخاطب بقولنا ما زید الا قائم من اعتقد اتصافہ  
بالقعود دون القیام۔ پس ما زید الا قائم کو جو حکم سلبی مع اثبات وصف منافی ہے، تردید  
وابطال مزعوم مخاطب یعنی زید قاعد حکم ایجابی کے لئے کہیں گے۔ ایسا ہی ما قتلوہ کے



لئے تردید و ابطال قتلہ کے لئے اولاً وبالذات کہیں گے اور قتلہ چونکہ مزعوم مخاطب سے تعبیر ہے۔ مثل انا قتلنا کے لہذا قتلہ کا ابطال مستلزم ہوا انا قتلنا کے ابطال کو۔ اور اثبات وصف منافی اگرچہ سلب وصف مقابل کا افادہ دیتا ہے لیکن بغیر تصریح بالسلب کے تشبیہ علی ردالمخاطب نہیں ہو سکتی جس کا اظہار متکلم کو منظور ہے کما قال ایضاً فانقلت اذا تحقق تنافی الوصفین فی قصر القلب فاثبات احدهما یكون مشعرا بانتفاء الغیر فما فائدة نفی الغیر واثبات المذكور بطریق الحصر قلت الفائدة فیہ التنبیہ علی ردالمخاطب اذ المخاطب اعتقد العکس فان قولنا زید قائم وان دل علی نفی القعود لکنہ خال عن الدلالة علی ان المخاطب اعتقدانہ قاعد۔ ان عبارات مسطورہ بالا سے واضح ہے کہ حکم سلبی کلام قصری کا تردید ہے مزعوم مخاطب یعنی حکم ایجابی کے لئے۔ چنانچہ حکم ایجابی تردید ہے حکم سلبی کے لئے۔ لہذا ما قتلہ تردید ٹھہری حکم ایجابی یعنی قتلہ کی جو تعبیر ہے مزعوم یہود سے من جانب المتکلم سبحانہ و تعالیٰ۔

نیز معلوم ہو کہ مزعوم مخاطب عام ہے مقولہ مخاطب سے۔ یعنی صرف حکم ایجابی یا سلبی مخاطب کا مزعوم ہے اور خصوصیات تکلم یا غیوبت عند التعبیر خارج ہیں ذات مزعوم سے، اسی مزعوم سے مخاطب بصیغہ متکلم اور متکلم مردد بصیغہ غائب تعبیر کرے گا۔ گویا صیغہ متکلم اور غائب تعبیرات موارد تحقیق میں سے ہوئی مزعوم مخاطب کے لئے۔ لہذا تردید مزعوم مستلزم ہے تردید مقولہ کو۔ جیسا کہ آیت وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۝ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ۔ (نساء: ۱۵۸، ۱۵۷) میں حکم سلبی یعنی مَا قَتَلُوهُ تردید ہے مزعوم یہود یعنی حکم ایجابی کے لئے جس کو یہود نے اَنَا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ سے تعبیر کیا اور متکلم مردد نے بصیغہ غائب یعنی قتلہ سے تعبیر کی۔ کما قال الله تعالى أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا اور وہ خود تعبیر کے وقت انا أَحْسَنَّا صُنْعًا کہیں گے۔ وایضاً قال الله تعالى فَمَا كَانَ لِيُشْرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ



إِلَى اللَّهِ وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَى شُرَكَائِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ - (انعام: ۱۳۶)

اب اس آیت میں حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے مزعوم مشرکین کا بیان بصیغہ غائب ہے۔ یعنی شُرَكَائِهِمْ اور انکی جانب سے تعبیر لَشُرَكَائِنَا کے ساتھ بصیغہ متکلم ہوگی پھر سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ تردید ہے مزعوم مذکور کے لئے۔ ایسا ہی علامہ کی عبارت اخیرہ میں مزعوم مخاطب سے تعبیر انہ قاعد کے ساتھ بالا ضمائر ہے اور مخاطب کا مقولہ زید قاعد بالا ظہار ہے۔ الغرض اہل معانی کی عبارات مشہورہ مثل من يعتقد العكس اور و يسمي قصر القلب لقلب حكم المخاطب وغيره وغيره سے ثابت ہے کہ حکم قصری قلب اور تردید ہے حکم مخالف یعنی نقیض اپنی کا اولاً وبالذات اور تردید ہے مقولہ مخاطب کے لئے ثانیاً وبالعرض۔ نام کا طالب علم بھی جانتا ہے کہ ما زید قائم بل قاعد تردید ہے زید قائم کے لئے اولاً وبالذات اور مقولہ مخاطب کے لئے ثانیاً وبالعرض۔ مثلاً صورت مسطورہ میں فرض کیا کہ زاعم زید ہی ہو تو مقولہ اس کا انا قائم ہوگا اور بعد ملاحظہ اتحاد معنون زید اور انا کے زید قائم کی تردید انا قائم کی تردید سمجھی جاوے گی۔ چنانچہ ما نحن فيه میں نا اور واؤ ضمیر انا قتلنا اور قتلوا میں دونوں تعبیر ہیں یہود سے۔ لہذا قتلوا کی تردید قتلنا کی تردید ہے۔ ہاں جس صورت میں مزعوم سے تعبیر بمقولہ مخاطب کی جاوے تو تردید مزعوم عین تردید مقولہ کی ہوگی۔ جیسا کہ مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ مِمَّنْ اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا مزعوم بھی ہے اور مقولہ بھی۔ کما قال الله تعالى وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ (بقرہ: ۱۱۶) بخلاف ما نحن فيه کے کہ یہاں پر مزعوم یہود کا قتل صادر از یہود واقع بر مسیح ہے جس سے یہود قتلنا المسیح کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور غیر یہود بوقت بیان مزعوم ان کے قتلوا المسیح سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

اس بیان سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ منشاء اعتراض نہ صرف فن معانی ہی سے بے خبری ہے بلکہ ایسا غوجی کی بحث تناقض کی طرف بھی توجہ نہیں کیونکہ سالبہ شخصیہ کی نقیض



موجبہ شخصیہ ہوتا ہے اور صدق احد النقصین یتلزم کذب الاخر ایک مشہور مقدمہ ہے بناءً علیہ صدق ما قتلوه کا مستلزم ہوگا کذب قتلوه کو۔ جناب کو اگر مضمون مذکورہ کی طرف توجہ ہوتی تو قتلوه کے باطل ٹھہرانے کو مستبعد خیال نہ فرماتے۔ ظاہر ہے کہ زید کے مزعوم اور مقولہ مثلاً ضربت عمروا کو جب خالد نے رو کرنا چاہا تو ما ضرب عمروا کہے گا جو تردید ہے اپنی صریح نقیض کے لئے یعنی ضرب عمروا جس کا ابطال مستلزم ہے بطلان ضربت عمروا کے لئے کیونکہ ضمیر مرفوع متصل جو مستتر ہے ضرب میں اور تا ضربت کی دونوں کا معنوں زید ہی ہے۔

نیز واضح خاطر ناظرین ہو کہ مورد ابطال قتلوه ہے مگر بعد اعتبار الحکم المزعمی۔ کیونکہ ما قتلوه میں ایک ہی حکم سلبی ہے، لعدم اشتمال القضية علی الحکمین مطلقاً۔ گویا قتلوه بعد اعتبار الحکم مصداق ہوا العکس کے لئے جو کہ اہل معانی کی عبارت ہذہ میں واقع ہے والمخاطب بالثانی یعتقد العکس اور شمس الہدایت کی عبارت کا یہ مطلب ٹھہرا کہ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے عکس ما قتلوه کا باطل کیا گیا یعنی قتلوه جو نقیض ہے ما قتلوه کی جس کا ابطال مستلزم ہے بطلان قتلنا المسیح کو۔

### رفع عیسیٰ علیہ السلام

**سوال:** یہود کا مزعوم جب کہ قَتْلُهُمُ الْمَسِيحِ ٹھہرا، کما صرح بہ آنفا۔ تو شمس الہدایت کے صفحہ ۱۳، سطر ۱۸ پر جو لکھا ہے۔ کہ ”مراد ما قبل بَلْ سے نفس قتل اور صلب ہے۔“ اس کا کیا معنی ہوا؟

**جواب:** یہاں پر تجرید اضافی ہے بہ نسبت وصف منفی ہونے کے۔ چنانچہ اسی سطر پر لکھا ہوا



ہے۔ ”قطع نظر منفی ہونے اس کے سے“۔ یعنی گو کہ قتل و صلب بزعیم یہود ان سے صادر ہو کر مسیح پر واقع ہوئی ہیں، مگر ”نفس قتل“ اس لئے بولا گیا ہے کہ قَتْلُوهُ چونکہ بوجہ نقیض ہونے مَاقَتْلُوهُ کے مع الحکم الايجابى ملحوظ ہے۔ کما مر۔ تو منفی ہونے کے وصف سے تجرید ضروری ٹھہرے گی۔ یعنی قَتْلُوهُ جملہ مستقلہ ہوگا، نہ درضمن مَاقَتْلُوهُ کے۔ چنانچہ فائدہ جلیلہ کی سطر ے پر لکھا ہے۔ ”حرف عطف ٹھہرا ابطال جملہ اولیٰ یعنی قَتْلُوهُ کے لئے۔ ہاں جملہ ہونا اس کا بعد اعتبار انہ نقیض الحکم القصری ہے“۔ الحاصل بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ابطال ہوا عکس مَاقَتْلُوهُ کا۔ یا یوں کہیں ابطال ہوا قَتْلُوهُ کا۔ مگر بعد اعتبار الحکم الايجابى ان دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ فَمَا لَ فَلَ تَعَجَّلْ۔ اور اسی پر دال ہے شمس الہدایت کی عبارت مسطورہ کے بعد کا جملہ تعلیلیہ۔ دیکھو سطر ۱۹، صفحہ مذکور پر ”کیونکہ نفی حکایت میں ہے نہ محکی عنہ میں“ محکی عنہ سے مراد اس جگہ پر مزعوم مخاطب کا ہے جس سے قَتْلُوهُ جملہ مستقلہ کے ساتھ منجانب المتکلم تعبیر کی جا سکتی ہے۔ کما يدل عليه مقال العلامة۔ قلت الفائدة فيه التنبیه على رد المخاطب اذ المخاطب اعتقد العكس الخ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مَاقَتْلُوهُ میں تنبیہ ہے اوپر تردید یہود کے، کیونکہ وہ عکس کے معتقد تھے، یعنی قَتْلُوهُ کے۔ اور نفی محکی عنہ یعنی مزعوم مخاطب اور حکایت یعنی قَتْلُوهُ دونوں میں نہیں۔ ہاں حکایت بکلام قصری یعنی وَمَاقَتْلُوهُ میں نفی ہے گویا متکلم کی جانب سے دو حکایتیں ہوئیں جن کا محکی عنہ جدا جدا ہے۔ ایک قَتْلُوهُ جس کا محکی عنہ مزعوم یہود ہے۔ اس حکایت اور محکی عنہ دونوں میں نفی نہیں۔ دوسری وَمَاقَتْلُوهُ جس کا محکی عنہ نسبة واقعية موجودہ بوجود المنشاء او موضوع من حيث انه يصح انتزاع النسبة عنه ہے۔ فلا یرد انه لابد لصدق القضية من المطابقة للمحکی عنہ فی الثبوت والانتفاء فكيف يصح اعتبار المنفی فی الحکایة لافی المحکی عنہ



لماعرفت ان الحکایة المعتبر فیها النفی لیست حکایة عن المحکی عنه  
المزعومی المراد فی العبارة المذكورة۔

نیز معلوم ہو کہ فائدہ جلیلہ کی بنا تحقیق پر ہے نہ صرف ان امور پر جو محض شہرت  
پذیر ہیں۔ لہذا بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کا نص ہونا رفع جسمی مسیح میں ایک ہی امر تحقیقی واقعی پر مبنی  
ہے جو کہ بہ تجدداً اصطلاحات متغیر نہیں ہو سکتا۔ یعنی تنافی بین القتل المزعومی والرفع الجسمی امر  
واقعی ہے۔ پس جب کہ اثبات رفع کا سلب القتل کیا گیا تو بالضرور ابطال مزعوم یہود پر علی  
طرز الاستدلال دال ہوگا، کیونکہ مزعوم یہود کی تردید گو کہ صرف سالبہ شخصیہ یعنی وَمَا قَتَلُوهُ  
سے ہے، مگر اثبات رفع جو وصف منافی القتل المزعوم ہے، بمنزلہ اقامتہ الدلیل علی خلاف  
مزعوم المخاطب ہوگا۔ اس لئے بل کو ابطالیہ نام رکھا گیا یعنی ما بعد اس کا دلیل ہے بطلان  
مزعوم مخاطب پر۔ فاندفع ما قيل وايضاً لا يظهر وجه تسمية بل بالابطالية  
لحصول الابطال بكلمة ما لا بيل۔ خواہ اثبات رفع در رنگ فعلیہ کے ہو یا اسمیہ کے  
یعنی وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ہو یا بحسب الاول ما كان المسيح مقتولاً  
بایدی اليهود يقينا بل کان مرفوعاً اليه کی طرف راجع ہو۔ کیونکہ معیار استدلال  
دونوں صورتوں میں مشترک ہے۔ وہو تنافی المذكور۔ ہاں در صورت وقوع مفرد بعد بل کے  
اس کو عاطفہ کہنا اور بر تقدیر وقوع جملہ کے اس کو ابطالیہ نام رکھنا مبنی علی الظاہر ہے۔  
کما زعمہ ابن ہشام وغيره من النحاة وهو خلاف التحقيق كما نص عليه  
بحر العلوم فی شرح مسلم الثبوت و نقلنا عبارته فی هذه العجالة۔ الحاصل  
فائدہ جلیلہ کا مدعی یعنی بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کا نص ہونا رفع جسمی میں ہر صورت میں اور ہر  
تقدیر پر ثابت ہے، خواہ قصر اصطلاحی یعنی تخصیص شئی بشئی بطریق مخصوص ہو  
یا کہ قصر غیر اصطلاحی مثل اختص الرفع اليه بالمسيح او المسيح مقصور علی



الرفع۔ اور بر تقدیر قصر اصطلاحی کے طُرق اربعہ مشہورہ میں سے ہو یا نہ۔ کیونکہ اثبات الرفع مع سلب القتل بعد تحقق التنافی بینہما کافی ہے حصول مدعا کے لئے۔

اب ہم بنا بر مشہور بھی مدعا کو بپایہ ثبوت پہنچاتے ہیں۔ ما کان المسیح مقتولاً یقیناً بل مرفوعاً الیہ جو مساوق ہے وَمَا قَتَلُوهُ یَقِیْنًا بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْہِ کے لئے۔ کلام قصری مشتمل بر قصر قلب ہے۔ اور طرق اربعہ میں سے قصر بالعطف ہوا کیونکہ در صورت وقوع مفرد بعد بل کے اس کا حرف عطف ہونا اتفاقی ہے اور وَمَا قَتَلُوهُ یَقِیْنًا بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْہِ میں بغیر ارجاع مذکور کے بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِبْطَالِ مَزْعُومِ یہود کا افادہ دیگا۔ لتحقق التنافی۔ یعنی ابطال مَا قَتَلُوهُ کے لئے نہیں اور نہ ابطال قَتَلُوهُ کے لئے بغیر اعتبار الحکم الایجابی، بلکہ قَتَلُوهُ جو جملہ مستقلہ اور نقیض ہے مَا قَتَلُوهُ کی، اس کے بطلان پر دال ہوگا۔ ہاں بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْہِ نظر بہ مَا قَتَلُوهُ کے ابتدائی محض انتقال کے لئے ہوگا اور یہ تقدیر تا وقتیکہ ضروری الارادہ ہونا اس کا، یا ممتنع المراد ہونا شق اول یعنی ابطالیہ کا، ثابت نہ کیا جاوے ہمارے مدعی کو مضر نہیں۔ و دونہ خرط القتاد۔ اور اختلاف احکام نظر باختلاف لحاظ، کثیر الوقوع ہے۔ اور کوئی عاقل اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ چنانچہ آیت وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَہٗ ط بَلْ عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ ۝ (الانبیاء، ۲۶) میں ابطالیہ ہونا بَلْ کا بلحاظ مقولہ ہے، نہ قول کے۔ اور ابتدائی ہونا اس کا بلحاظ قول ہے، نہ مقولہ کے۔ کما قال العلامة الصبان قوله نحو وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَہٗ الخ۔ ای قبل فی نحو ذلک للاضراب الابطالی بناءً علی ان المضرب عنہ المقول (بالمیم) اما اذا کان المضرب عنہ القول فالاضراب انتقالی اذا الاخبار بصدور ذلک منهم ثابت لا یطرق الیہ الابطال انتہی۔ اور ظاہر ہے کہ اضافات بر تقدیر تعدد مضاف الیہ کے باہم مجتمع ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ ابوة وبنوة زید ہی۔ مثلاً باپ ہو سکتا



ہے بہ نسبت عمرو کے اور بیٹا بھی ہو سکتا ہے بہ نسبت خالد کے۔ لہذا بَلُّ کا ابطالیہ اور انتقالیہ ہونا نظر باختلاف مضاف الیہ معاً ہو سکتا ہے۔ الغرض ابطالیہ ہونا اس کا بہر کیف ثابت ہے اور انتقالیہ ہونا اس کا منافی نہیں، لتعدد مضاف الیہ کما عرفت مفصلاً۔

دوبارہ معروض ہے کہ اگر معترض صاحب کو علم معانی و منطق و نحو کی تصریحات مذکورہ بالا سے اطمینان نہ ہو تو ہم قرآن مجید سے ہی نظیر محل نزاع کے مطابق تصریح شمس الہدایت کی عبارت کی دکھا دیتے ہیں۔ دیکھو مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَّلَدٍ (مومنون: ۹۱) سالبہ شخصیہ صادقہ باری تعالیٰ کا مقولہ ہے اور نقیض صریح اس کی اتَّخَذَ اللَّهُ وَّلَدًا موجبہ شخصیہ کاذبہ مزعوم ہے مشرکین کے لئے۔ اور اسی اتَّخَذَ اللَّهُ وَّلَدًا کا ابطال اس آیت وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَّلَدًا سُبْحَانَهُ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ (الانبیاء: ۲۶) میں کیا گیا ہے۔ اب کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَّلَدٍ کی نقیض یعنی اتَّخَذَ اللَّهُ وَّلَدًا کا ابطال نہیں ہوا، یا یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ اس سے قول الہی کا رد و بدل لازم آتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو ایسا ہی وَمَا قَتَلُوهُ کی نقیض صریح یعنی قَتَلُوهُ كَوْبَلٌ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے باطل کہنے میں کونسا رد و بدل کلام الہی میں آگیا۔ اگر کہا جاوے کہ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ تَوَاتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَّلَدًا کے بعد مذکور ہے نہ مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَّلَدٍ کے بعد تا کہ مَا قَتَلُوهُ الخ کی نظیر بن سکے۔ تو جواباً گزارش ہے کہ بعد تسلیم اتحاد مضمون دونوں کلاموں یعنی اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَّلَدًا اور اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَّلَدٍ کے عذر مذکور قابل سماع نہیں ہو سکتا۔ اور دلیل کا انفصال دعویٰ سے اور جواب کا سوال سے قرآن کریم کی طرز کے مخالف نہیں۔ دیکھو وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ (حجر: ۶) اور جگہ ہے، اور جواب اس کا مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٌ (قلم: ۲) دوسری سورت میں۔ بس بیس

مازیاراں چشم یاری داشتیم خود غلط بود آنچه ما پنداشتیم



**قولہ:** صفحہ ۳۰۔ اے ناظرین برائے خدا بجکم الانصاف احسن الاوصاف۔ ذرا انصاف فرمایا جاوے۔ جس مسئلہ کی نسبت ایک شور و غل مچ رہا تھا کہ خلاف اجماع ہے۔ اب اس کی نسبت مؤلف رسالہ شمس الہدایت فرماتے ہیں۔ کہ ”بعض اہل تحقیق رفع جسم برزخی کے بھی قائل ہیں“۔ پھر مؤلف صاحب سے عرض ہے کہ ہم لوگوں کو آپ اہل تحقیق میں ہی رکھیے۔ اور آپ تو عوام اور کافہ اہل اسلام میں شامل ہیں۔ حضرت کیا ایسے ہی مسئلہ کو ثابت بالا جماع کہا جاتا ہے؟ جس میں اہل تحقیق اس کے مخالف ہوں۔

**اقول:** کاش اگر آپ شمس الہدایت کو کسی محقق عالم سے پڑھ لیتے تو اتنی رسوائی آپ کو حاصل نہ ہوتی۔ اتنے بڑے فخر اور تعلیٰ کے بعد جب جہالت در جہالت ظاہر ہو تو پھر حیا دار کے لئے زندگی مشکل ہو جاتی ہے۔ ناظرین خدارا انصاف! شمس الہدایت کی عبارت میں ”الّا بعض اہل تحقیق“ اضافت کے ساتھ ہے یعنی اہل تحقیق میں سے بعض۔ مطلب یہ ہوا کہ اکثر اہل تحقیق نے تو صرف رفع جسم عنصری ذکر کیا ہے مگر بعض اہل تحقیق میں سے قائل بر رفع جسم عنصری برزخی کے ہیں یعنی جسم عنصری بعد سلب شہوة طعام و شراب اٹھا دیا گیا۔ امر وہی صاحب نے ”بعض اہل تحقیق“ کو مرکب تو صنفی سمجھ کر بے وقت کی راگنی حسب عادت ہانکنی شروع کر دی۔

**سوال:** ”بعض اہل تحقیق“ ترکیب اضافی کی تقدیر پر جب مفاد یہ ٹھہرا کہ اہل تحقیق میں سے بعض قائل بر رفع جسم برزخی ہوئے ہیں۔ پھر رفع جسمی پر اجماع نہ رہا۔ اور نیز یہ امر قابل تسلیم ہی نہیں کہ اہل تحقیق کے دو ایسے متخالف مذہب ہوں۔ حق تو ایک ہی ہوا کرتا ہے۔ وَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ۔ اور نیز بعد الاختلاف فی الرفع اتفاق فی النزول ممکن نہیں۔

**جواب:** پہلے یہ بیان کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ مراد بعض سے ”بعض اہل تحقیق“ میں کون ہے۔ سو معلوم ہو کہ ایک تو محدث دہلوی المعروف بہ شاہ ولی اللہ اور دوسرے شیخ محی



الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہما۔ اور جسم برزخی سے مراد ان دونوں حضرات کی وہی جسم عنصری ہے مگر بعد سلب کر لینے کے شہوت طعام و شراب وغیرہ ضروریات بشریہ کے، جیسا کہ حقیقی برزخی بعد الموت مسلوب الشہوت ہوتا ہے۔ برزخی کو بمعنی مسلوب الشہوت لینے کی وجہ یہ ہے کہ دونوں صاحبوں کا مذہب حیات مسیح کا ہے۔ دیکھو حضرت شیخ فتوحات باب ۳۶۷ حدیث معراج میں لکھتے ہیں۔ فلما دخل اذا بعيسى عليه السلام بجسده عينه فانه لم يمت الى الان بل رَفَعَهُ اللهُ الى هذه السماء واسكنه بها وحكمه فيها وهو شيخنا الاول الذي رجعنا على يده وله بنا عناية عظيمة لا يغفل عنا ساعة واحدة (فتوحات مکیہ) یعنی حضرت عیسیٰ عليه السلام اب تک زندہ ہیں، مرے نہیں۔ نیز فتوحات کے باب پانچ سو پچھتر ویں میں فرماتے ہیں۔ اعلم وفقنا الله واياك ان من كرامة محمد صلى الله عليه وسلم على ربه ان جعل من امته رسلا ثم انه اختص من الرسل من بعدت نسبتہ من البشر فكان نصفه بشرا ونصفه الاخر روحاً مطهراً ملكاً لان جبريل عليه السلام وهبه لمريم عليها السلام بشراً سوياً رفعه الله اليه ثم ينزله وليا خاتم الا وليا في اخر الزمان بحكم شرع محمد صلى الله عليه وسلم في امته الخ۔ فتوحات کی نقلیں اس مسئلہ پر پہلے گزر چکی ہیں۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ ”نوز الکبیر“ میں لکھتے ہیں۔ ”نیز از ضلالت ایشاں یعنی نصاریٰ یکے آنست کہ جزم میکنند کہ حضرت عیسیٰ عليه السلام مقتول شدہ است و فی الواقع در قصہ عیسیٰ اشتبا ہے واقع شدہ بود۔ رفع بر آسمان را قتل گمان کردند و کا برا عن کالبر ہماں غلط راروایت نمودند۔ خدائے تعالیٰ در قرآن شریف از الہ شبہہ فرمودہ کہ ﴿مَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾“ اتھی۔ اسی طرح شاہ صاحب ترجمۃ القرآن میں ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ کے تحت لکھتے ہیں۔ ”پس ہر گاہ کہ برداشتی مرا“۔ اور ”میراندی مرا“۔ نہیں کہتے۔ لہذا رفع سے جو ”نوز



الکبیر“ میں ہے رفع روحانی لینا از قبیل توجیہ القول بمالاریضی بہ قائلہ ہوگا۔

بعد تمہید ہذا مطلب عبارت شمس الہدایت کا یہ ہوا کہ کافہ اہل اسلام اور اکثر اہل تحقیق نے صرف حیات مسیح اور رفع بحسدہ العنصری کا ذکر کیا ہے، بغیر تحقیق اس امر کے کہ جسم عنصری کا رفع بعد سلب الشہوت کے ہوایا بغیر اس کے۔ الغرض اس میں خوض ہی نہیں کیا۔ بخلاف بعض کے اہل تحقیق میں سے کہ وہ گو کہ قائل بحیات و بہ نزول دوبارہ مسیح کے ہیں مگر انہوں نے مسلوب الشہوت ہونے کو بھی ملحوظ رکھا۔ اختلاف صرف ذکر کرنے مسلوب الشہوت وعدم ذکر اس کے میں ہوا، نہ حیات و ممات میں۔ اور مراد نزول سے اس قول میں ”مگر نزول مسیح پر سب ہی اتفاق رکھتے ہیں“، نزول جسمی ہے۔ ظاہر ہے کہ کافہ اہل اسلام اور بعض اہل تحقیق کا اتفاق فی النزول الجسمی فرع ہے، اتفاق فی الرفع الجسمی کے۔ حاصل یہ ہوا کہ بعض اہل تحقیق کی مخالفت کافہ اہل اسلام سے صرف تعبیر برزخی میں ہے۔ اور یہ اس امر کی منج نہیں کہ ان کے نزدیک رفع اور نزول روحانی ہو، بلکہ وہ بھی رفع اور نزول جسمانی ہی کے قائل ہیں۔ چنانچہ ان کی تصنیفات سے ظاہر ہے۔

**سوال:** بجائے برزخی کے اگر مسلوب الشہوت ہوتا تو ناظرین عبارت شمس الہدایت کو دقت نہ ہوتی؟

**جواب:** مصنف کو نقل بعینہ منظور تھا۔ دیکھو فیوض الحرمین اور تفسیر محی الدین ابن عربی۔

**سوال:** نقل بعینہ کی کیا ضرورت تھی؟

**جواب:** مقصود اس سے دفع وہم کا ہے جو ناظرین کو برزخی کے لفظ کو ظاہر پر حمل کرنے سے واقع ہوتا تھا۔ بناء علیہ حضرت شیخ اور محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی قائلین بوفات المسیح سے شمار کیا جاتا تھا۔ لہذا بعد ذکر کرنے ”برزخی“ کے ”مگر نزول المسیح الخ“ کے ساتھ دفع کیا گیا۔ والا اتنا ہی کافی تھا کہ سب اہل اسلام متفق ہیں رفع جسمی پر۔



**سوال:** شمس الہدایت کی عبارت میں کونسا قرینہ ہے جو دلالت کرتا ہے ارادہ مذکور پر۔ یعنی کافہ اہل اسلام اور بعض اہل تحقیق دونوں حیات کے قائل ہیں۔

**جواب:** : جملہ ”مگر نزول مسیح پر سب ہی اتفاق رکھتے ہیں“۔ کا شاہد بین ہے، ارادہ مذکور پر۔ کیونکہ نزول جسمی من السماء بغیر حیات کے ہو ہی نہیں سکتا۔ اور اوپر بیان کیا گیا ہے کہ مراد نزول سے نزول جسمی ہے کیونکہ نزول روحانی پر اتفاق کافہ اہل اسلام اور حضرت شیخ و محدث دہلوی کا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ چنانچہ فتوحات و فوز الکبیر وغیرہ سے مشرّح کیا گیا ہے۔ اس مقام میں بھی جناب مہربان صاحب مذکور نے بہ تقلید امر وہی صاحب کے ہر محفل میں شور مچا رکھا ہے۔ گویا یہ آپ کا پانچواں اعتراض ہے۔ ارے امر وہی کے معتقدو! اب تو آپ کے فاضل نے فیصلہ کر دیا اور بذریعہ اپنی کتاب کے اشتہار دے دیا کہ ہمارا علمی مادہ یہی کچھ ہے۔ اور ہم اور ہمارے مسیح الزمان جو ہمارے سہارے پر جواب دینا چاہتے تھے اور کل مقلدین ہمارے جاہل مرکب ہیں۔ تم اہل اسلام ہماری جاہلانہ تحریرات کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھاؤ۔ قرآن کریم و احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تفسیر میں جو کچھ پہلے لوگ فرما گئے ہیں، وہی حق ہے۔ و نعم ما قیل

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد خمیر مایہ دکان شیشہ گرسنگ است

امر وہی صاحب نے اس مقام پر صفحہ ۳۱ میں اپنی جہالت و تذبذب و اشتباہ کے مناسب حال یہ شعر فتوحات وغیرہا سے لکھ دیا ہے۔

رق	الزجاج	و	رقت	الخمیر
فتشابہا	وتشاکل		الامر	
فکانما	خمر		ولاقدح	
وکانما	قدح		ولاخمر	



گویا امر وہی اس قطعہ کے لکھنے میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ شیشہ اور شراب دونوں لطیف ہیں۔ یعنی شمس الہدایت کے الفاظ و مضامین گویا شراب ہے، صراحی نہیں۔ اور اگر یہ کہوں کہ صراحی ہے، شراب نہیں۔ تو بھی بجا ہے۔

**قولہ:** صفحہ ۳۲۔ لیکن مرفوعیت جسمانی اور ملعونیت (جو لازم مقتولیت بالصلیب کو ہے) باہم متنافی نہیں۔

**اقول:** ملعونیت کا لزوم مقتولیت بالصلیب کو صرف آپ کا اور یہود کا زعم فاسد ہے۔ ورنہ بائیسویں اور تیسویں آیت کی عبارت بعینہا جو اوپر نقل ہو چکی ہے۔ اس کا مفاد یہ ہے۔ کہ ملعونیت لازم ہے صرف اس مقتولیت بالصلیب کو جو مجرم میں متحقق ہو۔ اور چونکہ قتل اور مرفوعیت جسمانی میں تنافی موجود ہے۔ لہذا قصر قلب کا مقتضی بھی متحقق ہوا۔ ناظرین کو اتنی ہی تشریح کے بعد امر وہی صاحب کے صفحہ ۳۲، ۳۳، ۳۴، اور ایسے ہی اس کے حاشیہ متعلقہ صفحہ ۳۱ سطر ۹ کے چار صفحات کی بناء فاسد علی الفاسد معلوم ہو سکتی ہے۔

**قولہ:** صفحہ ۳۲۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بسا مشرکین و کفار جن کی کوٹھیاں بلند پہاڑوں پر بنی ہوئی ہیں، باعتبار جسم کے مرفوع ہیں۔ اور ایسے ہی ۷۶۱ فٹ اونچا جو غبارہ جاسکتا ہے اس میں اکثر ہی مرفوع اجسام ہوتے ہیں، نہ مرفوع الدرجات، بلکہ عند اللہ ملعون ہیں۔ اور کئی ہزار فٹ نیچے زیر زمین دامن کوہ موحدین مومنین جسمانی طور سے مخفوض ہیں، لیکن عند اللہ مرفوع الدرجات ہیں۔ تو کیا آپ کے نزدیک وہ کفار مرفوع بحکم عنصری مرفوع الدرجات یا مقبول الہی ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اور کئی ہزار فٹ نیچے جو مومنین موحدین سکونت پذیر ہیں، کیا آپ کے عندیہ میں نعوذ باللہ مردود و ملعون ہیں؟ کلاً و حاشا۔

**اقول:** سبحان اللہ ماشاء اللہ! معقول ہو تو ایسا ہی ہو اور منقول تو ویسا کہ بی یسمع و بی یبصر کی روایت بھی نامعلوم۔ ایں رفت و آں ہم رفت۔ رفت و رفت رفت و نعم ما قیل۔ شعر عاشق ہوئے ہیں یار کے ہم کس امید پر جز آہ نار سا کوئی سامان بھی نہیں



پہاڑ کے اوپر کافر کی بالا راہ حرکت و سکون کہاں، اور ملائکہ کا اٹھا کر لے جانا آسمان پر جو رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کے مضمون کی کیفیت ہے یہ کجا۔ مولانا یہاں پر مطلق رفع جسمی اور خفض جسمی میں کلام نہیں۔ ذرا آنکھ کھول کر دیکھو وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ میں کلام ہو رہا ہے۔ کیا وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ میں مستغرق ہونے کی وجہ سے اشتباہ کی رنگت میں رنگین ہو گئے ہیں؟ یا دسمہ لگانے کو دیر ہو گئی ہے؟ جو کچھ ہو مبارک ہو، مگر رفع جسمی مذکور فی الآیة کے تحقق کے لئے مادہ عباد مقرر بین میں سے وہ اچھے لوگ ہوں گے جن کو ملائکہ نے اعزاز و تکریم کے ساتھ اوپر کو اٹھا لیا ہو اور جن کے رفع جسمی سے نصوص و اخبار پتہ دیتے ہیں۔ آپ نے پہاڑ سے مشرک کو اور ایسا ہی ان کفار کو جو بذریعہ غبارہ اُڑائے جاویں کہاں سے دیکھ لیا۔ کیا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ میں آپ کا نرالا معقول ان دونوں کو داخل کر سکتا ہے؟ آپ نے ”شرح الصدور“ کو نہیں ملاحظہ فرمایا۔ حکمی الیا فعی فی کفایة المعتقدین عن الشيخ عمر بن الفارض انه حضر جنازة رجل من الاولياء قال فلما صلينا عليه و اذالجو قد امتلاء بطيور خضر فجاء طير كبير منهم فابتلعه ثم طار فتعجب من ذلك فقال لي رجل قد نزل من الهواء و حضر الصلوة لاتعجب فان ارواح الشهداء في حواصل طيور خضر ترعى في الجنة اولئك شهداء السيوف و اما شهداء المحبة فاجسادهم ارواح۔ ترجمہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ”کفایة المعتقدین“ سے بروایت یافعی شیخ عمر بن فارض مکی کا چشم دید واقعہ نقل کرتے ہیں کہ شیخ عمر ایک ولی اللہ کے جنازہ پر جا پہنچے۔ فرماتے ہیں کہ جبکہ ہم نماز جنازہ ادا کر چکے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس قدر سبز جانور آسمان سے اترے ہیں کہ ان سے آسمان چھپ گیا پس ان میں سے ایک بڑا جانور الگ نیچے اتر اور اس نے اس ولی اللہ کو اس طرح نگل لیا جیسے کہ جانور ایک دانہ نگل لیتا ہے اور آسمان کی طرف اڑ گیا۔ شیخ عمر فرماتے ہیں کہ



میں اس واقعہ سے متعجب ہوا لیکن اتنے میں ایک شخص میرے سامنے آ گیا کہ وہ بھی آسمان سے اتر تھا اور نماز میں شریک ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ اے عمر! اس واقعہ سے تعجب مت کر۔ کیونکہ وہ شہید جن کی روحیں جنت میں سبز جانوروں کی حواصل میں رہتی ہیں، وہ تلواریں کے شہید ہیں۔ لیکن محبت کے شہیدوں کے بدن، روح کا حکم رکھتے ہیں۔

شیخ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اسی کے مشابہ ہے وہ قصہ جس کو ابن ابی الدنیانے ذکر موتی میں زید بن اسلم سے روایت کیا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص عابد و زاہد پہاڑوں کی غاروں میں خدا کی عبادت کیا کرتا تھا۔ اور دنیا کے لوگوں سے کنارہ کش تھا۔ اس زمانہ کے لوگ قحط کے دنوں میں اس سے دعا منگوا کرتے تھے اور اس کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان پر ابر رحمت برسایا کرتا تھا۔ اتفاقاً وہ فوت ہو گیا لوگ اس کے غسل کی تیاری کرنے لگے کہ ناگہاں ایک تخت آسمان کی بلندی سے اترتا ہوا نظر آیا یہاں تک کہ اس ولی کے نزدیک آپہنچا۔ اور ایک شخص نے کھڑے ہو کر اس تخت کو پکڑ لیا اور اس ولی کو تخت پر رکھا اور وہ تخت آسمان کی طرف اٹھایا گیا اور لوگ دیکھتے رہے کہ وہ ہوا میں اڑا جاتا ہے یہاں تک کہ ان سے پوشیدہ ہو گیا۔ قلت و یشبہ هذا ما اخرجہ ابن ابی الدنیا فی ذکر الموت عن زید بن اسلم قال کان فی بنی اسرائیل رجل قد اعتزل الناس فی کھف جبل و کان اهل زمانہ اذا قحطوا استغاثوا بہ فدعی اللہ فسقاہم فمات فاخذوا فی جہازہ فبیناہم کذالک اذاہم بسریر برفرف فی عنان السماء حتی انتھی الیہ فقام رجل فاخذہ فوضعه علی السریر فارتفع السریر والناس ینظرون الیہ فی الهواء حتی غاب عنہم۔

**عامر بن فہیرہ کا آسمان پر اٹھایا جانا:** علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس کا مؤید وہ واقعہ ہے جس کو بیہقی اور ابو نعیم نے دلائل النبوة میں بروایت عروہ نقل کیا ہے



کہ عامر بن فہیرہ غلام ابی بکر رضی اللہ عنہ معونہ کے دن شہید ہوا۔ اور عمرو بن امیہ الضمری نے چشتم خود دیکھا کہ وہ اسی وقت آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا۔ چنانچہ یہی عجیب و غریب واقعہ ضحاک بن سفیان کلابی کے اسلام کا باعث ہوا اور اس نے عامر بن فہیرہ کے قتل کا اور رفع کا چشتم دید واقعہ اور اس پر اپنا اسلام لانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لکھا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ملائکہ نے عامر بن فہیرہ کے جسم کو چھپالیا اور اس کو علیپن پر جاتا رہا۔ اور یہی قصہ ابن سعد اور حاکم نے کبیر میں بطریق عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت کیا کہ عامر بن فہیرہ آسمان کی طرف اٹھایا گیا اور ملائکہ نے اس کا جسم چھپالیا۔ اور عامر بن طفیل بھی اپنا چشتم دید واقعہ بیان کرتا ہے۔ اس سے عامر بن فہیرہ کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا دیکھا۔ اور اسی طرح خبیب بن عدی کی نسبت احمد اور ابو نعیم اور بیہقی نے بزرگوں سے روایت کی کہ عامر بن امیہ الضمری تخریج کی۔ شیخ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابو نعیم کے نزدیک خبیب بن محمد رضی اللہ عنہ آسمانوں کی طرف مرفوع ہونا قطعی ہے۔ چنانچہ ابو نعیم نے جواب و سوال کی صورت میں کہا کہ اگر یہ کہا جاوے کہ عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں کی طرف اٹھائے گئے ہیں۔ تو ہم کہیں گے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک قوم آسمانوں کی طرف اٹھائی گئی۔ اور یہ امر عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفع سے بھی عجیب تر ہے۔ اور اس کے بعد عامر بن فہیرہ اور خبیب بن عدی اور علاء بن حضرمی کا واقعہ بھی بیان کیا۔ جس کے رفع کا ذکر شیخ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے باب احوال الموتی فی قبورہم میں کیا۔ اس کے بعد شیخ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مشہور حدیث سے جس کو نسائی اور بیہقی اور طبرانی وغیرہم نے بروایت جابر رضی اللہ عنہ تخریج کیا ہے۔ ان واقعات رفع کے غیر محال اور ممکن الوقوع ہونے پر استدلال کر کے کہا کہ غزوہ احد میں جبکہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ انگلیوں کے زخم کے درد سے کلمہ جس کہہ رہے تھے (جو عرب کے محاورہ میں شدت درد کے وقت منہ سے نکلتا ہے) تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے



خطاب کر کے فرمایا کہ اے طلحہ! اگر تو بجائے کلمہ جس کے بسم اللہ کہتا تو ملائکہ بالضرور تجھے اٹھالے جاتے اور لوگ تیری طرف دیکھتے رہ جاتے، یہاں تک کہ تو وسط آسمان میں جا پہنچتا۔ یہ ترجمہ ہے شرح الصدور کی عبارت کا صفحہ ۷۳ میں ملاحظہ ہو۔

امروہی صاحب! افسوس ہے کہ آپ کے نبی قادیانی کہیں تو رفع مسیح کو محال عقلمندی اور کہیں اس پر تمسخر اڑاتے ہیں کہ آسمان پر مسیح بول و براز کس جگہ کرتا ہوگا اور اتنی عمر کا ہو کر نکمانہ ہو گیا ہوگا۔ پھر اترنے کے بعد کس کام کا ہوگا۔ (ناظرین صفحہ ۷۴ "ازالہ اوہام" کا ملاحظہ کریں اور نیز ازالہ صفحہ ۵۰ و صفحہ ۷۷۔)

نعر گر ہمیں مکتب است و این ملّا  
کار پفلاں تمام خواهد شد

خدا قرآن مجید کی تحریف سے باز آؤ۔ بعد اس کے معلوم ہو کہ رفع جسمی بمعنی رفع الملائکہ الی السماء جو مستلزم ہے اعزاز کو۔ اس کا مقابل خفض فی الارض ہے جو بذریعہ ملائکہ کے ہوتا ہے کفار محسوفین میں (یعنی زمین میں دھنسائے ہوئے) اور وہی متحقق ہوگا۔ آپ نے اس کے لئے مومنین موحدین کو کس طرح مادہ تحقیق بنا لیا۔

**قولہ:** صفحہ حاشیہ متعلقہ صفحہ ۳۱۔ ثانیاً ہم کہتے ہیں کہ امام مالک صاحب کا مذہب موت اور وفات مسیح بن مریم کا مثلاً ہے۔ اور آپ کے نزدیک وہ بالضرور اہل تحقیق میں سے ہوں گے۔ کیونکہ ائمہ اربعہ میں سے ایک بڑے امام ہیں۔ اب آپ فرماویں کہ باقی تین ائمہ نے اپنے مذہب رفع جسمانی یا نزول جسمانی کی کہاں تصریح کی ہے۔ در صورت عدم تصریح اقل درجہ ان کی نسبت سکوت مانا جاویگا۔ پھر وہی مذہب ہمارا لوٹ آیا۔ کہ بعض اہل تحقیق نے اپنے مذہب کی تصریح کر دی ہے اور بعض محققین نے مجملاً اس پیشین گوئی کو تسلیم کر لیا ہے۔ اپنے وقت پر جس طرح ہو، واقع ہو کہ علمہ عند اللہ اور قبل وقوع پیشین گوئی کے یہ طریقہ اختیار کرنا بھی اسلم ہے۔ ثالثاً فرضاً کہ بعض اہل تحقیق سے کوئی قول مؤید آپ کے مذہب کا



منقول ہو تو پھر ہم یہ کہیں گے کہ وہ آپ کا اجماع کہاں گیا جس کے خرق کا الزام ہم پر لگا کر ہماری تحقیر کی گئی تھی۔ اے مرید و مؤلف صاحب کے اب تو آپ کے پیر نے فیصلہ کر دیا اور بذریعہ اپنی کتاب کے اشتہار دے دیا کہ بعض محققین رفع روحانی اور وفات کے قائل ہیں نہ حیات اور رفع جسمانی کے۔ الخ۔

**اقول:** الفاظ ”إِلَّا بَعْضُ أَهْلِ تَحْقِيقٍ“ کا معنی اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اب آئمہ کے تصریحات سنئے۔ امام الائمہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔ وخروج الدجال وياجوج وماجوج وطلوع الشمس من المغرب ونزول عيسى عليه السلام من السماء وسائر علامات يوم القيمة على ماوردت به الاخبار الصحيحة حق كائن۔ (فقہ اکبر) اور یہی مذہب کل آئمہ شفعویہ کا ہے۔ جیسے کہ آئمہ صحاح ستہ اور شیخ سیوطی وغیرہ کی تصریحات سے ظاہر ہے۔ اور یہی مذہب آئمہ مالکیہ کا ہے، چنانچہ شیخ الاسلام احمد نفراوی المالکی نے فواکہ دوانی میں تصریح کر دی کہ اشراط ساعت سے ہے آسمانوں سے عیسیٰ عليه السلام کا اترنا۔ آہ۔ اور جیسا کہ علامہ زرقانی مالکی شرح مواہب قسطلانی میں بڑی بسط سے لکھتے ہیں۔ جس کا نقل کرنا حسب مدعی اس موقع پر ضروری سمجھا جاتا ہے۔ فاذا نزل سيدنا عيسى عليه الصلوة والسلام فانه يحكم بشريعة نبينا صلى الله عليه وسلم بالهام واطلاع على الروح المحمدي او بما شاء الله من استنباط لها من الكتاب والسنة

۱۔ حسب تصریح شیخ الاسلام احمد مالکی اور علامہ زرقانی مالکی وعلامہ سیوطی وغیرہم کے ثابت ہے کہ امام مالک کا مذہب بھی اجماع کے برخلاف نہیں۔ اسی لیے (قال مالک مات وهو ابن ثلث وثلثين سنة) کی تاویل شیخ محمد طاہر مجمع البحار میں یوں لکھتے ہیں (ولعله اراد رفعه الى السماء حقيقة ويجي آخر الزمان لتواتر خبر النزول۔ جلد ۱ ص ۲۸۶) الغرض رفع و نزول جسمی کے سب آئمہ قائل ہیں اور حیات مسیح الی ما بعد النزول ماشاء الله سب کا اجماعی عقیدہ ہے۔ یہی معنی ہے شمس الہدایت کے اس قول کا ”مگر نزول مسیح پر سب ہی اتفاق رکھتے ہیں۔“ ۱۲۱ منہ۔



وَنَحْوِ ذَلِكَ - شَائِدَ آءِ نَزْوْلِ كُوْءِ عِلْمِ زَرْقَانِي مَالِكِي الْمَذْهَبِ كِي عِبَارَتِ "فَاذْ نَزْوْلِ سَيْدِنَا عَيْسَى" سَے مَفْهُومُ هُوْتَا هَے حَسْبَ الْعَادَتِ مَوْوَلِ تُهْمَرِ اَوِيں لِيْعْنِي نَزْوْلِ بَرْوَزِي تُو اس كَجِ رِفْتَارِي كُو يِهْ عِبَارَتِ جُو اس كَ بَعْدِ لَكْهَتِي هِيں - فَهَوُ الْعَلِيٌّ وَ اِن كَانِ خَلِيْفَةُ فِي الْاِمَّةِ الْمَحْمُودِيَةِ فَهَوُ رَسُوْلٌ وَ نَبِيٌّ كَرِيْمٌ عَلٰى حَالِهٖ لَا كَمَا يَظُنُّ بَعْضُ النَّاسِ اِنَّهٗ يَاتِي وَ اِحْدًا مِّنْ هَذِهِ الْاِمَّةِ بِدُوْنِ نُبُوَّةٍ وَ رِسَالَةٍ وَ جَهْلٍ اِنَّهٗمَا لَا يَزُوْلَانِ بِالْمَوْتِ كَمَا تَقْدِمُ فَكَيْفَ بَمَنْ هُوَ حَيٌّ نَعْمُ هُوَ وَ اِحْدٌ مِّنْ هَذِهِ الْاِمَّةِ مَعَ بَقَائِهٖ عَلٰى نُبُوَّتِهٖ وَ رِسَالَتِهٖ - خَاكٌ فِيْ مِلَادِيَّتِي هَے -

عِلْمِ سَيُوْطِي رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ كِتَابُ الْاَعْلَامِ فِيْ لَكْهَتِي هِيں كِهْ عَيْسَى نَبِيُّ اللّٰهِ جُو بَعْدَ اَزْ نَزْوْلِ آسْمَانُوں سَے هَمَارَے نَبِيُّ ﷺ كِي شَرِيْعَتِ كَے مَطَابِقِ حَكْمِ كَرِيْغَا، اس پَر اَجْمَاعِ هَے - عِبَارَتِ يِهْ هَے - كِهْ اِنَّهٗ يَحْكُمُ بَشْرِعَ نَبِيْنَا وَرَدَتْ بِهٖ الْاِحَادِيْثُ وَ اِنْعَقَدَ عَلَيْهِ الْاَجْمَاعُ - فَتَحَّ الْبَيَانُ فِيْ هَے - وَ قَدْ تَوَاتَرَتْ الْاِحَادِيْثُ بِالنَّزْوْلِ جَسْمًا اَوْضَحَ ذٰلِكَ الشُّوْكَانِي فِيْ مُؤَلَّفِ مَسْتَقْلٍ يَتَضَمَّنُ ذِكْرَ مَا وَرَدَ فِي الْمُنْتَظَرِ وَ الدَّجَالِ وَ الْمَسِيْحِ وَ غَيْرِهٖ وَ صَحْحِ الطَّبْرِيِّ هَذَا الْقَوْلِ وَ وَّرَدَتْ بِذٰلِكَ الْاِحَادِيْثُ الْمَتَوَاتِرَةُ - (فَتْحُ الْبَيَانِ: صَفْحَةُ ۳۲۲ ج ۲) -

آئْمَةُ اَرْبَعَةٍ كِي مَسَانِيْدُ اَوْر اِيْسَے هِي اِن كَے مَقْلَدِيْنَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ كِي تَصَانِيْفِ فِيْ اِحَادِيْثِ نَزْوْلِ مَسِيْحِ مَوْجُوْدِ هِيں جِن سَے صَافِ مَعْلُوْمُ هُوْتَا هَے كِهْ اِنْهَوں نَے لَفْظِ عَيْسَى سَے وَ هِي مَرْيَمُ كَا بِيْثَا عَلٰى نَبِيْنَا ﷺ سَمَجْهًا هُوَا تَهَانَهٗ مِثْلِيْ اس كَا - الْغَرَضُ تَالِيْفَاتِ آئْمَةِ اَرْبَعَةٍ وَ سَاوَرِ عِلْمِ اِسْلَامِ مَحْدَثِيْنَ وَ مَفْسَّرِيْنَ كِي اِلٰى يَوْمِنَا هَذَا كَے اُوپر نَظَرِ ڈَالْنِے سَے صَافِ مَعْلُوْمُ هُوْتَا هَے كِهْ كَلِّ مَحْدَثِيْنَ اَوْر آئْمَةُ مَذَاهِبِ اَرْبَعَةٍ اَوْر اصْحَابِ رَوَايَتِ وَ دَرَايَتِ صَحَابَهٗ كِرَامِ جِيْسَے حَضْرَتِ عَمْرٍ اَوْر حَضْرَتِ اِبْنِ عَبَّاسِ اَوْر حَضْرَتِ عَلِيٍّ اَوْر عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَوْر اَبُو هُرَيْرَةَ اَوْر عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ اَوْر رَجِيْعِ



اور انس اور کعب اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ چنانچہ ان کا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کلام بالتشریح اپنے مقام پر آئے گا۔ اور جابر اور ثوبان اور عائشہ اور تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بخاری و مسلم اور ترمذی اور نسائی اور ابو داؤد اور بیہقی اور طبرانی اور عبد بن حمید اور ابن ابی شیبہ اور حاکم اور ابن جریر اور ابن حبان اور امام احمد اور ابن ابی حاتم اور عبد الرزاق اور قتادہ اور سعید بن منصور اور ابن عساکر اور اسحاق بن بشیر اور ابن ماجہ اور ابن مردویہ اور بزاز شرح السنۃ و ابو نعیم اور شیخ سیوطی اور علامہ ذہبی اور ابن حجر عسقلانی اور قسطلانی اور امام ابو حنیفہ اور کل آئمہ شیعویہ اور مالکیہ اور حنبلیہ اور شیخ اکبر صاحب فتوحات و مجدّد وقت حضرت امام ربّانی و سائر صوفیہ اکرام علیہم الرضوان اور تابعین جیسے ابن سیرین اور امام شوکانی اور ابن قیم و ابن تیمیہ وغیرہ کا اس پر اجماع ہے کہ عیسیٰ نبی ﷺ زندہ آسمانوں پر اٹھائے گئے۔ اور قبل از قیامت آسمانوں سے اتریں گے۔ قادیانی صاحب نے اس افتراء اور ناپاک جھوٹ مسطورہ ”مکتوب عربی“ سے سفید کاغذوں کا منہ سیاہ کر دیا۔ کہ ”اکثر اکبر امت اور آئمہ مسیح کے

مرزا صاحب نے جو نزول بروزی کو صوفیہ کا مذہب لکھا ہے (ایام الصلح فارسی ص ۱۸۰) یا مروی صاحب نے شمس بازغہ میں۔ ان دونوں نے نقل میں دھوکے اور دجل سے کام لیا ہے۔ شیخ محمد اکرم صابری کی کتاب ”اقتباس الانوار“ سے نقل کرتے ہیں۔ ”وبعضے برانند کہ روح عیسیٰ در مہدی بروز کند و نزول عبارت ازین بروز است مطابق این حدیث لامہدی الا عیسیٰ ابن مریم“۔ بس حالانکہ اس کے بعد اسی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ ”وایں مقدمہ بہ غایت ضعیف است“ (اقتباس الانوار صفحہ ۵۲)۔ اور دوسری جگہ اسی کتاب ”اقتباس الانوار“ کے صفحہ ۷۲ میں لکھتے ہیں۔ ”یک فرقہ برآں رفتہ اند کہ مہدی آخر الزمان عیسیٰ بن مریم است و این روایت بہ غایت ضعیف است۔ زیرا کہ اکثر احادیث صحیحہ و متواترہ از حضرت رسالت پناہ ﷺ و زود یافتہ کہ مہدی از بنی فاطمہ خواهد بود و عیسیٰ با وقتدار کردہ نماز خواهد گذارد و جمیع عارفان صاحب تمکین بر این متفق اند۔ چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ در فتوحات مکی مفصل نوشتہ است کہ مہدی آخر الزمان از آل رسول ﷺ من اولاد فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ظاہر شود و اسم او اسم رسول اللہ باشد“ الخ۔ ۱۲ منہ۔



مرجانے کے قائل ہیں اور اس کی حیات پر اجماع نہیں بلکہ اس کی موت پر اجماع ہے۔ اور صحابہ اور تابعین اور آئمہ اور تبع تابعین اس کی موت کے قائل ہیں۔ اور یہی مذہب مالک اور ابن حزم اور امام بخاری وغیرہ اکابر محدثین کا ہے اور اسی پر اتفاق اکابر معتزلہ اور بعض اولیائے کرام کا ہے۔ اور رجوع کا لفظ کسی حدیث نبوی میں نہیں۔ اور آسمان سے نزول کا لفظ بھی نہ کسی حدیث میں آیا اور نہ متقدمین کے ملفوظات اور کلمات میں۔ کیا تم ان الفاظ کو خائون کی طرح تراشتے ہو۔ اور تم ہرگز ان الفاظ کو رسول کریم ﷺ اور متقدمین کی کلام یا ”توفی“ کے لفظ کو غیر معنی موت میں نہ پاسکو گے، اگرچہ حسرت اور ندامت کے ساتھ مرنا چاہو۔ یہ ہے ترجمہ مکتوب عربی قادیانی کا صفحہ ۱۵۱۔ امر وہی صاحب بھی مثل مشہور کا مصداق چھوٹے میاں واہ واہ! اور بڑے میاں سبحان اللہ۔

بھائی مسلمانو! تفسیروں میں مفسرین نے جس امر کو نصاریٰ کا قول یا کسی ایک مسلم کا یعنی وفات مسیح ٹھہرایا ہے۔ اس کو قادیانی نے بمعہ چیلے چانٹوں اپنے کے مجمع علیہ اہل اسلام کا بنا لیا ہے۔ دیکھو بیضاوی قیل امامتہ اللہ سبع ساعات ثم رفعہ اللہ الی السماء والیہ ذہب النصارى۔ یعنی یہ قول کہ عیسیٰ علیہ السلام رفع کے قبل سات ساعت تک مرے رہے، یہ نصاریٰ کا قول ہے۔ اور معالم و تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ کہ قال وہب توفی اللہ عیسیٰ ثلاث ساعات من النهار ثم احیاه ثم رفعہ اللہ الیہ وقال محمد بن اسحاق ان النصارى یزعمون ان اللہ توفاه سبع ساعات من النهار ثم احیاه و رفعہ الیہ۔ اور شیخ الاسلام حرانی کی عبارت جس میں قول بالوفات کو نصاریٰ کی طرف منسوب کیا ہے، ابتداء کتاب ہذا میں نقل کی گئی ہے۔ اور جیسے کہ حاکم نے مستدرک میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ایک سو برس تک زندہ رہے۔ اور ہر نبی اپنے ما قبل نبی کے نصف عمر پاتا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ



نے فرمایا کہ میں ساٹھ برس کے سرے پر جانے والا ہوں۔ پہلے قول کو سب نے نصاریٰ کی طرف منسوب کیا اور حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ذکر کر کے حافظ ابن حجر عسقلانی نے خود غیر معتبر ٹھہرایا۔ اور کہا کہ صحیح یہی ہے کہ عیسیٰ عليه السلام زندہ اٹھایا گیا۔ اور ابن عساکر کی حدیث اس کے بعد نقل کر کے ثابت کر دیا کہ عیسیٰ عليه السلام مدینہ منورہ میں فوت ہوں گے۔ اگر کتب سیر و تواریخ پر بالاستقراء نظر ڈالی جائے تو ہرگز یہ قضیہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر نبی اپنے ما قبل نبی کے نصف عمر پاتا ہے۔ اور فساد مضمون کا من جملہ علامات وضع حدیث کے ہوتا ہے۔

### قادینانی نے اپنے مکتوب میں جن امور کی نسبت ساری امت کو مفتری ٹھہرایا ہے ان کا ثبوت

۱..... لفظ ”من السماء“ کا ثبوت صراحتاً یا دلالتاً روی اسحاق بن بشر و ابن عساکر عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فعند ذلك ينزل اخي عيسى بن مريم من السماء۔

۲..... فقہ اکبر میں امام الآئمہ ابو حنیفہ رضي الله عنه نزول عیسیٰ عليه السلام من السماء فرماتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے نقل کیا گیا۔

۳..... شیخ اکبر فتوحات میں فرماتے ہیں۔ فانہ لم یمت الی الان بل رَفَعَهُ اللهُ الی هذه السماء روی ابن جریر و ابن حاتم عن ربیع قال ان النصارى اتوا النبی صلى الله عليه وسلم الی ان قال الستم تعلمون ربنا حی لایموت وان عیسیٰ یاتی علیہ الفناء۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب زندہ ہے جس پر موت نہیں آئے گی اور عیسیٰ پر موت آئے گی۔

۴..... درة الدرانی۔ (۱) بخاری کا مذہب۔ اخرج البخاری فی تاریخہ والطبرانی عن عبد الله بن سلام قال یدفن عیسیٰ بن مريم مع رسول الله وصاحبه



فیکون قبره رابعاً۔ (۲) ”رجوع کا لفظ“ قال الحسن قال رسول الله ﷺ  
للیهود ان عیسی لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیمة (درمنثور)۔

امروہی صاحب اس لم یمت کی تاویل فرماتے ہیں۔ ”کہ حضرت عیسیٰ سولی پر  
نہیں مرے“۔ (دیکھو ٹمبس بازغہ صفحہ ۷۰، سطر ۲۰)۔ مگر آگے جا کر وانه راجع الیکم قبل یوم  
القیمة میں سکتہ عارض ہو جاتا ہے۔ شاید اس لئے کہ کیا کروں اگر وانه راجع میں انہ کی ضمیر  
عیسیٰ کی طرف عائد کرتا ہوں تو خود عیسیٰ کا دوبارہ دنیا میں آنا ثابت ہو جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ  
ہوگا کہ جو روپیہ چندہ کا میرے پاس بحسدہ العنصری پہنچایا گیا تھا۔ وہی بعینہ دوبارہ لوٹ کر  
جس جگہ سے آیا تھا وہاں پر ہی نازل ہوگا۔ اور اگر وانه کا مرجع قادیانی ٹھہراتا ہوں تو آیت  
میں اس کا ذکر ہی نہیں۔ اب ذرا دم کھا جانا مصلحت وقت معلوم ہوتا ہے۔

نزول و رجوع بروزی کی تاویل اور اس کی تردید ابتداء کتاب میں مفصل گزر چکی  
ہے، ملاحظہ ہو۔ اور حاکم نے اس حدیث معاہدہ کے اخیر میں جس کو امام احمد نے اخراج کیا  
ہے، اپنی مستدرک میں کہا ہے۔ فذکر من خروج الدجال فاهبط فاقتله  
لا تترککم یتامی انی اتی الیکم بعد قلیل واما انتم فترونی انی انا حی۔  
(انجیل مطبوعہ بیروت ۱۸۷۲ء)۔ خیر الدین آفندی جواب فصیح میں لکھتے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا  
یہ قول اور آنحضرت ﷺ کا قول کہ ”ابن مریم تم میں حکم و عادل ہو کر نزول کرے گا“۔ اتی  
الیکم اور حی اور بل رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کو ملاحظہ فرمادیں۔

۵..... ہبوط کا لفظ لیہبطن عیسیٰ بن مریم حکماً عدلاً الخ۔ ابو ہریرہ ابن عسا کر اسی  
حدیث کے اخیر میں حاجاً او معتمراً ولیقفن علی قبری ویسلمن علی ولاردن  
علیہ موجود ہے۔ اور ہم پیشین گوئی کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ زاد ہا اللہ شرفا میں حاضر ہو کر سلام  
عرض کرنا اور جواب سلام سے مشرف ہونا، یہ نعمت قادیانی کو کبھی نصیب نہ ہوگی۔



۶..... شمس الہدایت میں زریت بن برثملا وصی عیسیٰ والی حدیث مذکور ہے جس کو ابن عباس نے روایت کیا ہے۔ کمانی ازالۃ الخفاء۔ اس حدیث میں الیٰ حین نزولہ من السماء کا لفظ بھی موجود ہے۔ اس حدیث سے برخلاف مشن قادیانی کے کئی امور پائے جاتے ہیں۔

۱..... زریت بن برثملا کا اس قدر زمانہ دراز تک بغیر اکل و شرب کے زندہ رہنا۔ ۲..... عیسیٰ علیہ السلام کے نزول بنفسہ کی بشارت دینا۔ ۳..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نصلہ اور تین سو سواری کی روایت وصی عیسیٰ کو تسلیم کر کے اپنا سلام وصی عیسیٰ کی طرف بھیجنا۔ ۴..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بمعہ چار ہزار صحابہ مہاجرین و انصار کے عیسیٰ نبی اللہ کے نزول من السماء کو صحیح سمجھنا نہ یہ کہ کوئی اس کا مثیل آویگا۔ ۵..... یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات شریف کے دن کمارف عیسیٰ کا فقرہ صدیق اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بلکہ سائر صحابہ جو اس وقت حاضر تھے، سب کا تسلیم شدہ تھا۔ ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما اگر کمارف عیسیٰ کو بھی مثل رفع محمدی کے بخطبہ صدیقی رضی اللہ عنہ غلط و مردود سمجھے ہوتے تو نصلہ کی روایت وصی عیسیٰ کو تسلیم کر کے سلام نہ بھیجتے۔ اور معلوم ہو کہ وفات شریف کے دن محل کلام صرف یہی تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بسبب اضطراب و قلق کے وفات شریف کے بارہ میں اور کچھ نہیں بن پڑتی تھی بغیر اس کے کہ دفع کمارف عیسیٰ بن مریم کہتے تھے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور اٹھائے گئے ہیں۔ چنانچہ ابن مریم اٹھایا گیا۔ ازالۃ الخفاء کے مقصد دوم میں شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ”چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از عالم دنیا بر فوق اعلیٰ انتقال فرمودت شوہ شہا بیشمار بخاطر مردم راہ یافت ظن ا بعضے آنکے ایں موت نیست حالتے ست کہ عند الوحی پیش مے آید گمان بعضے آنکے موت منافی مرتبہ نبوت است۔ الخ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس خیال کی تردید کے لئے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے

۱ اس سے صاف ظاہر ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مدعی آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کا اثبات ہے جس سے صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پہلے فقرہ انما دفع کی تردید منظور ہے نہ دوسرے فقرہ کمارف عیسیٰ کی۔ ۱۲ منہ



ایہا الرجل اربع علی نفسک فرما کر کہا۔ فان رسول اللہ ﷺ قدمات الم تسمع اللہ يقول انک میت و انہم میتون (زمر: ۳۰) و ما جعلنا لبشر من قبلك الخلد ط افان مت فہم الخالدون (انبیاء: ۳۳) پھر منبر پر چڑھ کر بعد حمد و ثناء فرمایا۔ ایہا الناس ان کان محمد الہکم الذی تعبدون فان الہکم قدمات وان کان الہکم الذی فی السماء فان الہکم لم یمت پھر یہ آیت پڑھی و ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل ط افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم (آل عمران: ۱۳۳) اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خیال تشویش کے باعث اسی طرف تھا کہ آنحضرت ﷺ نے وفات نہیں پائی۔ بلکہ عیسیٰ بن مریم کی طرح زندہ ہیں۔ اس کی تردید حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فان رسول اللہ ﷺ قدمات سے فرمائی۔ اور پھر اس وہم کو (کہ موت منافی نبوت کے ہے) اس آیت انک میت و انہم میتون (زمر: ۳۰) و نظائر ہا سے دور فرمایا۔ یعنی موت منافی نبوت کے نہیں۔ اور یہی ہے ماسبقت لاجلہ الآیات یعنی آیات کا سوق صرف اتنے ہی مضمون کے لئے ہے کہ یہ خیال تمہارا کہ انبیاء بھلا کب مرتے ہیں، غلط ہے۔ پیغمبری اور موت باہم متنافی نہیں۔ رہا یہ امر کہ سب انبیاء مر چکے۔ نہ تو مفاد آیات کا ہے اور نہ اس پر مزعوم مخاطبین کی تردید موقوف ہے انک میت ظاہر ہے کہ تحقق موت کا افادہ نہیں دیتا۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ بروقت نزول اس آیت کے وفات پا چکے ہوں۔ اور ایسا ہی و ما جعلنا لبشر من قبلك الخلد ط۔ کیونکہ مفاد اس کا خلود کی نفی ہے اور مسیح بھی چونکہ اپنی ہستی کے لئے ابتداء اور انتہاء رکھتا ہے لہذا خلود سے بے بہرہ ہے۔ اور قد خلت من قبلہ الرسل کا دال ہونا کل انبیاء کی موت پر موقوف ہے خلت کے بمعنی ماتت اور لام الرسل میں استغراقی ہونے پر۔ سو یہ دونوں ممنوع ہیں۔ بلکہ خلت کا بمعنی مضت ہونا اور لام کا جنسی ہونا متعین ہے۔ پہلا لغت اور شہادت نظائر سے ثابت ہے مثل قد خلت من قبلكم سنن (آل عمران: ۱۳۷)۔



الایام الخالیة وغیرہا اور لام کے استغراقی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ كَيْفَ نَزَلَ هُوَ مِنْ رَبِّهِ يُرِىٰهُمُ آيَاتِهِ كَتَابٍ مُّزِينٍ قَالَ تَعَالَى مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط (المائدہ: ۷۵) پس بر تقدیر استغراق معنی یہ ہوا کہ مسیح سے پہلے سارے رسول مرچکے ہیں حالانکہ آنحضرت ﷺ اس آیت کے نزول کے وقت موجود تھے۔ لہذا وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط (آل عمران: ۱۳۳) میں بھی لام استغراقی نہ ہوتا تا کہ مسیح کی وفات پر دلالت کرے۔ الغرض اس آیت کا مسیح کی وفات پر دال ہونا دو امر پر موقوف ہے جو دونوں ہی ثابت نہیں۔ کما عرفت۔ بناءً علیہ صدیقی خطبہ میں محل استشہاد صرف اَفَاِنْ مَاتَ اور اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ تو معلوم ہوا کہ نزول آیات مذکورہ کے وقت مسیح بن مریم کا زندہ رہنا آیات مذکورہ کے لئے منافی نہیں۔ ہاں دائمی حیات بے شک منافی ہے آیات مذکورہ کو۔ سو مسیح بن مریم کو بلکہ کسی کو مخلوق میں سے ہم بھی حی قیوم نہیں جانتے۔ ہم بھی قائل ہیں کہ بعد النزول مریم گے۔ اور یہی مطلب ہے امام ہمام محمد بن عبدالکریم شہرستانی صاحب کتاب ”المملک والنحل“ کا اس عبارت سے وقال عمر بن الخطاب من قال ان محمدا قد مات قتلتہ بسیفی هذا وانما رفع كمارفع عيسى بن مریم وقال ابوبکر بن قحافة من كان يعبد محمدا فان محمدا قد مات

نہایت افسوس اور تعجب کا مقام ہے کہ مرزا جی اسی خطبہ صدیقی کو اپنی ”ایام الصلح“ وغیرہ اور امر وہی صاحب ”قسطاس“ میں دلیل ٹھہراتے ہیں اجماع کے اس امر پر کہ مسیح بن مریم مرگیا۔ دیکھو قسطاس کے صفحہ ۷، سطر ۳۔ ”کہ بھلا تم اس اپنے خیالی عقیدہ کو حضرت ابوبکر صدیق یا حضرت عمر یا حضرت عثمان یا حضرت علی رضی اللہ عنہم سے ہی ثابت کر دو جو دعویٰ اجماع صحابہ وغیرہم کا کئے جاتے ہو کہ حضرت عیسیٰ اس جسد خاکی کے ساتھ باجماع



آسمانوں پر چڑھائے گئے اور وہاں پر اسی جسدِ خاکی کے ساتھ آسمانوں پر سے نزول فرماویں گے۔ اگر صادق ہو تو کوئی ایک روایت ہی ان خلفاءِ اربعہ سے پیش کرو۔ (اس بیچارے لایعقل کو اتنی بھی خبر نہیں کہ اگر کسی صحابی کا یہ خیال ثابت بھی ہو تو وہ فہم صحابہ بمقابلہ نصوصِ بینہ قرآنیہ کے کب حجت ہو سکتا ہے۔) علاوہ یہ کہ بروز وفاتِ رسول مقبول ﷺ کے اس خیال سے سب حاضرین صحابہ نے رجوع کیا ہے۔ چنانچہ امام ہمام محمد بن عبدالکریم شہرستانی اپنی کتاب ”المملل والنحل“ میں لکھتے ہیں۔ وقال عمر بن الخطاب۔ انہی

سبحان اللہ! قرآن و حدیث میں مہارت ہو تو ایسی ہو کہ بوجہ جہالتِ الثا مضمون سمجھ کر امرا جماعی کو غیر جماعی و بالعکس قرار دیا۔ بھلا یہ کب ہو سکتا ہے کہ آیاتِ قرآنیہ کے برخلاف حیاتِ مسیحِ الی الآن پر اجماع ہو۔ اور آنحضرت ﷺ برخلاف آیاتِ قرآنیہ کے ایک مضمون مخالف کو نہایت اہتمام سے کرات و مرات ارشاد فرماویں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ خطبہ صدیقی کا مطلب وہی ہے جو بیان کیا گیا۔ قادیانی مع اتباعہ بوجہ جمع ہونے الرسل کے لام کو استغراقی خیال کرتے ہیں۔ ناظرین معلوم کر چکے ہیں کہ لام استغراقی بوجہ مذکورہ بالا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ معہذا جمع پر لام کا استغراقی ہونا بشہادتِ نظائر ضروری بھی نہیں۔ قال تعالیٰ وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ وَ الْاٰیةِ (آل عمران: ۴۵) وَ اِیضاً وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ الْاٰیةِ (آل عمران: ۴۲) الغرض قادیانی نے اسی تفسیر دانی پر نازاں ہو کر وفاتِ مسیح کو منصوصی اور مجمع علیہ ٹھہرایا۔ جس کی علت غائی یہ تھی کہ احادیثِ نزولِ مسیح میں میری (قادیانی) بشارت ہے۔

**تنبیہ:** بعد ظہور اس امر کے کہ رفعِ جسمی مسیح بحالتِ حیات اور ایسا ہی اس کا نزول ایک اجماعی عقیدہ ہے اہل اسلام کا۔ جس پر آج تک بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ كَوْ سَبِ اٰہل اسلام نصِ قطعی خیال کرتے چلے آتے ہیں۔ اور مراد نزول سے احادیثِ متواترہ میں نزول



جسمی اسی مسیح کا ہے، جو نبی اور مریم کا بیٹا ہے۔ اور چونکہ آنحضرت ﷺ کے فہم مبارک اور سب امت مرحومہ کے اذہان میں یہی مرکوز ہے، لہذا قادیانی صاحب اپنے مدعی بغیر اس کے حاصل نہیں کر سکتے کہ آنحضرت ﷺ کے اس خیال کو کہ وہی مسیح جو نبی ہے نزول کرے گا یا تو العیاذ باللہ غلط ٹھہرا کر آپ کو آیات قرآنی سے بے خبر تصور کریں۔ یا یہ ثابت کریں کہ آنحضرت ﷺ کا خیال بھی ان کے مطابق تھا۔ ان دو شقوں میں سے قادیانی صاحب بمعہ اپنے چیلوں کے ہر ایک کو ہاتھ ڈالتے ہیں مگر الحمد للہ کہنا کامیاب ہی رہتے ہیں۔ شق اول کی نسبت لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو تعبیر کشف میں غلطی ہو گئی ہے۔ یعنی غلام احمد قادیانی برنگ عیسیٰ ابن مریم مکشوف ہوا۔ مگر آپ ﷺ نے عیسیٰ بن مریم بعینہ سمجھ لیا۔ سو اس کو اس کی نسبت گزارش ہے کہ یہ خیال بالکل لغو اور منافی حکمت تبلیغ ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے امت مرحومہ کی خیر خواہی کے لئے بڑی تفصیل و وسط و علامات و خصوصیات و تاکیدات سے اس پیشین گوئی اور ایسا ہی سائر علامات قیامت کو بیان فرمایا ہے تاکہ میری امت جھوٹے مسیح اور فتنہ دجال سے محفوظ رہے۔ اور بر تقدیر خطانی تعبیر کے اس خیر خواہی کا ثمرہ یہ نکلا کہ خدائے جل و علا سے لے کر موجودہ اہل اسلام تک خطا ہی خطا ہو گیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو بھی یہ نہ سوجھی کہ واضح طور پر وحی بھیجوں یا بجکم فَيُنسَخَ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ کے خطا کی ترمیم و تصویب کر دوں اور اسی نا سمجھی پر آنحضرت ﷺ و صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین و ہلم جراً آج تک رہے اور بخیاں مرزا جی کے اس مسیح کے دوبارہ آنے کے قائلین با جمعہم مشرک ٹھہرے کیونکہ اب ایک بشر کو انہوں نے جی قیوم مان لیا۔ دیکھو ایام الصلح و شمس بازغہ وغیرہ وغیرہ۔

نیز ورود اور خطور خطا کا کشف یا تعبیر میں گو کہ منافی نہیں شان نبوت کو، مگر بقاء علی الخطاء بالکل نازیبا اور ناجائز ہے بجکم فَيُنسَخَ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ (ج ۵۲) اور نیز اس لے دیکھو ایام الصلح صفحہ ۳۴، سطر ۱۰۔ ہمیں لازم نیست کہ کل استعارات را علم نبی از قبل احاطہ کند آہ۔ ۱۲ منہ۔



وجہ سے کہ بقاء علی الخطاء مصادم ہے عصمت کو جس پر رسالت و اتباع کے کارخانہ کا دار و مدار ہے۔ اس اجماع کے بارے میں مرزا صاحب کبھی تو اجماع کو رانہ لکھتے ہیں۔ دیکھو ازالہ جلد اول۔ جس سے رفع جسمی کے اجماعی ہونے پر انکا اقرار پایا جاتا ہے۔ اور جب اجماع امت کے کورانہ ٹھہرانے پر چاروں طرف سے لعن طعن نظر آتے ہیں تو جھٹ کروٹ بدل کر اس طرف منہ کر لیتے ہیں کہ مسیح کے رفع نزول جسمی پر امت کا اجماع ہی نہیں بلکہ اس کی موت پر اجماع ہے۔ دیکھو مکتوب عربی وغیرہ وغیرہ۔

رہا یہ دعویٰ کہ کل اکابر معتزلہ کا عیسیٰ کے مرنے پر (یعنی وہ مر گیا) اتفاق ہے۔ ناظرین علامہ زنجشیری معتزلی کا ”قول کشاف“ میں ملاحظہ فرمائیں۔ انی متوفیک ای مستوفی اجلک ومعناہ انی عاصمک من ان تقتلک الکفار ومؤخرک الی اجل کتبتہ لک وممیتک حتف انفک لاقتلاً بایدیہم ورافعک الی سمائی ومقر ملائکتی۔ (کشاف) مُتَوَفِّیک کے معنی میں اتنا طول (کہ میں تیری اجل پوری کروں گا یعنی میں تجھے کفار کے ہاتھوں سے بچالوں گا۔ اور تجھ کو اس اجل اور زمانہ تک مہلت اور وقفہ دوں گا جو تیرے لئے میں نے لکھ دیا ہے الخ) اور اس کا معنی مُمِیتک نہ لینا جیسا کہ بعد اس کے قیل مُمِیتک بصیغۃ تریض لکھا ہے۔ اسی لئے تو ہے کہ احادیث متواترہ و عقیدہ اجماعی نص قطعی بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْہِ کَامِفَادِ مُتَوَفِّیک کے مطابق بلا تکلف تقدیم و تاخیر کے ہو۔ امام بخاری کی طرف یہ نسبت کہ اس کا مذہب عقیدہ اجماعیہ کے برخلاف تھا، بالکل لغو اور جہالت ہے۔ کیونکہ امام بخاری نے ”کتاب الانبیاء“ میں ایک باب بعنوان باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام مرتب کیا۔ جس میں ایک حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کی ہے والذی نفسی بیدہ الخ جس کے اخیر میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آیت وَاِنْ مِّنْ اٰهْلِ الْکِتَابِ اسْتَشْہَادِکَ طُورِ پَرِذْکَرِ فرماتے ہیں۔ اور دوسری حدیث کیف انتم اذا نزل



ابن مریم فیکم و امامکم منکم۔ اس باب کا عنوان اور معنون صاف بتلا رہے ہیں کہ امام بخاری کا مذہب یہی ہے جس پر اجماع امت کا ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ امام بخاری نے کتاب التفسیر میں سورہ آل عمران کے لفظ مُتَوَفِّیْکَ کی تفسیر فقط مُمِیْتُکَ سے کر دی ہے۔ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مُتَوَفِّیْکَ مُمِیْتُکَ۔ مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ امام بخاری کا مذہب یہی ہے کہ اس آیت میں توفیٰ کے معنی موت ہیں اور مسیح ابن مریم مرچکا۔ اور ہو بھی کیونکر سکتا ہے جیسا کہ اوپر باب کے عنوان و معنون سے صاف ظاہر ہے، اصحاب روایت کے مد نظر فقط روایت کے اس سلسلے کو بیان کرنا ہے جو ان کو ملا۔ اس روایت کرنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کا مذہب بھی یہی ہے کیونکہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نسبت بوجہ اس تفسیر کے کہ مُتَوَفِّیْکَ مُمِیْتُکَ یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ ان کا مذہب بھی وفات مسیح ہے تو امام بخاری کا مذہب بوجہ روایت کیونکر ہو سکتا ہے۔ نیز چونکہ مُتَوَفِّیْکَ میں وعدہ وفات کا ہے نہ تحقق وفات۔ لہذا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مُتَوَفِّیْکَ مُمِیْتُکَ وفات مسیح کا افادہ نہیں دیتا۔ جب تک فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کے متعلق کسی صحابی یا مفسر سے معنی موت کا نقل نہ کیا جاوے، بلکہ ابن عباس سے فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کے متعلق رفعتی کا معنی مروی ہے کما فی الدر المنثور ونقل فی شمس الہدایت۔ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي میں بھی اگر معنی موت کا ہی لیا جاوے تو بھی یہ آیت چونکہ حکایت ہے مابعد النزول سے، لہذا وفات قبل النزول پر دلالت نہیں کرتی۔ کما سبجی مفصلاً۔ ابن عباس کا مذہب یہی ہے کہ عیسیٰ نبی اللہ فوت نہیں ہوئے اور دوبارہ آسمان سے نزول کریں گے۔ اسی لئے بر تقدیر ارادہ معنی موت کے مُتَوَفِّیْکَ سے ابن عباس آیت میں تقدیم و تاخیر فرماتے ہیں۔ اور دوسری کتب صحاح میں جیسے نسائی اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اپنے تراجم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہے۔ عن ابن عباس ان رهطا من اليهود سبوه و أمر فدعا عليهم فمسخهم قرده و خنازیر فاجتمعت اليهود



علی قتلہ فاخبرہ اللہ بانہ یرفعہ الی السماء و یطہرہ من صحبۃ الیہود۔ (صحیح نسائی، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ) قال ابن عباس سیدرک اناس من اهل الکتاب عیسٰی حین یبعث فیؤمنون بہ (فتح البیان)۔

علاوہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ایک اور وجہ بھی ہے جو قادیانی صاحب نے بزعم خود دستاویز بنا رکھی ہے۔ فاقول کما قال العبد الصالح الخ کی حدیث جو بخاری میں بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما ذکر کی ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے اپنے اور مسیح ابن مریم کے قصے کو ایک ہی رنگ کا قصہ قرار دے کر وہی لفظ فلما توفیتنی اپنے حق میں استعمال فرمایا جو عیسیٰ بن مریم نے اپنے حق میں کہا۔ اور ظاہر ہے کہ مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفا میں آنحضرت ﷺ کا مزار شریف موجود ہے اس لئے بکلی منکشف ہو گیا کہ دونوں برابر طور پر آیت فلما توفیتنی کے اثر سے متاثر ہیں۔ اس تقریر کو قادیانی صاحب نے بوجہ خود غرضی سیاق سے آنکھ بند کر کے دستاویز بنا لیا ہے۔ فی الواقع یہ ہے کہ فلما توفیتنی کا تعلق قیامت کے دن سے ہے۔ جیسا کہ درمنثور میں مذکور ہے کہ قتادہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ اس آیت کا قصہ کب ہوگا؟ کہا قیامت کے دن۔ اس پر دلیل یہ فرمائی کہ کیا تو نہیں دیکھتا، خدا خود فرماتا ہے۔ یہ تمام باتیں اسی دن ہوں گی جس میں بچوں کو سچائی نفع دے گی هذا یوم ینفع الصادقین صدقہم (مائدہ: ۱۱۹)۔ حاصل یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھ سے فرمائے گا کہ تم کو معلوم نہیں کہ تیرے اصحاب نے تیرے بعد کیا کچھ بنایا؟ تو بجواب اس کے میں کہوں گا جیسا کہ کہے گا بندہ صالح (یعنی مسیح) کہ و کنت علیہم شہیداً ما دمتم فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم (مائدہ: ۱۱۷) کہ میں ان کا نگران تھا جب تک کہ ان کے بیچ تھا میں۔ پھر جب کہ مار دیا تو نے تو، تو ہی ان پر نگہبان رہا۔ اس حدیث میں کما قال العبد الصالح میں قال بمعنی یقول ہے۔ فلما توفیتنی بمعنی موت ہوا۔ مگر یہ وہ موت ہے جو بعد النزول من السماء مسیح پر وارد ہوگی



جسکے سارے اہل اسلام صحابہ سے لے کر آج کے علماء تک قائل ہیں۔ ہاں اگر قال بمعنی ماضی ہی ہوتا تو فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي مَسِيحٌ کی موت پر بروقت تحقق رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کے دلالت کرتا۔ کیونکہ اس تقدیر پر مطلب یہ ٹھہرا کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں کہوں گا قیامت کے دن جیسا کہ کہا تھا مسیح ابن مریم نے بعد اٹھائے جانے کے دنیا سے جب کہ اس سے عیسائیوں کی نسبت سوال کیا گیا تھا کہ اَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ الْآيَةَ۔ دلیل اس بات کی کہ امام بخاری نے بھی اس آیت کو متعلق قیامت ہی کے سمجھ رکھا تھا۔ یہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کے قبل اپنا مذہب بیان کر دیا کہ اس آیت میں جو مسیح ابن مریم کے حق میں اتری ہے لفظ واذ قال اللہ بمعنی يقول ہے اور اذ صلہ یعنی زائدہ ہے۔ یعنی امام بخاری نے اپنے اجتہاد سے اپنا مذہب متعلق اس آیت اور اس حدیث کے بیان کر دیا کہ یہ سارا قضیہ اور کل سوال و جواب قیامت کے دن ہوگا۔ اور کلمہ اذ نے یہاں معنی ماضی میں کوئی اثر مخالف نہیں دکھایا جیسا کہ مرزا جی اپنی متعدد تالیفات میں اذ کو قال کی ماضویت کے منصوص کرنے کے لئے لکھتے ہیں، بلکہ کلیہ کے طور پر لکھ دیا کہ ہر جگہ ماضی اذ کے تحت واقع ہو تو بالضرور اس سے معنی ماضی کا لیا جاتا ہے اور جس نے یہاں ماضی کو بمعنی مضارع کہا اس کو ظالمین اور کاذبین میں سے شمار کیا دیکھو مکتوب عربی صفحہ ۱۳۵۔ امام بخاری کو اس مخالف کا یہ انعام ملا جیسا کہ ابن عباس کو بروقت ظاہر کرنے مذہب اپنے کے یعنی قول بالتقدیم والتاخیر فی الآیۃ کو تحریف ٹھہرایا۔ یہ وہی امام بخاری تھے کہ بڑے زور سے ان کا نام اپنے موافقین سے لیا جاتا تھا اور اب وہی امام بخاری ہیں کہ باعث اظہار مذہب اپنے یعنی حیات مسیح کے جو قال کو بمعنی يقول کے لکھا ہے ان کو وہ انعام دیا جاتا ہے، جو مکتوب عربی میں موجود ہے۔ اور پہلے تو

۱۔ دیکھو صحیح بخاری۔ ۱۲ منہ

۲۔ اذ تبرأ الذین اتبعوا آہ کو بھول گئے۔ ۱۲ منہ



ابن عباس کو افقہ الناس اور حبر ہذہ الامۃ کا لقب دے کر بمقابلہ ان لوگوں کے جو مُتَوَفِّیک سے معنی غیر موت کا لیتے تھے، چلا چلا کر کہا جاتا تھا کہ ایسے بڑے صحابی عظیم الشان جلیل القدر کی تفسیر کو تم نہیں مانتے مگر جب ان کا مذہب ان کے مرویات فی التفسیر و الحدیث سے روز روشن کی طرح ظاہر ہوا تو اب وہ محرفین میں اور غلط کاروں سے شمار کئے جا رہے ہیں۔ دیکھو ”شمس بازغہ“ متعلق آیت و انه لعلم للساعة جو عنقریب آئے گا۔ اور ”ازالہ اوہام“ وغیرہ مرزا جی کا اپنے مریدوں کے ساتھ بھی یہی وطیرہ ہے جب تک وہ مرزا جی کے گیت گاتے ہیں مرزا جی بھی ان کی ثناء خوانی تحریرات میں شائع کر دیتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ کے ساتھ ہم کلام ہونے سے نیچے نہیں چھوڑتے اور جب الگ ہو گئے تو سارے جہاں میں کوئی ان کے برابر ملعون اور مردود نہیں ہوتا۔

ایک دقت اور بھی ہے کہ مرزا جی قال سے ماضی کا معنی لیتے ہیں اور جناب مولوی نور الدین صاحب بمعنی مضارع لیتے ہیں۔ دیکھو مقدمہ ”اہل کتاب“ صفحہ ۱۷۸۔ ہاں ہم پر یعنی جو لوگ اس قصے کو قیامت سے متعلق سمجھتے ہیں، مرزا صاحب کا ایک اعتراض ہے کہ سوال خداوندی تو یہ تھا کہ کیا تو نے اپنے اور اپنی والدہ کی الوہیت کی طرف ان کو بلایا تھا جس کا جواب مسیح نے یہ دیا سُبْحَانَکَ مَا یَکُونُ لِیْ اَنْ اَقُولَ الْاٰیۃ (مائدہ: ۱۱۶) جس میں یہ بھی کہا کہ جب تک میں ان میں تھا ان کا نگران حال تھا اور جب تو نے مجھے فوت کر لیا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ مسیح کو عیسائیوں کے شرک کی کوئی خبر نہیں اور یہ جب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ اب مسیح زندہ نہ ہو۔ کیونکہ اگر زندہ ہیں اور دنیا میں آویں گے (جیسا کہ مسلمانوں کا عام طور پر یہی عقیدہ ہے) تو عیسائیوں کے کفر و شرک سے ان کا بے خبر رہنا کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ پھر انکار کیسے ہو سکتا ہے؟ بجواب اس کے گزارش ہے کہ مسیح کے ذمہ پر جواب صرف اتنا ہی ہے کہ یا اللہ تو شرک سے پاک ہے۔ جو بات مجھے لائق نہیں وہ میں نے



کیوں کہنی تھی۔ بعد اس کے مسیح کو اس سے بے زاری کا اظہار بھی مقصود ہے چنانچہ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ شَهِيدًا (مائدہ: ۱۱۷) تک اس پر دال ہے اور ان کے لئے سفارش بھی کرنی ان کے لئے منظور ہے جیسا کہ ضمنًا اِنْ تُعَذِّبُهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (مائدہ: ۱۱۸) سے مفہوم ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ سفارش کے مقام میں مشفوع لہ کے جرائم کی تصریح مقتضی مقام کے برخلاف ہے، معہذا ان کے شرک کرنے نہ کرنے سے سوال ہی نہ تھا بلکہ سوال صرف اتنا ہی تھا کہ کیا تو نے ان کو کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا بنا لو؟ پس جب کہ سوال ہی اس سے نہیں اور مسیح کا بالتصریح ذکر کرنا مقتضی مقام شفاعت کے برخلاف بھی ہے تو مسیح کو کیا ضرورت ہے کہ اس کا ذکر کرے۔

الغرض قادیانی و امر وہی صاحبان کا خیال سب آیات و احادیث کے متعلق چار کونسی ہے، علمی لیاقت سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ اور اسی بناء فاسد سے انہوں نے امام بخاری کی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں قال کے ماضی ہونے سے یہ اعتقاد کر لیا کہ آنحضرت ﷺ اور عیسیٰ ابن مریم دونوں توفی کے اثر سے متاثر ہو گئے ہیں۔ چنانچہ خطبہ صدیقی مذکورہ بالا سے بھی ساری امت سے الگ بوجہ جہالت النامی مضمون سمجھ لیا اور اس اعتقاد پر جہالت کا منشاء توفی کا اطلاق مشترک طور پر بھی ہے۔ میں کہتا ہوں یہ ان کے خیال میں نہیں آیا کہ جیسا کہ سورہ زمر کی آیت اللہ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى (زمر: ۴۲) انفس کے اوپر ایک ہی طور پر اطلاق توفی کا ہوا ہے لیکن نفوس مائتہ یعنی مرنے والوں کی توفی اور نفوس نامتہ کی توفی اور ہے۔ اسی طرح اس حدیث میں بھی تنویع ہے کیونکہ حالات خاصہ ہر ایک کے تنویع کو تقاضا کرتے ہیں۔



اب ناظرین کو اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ مکتوب عربی وغیرہ تصانیف میں قادیانی صاحب فرماتے ہیں کہ تم اگر حسرت سے مز بھی جاؤ تب بھی توفیٰ کا معنی بغیر موت کے نہ بتا سکو گے۔ لیجئے صاحب توفیٰ کے معنی کتب لغت سے سنیے:-

۱..... ایک چیز کو بالتمام پکڑنا۔ لسان العرب میں ہے توفیت المال منه واستوفيته اذا اخذته كله۔

۲..... پوری گنتی کرنا۔ لسان العرب میں ہے توفیت عدد القوم اذا عددتهم کلهم و من ذلك قوله عز وجل (الله يتوفى الانفس حين موتها) ای يستوفى اجمالهم فى الدنيا و قيل يستوفى تمام عددهم الى يوم القيامة و اما توفى النائم فهو استيفاء وقت عقله و تميزه الى ان نام۔ اور صاحب تاج العروس نے اس کی شہادت میں لکھا ہے۔ وانشد ابو عبيدة لمنظور الويرى العبرى،

ان بنى الادرد ليسوا من احد

ولا توفاهم قريش فى العدد

ای لا تجعلهم قريش تمام عددهم ولا تستوفى بهم عددهم

۳..... سوال کرنا۔ لسان العرب میں ہے۔ قال الزجاج فى قوله تعالى (حتى اذا جاءتهم رسلنا يتوفونهم. اعراف: ۳۷) ای سألوهم ملائكة الموت عند المعينة فيعرفون عند موتهم انهم كانوا كافرين۔

۴..... عذاب دینا۔ قال الزجاج ويجوز ان يكون (حتى اذا جائتهم ملائكة العذاب يتوفونهم عذاباً و هذا كما تقول قد قتلت فلانا بالعذاب و ان لم يمت و دليل هذا القول قوله تعالى (وياتيهم الموت من كل مكان و ما هو بميت. ابراهيم: ۱۷)۔



۵..... نیند۔ جیسے کہ ابونواس نے کہا

فلما توفاه رسول الكرى

و دبت العينان فى الجفن

اور اسی معنی میں ہے ہو الذی یتوفکم باللیل۔ مجمع البحار میں ہے۔ ای ینیمکم اس آیت کریمہ میں بعینہ مرزا صاحب کے سوال کا جواب موجود ہے۔ کیونکہ فاعل اللہ ہے اور مفعول ذی الروح انسان۔ حالانکہ موت کا معنی مراد نہیں۔ اسی طرح اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمث فی منامہا الایۃ میں بھی۔ بلکہ بمعنی قبض کے ہے اس آیت نے قطعاً فیصلہ کر دیا ہے کہ توفی اور چیز ہے اور موت اور چیز اور نیند اور چیز۔

۶..... مجازاً میت پر بعد تحقق موت کے بولا جاتا ہے۔ تاج العروس۔ ومن المجاز ادراکہ الوفاۃ ای الموت والمنية و توفی فلان اذا مات و توفاه اللہ عزوجل اذا قبض نفسه وفى الصحاح روحہ۔ مجمع البحار میں ہے۔ وقد یكون الوفاۃ قبضاً لیس بموت۔

اگر کل تعریفات ت، و، ف، ی، پر یعنی شخصی و صنفی و نوعی نظر ڈالی جاوے تو صاف واضح ہو جاتا ہے کہ توفی کی معنی حقیقی موت نہیں۔ اس تحقیق سے ناظرین پر واضح ہو گیا ہے کہ قال کو بمعنی یقول کے لینا امام بخاری کا مسلک ہے، جس سے ان کو اجماعی عقیدہ اور احادیث نزول سے تطبیق دینی منظور ہے۔ ورنہ بناء بر تحقیق مذکور متعلق بمعنی توفی اگر قال اپنے معنی حقیقی میں ہی لیا جاوے اور تنویر وفات اس حدیث میں بھی مثل آیت اللہ یتوفی الانفس کی ملحوظ ہو تو بھی حدیث اقوال کما قال العبد الصالح الخ اور اسی طرح آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي ہرگز اجماعی عقیدہ کے برخلاف افادہ نہیں دیتی کیونکہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کا معنی فلما قبضتہنی ہوگا۔

قولہ: صفحہ ۳۴۔ ہم یہاں پر بحث محوی متعلقہ کلمہ بل اور نیز ان اغلاط کو جو مؤلف سے



اس جگہ پر صادر ہوئی ہیں، تعرض نہیں کرتے۔

**اقول:** اس مقام پر بھی جناب مولوی صاحب بہ تقلید امر وہی، مکھڈ شریف و میرا شریف و حویلیاں و پشاور و کوہ مری وغیرہ مواضع میں بہت کچھ فرماتے رہے۔ باوجود اس کے پھر عدم تعرض کی وجہ یہ بیان کی کہ در صورت تعرض کرنے کے لوگ مجھے مرزائی سمجھیں گے۔ دونوں صاحبوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ ”بحر العلوم“ کا حوالہ جو کہ فائدہ جلیلہ میں لکھا ہوا ہے۔ آپ اس کی طرف توجہ فرمائیں۔ دیکھو وبل یكون فی الجملة للابطال والانتقال وما قبل بل هذه ليست بعاطفة بل ابتدائية و ذهب اليه ابن هشام من النحاة واختاره فی التحرير فممنوع لابد من اقامته دليل عليه بل قام الدليل على خلافه لانه يعجب الاشتراك في العطف والابتداء وعدم الاشتراك خیر كما مر بل هو حقيقة فی الاعراض وهو متنوع تارة يكون لجعل الاول مسكوتا او مقرر الابطال الاول نفسه او عرضه هذا (بحر العلوم مسلم الثبوت)۔

**قوله:** صفحہ ۳۵۔ مؤلف بتاوی کہ جسم مع الروح کا ذکر اس رکوع بلکہ اس کل سورہ میں بلکہ کل قرآن میں کسی جگہ آیا ہے۔ ہاں البتہ مسیح عیسیٰ ابن مریم کا بالضرور مذکور ہوا ہے۔

**اقول:** مسیح عیسیٰ بن مریم کا مذکور ہونا جس کو آپ نے تسلیم کیا ہے یہی مراد ہے جسم مع الروح سے نہ لفظ جسم مع الروح کا۔

**قوله:** سواسی کا رفع درجات ذکر فرمایا گیا جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا گیا ہے۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ ط (البقرة: ۲۵۳) ایضا قال اللہ تعالیٰ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ (انعام: ۱۶۵) ایضا قال تعالیٰ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ (اعراف: ۱۷۶) ایضا وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا



عَلِيًّا (مریم: ۵۷) اِيضًا يَرْفَعُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اٰتَوْا الْعِلْمَ  
ذَرَجاَتٍ (مجادلہ: ۱۱) وغیرہ۔

**اقول:** ان سب آیات میں کوئی قرینہ بالخصوص جسم عنصری مع الروح لینے پر موجود نہیں  
بخلاف ما نحن فیہ محل نزاع میں۔ کیونکہ سیاق و سباق اور صلب و قتل قطعی طور پر قرینہ ہے عیسیٰ  
بن مریم سے جسم عنصری لینے کے لئے۔

**قولہ:** صفحہ ۳۶۔ مثل مصنف مفردات راغب اصفہانی وغیرہ نے معنی رفع کے تقریب لکھے ہیں۔

**اقول:** یہ معنی وہی معنی ہیں جس کو قاموس نے لکھا۔ اور یہاں پر بھی وہی لغزش ہے جو  
قاموس کی عبارت میں آپ لوگوں نے کھائی۔ یعنی تقریب اعزاز کا معنی وہاں ہی ہوگا جہاں  
رفع کا صلہ الی ہو لفظاً یا تقدیراً، نہ یہ کہ جہاں صلہ رفع کا الی ہو وہاں پر بلا تخلف معنی  
اعزاز ہی کا لیا جاوے، اگرچہ قرینہ صارفہ بھی موجود ہو۔

**قولہ:** ص ۳۷۔ لفظ رفع کو بھی مخالفین نے جو بَلُّ رَفَعَهُ اللّٰهُ میں رفع جسمانی سمجھ رکھا  
ہے اسی قبیل سے ہے جو بیان کر چکا ہوں۔ یعنی یہ بڑی جہالت ہے کہ جو بعض جگہ پر معنی  
رفع کے رفع جسمی لئے گئے ہیں تو ان کو علت موجبہ اس بات کا قرار دینا کہ رَفَعَ اللّٰهُ اِلَيْهِ  
میں بھی رفع جسمی ہی مراد ہے۔

**اقول:** جناب من! کیا ہانکے جا رہے ہو؟ کس جگہ ”شمس الہدایت“ کے مصنف نے رفع  
جسمی لینے کے لئے صرف یہی وجہ لکھی ہے کہ بعض مواقع میں رفع سے رفع جسمی کا مراد ہونا  
علت موجبہ ہے رفع جسمی ہی کے لینے کے لئے ہر محل میں۔ اب تک نہیں سمجھے کہ رفع جسمی  
لینے کے لئے تو ما قبل بل اور ما بعد اس کے تضاد کا ہونا جو اوپر بال تفصیل ”شمس الہدایت“ میں  
لکھا گیا ہے قطعی دلیل اور برہان قاطع ہے۔ آپ نے بحوالہ تورات جو تضاد کا تحقق رفع  
اعزاز و تکریم کی صورت میں لکھا تھا اس کا تار و پود کس طرح پبلک کے سامنے اکھاڑ کر رکھا گیا



ہے بلکہ منقول و معقول دونوں کی قلعی کھل گئی ہے۔ الغرض جو کچھ آپ نے تغیر و تبدل ”شمس الہدایت“ کے قوانین میں بحسب زعم خود اثباتاً للمدعی یا تردید اللقضية کیا۔ اس میں آپ کی غلطی اور جہالت روز روشن کی طرح ناظرین پر واضح ہو چکی ہے۔

**قولہ:** صفحہ ۳۷۔ ”منہیہ“ میں آپ لکھتے ہیں۔ یہ سب محاورات جو مؤلف نے اس جگہ پر ذکر کئے ہیں، کسی میں رفع جسمی نہیں ہے بلکہ رفع روحانی ہے۔ فہذہ المحاورات دلیل لنا لا لکم وعلیکم لا علینا۔ ۱۲ منہ۔

**اقول:** من جملہ ان محاورات کے جو ”شمس الہدایت“ میں لکھے ہوئے ہیں۔ ایک تو یہ ہے فرفعہ الی یدہ ای رفعہ الی غایة طول یدہ لیراہ للناس فیفطرون۔ مجمع البحار۔ یعنی اس پانی کو آنحضرت ﷺ نے اوپر اٹھایا تاکہ لوگ دیکھ کر افطار کریں۔ حضرت جی اب فرمائیے کہ اس پانی کی روح کو آپ نے اٹھا کر لوگوں کے سامنے دکھلایا یا خود اس پانی کو؟ دوسرا محاورہ یرفع الحدیث الی عثمان۔ تیسرا یرفعہ الی النبی ﷺ۔ چوتھا یرفع الیہ عمل اللیل قبل عمل النهار ای الی خزائنه لیضبط الی یوم الجزاء۔ (مجمع البحار)۔ مطلق اعمال انسان کے لئے خواہ وہ ذکر و تسبیح ہوں یا غیر ان کے حق سبحانہ و تعالیٰ بحسب تفاوت مراتب نیتہ العامل صورتیں اور شکلیں پیدا کر دیتا ہے اور ان اشکال کے لئے ایک جسم ہوتا ہے اور ایک روح۔ چنانچہ حضرت شیخ قدس سرہ تلویحات و اسرار اقطاب کے بیان میں فرماتے ہیں۔ واما الحروف اللفظیة فانها تتشکل فی الهواء ولہذا تتصل بالسمع علی صورة مناطق المتکلم فاذا تشکلت فی الهواء قامت بہا ارواحہا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں۔ ثم بعد ذلك تلتحق بسائر الامم فیکون شغلها تسبیح ربها ویصعد علوا الیہ یصعد الکلم الطیب وهو عین شکل الکلمة من حیث ما هی شکل مسبح لله تعالیٰ۔



شاید آپ نے لفظ جسم کو خاص انسان ہی کے لئے سمجھ رکھا ہے۔ لہذا منہیہ میں لکھ دیا کہ ان محاورات میں رفع جسمی نہیں بلکہ رفع روحانی ہے۔ رہا حدیث کا رفع الی عثمان یا الی النبی ﷺ سو اس مقام پر مرفوع، چونکہ حدیث ہے۔ اور اس کے لئے حسب بیان مذکور حضرت شیخ کے جسم بھی ہے۔ لہذا رفع جسمانی متحقق ہے۔ صرف رفع در صورت انتساب ہوگا الغرض بہر کیف رفع جسمانی ہی ہوا۔ اور ایسا ہی اعمال کے لئے بھی جسم، حسن یا قبح مع الروح ہونا بحسب اختلاف النیۃ والہمتہ، چنانچہ حضرت شیخ فتوحات میں لکھتے ہیں، ثابت ہے۔ اگر آپ کتاب سبقاً ہی پڑھ لیتے تو اتنا تکلف ہم کو بھی ہر ہر فقرہ میں نہ اٹھانا پڑتا۔

**قولہ:** صفحہ ۳۸۔ کہ وہ تو (یعنی رفع) جسمانی ہو ہی نہیں سکتا۔

**اقول:** ہو سکتا ہے چنانچہ اوپر لکھا گیا ہے۔

**قولہ:** صفحہ ۳۷۔ کیونکہ ایسے معنی (رفع جسمی) کرنے میں نہ اصل واقعہ کو خیال کیا گیا ہے اور نہ ما بہ النزاع کا لحاظ ہوا ہے اور نہ رفع الی اللہ کی طرف التفات کیا گیا ہے اور نہ اس طول کلام کی طرف توجہ کی گئی ہے کہ یہ طوالت کیوں ہے جو ما قتلوه و ما صلبوه سے شروع ہو کر ویكون علیہم شہیدا پر بحث ختم ہوئی۔

**اقول:** رفع جسمی کے معنی لینے میں سب امور مذکورہ ملحوظ ہیں، سنیے۔ دونوں فریق یہود و نصاریٰ مسیح کے مقتول ہونے پر متفق تھے گو ان کے اغراض مختلف تھے۔ یہود کی غرض تو بموجب تعلیم توریت اثبات ”ملعونیت“ تھی اور عیسائیوں کی ”کفارہ گناہ“۔ اس کا بیان ذکر نہیں اصل واقعہ صلیبی اگر واقعی ہے تو یہ نتائج زعمی ہر ایک نکال سکتا ہے اور اگر سرے سے قتل صلیبی ہی متحقق نہیں ہوئی تو اس کی عدم وقوع کے بیان سے ان نتائج و اغراض کا انتفاء اور اڑ جانا خود ہی ظاہر ہے۔ واضح ہو کہ اگر قتل صلیبی فی الواقع پایا جاتا تو قتل کی نفی ما قتلوه سے ہرگز صحیح نہیں ہو سکتی کیونکہ کذب لازم آتا ہے بلکہ تردید میں اغراض کی طرف توجہ



ضروری تھی، ماکان المسیح ملعونا او كفارة كما زعموا ونحوہ کہنا چاہیے تھا ایسا ہی اگر صلیب پر چڑھانا بغیر قتل کے واقعی ہوتا جیسا کہ مرزا صاحب خیال کرتے ہیں اور ماصلبوہ کی تاویل اس طور پر لکھتے ہیں۔ کہ چونکہ صلیب پر چڑھانے کی غرض یعنی قتل حاصل نہ ہوئی تو گویا صلیب پر چڑھانا ہی نہ ہوا تو اس صورت میں صدر کلام یعنی وقولہم کے واخذہم ورفعہم المسیح علی الصلیب کہنا چاہیے تھا۔ اس لئے کہ بہ نسبت غلط بیانی کے ایذا رسانی خصوصاً جو اپنی طرف سے گویا مار ہی ڈالنا ہو، بڑا جرم سنگین اور بمقتضائے مقام واجب الذکر ہے۔ صدر کلام کو بھی رہنے دیجئے یہ تاویل صریح آیت یعنی وَ اِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنْكَ (مائدہ: ۱۱۰) کے برخلاف ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ من جملہ ان انعامات کے جو مسیح پر کیے گئے ہیں اور اس آیت کے ماقبل مذکور ہیں ایک یہ انعام بھی بیان فرماتا ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روک رکھا ہے اور تم کو ان کی ایذا سے بچا لیا۔ بموجب زعم مرزا صاحب کے انعام یہ ہوا کہ تم کو گلی کوچہ میں مخالفوں کے ہاتھ میں خوب پٹوا کر اور رسوا کر کے صلیب پر چڑھا دیا۔ واہ رے مرزا صاحب واہ! اگر مسیح قادیانی نہیں حقائق و اسرار قرآنی کو اپنے ساتھ لایا ہے تو اسی کو مبارک ہوں۔ خدا کسی مسلمان کے نصیب نہ کرے۔ پھر ہم آیت کے ترجمہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کی غلط بیانی کی تردید میں فرماتا ہے وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ (النساء: ۱۵۷) حالانکہ نہ انہوں نے اس کو قتل کیا اور نہ سولی دیا لیکن وہ ان کے سامنے مشتبہ کیا گیا کہ وہ مقتول، مسیح کا شبیہ سمجھا گیا۔ چنانچہ ہر دو محاورہ قاموس میں موجود ہیں وَإِنَّ الَّذِينَ اِخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اِتِّبَاعِ الظَّنِّ (النساء: ۱۵۷) جو لوگ اس امر میں قرآن کے بیان سے مخالف ہیں وہ اس واقع سے بے خبری میں ہیں۔ اس دعویٰ کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ ہاں انکوں اور خیالوں کے تابع ہیں۔ وَمَا قَتَلُوهُ



یَقِیْنًا۝ بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ (نساء: ۱۵۸، ۱۵۷) انہوں نے ہرگز اس کو قتل نہیں کیا بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنے پاس اس کو اٹھا لیا اور اس ہمارے اٹھانے کو کوئی شخص مشکل اور بعید از قدرت ہماری کے نہ سمجھے۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا (نساء: ۱۵۸) اور خدا غالب ہے حکمت والا۔

ناظرین کے خیال میں آگیا ہوگا کہ یہ معنی جن پر آج تک اہل اسلام کا عقیدہ ہے اور مفسرین نے بھی بغیر مرزا صاحب کے یہی سمجھا اور لکھا ہے۔ کس طرح قرآن مجید کی نظم سے صاف صاف ثابت ہے اور سب آیات ایک دوسرے سے چسپاں ہو جاتی ہے، بخلاف اس معنی کے جو مرزا صاحب و اتباع نے لیا ہے۔ یعنی رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ میں رفع سے مراد رفع درجات ہے کیونکہ آیت کے تمام الفاظ بھی اس تقدیر پر درست اور چسپاں نہیں ہوتے اس لئے کہ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا۔ الفاظ کا بولنا تو اس جگہ پر مناسب ہوتا ہے جہاں کہیں مشکل امر کو سہل بتلانا منظور ہو اور رفع درجات نیک آدمی خصوصاً انبیاء کے لئے مشکل اور انہونا نہیں سمجھا جاتا بخلاف رفع جسم بجسدہ العنصری کے کہ یہ ایک انوکھا واقعہ ہے اور نیز رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ پر اس وعدہ کا تحقق ہے جو یَعِیْسَى اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ (آل عمران: ۵۵) میں کیا گیا تھا۔ اس کو مرزا صاحب بھی مانتے ہیں۔ (دیکھو مباحثہ دہلی) تو بالضرور یہ رفع درجات مغائر ہوگا اس رفع درجات کہ جو مسیح کو یوم ولادت سے لے کر عمر بھر شامل رہا حتیٰ کہ وعدہ مذکور کے وقت بھی۔ کیونکہ وعدہ اس امر کا دیا جاتا ہے جو کہ موعود لہ کو حاصل نہ ہو لہذا ماضویت رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ کی بہ نسبت قتل زعمی کے نہ ٹھہری۔ فظہر بطلان ما زعم الامروہی۔ اور جب ہم نے محاورات قرآنیہ وغیرہ کو تتبع کیا تو ایسا کہیں نہ ملا کہ تحقق مضمون اس جملہ کا جو بصورت ماضی مابعد بل کے واقع ہو، متاخر ہو اس جملہ کے تحقق سے جو ماقبل بل کے واقع ہوا ہے اس لئے ثابت ہوا کہ مسیح کی موت طبعی کا تحقق مع لازم اپنے رفع درجات کے بعد از واقعہ قتل صلیبی جیسا کہ مزعوم مرزا صاحب کا ہے، مخالف ہے بیان قرآن سے۔ نیز یہ معنی مخالف ہے ارجاع ضمیر



موتہ کو لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ میں مسیح کی طرف۔ حالانکہ مرزا صاحب کے پیر و مرشد مولوی نور الدین صاحب نے موتہ کی ضمیر کو مسیح کی طرف باقی ضما کر کی طرح راجع کیا ہے (دیکھو فصل الكتاب لمقدمة اهل الكتاب جلد ۲، ص ۸۰) ما بعد کی آیت **وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ** (النساء: ۱۵۹) کا ترجمہ جو مولوی نور الدین صاحب نے کیا ہے اور جو مطابق ہے ہماری رفع جسمی کی تقدیر کو وہ یہ ہے۔ ”اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لاویگا ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہوگا اوپر ان کے گواہ“ یہ ترجمہ صراحتاً بتلا رہا ہے کہ مرزا صاحب کا مطلب و قولہم انا قتلنا الآیہ سے لے کر شہید اتمک سارا ہی غلط ہے کیونکہ مولوی نور الدین صاحب نے تمام ضمیریں مسیح کی طرف ہی پھیری ہیں۔ جو شخص قیامت میں گواہ ہوگا اسی کے ساتھ اس کی موت سے پہلے اہل کتاب ایمان لاویں گے اور عیسائیوں پر قیامت کے دن مسیح گواہ ہوں گے۔ پس گویا مرزا صاحب ہی کے کلام سے ثابت ہو گیا کہ مسیح **صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** فوت نہیں ہوئے کیونکہ مولوی صاحب اور مرزا صاحب فناء کامل کے باعث جو مولوی صاحب کو مرزا صاحب میں ہے (یا بالعکس کہو) ایک ہی ہیں۔ جناب امر وہی صاحب! اب فرمائیے۔ اس طوالت کا و ما قتلوه سے لے کر شہید اتمک کچھ پتہ ملا۔ اور ما بہ النزاع اور اصل واقعہ اور رفع الی اللہ کا لحاظ ہے یا نہیں۔

**قولہ:** تو پھر اثر ابن عباس وغیرہ دربارہ مرفوع ہونے جسم مسیح کے جو روایات اسرائیلیات سے ہے بمقابلہ ادلہ مذکورہ و وجوہ مزبورہ کے کیونکر قابل قبول ہو سکتا ہے۔

**اقول:** کیوں نہیں ہو سکتا جب آپ کی ادلہ مذکورہ و وجوہ مزبورہ ہباء منشوراً ہو کر اڑ گئیں۔ رہا یہ امر اثر ابن عباس کا جسے آپ نے اسرائیلیات سے ٹھہرایا ہے، اس کے متعلق سنئے۔ قبل از واقعہ صلیب مسیح کے زندہ بحسدہ العنصری اٹھایا جانے کا کوئی اہل کتاب میں سے قائل نہیں تو بالضرور ابن عباس نے آنحضرت **صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** سے سنا ہوگا کیونکہ کئی دفعہ ابن عباس



وغیرہ نے آنحضرت ﷺ کو قرآن مجید من اولہ الی آخرہ سنایا۔ اور فرماتے ہیں کہ وہ ہر دفعہ ایک آیت میں استفسار کیا کرتے تھے بغیر تحقیق کے آگے نہیں جاتے تھے۔ (دیکھو مقدمہ تفسیر ابن کثیر)۔ اور چونکہ یہ مضمون اجتہادی بھی نہیں یعنی ابن عباس اپنے قیاس سے یہ خبر نہیں دے سکتے تو لامحالہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوگا۔ (دیکھو امر وہی صاحب کی تصنیف مسک العارف ص ۲۷ جس میں مخالفت قیاس کو دلیل مرفوعیت حدیث کی بحوالہ کتب اصول مسلم کرتے ہیں) اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ ابن عباس کے اثر کا مضمون بالکل مطابق ہے آیات مذکورہ کے۔ بلکہ بغیر مضمون اس اثر کے کوئی مضمون آپ کی نرالی تفسیر کا مطابق ہی نہیں ہوتا۔ نیز واضح ہو کہ جسم عنصری کا اٹھایا جانا کوئی محال امر نہیں اس کے واقعات ہماری اسی کتاب میں جو اوپر گزر چکے ہیں بحوالہ ”شرح الصدور“ ملاحظہ فرمائیں۔ اور معراج جسمی آنحضرت ﷺ کا جس پر سب اہل کشف و شہود متفق ہیں بڑی قوی نظیر ہے استبعاد رفع جسمی کے لئے۔

**قولہ:** صفحہ ۳۸ سطر ۱۷۔ اور ہم یہ کب کہتے ہیں کہ جہاں پر رفع کا صلہ الی ہو بالضرور رفع منزلت بغیر رفع جسمی کے مدلول لفظ رفع کا ہوگا۔

**اقول:** یہ آپ کے نبی بھائی نے ”قول جمیل“ کے صفحہ ۶۰، سطر ۸ میں لکھا ہے۔ اور نیز اس مقام میں صلہ بھی کلمہ الی کے ساتھ واقع ہے۔ جس سے صریح قربت کے معنی ہی مراد ہیں انہی (قربت کے معنی ہی میں جو ”ہی“ ہے حصر کے لئے ہے) یعنی یہی معنی قربت کا مراد ہوگا نہ غیر اس کا۔

**قولہ:** صفحہ ۳۸۔ الغرض صلہ رفع الی اللہ مع اوصاف مذکورہ اور ادلہ مزبورہ کے قرینہ صارفہ ارادہ معنی رفع جسمی سے ہے۔

**اقول:** ادلہ مزبورہ کا حال ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے۔

**قولہ:** صفحہ ۳۹۔ پس اس عرفیہ عامہ کو آپ مطلقہ عامہ کیونکر بنا سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ قضیہ کہ (جس جگہ پر رفع الی اللہ مع اوصاف مذکورہ کے ہو اس جگہ معنی رفع منزلت کے ہی ہوں گے)



بالدوام) قضیہ عرفیہ عامہ ہے نہ مطلقہ عامہ۔

**اقول:** سنیے حضرت قضیہ یہاں پر یہ ہے۔ الرفع المستعمل بالی يدل على رفع المنزلة یا یوں کہیے الرفع المستعمل بالی يراد منه رفع المنزلة یعنی لفظ رفع کا جس کا صلہ الی ہو دلالت کرتا ہے رفع منزلت پر یا مراد اس سے رفع منزلت ہوتا ہے رفع مستعمل بالی کے وجود کہ متعددہ اوقات میں سے بعض وہ اوقات ہیں جن میں دلالت یا ارادہ مذکورہ پائے جاتے ہیں۔ اور بعض وہ اوقات ہیں جن میں مطابقت باصل واقعہ سیاق و سباق پائی جاوے اور انہیں متعددہ اوقات میں سے بعض وہ اوقات ہیں جن میں دلالت یا ارادہ مذکورہ متحقق نہیں ہوتے یعنی وہ اوقات جن میں مطابقت مذکورہ متحقق نہ ہو بعد اس تمہید کے ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ قضیہ مذکورہ الرفع المستعمل بالی يدل على رفع المنزلة الخ مطلقہ عامہ ہے نہ عرفیہ عامہ۔ کیونکہ مطلقہ عامہ اسی قضیہ سے عبارت ہے جس میں حکم بالثبوت یا بالسلب فی وقت من اوقات وجود الذات کیا جاوے۔ و ما نحن فيه میں ذات موضوع رفع ہے جو مستعمل بکلمہ الی ہو اور مطابقت باصل الواقعہ یا عدم مطابقت باصل الواقعہ کے اوقات وجود الذات موضوع کے اوقات میں سے ہیں۔ اور عرفیہ عامہ اس لئے نہیں ہو سکتا کہ عرفیہ عامہ میں حکم بدوام الثبوت یا بدوام السلب بشرط وصف الموضوع کیا جاتا ہے مراد اس وصف الموضوع سے وصف عنوانی موضوع کی ہے یعنی جس وصف کو تعبیر ٹھہرایا جاوے ذات موضوع کے لئے۔ جیسا کہ کل کاتب متحرک الاصابع بالدوام مادام کاتب اس میں وصف کاتب عنوان ٹھہرایا گیا ہے ذات موضوع سے اور ظاہر ہے کہ قضیہ مذکورہ الرفع المستعمل الخ میں وصف مطابقت یا عدم مطابقت کو عنوان

۱۔ امروہی صاحب، اپنی ہی عبارت صفحہ ۳۸ سطر ۱۵ یعنی (کہ لفظ رفع کا ایسی حالت کذائی میں معنی مذکور میں استعمال

ہوتا ہے) یا عبارت اسی صفحہ کی سطر ۲۲ کو ۲۳ تک ملاحظہ کرو۔ ۱۲ منہ



موضوع نہیں ٹھہرایا گیا اور قید (مع اوصاف مذکورہ) آپکا حاشیہ ہے۔ ہمارے مخاطب مرزا صاحب اور مصنف ”قول جمیل“ نے صرف الیٰ کے صلہ واقع ہونے کو ملحوظ رکھا ہے جس کا مآل الرفع المستعمل بالی بدل علی رفع المنزلة ہی کی طرف ہے۔ دیکھو عبارت منقولہ قول جمیل ص ۶۰ س ۸ کی جو اوپر لکھی گئی ہے۔ اور ”ازالہ“ اور آپ کا حاشیہ بھی بعد ملاحظہ تر دید متعلق بہ تحقق اوصاف مذکورہ جو ناظرین کے پیش نظر کی گئی ہے ہباء امنبثا ہو گیا ہے۔ قطبی پڑھنے والے طلبہ! دیکھو حضرت امر وہی صاحب کی نرالی منطق کہ اس جگہ پر دائمہ مطلقہ کو عرفیہ عامہ بنا رہے ہیں۔

**قولہ:** صفحہ ۳۹، سطر ۴۔ دیکھو حضرت پیر صاحب کی منطق کہ اس جگہ پر مطلقہ عامہ اور محصور کلیہ میں تقابل سمجھ رکھا ہے کیا مطلقہ عامہ محصورہ کلیہ نہیں ہو سکتا اور نیز بالعکس؟

**اقول:** حضرت من! سنئے۔ بیخ

فہم سخن گرنہ کند مستمع  
قوت طبع از متکلم مجوے

”شمس الہدایت“ کی عبارت (مطلقہ عامہ کو محصورہ کلیہ سمجھ رکھا ہے) کا مطلب یہ ہے کہ آپ لوگوں نے اپنے مدعی کے اثبات میں صرف کلیہ کبریٰ پر جو شرط ہے شکل اول میں اکتفاء کی۔ چاہیے تھا کہ دوام اطلاق یا عرفیہ عامہ ہونا اس کا بھی ثابت کرتے تصویر دعویٰ رَفَعَةُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے مراد رفع منزلت ہے دائماً۔ دلیل اس لئے کہ یہ رفع مستعمل بالیٰ ہے اور جو رفع مستعمل بالیٰ ہو مراد اس سے رفع منزلت ہوا کرتا ہے۔ (اعتراض شمس الہدایت)۔ اس کبریٰ میں صرف کلیت پر نازاں ہونا جہالت ہے کیونکہ اگر کبریٰ کو مطلقہ عامہ ٹھہرایا جاوے تو نتیجہ یہی مطلقہ عامہ ہی نکلا یعنی رفع مستعمل بالیٰ مراد اس سے رفع منزلت ہوتا ہے فی وقت من اوقات وجود الذات ای وقت المطابقة باصل الواقعة والسیاق والسباق اور مدعی یہ تھا ”رفعه اللہ سے مراد رفع منزلت ہوتا ہے دائماً“ اور اگر



کبریٰ فرضی طور پر عرفیہ عامہ مانا جاوے تو حد اوسط مکرر نہیں ہوتی کیونکہ صغریٰ میں محمول رفع مستعمل بالیٰ ہے مطلقاً اور کبریٰ میں موضوع رفع مقید بالاوصاف ہے۔ پس بوجہ عدم تکرار اوسط کے دلیل منتج مطلوب نہ ہوئی اور آپ کا سوال ذیل ”کیا مطلقہ عامہ محصورہ کلیہ نہیں ہو سکتا“ ہاں صاحب نہیں ہو سکتا در صورت یہ کہ مطلقہ عامہ مہملہ ہو یا دائمہ مطلقہ۔

**سوال:** صغریٰ میں بھی محمول رفع مستعمل بالیٰ موصوف بالاوصاف المذکورہ ہے۔

**جواب:** ہرگز نہیں۔ کیونکہ اثر ابن عباس کا جو حکم مرفوع میں ہے اور آیات کا سیاق اس پر شاہد ہیں کہ در صورت مراد ہونے رفع منزلت کے علاوہ نہ ہونے مطابقت لاصل الواقعہ کے کئی مفاسد لازم آتے ہیں جو اوپر آیات کے ترجمہ میں بیان کی گئی ہیں۔ خلاصہ مطلب شمس الہدایت کی عبارت کا یہ ہوا کہ قول مذکور جو فی الواقعہ مطلقہ عامہ اور مخالف ان کے مدعی کا ہے اختلاف جہتی الاطلاق العام والدوام صرف اس کے محصورہ کلیہ ہونے پر خوش ہو رہے ہیں۔ حالانکہ جب تک، عرفیہ عامہ ہونا اس کا مع کلیتھا اور پھر بعد ازاں حد اوسط کا تکرار کسی دلیل قابل الاعتبار سے ثابت نہ کریں صرف کلیت ان کے لئے مفید نہیں ہو سکتی۔ اور یا مدعی کو بھی مطلقہ عامہ ٹھہرا کر مراد وقت من اوقات الذات سے بالخصوص وہی وقت الاوصاف لیا جاوے اور پھر صغریٰ میں بھی تحقق الاوصاف دلیل معقول سے ثابت کر دیا جاوے تو بھی ان کا مدعی حاصل ہو سکتا ہے۔ الغرض قضیہ کو خواہ مطلقہ عامہ بنا دیں یا عرفیہ عامہ۔ بہر کیف پھر بھی بغیر اس کے کہ اوصاف کا تحقق صغریٰ میں ثابت کر دیا جائے قیاس مذکور ان کے مدعا کے لئے منتج نہ ہوگا۔ اور ناظرین پر ظاہر ہو چکا ہے کہ تحقق اوصاف کے لئے جتنی کارروائی امر وہی صاحب نے کی تھی وہ سب نصوص قاطعہ اور براہین ساطعہ سے ہباء منشور ہو گئی۔

بیان واقعی: اس میں شک نہیں کہ شمس الہدایت تھوڑے دنوں میں فاضلہ اوقات میں لکھی گئی اور چونکہ بعض اوقات کاپی نویس کو استعمال شدہ کاغذات پر مضامین لکھ دیئے جاتے تھے



لہذا کاتب کو بعض کلمات میں اشتباہ ہو جاتا تھا۔ کیونکہ لکھے ہوئے کاغذوں پر لکھنا ہی ظاہر ہے کہ موجب اشتباہ ہوتا ہے۔ خصوصاً جبکہ کاپی نویس علم بھی نہ رکھتا ہو۔ مسودہ میں پہلی عبارت اس طرح پر ہے ”مطلقہ عامہ کو دائمہ مطلقہ اور مہلمہ کو محصورہ کلیہ سمجھ لیا ہے۔“ کاپی نویس چونکہ منطق کے مصطلحات سے واقف نہ تھا اور کاغذ بھی موجب اشتباہ تھا۔ لہذا نقل کرتے وقت اس نے عبارت مذکورہ سے صرف ”مطلقہ عامہ“ اور ”محصورہ کلیہ“ لکھا اور لفظ مہلمہ اور ایسا ہی دائمہ مطلقہ دونوں نقل میں رہ گئے۔

**قولہ:** صفحہ ۳۹، سطر ۱۰۔ اور مؤلف رسالہ کی یہ بڑی غلطی ہے کہ رفع جسمی اور رفع بحسب الدرجہ میں نسبت تساوی کی سمجھ لی ہے۔ حالانکہ ان دونوں میں اگر ہم رعایت مؤلف کی کریں تو عام خاص من وجہ کی نسبت ان میں مان سکتے ہیں۔ مگر یہاں پر تو بوجہ مذکورہ سوا رفع بحسب القدر کے رفع جسمی ہو ہی نہیں سکتا۔

**اقول:** ارے خدا کے بندے! کبھی تو سچ بولا کرو۔ ہم نے کس جگہ رفع جسمی اور رفع بحسب الدرجہ میں نسبت تساوی لکھی ہے، بلکہ صرف استلزام کا رفع بحسب المرتبہ کو یا اجتماع دونوں کا مانحن فیہ یعنی مادہ مسیح میں لکھا ہے۔ کیا آپ کے نزدیک استلزام اور اجتماع میں تساوی ہے؟ ”شمس الہدایت“ کی عبارت یہ ہے۔ ”حالانکہ مانحن فیہ میں تو رفع جسمی کی صورت میں رفع بحسب القدر بالاولیٰ وبالاحسن معلوم ہوتا ہے۔“ صفحہ ۱۱، س ۱۸۔ اور آپ نے ہماری جو رعایت فرما کر عموم و خصوص من وجہ کہا ہے بالکل لغو ہے۔ کیونکہ رفع جسمی سے مراد تو وہ رفع ہے جو مدلول ہے رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کا یعنی رفع جسم مسیح کا بذریعہ ملائکہ کے آسمان کی طرف۔ اور ظاہر ہے کہ اس رفع جسمی اور رفع بحسب الدرجہ میں عموم و خصوص مطلق ہے نہ من وجہ۔

**قولہ:** صفحہ ۳۹ و ۱۹، سطر ۲۱۔ میں آپ لکھ چکے ہیں۔ کہ بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کو قیاس یَاۡتِيهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ اَرْجِعِيۡ اِلَىٰ رَبِّكَ رَاۡضِيَةً مَّرْضِيَةً ۝ (الفجر: ۲۷-۲۸) پر کرنا



بے جا ہے۔ اور اب ان دونوں کو متساق فی المعنی فرماتے ہیں۔ ہذا شیء عجیب۔ ولنعم ما قیل دروغلوئے را حافظہ نباشد۔

**اقول:** ہم نے تو الی اللہ اور الی الرب ایسا ہی علی السماء کو متساق فی المعنی قرار دیا ہے۔ کو دن طالب علم بھی اس مضمون کو ”شمس الہدایت“ کی عبارت سے سمجھ سکتا ہے۔ عبارت یہ ہے۔ ”خدا کی طرف مرفوع ہونا یا رجوع ہونا یا چڑھ جانا اس کی صورت یہی ہے کہ آسمان کو جو محل عباد مکر میں کا ہے قرار گاہ انکی بنائی جاوے“۔ لفظ ”خدا کی طرف“ کا عبارت مذکور میں مطمح نظر ہے۔ اور معنی حرفی چونکہ بغیر انضمام متعلق کے مستفاد صرف حرف سے نہیں ہو سکتا لہذا رفع اور رجوع اور صعود کا ذکر بھی ضروری کیا گیا ہے۔ کاش اسم فعل حرف کی تعریف ہی بخوبی سمجھ لی ہوتی تو نہ آپ ایسے رکیکہ اعتراضات فرماتے نہ ہم کو ان کی تردید میں تضحیح اوقات کرنی پڑتی اور بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ كَقِيَاسِ يَأْتِيهَا النَّفْسُ الْآيَةَ پر بیجا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ متعلق رفع کا یعنی مرفوع جسم عیسوی ہے بدلیل سباق ای وما قتلوه بخلاف يَأْتِيهَا النَّفْسُ میں کہ منادی نفس ہے اور ارجعی کی ضمیر سے مراد یہی نفس ہے کہ اور کوئی قرینہ جسم کی مراد لینے پر نہیں۔ الحاصل يَأْتِيهَا النَّفْسُ الْآيَةَ میں محل بحث نفس ہے اور بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ الْآيَةَ میں جسم۔ اور یہ مطلب نہیں کہ الی رَبِّكَ اور إِلَيْهِ كَقِيَاسِ پر قیاس مع الفارق ہے تا کہ مخالفت بین القولین کا الزام عائد ہو۔ اسی طرح الی اللہ اور الی الرَّبِّ اور الی السَّمَاءِ کو متساق ٹھہرایا گیا ہے جن کے عدم تساق کا ذکر کہیں نہیں۔ اور رفع اور رجوع کو متخالف ٹھہرایا گیا ہے جن کے تساق کا کہیں ذکر نہیں کیا گیا۔ ولنعم ما قیل

و کم من عائبِ قولاً صحیحاً

وافته من الفہم السقیم

ایسے مسیح کو ایسا ہی عالم چاہیے۔



قولہ: صفحہ ۴۰۔ مؤلف کو یہ بڑی غلطی ہوئی ہے کہ رفع جسمی کو رفع الی اللہ سمجھ لیا۔

اقول: رفع الی اللہ سے رفع جسمی کا استفادہ ہونا مدلل ہو چکا ہے۔ دیکھو آیت بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کے متعلق فائدہ جلیلہ، نیز محاورہ، حدیث شریف اور عام عربی زبان کا بھی ثبوت دیا گیا ہے۔ شیخ اکبر وغیرہ اہل لسان نے بھی رفع جسمی ہی لیا ہے اور چند عجمیوں کی مخالفت قابل اعتبار نہیں۔ دیکھو اصول عشرہ۔ آپ نے چونکہ ”شمس الہدایت“ سبقتاً کسی عالم سے نہیں پڑھی تھی لہذا چند جہالات ظاہر کرنے میں معذور تھے۔ اب اس تشریح کو ملاحظہ فرمائیے۔

قولہ: اور پھر دیکھو اللہ تعالیٰ ایک بت پرست کی نسبت جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ظن بدرکھتا ہے۔ فرماتا ہے کہ مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنْ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لِيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدَهُ مَا يَغِيظُ (حج: ۱۵) اس آیت میں لفظ الی السماء کا موجود ہے تو وہ کافر سوء ظن اللہ تعالیٰ کے ساتھ رکھنے والا اس وجہ سے کہ سماء کی طرف بحکم فليمدد بسبب الی السماء مرفوع ہو۔ آپ کے نزدیک کیا مرفوع الدرجات ہو سکتا ہے؟ کلاً وحاشا۔

اقول: ”شمس الہدایت“ کی عبارت کا مطلب تو یہ ہے کہ مقرب اور عبد صالح کے بارے میں رفع جسمی مستلزم رفع درجات کو ہے۔ جیسا کہ آیت محل بحث میں عیسیٰ علی نبیہا والصلیٰ کا ذکر ہے۔ صحیح بخاری میں عامر بن فہیرہ کا بئیر معونہ کے دن مقتول ہونے کے بعد بجسدہ العنصری مرفوع السماء ہونا ملاحظہ فرمادیں۔ جس کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ رفع عامر بن فہیرہ الی السماء فلم توجد جثته یرون ان الملائكة وارتہ۔ ایسا ہی خیب بن عدی کا ممن وارتہ الملائكة ہونا وغیرہ وغیرہ۔ ”شرح الصدور“ صفحہ ۱۷۲۔ الغرض استلزام رفع جسمی علی السماء اور رفع درجات میں درمادہ عبد صالح مراد ہے۔ جس پر سوق آیت رفع صراحة دال ہے۔ تو پھر آیت مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنْ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ







حق کے ساتھ اسی تبارک و تعالیٰ نے اتارا۔ اور اسی نے اس کا بیان پاک زبان وحی ترجمان آنحضرت ﷺ سے حسب الحکم بما اراک اللہ کے کروایا۔ تو پھر یہ کتاب اور بیان پاک آنحضرت ﷺ کا باہم کیونکر متعارض ہو سکتے ہیں تاکہ تاویلات و تحریفات مخترعہ گروہ قادیانی کی سنی جاویں۔ مسلمانو، یہ کب ہو سکتا ہے کہ حسب قولہ تعالیٰ اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا اَرَاكَ اللّٰهُ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِنِينَ خَصِيْمًا (النساء: ۱۰۵) اور وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (نحل: ۶۴) اور وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (نحل: ۴۴) اور حسب فرمان نبوی ﷺ الا وانی اوتیت القرآن ومثله معه۔ یعنی آنحضرت ﷺ کو لوگوں کے تنازعات کے فیصلہ کرنے کا حکم ہوا اور آپ العیاذ باللہ اس کتاب یعنی قرآن کریم کے معنوں کو نہ سمجھے ہوں اور وہ زالی سمجھ قادیانی اور اس کے دو تین حواریوں کے لئے امانت رکھی ہو۔ نعوذ باللہ من ہذہ العقیدۃ الواھیۃ۔ مسلمانو! یاد رکھو کہ حسب وعدہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (حجر: ۹) کے جبکہ تیرہ سو سال کے بعد قادیانی اور اس کے ذریت نے ایسی گڑبڑ مچائی جس سے پناہ بخدا، تو اس گڑبڑ کے رفع کرنے کے لئے بحسب سنت اللہ صدی کے سرے پر ایسے مجدد ظاہر ہوئے جنہوں نے اس گڑبڑ کو ہباء منبثاً کر دیا۔ وہ مجددین کون ہیں یہی علماء اسلام شکر اللہ سعیم جنہوں نے قادیانی کو بمعہ اس کی ذریت کے گھرتک پہنچایا۔ فسبحان من خلقہ ﷺ واجملہ واکملہ وادبہ واحسن تادیبہ ثم اید دینہ بعد وفاته ﷺ باستخلاف خلفاء الراشدین المہدیین وجدد دینہ ببعث المجددین المہدیین الی یوم الدین۔

قولہ: بقرینہ وما قتلوه وما صلبوه کے قتل سے مراد قتل بالصلیب ہے جو تم کو بھی مسلم ہے اور حسب احکام توریت اور زعم یہود موجب لعنت ہے۔ کما مر۔ پس ملعونیت اور مرفوعیت بحسب الدرجات آپس میں متضاد ہیں۔ جیسا کہ ثابت کیا گیا۔ انہی۔



**اقول:** کیا خاک ثابت کیا۔ اوپر لکھ چکا ہوں کہ کتاب استثناء کی تیسویں آیت کا یہ مطلب نہیں کہ بے گناہ بھی اگر بذریعہ صلیب قتل کیا جاوے تو ملعون ہوگا۔ بلکہ بائیسویں آیت میں صراحتاً مجرم کا ذکر ہے اور مسیح بن مریم کا بحسب زعم یہود مجرم ہونا تحقق تضاد میں مفید نہیں۔ کیونکہ تضاد کا وجود حسب علم المتکلم بھی ہونا چاہیے جس کے کلام میں ”بَل“ کا کلمہ واقع ہے تاکہ قصر قلب کے رو سے تحقق وصف مزعوم مخاطب کا متصور نہ ہو۔ اور ظاہر ہے کہ مسیح خدائے عَجَل کے ہاں بیگناہ ہے۔ ناظرین! عبارت تورات کی جو پہلے نقل کی گئی ہے، ملاحظہ فرمادیں۔ سبحان اللہ نقل اور استنباط دونوں ماشاء اللہ صداقت اور لیاقت سے مالا مال ہیں۔

**قولہ:** صفحہ ۴۲۔ نبی کا رفع بحسب الدرجات اسی وقت سے شروع ہو جاتا ہے جس وقت سے کہ وہ درجات نبوت پر مشرف ہوتا ہے۔ بلکہ اس کے یوم ولادت سے ہی کمالات و درجات کی ترقی شروع ہو جاتی ہے۔ اس رفع کا زمانہ الی یوم الحشر محمد ہوتا ہے۔ لہذا ماضویت رفع کی بہ نسبت ماقبل کلمہ ”بَل“ کے بخوبی ثابت ہے۔ الخ۔

**اقول:** اتنا بھی شعور نہیں کہ آیت بَل رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ میں ذکر تحقق اس رفع کا ہے جس کا پہلے وعدہ دیا گیا تھا، بقولہ تعالیٰ یُعِيسِي اِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ اِلَى الْاٰیَةِ۔ اور ظاہر ہے کہ وعدہ دینے کے وقت جیسا کہ توفی کا تحقق نہیں تھا ایسا ہی رفع موعود کا بھی ہونا چاہیے۔ وعدہ اسی چیز کا دیا جاتا ہے جو کہ وہ موعود لہ کے پاس موجود نہ ہو۔ جیسا کہ توفی موجود ہونے کے ساتھ وقت وعدہ دینے کے تم بھی قائل ہو۔ کہاں یہ رفع موعود بہ اور کہاں مطلق رفع درجات۔ چہ خوش گفت سعدی در زرا دی

الا یا ایہا الساقی ادر کاسا وناولہا

۱۔ یہ مصرع دیوان حافظ کی پہلی غزل کا ہے۔ اور زرا دی علم صرف کی کتاب ہے جو حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف نہیں۔ یہ ایک مثل مشہور ہے، خلاف واقعہ کی۔ جس سے مقصد امر وہی صاحب پر طنز ہے کہ وہ بھی اسی قسم کی خلاف واقعہ باتیں ہانکتے ہیں۔ ۱۲۔ فیض



اور جب رفع بحسب الدرجه موعود بہ خاص بما بعد الموت مراد ٹھہرا تو ماضویت رفع کی بہ نسبت ما قبل ”بَلْ“ یعنی قتل کے کیسے ہوئی کیونکہ آپ کے خانہ زاد مذہب میں تو مسیح بعد واقعہ صلیبی کے مرا ہے۔

**قولہ:** صفحہ ۴۵۔ تعجب ہے کہ مؤلف صاحب ہمارے مقابلے میں تو حضرت عیسیٰ کے کمالات اور معجزات بڑے زور شور سے سب کچھ بیان کرتے ہیں۔ لیکن اس مقام میں تمام رفع درجات عیسوی کو جو وقت ولادت سے بتدریج تا آخر عمر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں بیان فرمائے ہیں، سب نسیا کر دیئے۔ مثلاً اِذْ اَيَّدْتُكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ نَفْثُكَ تَكَلَّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْاِنْجِيلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِي فَتَنْفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِاِذْنِي وَتُبْرِئُ الْاَكْمَةَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِي ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَى بِاِذْنِي ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ - الْاَيَّة (مائدہ: ۱۱۰)۔ یہ نہیں کہ بعد وفات کے ہی رفع درجات ہوتا ہو۔ جیسا کہ مؤلف کو دھوکا ہوا ہے۔ اتنی

**اقول:** آپ کی بھولی بھالی جماعت اور نرالانہی اگر جاہل ہیں تو سارا جہاں تو جاہل نہیں۔ ابھی اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ رفع موعود بہ کا تحقق بروقت ایعاد ممکن نہیں۔ کیونکہ نعمت موجودہ کا وعدہ دینا قول بالمتھادین ہے۔ اب معلوم ہوا کہ بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں جس رفع کا تحقق مذکور ہے، وہ رفع مغائر ہے اس رفع درجات سے جس کا ذکر آیت اِذْ اَيَّدْتُكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ الْاَيَّة میں کیا گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ بغیر رفع جسمی کے کوئی فرد رفع کا مغائر افراد رفع الدرجه مذکورہ فی الآيات المسطورہ کے نہیں جس کے لینے سے ماضویت بھی ملحوظ رہے۔ پس ثابت ہوا کہ مراد رفع سے بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں رفع جسمی ہے نہ رفع بہ حسب الدرجه۔ آگے رہا انکار معجزات مذکورہ فی الآيات المسطورہ کا۔ سونا ظہرین پر روز روشن کی طرح ظاہر



ہے کہ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے رفع بحسب الدرجات مراد نہ ہونے سے باقی معجزات و درجات مذکورہ فی الآيات المسطورة کا انکار نہیں آتا۔ بلکہ خود رفع جسمی بعد الموت بھی مستلزم ہے رفع الدرجة کو، جیسا کہ عامر بن فہیرہ و خبیب بن عدی کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اور وہ آیات اِذْ اَيَّدْتِكْ بِرُوحِ الْقُدُسِ الْاَيَّةِ فِي نَفْسِهَا معجزات اور رفع الدرجات پر دال ہیں۔ اور سب اہل اسلام کے مومن بھائی بھی قائل ہیں بخلاف مرزا صاحب اور متبعین ان کے، کیونکہ اس انکار سے مرزا صاحب کی تالیفات مثل ”ازالہ اوہام“ اور ”ایام الصلح“ وغیرہ وغیرہ بھری ہوئی ہیں۔ کسی معجزہ کو مسمریزم اور کسی کو مؤول بتاویل آئل الی التحریف۔ جیسا کہ تحی الموتی میں۔ اور کسی سے صاف انکار مثل ”مسح ابن مریم کو یوسف نجار کا بیٹا کہنا“ وغیرہ وغیرہ۔ پس ثابت ہوا کہ معجزات کے منکر آپ ہی کے نئے پیغمبر اور نرالے مفسر ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ان سے الگ ہیں۔ مگر اس مقام میں آپ سے کلمة حق ارید بھا الباطل کے طور پر اقرار بالمعجزات صادر ہو گیا۔ ورنہ آپ اول نمبر ہیں۔

**قولہ:** صفحہ ۴۶۔ آگے رہا اثر ابن عباس۔ سو چونکہ وہ معارض ہے کلام الہی کے مضمون مراد سے، لہذا حسب الحکم قواعد تعدیل و ترجیح ادلہ کے قابل قبول نہیں۔

**اقول:** اثر ابن عباس چونکہ بہ اسناد صحیح حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ سے ”شمس الہدایت“ میں نقل کیا گیا ہے۔ اور نیز مؤید ہے مضمون مراد من الآیة یعنی بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کو۔ جیسا کہ ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ رفع موعود بہ جس کو مغائرت باقی رفع الدرجات سے بوجہ تحقق و وجود ان کے اور نہ موجود ہونے اس کے بروقت ایعاد یعنی وعدہ دینے کے ضروری ہے، وہ بغیر رفع جسمی کے ممکن ہی نہیں۔ اور رفع خاص بحسب الدرجة بعد الموت کے احتمال کو ہونا ماضویت کا بہ نسبت ما قبل ”بَلْ“ کے مانع ہے۔ کیونکہ مستلزم ہے عدم تاخر رفع کو واقعہ صلیبی سے۔ اور یہ خلاف ہے مذہب قادیانی کے۔ ناظرین پر ظاہر ہو گیا ہے کہ اس نرالے نبی اور نئے مفسر کا



کوئی فقرہ بسبب جہالت یا افتراء کے قابل قبول نہیں۔

**قولہ:** صفحہ ۴۶۔ علاوہ یہ کہ اس کے متن میں بھی خود ایک قسم کا اضطراب ہے۔ کما سبجی۔

**اقول:** نہیں بلکہ آپ کے ادراک میں فساد ہے۔ کما سیظہر ان شاء اللہ تعالیٰ۔

**قولہ:** صفحہ ۴۶، سطر ۱۸۔ اور نیز معارض ہے خود ابن عباس کے اس اثر کے جو صحیح البخاری

میں ہے جس میں مُتَوَفِّیْکَ کے معنی ممیتک لکھے ہیں۔

**اقول:** معارض جب ہو کہ ابن عباس قائل بتقدیم و تاخیر مُتَوَفِّیْکَ و رافعک میں نہ

ہو یا کہ شواہد تقدیم و تاخیر کے قرآن کریم میں بکثرت موجود نہ ہوں یا مُتَوَفِّیْکَ دال ہو تحقیق

وفات پر۔ واذلیس فلیس کما مر مفصلاً۔ لہذا امام ہمام بخاری باجود علم اس اثر کے اسی مسیح ابن

مریم کے نزول کا قائل ہے بشہادت تراجم قندبر۔ بلکہ مع عدم معارضہ مذکورہ اثر مذکور معارضہ

ہے ابن عباس کے ان آثار کو، جن کو محدثین نے نزول مسیح کے بارہ میں نقل کیا ہے۔ اور

”شمس الہدایت“ میں مذکور ہیں۔

**قولہ:** صفحہ ایضاً۔ اور نیز مخالف ہے ان احادیث صحیح بخاری کے جن میں کما قال العبد

الصالح فرمایا گیا ہے۔ جس کی تفصیل آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ آوے گی۔ پس بمقابلہ ان

اربعہ متناسبہ کے اثر ابن عباس کا مؤلف کو کیونکر مفید ہو سکتا ہے۔ شعر

وهذا الحق ليس به خفاء

فدعني عن اسات الطريق

**اقول:** اور نیز موافق ہے ان احادیث صحیح بخاری کے جن میں کما قال العبد الصالح

فرمایا گیا ہے۔ کما عرفت فی بیان الاجماع علی الرفع والنزول الجسمین

وستعرف۔ پس باوجود ان اربعہ متعاضدہ کے استبعاد عقلی رفع جسمی میں مؤلف کو کس طرح

مذبذب بما قال اللہ تعالیٰ وقال الرسول ﷺ کر سکتا ہے۔



**قولہ:** صفحہ ۴۷۔ اب کہاں ہے فقدان محکی عنہا جس کو مستلزم وقوع کذب کا آیت میں آپ نے فرمایا تھا۔ والعیاذ باللہ

**اقول:** اب وہاں ہی رہا فقدان محکی عنہا کا جو بر تقدیر تقدم رفع روحانی کے واقعہ صلیبی پر لازم تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے رفع بحسب الدرجه والعزت تو ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ خود مؤلف بھی اقرار کر چکا ہے کہ نبی کا رفع بحسب الدرجات اسی وقت سے شروع ہو جاتا ہے جس وقت سے کہ وہ درجات نبوت پر مشرف ہوتا ہے الخ۔ تو بحسب اقرار اس کے رفع بحسب الدرجات چونکہ مسیح ابن مریم میں در وقت وعدہ اور اطمینان فرمانے کے بقولہ تعالیٰ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیٰ موجود ہے لہذا وہ رفع لینا چاہیے جو بروقت ایعاد مذکور کے موجود نہ ہو۔ اور وہ ہے رفع جسمی۔ نیز تضاد ما قبل اور ما بعد ”بَلْ“ میں جو مقتضی ہے قصر قلب کا، رفع جسمی ہی کی صورت میں محقق ہے۔ لہذا رفع جسمی کا مراد ہونا ضروری ہے۔ اور جب ماضویت رفع کے بہ نسبت قتل کے آپ کو مسلم ہے تو رفع روحانی کا واقعہ قتل سے پہلے ہونا آیت کا مفاد ٹھہرا۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی بشر اس کا قائل نہیں تو محکی عنہ کے انشاء میں آپ کو کیا کلام ہے؟ سال کے بعد آپ کے امام ہمام کا معہ اپنی ساری ذریت کے یہ جواب دینا کہ ”بشہادت تیسویں آیت کتاب استثناء کے مقتول صلیبی ملعون ہوتا ہے پس تضاد در صورت رفع روحانی کے بھی محقق ہے“۔ طالب علموں نے بھی ہباء منبثا کی طرح اڑا دیا کیونکہ وہ آیت مجرم کے بارے میں ہے جس کا صریح ذکر بائیسویں آیت میں موجود ہے۔ اور مسیح گو کہ بحسب زعم یہود مجرم تھا مگر تضاد کا تحقق چونکہ در علم متکلم بکلام قصری بھی ہونا چاہیے، لیتصور عکس ما یزعم المخاطب اور ما نحن فیہ میں وہ کون ہے؟ وہ ہے حق سبحانہ تعالیٰ۔ کیونکہ وہ مَا قَتَلُوهُ یَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے تردید فرما رہا ہے یہود کے اس قول کی جو پہلے مذکور ہو چکا ہے یعنی انا قتلنا المسیح۔ اور خدائے عظیم کے ہاں چونکہ



مسیح مجرم نہیں لہذا تضاد بھی فی علم الباری متحقق نہ ہوا۔ الحاصل بر تقدیر ارادہ رفع روحانی کے بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے تحقق رفع روحانی کا یا تو قبل از واقعہ صلیبی ہوگا یا عین صلیب پر یا بعد اس کے۔ پہلی شق کا قائل چونکہ کوئی بشر اہل اسلام وغیرہ سے نہیں تو ظاہر ہے کہ حکایت بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کا محکی عنہ مفقود اور معدوم ہوا۔ دوسری شق کے آپ قائل نہیں ہیں۔ تیسری شق کو جس کے نئے نبی یعنی مرزا صاحب بمعہ نرالے مفسرین امر وہی وغیرہ کے قائل ہیں یعنی وفات مسیح بعد از واقعہ صلیب۔ اسے وہی تضاد کا مسئلہ اور محاورہ قرآنیہ یعنی ماضویت رفع کی بہ نسبت قتل کے جو آپ کو بھی مسلم ہے اڑا دیتے ہیں۔ جیسا کہ رفع درجات خاص بعد الموت کو بھی بعد ملاحظہ اس تقدیر کے۔ ناظرین! برائے خدا ذرا امر وہی سے دریافت فرمادیں کہ اس نے فقدان محکی عنہ کا کب جواب دیا؟ جواب تو بجائے خود رہا۔ پہلے یہ تو بتائیے کہ اس نے اس شق کو کب لیا ہے؟ اور اس کے مسلک (یعنی تحقق وفات بعد از واقعہ صلیب) کو کیا تعلق ہے فقدان محکی عنہ سے؟ بعد اس دریافت فرمانے کے ناظرین پر واضح ہوگا بلکہ ہو گیا ہے کہ وہ فقط بھولی بھالی جماعت کے خوش کرنے کے لئے اور روپیہ ہضم کرنے کو ایسے بڑا مار دیتا ہے جو نہ زمین پر ہوتی ہیں اور نہ آسمان پر۔ ہاں چند حتمقاء اردو خوان صرف آیات و احادیث لکھے ہوئے دیکھ کر جن کو کوئی ربط مقام سے نہیں ہوتا، آفرین آفرین کہہ دیتے ہیں۔ ناظرین! ان کی کوئی تحریر قابل توجہ اہل علم و اہل تحقیق کے نہیں کیونکہ وہ خود ہی اپنے بطلان اور مؤلف کی جہالت پر شہادت دیتی ہے۔ مگر بوجہ اصرار بعضے احباب کے امر وہی کی کتاب کے جواب لکھنے پر تضييع اوقات کی جا رہی ہے۔

**قولہ:** صفحہ ۴۷۔ پس مؤلف نے اس حاشیہ میں جس قدر بناء فاسد علی الفاسد کیا تھا اس کا سب تار و پود اکھڑ گیا۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا اور جب کہ آیت مذکورہ سے منصوبہ یہود کا باطل ہوا اور رفع جسمی مسیح بھی ہباء منشوراً ہو گیا پس



آیت مُتَوَفِّيكَ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي بلا تقدیم و تاخیر جو ایک قسم کی تحریف ہے اپنے اصلی معنی پر بحال رہے جو حضرت ابن عباس سے صحیح بخاری میں مروی ہوئے ہیں اور جو رسول مقبول ﷺ سے اسی صحیح بخاری میں حدیث کما قال العبد الصالح کے سیاق میں مروی ہے۔ الحمد للہ مخالفین کی تحریر سے کلام محفوظ و مصون رہا۔ صدق اللہ تعالیٰ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (حجر: ۹) پس ہماری طرف سے جو اشتہار ایک ہزار روپے کا مدت دس سال سے اس بارے میں شائع ہو رہا تھا کہ جو کوئی مخالف معنی توفاه اللہ کے سوا قبض اللہ روحہ کے کتاب و سنت و محاروہ عرب اور امثال عرب سے نکال دیوے۔ سواب تک تمام مخالفین اس کا روائی میں ناکام اور عاجز ہیں۔ الحمد للہ انہی۔

**اقول:** ناظرین پر واضح ہو چکا ہے کہ ہم نے بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے قطعی طور پر رفع جسمی ثابت کر دیا ہے۔ اور احتمال رفع روحانی کا ہباء منشوراً کی طرح ہو گیا ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ اور آپ کے بے ربط مضامین سخیفہ کی قلعی کھل گئی۔ رہا تقدیم و تاخیر اور حدیث کما قال العبد الصالح اور معنی توفی کے سو وہ بھی عنقریب آویں گے۔ اور اشتہار بازی جو نئے پیغمبر نے مع اتباع کے طرز جدید عوام کے دھوکا دینے اور سونے کی مچھلی پھنسانے کے لئے دام تزویر بنا رکھا ہے۔ بھلا اہل عقل و دیانت کب اس دھوکے میں آتے ہیں۔ الحمد للہ! کہ سینکڑوں پھنسنے ہوئے بھی تائب ہو گئے اور ہوویں گے۔ اس مقام میں بھی ذکر تقدیم تاخیر کا جو ابن عباس سے مروی ہے اور جسے امر وہی صاحب تحریف تصور کرتے ہیں۔ مختصر طور پر ضروری ہے۔

ناظرین پر واضح ہو کہ مُتَوَفِّيكَ و رافعک کے متعلق مرزا صاحب معہ اتباع کے واہی اعتراض کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ مُتَوَفِّيكَ لفظ جو پہلے ہے اس کا معنی پیچھے کیوں لیا جاتا ہے۔ کہیں اس تاخیر کو تحریف یہود بتلایا ہے کہیں فعل شیطانی کہا ہے۔ جب ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے جلیل القدر بھی ان دریدہ دہنوں سے نہیں بچے۔ تو پھر اور کسی کو شکایت



کرنے کا منصب ہی کیا ہے۔ دیکھو ”شمس بازغہ“ متعلق وانہ لعلم للساعة کے۔  
 اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ناظرین کتب اصول و معانی کو ملاحظہ فرمائیے کہ واؤ کا حرف  
 ترتیب کے لئے نہیں ہوتا۔ یعنی یہ ضرور نہیں کہ جو پہلے ذکر کیا جاوے، واقعہ میں اس کا موجود  
 ہونا بھی پہلے ہی ضرور ہو دیکھو۔ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (روم: ۳۱)  
 اس آیت میں پہلے نماز کا ذکر ہے بعد اس کے دفع شرک کا۔ تو بقول مرزا صاحب چاہیے کہ  
 نماز پہلے ادا کرے اور اس کے بعد شرک چھوڑے۔ اگر پہلے شرک چھوڑ دیا تو حسبِ اجتہادِ  
 مرزا صاحب قرآن کے برخلاف ہوگا۔ دوسری آیت اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ جس  
 شخص مالدار پر سال گذر چکا ہو تو بحسب قول مرزا صاحب اگر وہ نماز سے پہلے زکوٰۃ دیوے تو  
 مخالف قرآن ہوگا، جس کا کوئی قائل نہیں۔ اسی طرح تیسری آیت رب موسیٰ و ہارون  
 اور دوسری جگہ رب ہارون و موسیٰ فرمایا گیا یہ جادوگروں کے مقولہ کا بیان ہے اور ظاہر  
 ہے کہ انہوں نے ایک طور پر کہا ہوگا یا تو پہلے موسیٰ اور بعد اس کے ہارون یا بالعکس۔ بحسب  
 قول مرزا صاحب ضرور ہے کہ ایک آیت کو ان دونوں میں سے کاذب ٹھہرایا جاوے والعیاذ  
 باللہ۔ علاوہ اس کے کئی ایک مقام پر پہلے انبیاء کا ذکر پیچھے ہوا ہے اور پچھلوں کا پہلے۔ چنانچہ  
 كَذٰلِكَ يُوْحٰى اِلَيْكَ وَاِلٰى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ اللّٰهُ (شوری: ۳)۔

ان آیات سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ قادیانی کا زعم بالکل غلط اور دھوکا بازی ہے۔ جب  
 واؤ کا ترتیب کے لئے ہونا ضروری نہ ٹھہرا بلکہ محض جمعیت یعنی دوامروں کے متحقق ہونے پر  
 دلالت کرتی ہے تو مُتَوَفِّيْكَ کے معنی رافعک سے پیچھے موجود ہونے میں کون سی قباحت اور  
 تحریف ہوگی؟ اس تقریر ہماری کے مطابق معنی آیت کا یہ ہوگا کہ اے عیسیٰ! میں ہی تجھ سے یہ  
 سب معاملات قیامت تک کروں گا۔ رہا یہ کہ پہلے کون ہوگا اور پیچھے کون؟ اس کا ذکر نہیں اس کو  
 دوسری آیت نے بیان کر دیا کہ رفع ہو چکا ہے اور توفیٰ آئندہ ہوگی پھر یہ سوال کہ کلام خدا عز و  
 جل کا نہایت فصیح و بلیغ ہے اس کا کیا سبب ہے کہ متوفیٰ کو پہلے لائے ہیں؟ آخر بلا وجہ تو نہیں۔



اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح کو بتقاضاء بشریت یہود سے ہر وقت خوف رہتا تھا ان کی تسلی کے لئے اس لفظ کو پہلے فرمایا یعنی اے عیسیٰ؟ میں ہی تجھے موت طبعی سے ماروں گا یہ نہ ہوگا کہ تیرے دشمن تجھے کچھ تکلیف پہنچا سکیں۔ محاروہ ہے کہ تسلی بخش کلام پہلے بولا جاتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے لئے عَفَى اللّٰهُ عَنْكَ پہلے لا کر لَمْ اَذْنَتْ لَهُمْ کو پیچھے فرمایا۔

**قولہ:** صفحہ ۴۸۔ اصل کتاب میں بل کی نسبت جو آپ نے قواعد نحویہ کو بیان فرمایا انہی قواعد سے مقتضائے بل نے اس رفع مسیح کے مسئلہ کی تمام کجیوں اور بلوں کو سیدھا کر دیا۔

**اقول:** سب پر روز روشن کی طرح واضح ہو چکا ہے کہ آپ نے بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے رفع روحانی مراد لینے میں سال بھر ہاتھ پاؤں مارنے کے بعد تحقق تضاد کے لئے تیسویں آیت کو کورانہ ہاتھ مارا۔ اور منع استلزام رفع جسمی رفع الدرجه کے لئے کافر جبلی کو مادہ نقض ٹھہرایا جس پر ایسا غوجی خواں طالب علم نے بھی قہقہہ اڑائے۔ مجھے اس موقع پر ایک طالب علم کی بات یاد آئی۔ انسان اور حمار کے درمیان نسبت بتائیں جو ایک مشہور بات ہے۔ اس پر اس نے اعتراض کیا کہ انسان اور حمار کے درمیان نسبت عموم و خصوص من وجہ کی ہے۔ مادہ اجتماع کا یہ ہے کہ جب زید گدھے پر سوار ہو آپ کی نرالی منطق بھی اسی طالب علم کی منطق کی طرح موجزن ہے۔ سبحان اللہ! پہاڑ کے اوپر کافر کی بالا راہ حرکت و سکون کجا اور ملائکہ کا اٹھا کر لے جانا آسمان پر جو رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے مدلول کی کیفیت ہے وہ کہاں۔ بیس

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا

جو چیرا تو ایک قطرہ خون نہ نکلا

حضرت مرزا جی کی جماعت کو بلکہ تمام ہندوستان کو بدنام کر دیا۔ مگر سچ کہا ہے۔ سحر

ہر چہ بر آدمی رسد ز زیان

ہمہ از آفت زبان باشد

اگر وہ تبصرین علماء کے حق میں ہرزہ سرائی نہ کرتے تو اتنی رسوائی کیوں اٹھاتے۔ اس سالانہ کاروائی کا



تاروپودا کھڑ گیا۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۗ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔ (بنی اسرائیل: ۸۱)  
**قول:** صفحہ ۲۸۔ اور بے شک حضرت مسیح جو صلیب پر چڑھائے گئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل بالصلیب سے نجات دی۔

**اقول:** آپ اور آپ کے پیغمبر مسیح کو صلیب پر چڑھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ وَمَا صَلْبُوهُ فرماتا ہے۔ ذرا آنکھ کھول کر آیت وَاذْكَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنْكَ (مائدہ: ۱۱۰) اور ایسا ہی وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ (نساء: ۱۵۷) الی اخرها کو ملاحظہ فرماویں۔ اب تو روپیہ ہضم کرنے کے لئے یا صرف اتنی ہی لیاقت علمی کی بناء پر جو کچھ جی میں آتا ہے لکھے جاتے ہو اور کم علم اردو خوانوں کو زہریلے مضامین سے جو بالکل کتاب و سنت اور رائے سلف صالحین اور غرض قائل سے اور علوم آلیہ کے برخلاف ہیں، ہلاک کرتے ہو۔ مگر حشر کو کیا جواب دو گے۔

بوقت صبح شود ہچو روز معلومت

کہ باکہ باحتہ عشق در شب دیبجور

**قولہ:** بعد سیر و سیاحت کے کشمیر خاص سرینگر میں دفن کئے گئے۔ دیکھو ”ایام الصلح“ اور ”راز حقیقت“۔

**اقول:** ارے بندے خدا کے! ”ایام الصلح“ کا مؤلف یعنی مرزا صاحب تو خود ہی مدفن مسیح میں مذذب ہے۔ کسی کتاب میں بیت المقدس اور کسی میں سرینگر لکھتا ہے۔ دیکھو ”ازالہ اوہام“ ص ۳۷۳ میں لکھا ہے کہ ”میں مسیح اپنے وطن گلگلیں جا کر فوت ہو گیا“۔ اور ادھر ”ایام الصلح“ میں لکھتا ہے۔ کہ ”کشمیر خاص سرینگر میں فوت ہوا“ اور ہر ایک کتاب کے الہامی ہونے کا مدعی ہے۔ پھر کیا کیا حیلے کئے گئے ہیں۔ مخلصی عزیز جی سوداگر کشمیری جو ایک بڑا نامی اور نہایت متدین آدمی ہے۔ اس کا بیان۔ ”کشمیر میں مرزا صاحب کے بھیجے ہوئے کئی آدمی ایک مزار متبرک کے مجاورین کو روپیہ کا طمع دے کر دستخط کروانا چاہتے تھے کہ ہم ابا عن جد سنتے



ہیں کہ یہ مزار عیسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ مگر مجاوروں نے جھوٹ بولنا گوارا نہ کیا بلکہ ان کو بے عزت کر کے نکالا۔ جب مؤلف ”راز حقیقت“ اور ”ایام ا صلح“ کا ایسے حیلے سازی پر ہو تو بغیر راز شرارت کے اس سے کیا ظاہر ہوگا اور اس کے ایام ایام الشتر کیوں نہ کہلائیں گے۔ آپ لوگوں کی حدیث دانی کہاں گئی۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لسان وحی ترجمان سے نہیں فرمایا۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الیہود والنصارى اتخذوا قبور انبیاء ہم مساجد۔ کہ یہود اور نصاریٰ کو اللہ لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنا لیا ہے۔ جب تم وفات مسیح اور پھر سرینگر میں اس کے مدفون ہونے کے قائل ہو تو بحسب حدیث مذکور چاہیے تھا کہ یوز آسف کا مزار مسجد نصاریٰ ہو ورنہ آپ کے پاک فرمان کا کذب العیاذ باللہ لازم آویگا۔ اور ظاہر ہے کہ آج تک کسی نصرانی وغیرہ کو اس نرالے مزار کا علم ہی نہیں۔

**قولہ:** صفحہ ۲۸۔ اس صفحہ کی بیسویں سطر سے لے کر صفحہ ۶۱ تک مؤلف شمس کا سفہ نے فائدہ جلیلہ کے ایک جملہ کو بھی نہیں توڑا صرف تفریعات اور انتاجات نرالے بیان کئے یا متعلق بعض آیات کے تفسیر لکھنے میں کمال دکھایا۔ جن پر لسان الوقت یہ شعر پڑھ رہی ہے۔

ہدی شکوک من غشاوة لیلھا

تصلی القلوب الی الطريق الاعوج

(یہ ایسے تاریک وسیاہ شکوک ہیں جو دل کو ٹیڑھے رستوں پر لے جاتے ہیں)

**قولہ:** صفحہ ۲۸۔ فائدہ جلیلہ بمقابلہ فائدہ ذلیلہ۔

**اقول:** ”فائدہ ذلیلہ“ کہنے کا آپ کو جب استحقاق تھا کہ اس کے کسی ایک جملہ کو بھی توڑتے ایسا ہی ”بمقابلہ“ کہنا اس وقت درست ہوتا کہ بالمقابل کوئی قواعد بیان فرماتے بغیر ان دونوں صورتوں کے ذلیل کہنا، دلیل ہے اپنی ذلت و رسوائی پر۔

**قولہ:** کما قال تعالیٰ فی سیاق الآیات ما قتلوہ و ما صلبوہ پس قرآن مجید سے ہی



ثابت ہوا کہ یہود حضرت عیسیٰ کے قتل بالصلیب کے قائل تھے ورنہ کلمہ مَا صَلَّبُوهُ بالکل حشو و لغو ہوا جاتا ہے۔

**اقول:** قرآن مجید سے ہی ثابت ہوا کہ فرقہ مرزائیہ بھی یہود کی طرح کاذب اور دھوکے میں ہے۔ کیونکہ جس طرح قرآن مجید مَا قَتَلُوهُ سے قتل کی نفی فرما رہا ہے ایسا ہی مَا صَلَّبُوهُ سے صلیب پر چڑھانے کو بھی خلاف واقع ٹھہرا رہا ہے۔ اور واضح ہو کہ صلب ماخوذ ہو صلیب سے کما فی مجمع البحار و لسان العرب۔ جس کا معنی خون اور چربی کا ہے۔ اور سولی پر چڑھانے اور چار میخ کرنے سے بھی چوں کہ خون اور چربی بہتی ہے لہذا اس شخص کو جو سولی پر چڑھایا جاوے مصلوب کہا جاتا ہے۔ اور یہ نہیں کہ مصلوب کا اطلاق قبل از مقتولیت نہیں ہو سکتا۔ ہاں سولی پر چڑھانا بھی چونکہ منجملہ اسباب قتل کے ہے، اس وجہ سے صلب کا اطلاق مسبب یعنی قتل پر بھی مجاز مرسل کے طور پر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ لسان العرب میں ہے۔

الصلب القتلة المعروفة الخ۔ اور روایت میں چونکہ قتل صلیبی کی نفی پہلے وَمَا قَتَلُوهُ سے ہو چکی ہے لہذا وَمَا صَلَّبُوهُ سے معنی قتل کا مجازی طور پر نہیں لے سکتے ورنہ کلام الہی لغو ہوا جاتا ہے۔ الغرض اگر کل تصریفات ص، ل، ب۔ پر نظر ڈالی جاوے اور ایسا ہی صلب کے ماخذ یعنی صلیب کو جو بمعنی چربی یا بمعنی سولی کے ہے، ملحوظ رکھا جاوے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ صلب کا معنی سولی پر چڑھانا اور چار میخ کرنا ہے۔ اور مرزا صاحب خود بھی ”ازالہ“ میں مسیح پر باوجود زندہ اتار لئے جانے کے اطلاق مصلوب کا کرتے ہیں۔ کما سبجی۔

**قولہ:** اس کے علاوہ مؤلف خود حسب قول یہود قتل بالصلیب کا قائل ہے۔

**اقول:** معاذ اللہ! دروغ گوئم بروئے تو کا معاملہ کیسے شروع کر دیا۔ ہمارا عقیدہ وہی ہے جسکے سب اہل اسلام قائل ہیں یعنی مسیح علی نبینا وعلینہ السلام نہ مقتول ہوئے، نہ صلیب پر دیئے گئے۔ اصلاح: بجائے عبارت مذکورہ کے یوں کہو۔ ”اس کے علاوہ مؤلف خود قتل بالصلیب کو یہود کا مزعوم ٹھہراتا ہے۔“



**قولہ:**۔ پس اگر ماخن فیہ میں ایک ذرہ بھر بھی غور کرتا تو مقصود ہمارا مندرجہ آیت اس کے پاس موجود تھا اور مقتضائے کلمہ بل جس کو مؤلف نے بقواعد نحو یہ ثابت کیا ہے اس سے ہمارا ہی مطلب ثابت ہوتا ہے لا غیر۔ و نعم ما قیل

قد یرحل المرء المرء لمطلوبہ

والسبب المطلوب فی الراحل

**اقول:** دعویٰ بے دلیل کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ کوئی اہل تحقیق ایسا نہ ہوگا جو آپ کے لاف آمودہ تقریرات پر دور سے ہی نہ تھو کے۔ آپ کو چاہیے تھا کہ رفع روحانی کی تقدیر کے شقوقِ ثلثہ پر جو استحالات وارد کئے گئے ہیں۔ ان کا دفعیہ کرنے کے بعد فرماتے۔ کہ ”اس سے ہمارا ہی مطلب ثابت ہوتا ہے“ ایسا ہی رفع روحانی اور مقتولیت میں مادہ افتراق کو ثابت فرما کر بعد ازاں لا غیر کہتے۔ اصلاح: ”مندرجہ آیت“ لفظ مندرجہ میں تانیث کیسے موصوف اس کا تو مذکر ہے یعنی ”مقصود“ پس بجائے ”مندرجہ“ کے ”مندرج“ چاہیے۔ نعر

کفی حزناً بانک مقیم ببلدۃ

والمعنی باخری مالک الیہ وصول

(یہی تو غم ہے کہ تو ایک شہر میں ہے اور معنی دوسرے شہر میں، جہاں تیری رسائی مشکل ہے)

**قولہ:** پس مقصود یہود کا قتل بالصلیب سے حضرت عیسیٰ کی ملعونیت ثابت کرنی ہے، لا غیر۔ پس جس طرح پر نفی علت سے نفی معلول کی جاتی ہے اسی طرح پر حضرت عیسیٰ کی ملعونیت کو جو معلول قتل بالصلیب کی ہے نفی علت کر کر جو قتل بالصلیب ہے، نفی فرمایا۔

**اقول:** بائیسویں اور تیسویں ہر دو آیات سے جو پہلے ہم کتاب استثناء سے نقل کر چکے ہیں روز روشن کی طرح ظاہر ہو چکا ہے کہ جس شخص سے جرم صادر ہو اور وہ شخص بذریعہ صلیب قتل کیا جاوے، خدا کے ہاں ملعون ہوتا ہے۔ بنا برآں قتل صلیبی مجرم کی ملعونیت کے



لئے علت ٹھہرے گی نہ غیر مجرم کی۔ بلکہ وہ شہادت کی طرح موجب رفع درجات عند اللہ ہوگی۔ اس مضمون سے صاف ثابت ہوا کہ آپ کا یہ زعم ”پس جس طرح پر نفی علت سے نفی معلول الخ“ بالکل خلاف واقعہ اور یہود کی رنگت سے رنگین ہے۔ خدا قرآن کریم کی تفسیر ایسے بیہودہ زعمات پر مبنی نہ کریں۔ خدا کے بندے! اگر اللہ تعالیٰ کو نفی علت کے طور پر نفی معلول کرنا منظور ہوتی تو مَاقْتَلُوْهُ وَاَصْلَبُوْهُ سے ہرگز ہرگز مضمون بالا ادا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ نظم مذکور علاوہ نہ ادا کرنے معنی مراد کے موہم ہو جاتی ہے، مضمون غیر مراد کی طرف یعنی غیر مجرم کے قتل اور صلب کو علت لعن ٹھہرانا بلکہ اس تقدیر پر یوں فرمانا ضروری تھا۔ وما كان عيسى مجرماً حتى يكون قتله بالصليب سبياً للعهن او ما يودي معناه۔ اب سنی حق سبحانہ و تعالیٰ کو چونکہ رفع اختلاف بین الیہود والنصارى بل بینہم والمسلمین منظور تھا۔ تو اس اختلاف کو اصل واقعہ کے بیان کے ضمن میں رفع فرمایا۔ مَاقْتَلُوْهُ یعنی یہود نے مسیح کو قتل نہیں کیا۔ یہ کہنا ان کا کہ انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله ہم نے قتل کر ڈالا مسیح کو خلاف واقعہ ہے۔ رہا یہ احتمال کہ صلیب پر چڑھایا گیا ہو بغیر قتل کے۔ جیسا کہ قادیانی اور اس کی ذریت کا عقیدہ ہے تو اس احتمال کی تردید فرمائی۔ وَمَا صَلَّبُوْهُ سے (اور نہ سولی دیا اس کو)۔ معلوم ہوا کہ جس طرح مَاقْتَلُوْهُ مستقل طور پر یہود کے اس زعم کی تردید و تکذیب ہے کہ ہم نے مسیح کو قتل کیا۔ اسی طرح مَاصْلَبُوْهُ بھی بالاستقلال کذب ہے یہود کے اس زعم کا کہ مصلوب یعنی جو سولی دیا گیا وہ مسیح ہی تھا۔ الحاصل اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ مقتول و مصلوب مسیح نہ تھا۔ اب بالطبع یہ وہم پیدا ہوا کہ یہود و نصاریٰ کا چشم دید بیان ہے کہ ایک شخص سولی پر دیا گیا اور اسی صدمہ سے مر بھی گیا جس کو وہ دونوں اپنے زعم میں مسیح خیال کرتے تھے۔ وہ شخص اگر مسیح نہیں تھا تو کون تھا؟ اس وہم کے دفع کے لئے اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ وَلٰكِنْ شَبَّهَ لَهُمْ، لیکن وہ مقتول و مصلوب مسیح کا ہم شکل بنایا گیا۔ اور ان کے



سامنے سوق آیت سے ہی معلوم ہو گیا کہ نفس قتل اور صلب میں کلام نہیں نہ تو یہود کی آرزو مسیح کے بغیر کسی اور شخص کو قتل کرنے کی تھی اور نہ اللہ جل شانہ نفس قتل اور صلب کی نفی فرماتا ہے۔ بلکہ جو امر کہ یہود کی نظر کا نشانہ تھا یعنی مسیح کا قتل اسی امر کی تردید اللہ جل شانہ نے فرمائی آیت سے شاہد اس کا یہ ہے کہ یہود نے اپنے مقولہ انا قتلنا المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ میں مقتول کا بیان بڑے اہتمام اور تکرار سے کیا یعنی الفاظ مسیح اور عیسیٰ اور رسول اللہ سے مطلب ان کا یہ تھا کہ لوجی ہماری مراد پوری ہو گئی جس کے اتمام اور پورا کرنے کے لئے چار چیزوں کا ہونا ضروری تھا۔ (۱) ایک علت فاعلیہ یعنی یہود، (۲) دوسری علت مادیہ یعنی مسیح، (۳) تیسری علت صورتیہ یعنی ہیئت حاصلہ عند القتل، (۴) چوتھی علت غائیہ جو باعث علی القتل تھی۔ یعنی اظہار اس امر کا کہ مسیح اپنی نبوت کے دعویٰ میں کاذب تھا والا بذریعہ صلیب مقتول نہ ہوتا کیونکہ مقتول بذریعہ صلیب عند اللہ ملعون ہوتا ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کی تردید کا محل بھی وہی ہوگا جو یہود کے ہاں مہتمم بالشان تھا لہذا و ما قتلوہ و ما صلبوہ بضمیر منصوب متصل فرمایا، نہ صرف و ما قتلوہ و ما صلبوہ یعنی مسیح کو تو انہوں نے نہ قتل کیا اور نہ سولی دیا۔ یہ انکی غلط بیانی ہے کہ انا قتلنا المسیح کہتے ہیں۔ اس لئے حق سبحانہ و تعالیٰ نے یہود کی سلک جرائم میں و قولہم انا قتلنا اگر فی الواقع مسیح مقتول بذریعہ صلیب ہوتا یا صرف سولی پر ہی دیا جاتا تو بیان سلک جرائم میں یہود کے یوں چاہیے تھا۔ و قتلہم او صلبہم المسیح الخ کیونکہ غلط بیانی سے ایذا بھاری جرم ہے۔ تو بمقتضائے مقام اس جرم کا ذکر ضروری تھا باقی تفسیر متعلق آیات آئندہ کے عنقریب آئے گی۔ ناظرین انصاف فرمادیں کہ قرآن کریم کا محرف کون ہے؟

**قولہ:** صفحہ ۵۱، سطر ۱۔ چونکہ ہم نے یہ التزام کیا ہے کہ مہما امکن مؤلف ہی کی عبارت اور اس کے مسلمات سے اس کا تعاقب کر کر رد کرتے ہیں اور اکثر بالمعارضہ جواب دیتے ہیں۔



اور اسی کی عبارت کارنگ ہماری عبارت میں کلون الماء فی الاناء ہو جاتا ہے۔  
**اقول:** اس التزام کی وجہ گو کہ امر وہی صاحب مارے شرم کے بیان نہیں فرماتے۔ مگر  
 تاڑنے والے تو تاڑ گئے ہیں۔ اور اس وجہ کا ثبوت بھی ہم کو ان کے مصاحبوں سے حلفی بیان  
 کے ساتھ پہنچ چکا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ امر وہی صاحب نے کلمہ طیبہ کے سوال اور ایسا ہی فائدہ  
 جلیلہ اور رفع الیہ کی تشریح میں چونکہ شمس الہدایت کی عبارت سمجھنے پر قدرت نہیں پائی لہذا  
 طوطی کی طرح وہی الفاظ بعینہا ہانکے جا رہے ہیں۔ کلمہ طیبہ کی بحث میں تو صاف طور پر ان  
 کے اپنے کلام سے ثابت ہو چکا ہے کہ وہ مطلب کلام کو نہیں پہنچے۔

**قولہ:** خواہ مؤلف کی عبارات اور الفاظ بے محاورہ اور غیر لائقہ ہی ہوں ہم بھی وہی الفاظ و  
 عبارات نقل کر دیتے ہیں تاکہ طریق معارضہ بالقلب سے جو جواب دندان شکن ہوتا ہے  
 مؤلف پر حجت ہو جاوے۔

**اقول:** امر وہی صاحب کے الفاظ و عبارات بے محاورہ بلکہ دالہ بر معنی غیر مراد۔ جن کی  
 اصلاح اس کتاب میں کی جاتی ہے پبلک پر ظاہر ہو گئی ہیں اور ہوتی جائیں گی۔ آپ کے  
 مضامین کی غلطی اس قدر تھوڑی نہیں کہ ہم کو ایک جگہ دم لینے دے تاکہ ہم آپ کی عبارات کی  
 اصلاح کرتے چلیں۔ خود غلط، املا غلط، انشاء غلط کا معاملہ ہے۔ جو اب دندان شکن تو بجائے  
 خود رہا بھی تک تو دندان لگن بھی عطا نہیں فرمایا۔ اور یاد رکھو کہ ہرگز نہ دے سکو گے۔

**قولہ:** صفحہ ۵۱۔ چنانچہ اس جگہ پر ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ لفظ متکلم بلیغ کا شان میں اللہ  
 تعالیٰ کے کیسا ایک لفظ رکیک اور گستاخانہ ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اکثر عبارات بالکل بے محاورہ  
 اور قواعد زبان اردو کے محض خلاف ہیں۔ ہم کہاں تک اس کی اصلاح کرتے۔ کتاب و سنت  
 میں اللہ تعالیٰ کے لئے متکلم بلیغ اطلاق کہیں نہیں آیا وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوهُ بِهَا  
 وَذُرُّو الدِّینَ یُلْحِدُونَ فِیْ اَسْمَائِهِ سَیْجُرُونَ مَا کَانُوا یَعْمَلُونَ (اعراف: ۱۸۰)۔



**اقول:** امر وہی صاحب ذرا یہ تو فرماویں کہ

۱..... آپ نے جو واجب الوجود لذاتہ کا اطلاق اپنی کتاب شمس بازغہ کے ص ۲۴ سطر گیارہویں میں کیا ہے ایسا ہی اسی کتاب کا صفحہ ۲۳ سطر ۱۶ ملاحظہ ہو آپ ملحد کیوں بن گئے کہیں کتاب و سنت میں اس کا پتہ بتلا دیں؟

۲..... پھر معروض ہے کہ اگر متکلم بلوغ کے اطلاق سے انسان ملحد ہو جاتا ہے۔ تو آپ نے اسی ص ۵۱ کی پہلی سطر میں کیوں دانستہ الحاد اختیار کیا۔ آپ کا یہ کہنا کہ ”نقل کفر کفر نباشد“ اس جگہ مفید نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ مجیب ہیں اور بعنوان عبارت مذکور جواب دے رہے ہیں۔ اس کو محض نقل نہیں کہہ سکتے۔

۳..... سہ بارہ عرض کرتا ہوں کہ اسماء الہیہ کا توفیقی یا غیر توفیقی ہونا ایک مسئلہ مختلف فیہا بین المسلمین چلا آتا ہے یعنی دونوں فریق اسلام سے خارج نہیں۔ تو پھر آپ نے بے موقع آیت مذکورہ مسلمانوں کو ملحد بنانے کے لئے کیوں پڑھ دی۔ کیا آپ کے عندیہ میں غیر توفیقی کے قائلین سب ملحد ہیں؟

۴..... چوتھی دفعہ مکلف ہوں کہ آپ اسماء حسنیٰ کو انہیں نوذنہ نام میں منحصر سمجھتے ہیں یہ آپ کا زعم غلط ہے۔ حدیث صحیح جو بروایت عبداللہ بن مسعود مسند امام احمد میں مذکور ہے۔ جس میں اسئلک بکل اسم هولک سمیت بہ نفسک وانزلتہ فی کتابک او علمتہ احدا من خلقک او استاثرت بہ فی علم الغیب عندک الخ موجود ہے، ملاحظہ ہو۔ ترمذی کی شرح احوذی پر بھی نظر ڈالیں اور نہ سہی تو شرح مواقف عبارت مسطورہ ذیل پر نظر ڈالی ہوتی۔ وانما قال فی المشہور اذ قد ورد التوقیف فیہا۔

۵..... پانچویں مرتبہ معروض ہے کہ آیت کے معنی میں ابن عباس فرماتے ہیں۔ یلحدون فی اسمائہ اشتقوا للات من اللہ والعزای من العزیز۔ تفسیر ابن کثیر و جلالین وغیرہ تفاسیر معتبرہ ملاحظہ ہوں۔



۶..... چھٹی دفعہ معروض ہے کہ متکلم کے لفظ کا جواز اطلاق سید محقق ”شرح مواقف“ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔ وشاع فی عبارات العلماء المرید المتکلم الموجود بالذات الخ۔ یہ جواز بھی مبنی ہے۔ عدم انحصار فی تسعة و تسعین پر۔

قولہ: صفحہ ۵۱۔ اب اصل کلام کی طرف رجوع کی جاتی ہے کہ اولاً فرمایا کہ وَمَاقْتَلُوهُ وَمَاصَلْبُوهُ۔ اب سامع کو یہ وہم پیدا ہوا کہ حضرت عیسیٰ با تفاق فریقین یہود و نصاریٰ کے صلیب پر تو چڑھائے گئے تھے۔ پھر کہنا کیونکر درست ہوا کیونکہ صلیب پر چڑھایا جانا ان کا ایک ایسا تاریخی واقعہ تھا جس سے اکثر اہل اسلام بھی انکار نہ کر سکے۔ ہاں ان لوگوں نے اس تاریخی واقعہ کی یہ تاویل کی کہ حضرت عیسیٰ کی شبیہ کا نہ ہو صلیب پر چڑھائے گئے تھے، نہ حضرت عیسیٰ! چونکہ قرآن مجید رفع اختلاف بین الیہود و النصاریٰ و نیز بنا بر رفع نزاعات واقعہ بین المسلمین الی یوم القیامہ نازل ہوا ہے لہذا اس اختلاف کو بھی کلام الہی نے خود ہی رفع فرمایا۔ وَلَکِنْ شُبَّهَ لَهُمْ ظَاہِرٌ هُوَ لَکِنْ وَاسِطٌ اسْتَدْرَاکٌ کے آتا ہے یعنی واسطے دفع کرنے اس وہم کے جو کلام سابق سے سامع کو پیدا ہوتا ہے۔ قاموس میں لکھا ہے۔ وَلَکِنْ سَاکِنَةُ النُّونِ ضَرْبَانِ مَخْفَفَةٌ مِنَ الثَّقِيلَةِ وَ هِيَ حَرْفٌ ابْتِدَاءٌ لَا یَعْمَلُ خِلَافًا لِلْخَفْشِ وَ یُونِسُ فَاِنْ وَلِيَهَا کَلَامٌ فَهِيَ حَرْفٌ ابْتِدَاءٌ لِمَجْرَدِ افَادَةِ الاسْتَدْرَاکِ وَ لَیْسَتْ عَاطِفَةٌ۔

اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ کلام سابق سے کیا وہم پیدا ہوا جس کو لکن کے ساتھ دفع کیا گیا۔ جب ہم کلام سابق پر نظر کرتے ہیں تو کوئی اور وہم پیدا ہی نہیں ہوتا بجز اس کے کہ حضرت عیسیٰ سولی سے ضرور قتل کئے گئے تھے۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ ابتداء سے لیکر آج تک اسی امر پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ سولی پر قتل کئے گئے۔ اب اس وہم کے دفع کے واسطے جو کلام سابق مَاقْتَلُوهُ وَمَاصَلْبُوهُ سے پیدا ہوا بحرف استدراک لکن کے دفع کیا گیا کہ



ہاں حضرت عیسیٰ صلیب پر چڑھائے گئے تھے اور یہ صلیب پر چڑھایا جانا مشابہ قتل بالصلیب کے ہے اسی واسطے بحرف لکن فرمایا گیا ہے یعنی ولکن حضرت عیسیٰ مشابہ یا مشبہ مقتول الصلیب یہود کے لئے کیے گئے۔

**اقول:** ”اس وہم کے دفع کے واسطے“ کہہ کر پھر ”بحرف استدراک لکن کے دفع کیا گیا“ کہنا کیسی فصاحت ہے۔ سبحان اللہ!

اصلاح: اب اس وہم کو جو کلام سابق مَاقْتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ سے پیدا ہوا بحرف استدراک لکن کے دفع کیا گیا۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ یہ نئی تفسیر بالکل تحریف اور غلط اور مخالف ہے آیات قرآنیہ کے۔

اول۔ تو ان جہلاء نے صلیب پر چڑھانا حضرت عیسیٰ کا مسلم رکھا باوجود اس کے کہ اللہ جل شانہ مستقل طور پر وَمَا صَلَبُوهُ فرماتا ہے یعنی مسیح کو صلیب پر یہود نے نہیں چڑھایا۔

دوسرا۔ اگر مسیح کو یہود نے صلیب پر چڑھایا تو اللہ تعالیٰ پہلے سلک جرائم یہود کے بیان میں کہا قال فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بآيَاتِ اللَّهِ وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ بَغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ (النساء ۱۵۶-۱۵۵) وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ (النساء ۱۵۸-۱۵۷) صرف وَقَوْلِهِمْ فرما کر غلط بیانی ہی کو منجملہ جرائم شمار کرتا ہے۔ مقتضی مقام کا یہ تھا کہ ان کی ایذا رسانی کو بھی ضروری ذکر کیا جاتا یعنی وصلبهم المسيح تاکہ یہود کے مردود و ملعون ہونے کے اسباب کا سلسلہ نامکمل نہ رہتا اور سبب قوی واجب الذکر کو ترک کرنا خلاف بلاغت ہے۔

تیسرا۔ صلیبی اعتقاد صرف وَمَا صَلَبُوهُ کے ہی مخالف نہیں بلکہ صریح آیت دوسرے مقام میں اس عقیدہ کی تردید فرما رہی ہے۔ دیکھو سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ در ضمن ذکر نعماء اپنے کے جو مسیح اور اس کی والدہ پر عطا کی تھیں، فرماتا ہے۔ **وَإِذْ كَفَفْنَا بَنِي**



إِسْرَائِيلَ عَنْكَ إِذْ جَنَّتْهُمْ بِالْبَيْنَةِ (مائدہ: ۱۱۰) یعنی من جملہ میری نعمتوں کے جو تیرے پر فیضان کی ہیں۔ ایک یہ بھی نعمت ہے۔ یاد کر جبکہ روک رکھا تھا ہم نے بنی اسرائیل کو تمہارے سے یعنی تم کو ان کی ایذا سے بچالیا تھا۔ اگر واقعہ صلیبی مزعومہ مرزائیہ بہ تقلید یہود و نصاریٰ واقعی تھا تو پھر کففت فرمانا کاذب ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی اس آیت کے ابتداء میں إِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ إِذْ كُرْنَا نِعْمَتِي عَلَيْكَ فرمانا بے جا ہوگا۔

چوتھا۔ بنا بر تقدیر مذکور مسیح کو بروقت مشورہ کرنے یہود کے ایذا رسانی کے بارہ میں اللہ جل شانہ کی اطمینان دہی کہا قال إِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ إِذْ كُرْنَا نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَرَأَفَعَكَ إِلَى الْآيَةِ الْعِزَّ بِاللَّهِ دُحُوکَ بَازِي هُوَ جَاتِي هُوَ۔ کیونکہ اس کا ثمرہ تو یہ نکلا کہ یہود کے ہاتھوں پکڑوا کر صلیب دلا دینے کے بعد تیرا دم نہ نکلنے دوں گا اور تجھے مشابہ بالمقتول بناؤں گا۔ کیا اطمینان دہی اسی کا نام ہے؟

پانچواں۔ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ يَه آیت بعد ملاحظہ فائدہ جلیلہ ”شمس الہدایت“ کے نص قطعی ہے رفع جسمی پر، جو منافی ہے صلیبی اعتقاد کو۔

چھٹا۔ آج تک کسی حدیث یا قول صحابی یا تابعی سے تسلیم صلیبی واقعہ ثابت نہیں بلکہ سب اہل اسلام اس اعتقاد سے علیحدہ ہی رہے ہیں۔ وجہ اس کی بغیر اس کے کوئی نہیں کہ آنحضرت ﷺ و صحابہ کرام و سائر اہل اسلام نے الی یومنا هذا قرآن کریم کی شہادت کو یعنی وَمَا صَلَّبُوهُ ایسا ہی بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کو پیش نظر رکھ کر یہود و نصاریٰ کی روایات کو پس پشت پھینک دیا تھا۔ آنحضرت ﷺ با جو داس کے کہ بلغ ما انزل الیک اور ایسا ہی أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِعَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِنِينَ خَصِيمًا (النساء: ۱۰۵) اور نيزوما أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (نحل: ۶۴) ایضا قال تعالیٰ وَأَنْزَلْنَا



إِلَيْكَ الذِّكْرَ لَتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ (نحل: ۴۴) ایضا قال تعالیٰ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ (القیمة: ۱۷) اور ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ (القیمة: ۱۹) کے ساتھ مامور و مبشر ہو کر ان معانی سے کیسے بے خبر رہے ہوں گے۔ ہرگز ممکن نہیں۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ نئی تفسیر بالکل تحریف اور خلاف محاورہ عرب ہے۔ اور لسان العرب کا قول الصلب القتلة المعروفة معنی مجازی کا بیان ہے چونکہ صلیب پر چڑھانا اور خون اور چربی وغیرہ کا نکلنا من جملہ اسباب قتل کے ہے لہذا صلب کا اطلاق قتل پر مجاز مستعار کے طور پر ہوا کیونکہ صلب کا ماخذ صلیب ہے بمعنی خون و چربی کے یا بمعنی سولی کے نہ قتل۔

**قولہ:** صفحہ ۵۲۔ اور جیسا کہ مخالفین کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شبیہ سولی پر قتل کئے گئے تھے لہذا یہ وہم پیدا ہوا کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقتول بالصلیب ہوئے۔

**اقول:** یہ کیسا خبط ہے اور ”لہذا یہ وہم پیدا ہوا الخ“ کیسا بے ربط ہے ما قبل سے۔ بھلا یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ کے شبیہ سولی پر قتل کئے گئے تھے۔ یہ مضمون کس طرح منشاء وہم ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقتول بالصلیب ہوئے۔ بندے خدا کے! اس کا منشاء کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقتول بالصلیب ہوئے، کلام سابق ہے یعنی وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ۔ کیونکہ جب حضرت عیسیٰ با تفاق فریقین یہود و نصاریٰ صلیب پر تو چڑھائے گئے تھے بلکہ بزعم ان کے مقتول بھی ہو گئے تو پھر نفی قتل و صلب کی کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ اس وہم کو اللہ تعالیٰ نے وَلَكِنْ شَبَّهَ لَهُمْ سے دفع فرمایا یعنی واقعہ صلیبی جو ایک واقعات مشاہیر میں سے ہے اس کی نفی نہیں کی گئی قتل اور صلب تو متحقق ہوا مگر وہ مقتول و مصلوب مسیح نہ تھا بلکہ اس کا شبیہ تھا۔

**قولہ:** مگر اس صورت میں استدراک جو مقتضائے حرف لکن کا ہے، کب ٹھیک ہوتا ہے، کیونکہ لکن کے سابق میں کہاں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ کے شبیہ مقتول بالصلیب ہوئے۔ جس سے یہ وہم پیدا ہو۔ تاکہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقتول بالصلیب ہو گئے ہوں پھر لکن کے



ساتھ کونسا وہم ناشی عن الکلام دفع کیا گیا۔

**اقول:** دماغ کے فساد کا معالجہ کروا کر بعد ازاں تفسیر لکھیں۔ آپ فرماتے ہیں ”کہ سابق میں کہاں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ کے شبیہ مقتول بالصلیب ہوئے“ خدا کے بندے! یہ مضمون کہ حضرت عیسیٰ کے شبیہ مقتول بالصلیب ہوئے یہ تو مدخول حرف لکن کا ہے جس سے دفع وہم ناشی عن الکلام السابق کا کیا گیا ہے۔ اگر یہ دفعیہ پہلے ہی مذکور ہو تو پھر وہم بھی قبل از لکن مدفوع ہو جاوے۔ ہدایۃ النخو پڑھنے والے بھی جانتے ہیں کہ لکن کے استعمال میں چار چیز کا ہونا ضروری ہے۔ ایک کلام سابق، دوسرا وہم ناشی عنہ، تیسرا دفع وہم جو مدلول ہے لکن کا، چوتھا وہ مضمون جس سے وہم سابق دفع کیا جائے جو دائما لکن کے بعد ہی ہوا کرتا ہے۔

وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ فِي اٰيَاتِنَا اَنَّهُمْ قَتَلُوْهُ وَاَصْلُوْهُ، دوسرا وہم ناشی جو اوپر بیان کیا گیا ہے، تیسرا لکن، چوتھا ما یدفع به الوهم یعنی شُبِّهَ لَهُمْ کا مضمون۔

ناظرین پر واضح ہو گیا ہوگا کہ امر وہی صاحب ”شمس بازغہ“ کے لکھنے کے ایام میں بوجہ اس کے کہ حق کے مقابلہ میں کھڑے ہو کر تحریف کر رہے ہیں، مجبوط الحواس والعقل ہو گئے ہیں یا ان کا کمال علمی یہی کچھ ہے جو نئے نئے رنگ دکھلا رہا ہے۔ کاش! اگر کسی محقق عالم سے شمس الہدایت کو پڑھ لیتے تو اس رسوائی سے محفوظ رہتے۔

**قولہ:** معہذا منشاء وہم کو تو پھر لکن کے بعد بھی ذکر کیا گیا جس سے وہ وہم اور قوی ہو گیا اندریں صورت حرف لکن جو دفع وہم ناشی عن الکلام السابق کے واسطے آتا ہے محض لغو اور حشو ہوا جاتا ہے۔ تعالیٰ کلامہ تعالیٰ عن ذلک علواً کبیراً اس صورت میں عبارت یوں ہونی چاہیے تھی کہ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَّبُوْهُ وَلٰكِنْ قَتَلُوْا وَاَصْلَبُوْا شَبِيْهَ عِيسٰى فَلِهٰذَا شَبِهَ لَهُمْ وَاِيْنَ هٰذَا مِنْ ذٰلِكَ۔

**اقول:** منشاء وہم کا مَا قَتَلُوْهُ وَاَصْلَبُوْهُ ہے جو لکن کے ما قبل مذکور ہے۔ لہذا آپ کی



عبارت ”معہذا سے لیکر ہوا جاتا ہے“ تک، محض لغو اور حشو ہے۔ سبحان اللہ! اس لیاقت سے اللہ کو اصلاح دے رہے ہیں۔ فصیح صاحب! وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ کے جملہ سے وہی مضمون ادا کیا گیا ہے جس پر آپ کی دو سطریں دال ہیں یعنی وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمُ الْمَقْتُولُ بِالْمَسِيحِ۔ قرآن کریم اگر آپ کی اصلاح کے مطابق ہوتا تو معجز کس طرح ہو سکتا تھا۔

**قولہ:** ہاں جو معنی آیت کے ہم لیتے ہیں اس میں یہ سب امور یعنی استدراک اور پیدا ہونا وہم کا کلام سابق سے اور دفع کرنا اس کا لکن سے وغیرہ وغیرہ سب متحقق ہو جاتے ہیں۔ یعنی مَا صَلَّبُوهُ سے یہ وہم پیدا ہوا کہ حضرت عیسیٰ کا مقتول بالصلیب ہونا تو یہود و نصاریٰ کا آج تک اتفاقی مسئلہ ہے پھر مَا صَلَّبُوهُ کیونکر درست ہو سکتا ہے؟ جواب دیا گیا وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ یعنی وَلَكِنْ حضرت عیسیٰ عليه السلام صلبوہ کے مضمون سے مشبہ اور مشابہ کئے گئے یعنی صلیب پر چڑھائے گئے اور پھر جلد تر زندہ اتار لئے گئے اس شبہ سے کہ مقتول بالصلیب ہو چکے۔

**اقول:** سب اہل اسلام وہم ناشی عن الکلام السابق یہی ٹھہراتے ہیں جو مَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَّبُوهُ سے پیدا ہوتا ہے۔ آپ کا اور سب اہل اسلام کا مخالف وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ کی تفسیر میں ہے۔ حسب تفسیر آپ کے وَمَا صَلَّبُوهُ کاذب ہو گیا۔ الغرض آپ کی تفسیر وَمَا صَلَّبُوهُ کو کاذب یا محرف ٹھہراتی ہے اور نیز اس تقدیر پر وَمَا صَلَّبُوهُ جو مستقل طور پر نفی سولی چڑھانے کی کر رہا ہے، لغو ٹھہرتا ہے۔ علاوہ اس کے حضرت عیسیٰ صَلَّبُوهُ کے مضمون سے مشبہ کیے گئے ہیں۔ یہ اور زالی تفسیر ہے۔ کیا حضرت عیسیٰ عليه السلام مشبہ بالمقتول والمصلوب معاً ٹھہرائے جائیں گے یا صرف مقتول سے یا فقط مصلوب؟ پہلی اور تیسری تقدیر پر لازم آتا ہے کہ مسیح مصلوب نہ ہوا ہو جیسا کہ مقتول نہیں بلکہ مشبہ ان دونوں سے ہو۔ اور یہ خلاف ہے مزعوم تمہارے کے، کیونکہ تم مصلوب ہونا مسیح کا یہود و نصاریٰ کی طرح واقعی سمجھتے ہو اور بر تقدیر ثانی علاوہ مغل ہونے کے فہم مراد میں ترجیح بلا مرجح ہوگی۔ اور نیز صلبوہ کے مضمون کو



مشبہ بہ کہنا سراسر جہالت ہے۔ کیونکہ تشبیہ عبارت ہے۔ تشریک امرِ بامرِ فی وصف سے۔ ایک امر تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہو اور دوسرا صلبوہ کا مضمون یعنی صلب الیہود مسیح۔ اب فرمائیے کیا عیسیٰ علیہ السلام وصف صلب کے ساتھ جو معنی مصدری ہے، تشبیہ دیئے گئے، تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور وصف مذکور کس وصف میں شریک ہوئے۔ بینوا و توجروا۔

**قولہ:** ان معنوں میں علاوہ محاسن مذکورہ کے معنی تشبیہ جو باب تفعیل سے ہے، وہ بھی ٹھیک ہو گئے۔ اور مرجع ضمیر شبہ کا بھی کلام سابق میں عیسیٰ مذکور ہے۔ اور مشبہ بہ یعنی مضمون قتلوہ و صلبوہ بھی مذکور ہے۔ الحمد للہ کہ الفاظِ قرآن مجید سے ہی سب امور کا فیصلہ ہو گیا۔

**اقول:** ان معنوں میں علاوہ مفاسد مذکورہ کے معنی شبہ کے بھی ٹھیک نہیں ہوتے۔ کیونکہ الحمد سے والناس تک بلکہ محاورہ عرب وغیرہ میں کبھی کوئی جملہ یا مضمون اس کا مشبہ بہ کسی شخص کے لئے نہیں ٹھہرایا گیا۔ اور نہ معنی تشبیہ کا صادق آتا ہے۔ چنانچہ ابھی اوپر ثابت ہو چکا ہے۔ الحمد للہ کہ نظم قرآن مجید سے ہی تمہاری تفسیر کا تحریف ہونا ظاہر ہو گیا۔ اہل اسلام کی تفسیر پر مشبہ بہ یعنی عیسیٰ کا مذکور ہونا تو ظاہر ہے۔ اور مشبہ یعنی مصلوب بھی مذکور ہے حکماً۔ کیونکہ جب مَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ سے یہ وہم پیدا ہوا کہ مصلوب اگر مسیح نہیں تو اور کون تھا؟ نظر بجز متواتر کوئی شخص تو مصلوب ضروری ہی ہوا ہوگا۔ لہذا مصلوب کا لمذکور ٹھہرا۔

**قولہ:** صفحہ ۵۴، ۵۶ تک سوال حل طلب کا حاصل: وہ شخص جس پر عیسیٰ کی شبیہ ڈالی گئی اس کے متعلق چند سوال ۱..... وہ کون تھا؟ ۲..... اس کا نام کیا تھا؟ ۳..... اس کا کوئی خاندان دنیا میں موجود تھا یا نہیں؟ بشرق اول اس کا ماتم کیا یا نہیں؟ یا کچھ جستجو بھی اس کی کی گئی یا نہیں؟ بصورت ثانی نہایت بعید از عقل ہے کہ ایک شخص تو سولی سے بچ جاوے اور ایسے سنگین مقدمہ میں دوسرا شخص غیر مجرم سولی دیا جاوے اور ایسے حواری کا ذکر نہ انجیل نہ کسی تاریخی کتاب میں لکھا جاوے۔ ۴..... اور مریم علیہا السلام صلیب کے نیچے بیٹھ کر ماتم کرے اور اللہ



تعالیٰ اس کو بذریعہ الہام یا کسی حواری کے مسیح کے آسمان پر لے جانے سے مطلع نہ کرے۔  
 جیسے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو لاتخافی و لاتحزنی سے تسلی بخشی تھی ۵ اور مریم علیہا السلام کو  
 والسلام علی یوم ولدت و یوم اموت و یوم ابعث حیا (مریم: ۲۳) بھی بھول گیا جو  
 عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو طفولیت میں پڑھا دیا تھا۔ ۵..... اور کیا یہ شخص حضرت عیسیٰ کا کفارہ بن  
 گیا تھا؟ جیسا کہ عیسائی اس کو مقتول بالصلب ٹھہرا کر سب عیسائیوں کا کفارہ قرار دیتے ہیں۔  
**اقول (جواب):** پہلے آپ اور آپ کے پیغمبر جن کا فرض منصب ہے شبہات کا نکالنا ذرا  
 یہ تو فرمادیں کہ بحسب عقیدہ آپ لوگوں کے مسیح سولی پر بھی دیا گیا اور ان کو تازیانے بھی  
 لگائے گئے۔ اور جس قدر گالیاں سننا اور طمانچے کھانا اور ہنسی اور ٹھٹھے اڑائے جانا اس کے حق  
 میں مقدر تھا سب اس نے دیکھا (دیکھو از الہام صفحہ ۳۷۸ سے صفحہ ۳۸۲ تک) اور پلاطوس کی عورت کو  
 بذریعہ خواب سمجھایا گیا کہ یہ شخص راستباز ہے اور اس کا قتل کرنا موجب تباہی پلاطوس کا  
 ہے۔ (دیکھو از الہام صفحہ مذکورہ) اور مسیح کا ایلی ایلی لما سبقتنی چلا چلا کر پکارنا بھی انجیلوں میں  
 مندرج ہے۔ ان عقائد کے متعلق گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو سب کچھ کیا کہ مسیح کو  
 روح القدس سے تائید فرمائی اور اَحیاءِ موتی اور ابراءِ اکمہ وغیرہ وغیرہ معجزات مزید برآں۔  
 پہلے سے مسیح کو تسلی و دلاسا بھی فرمایا تھا کما قال عز من قائل یعیسیٰ انی مُتَوَفِّیکَ  
 وَرَافِعُکَ اِلَیَّ۔ لیکن اس سے اس قدر نہ ہوسکا کہ حسب وعدہ اپنے کے مسیح کو یہودیوں  
 کے تازیانے لگانے اور کوچہ کوچہ رسوا کرنے اور سولی پر دینے سے بچا سکے۔ اور مریم صلیب  
 کے نیچے ماتم کرے۔ جیسا کہ آپ کی انجیلوں موجود ہے۔ حضرت مریم کو وہ بھی یاد نہ رہا جو  
 حضرت عیسیٰ نے طفولیت میں اس کو پڑھا دیا تھا کہ وَالسَّلَامُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُ وَیَوْمَ  
 اَمُوتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا۔ اور پھر بڑی تعجب کی بات ہے کہ پلاطوس کی عورت کو تو بذریعہ  
 کشف منامی اطلاع دی جاوے اور مریم علیہا السلام محروم رہ جاویں۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے



ہم پہلے ہونے کی شکایت نہ سہی مگر پلاطوس یہودی کی بیوی جیسی بھی نہ ہو۔ پھر گزارش ہے کہ پلاطوس کی بیوی نے بھی حضرت مریم کو آگاہ نہ کیا اور نہ سمجھایا کہ تم کیوں روتی ہو حضرت عیسیٰ کو تو اللہ تعالیٰ نے مرنے نہیں دیا کیونکہ پلاطوس کو میں نے آگاہ کر دیا تھا کہ تمہاری ہلاکت مسیح کے مقتول ہونے میں ہے سو وہ حسب ہدایت میری کے سپاہیوں کو سمجھا کر ضرور زندہ ہی مسیح کو اتروائے گا۔ پھر گزارش ہے کہ مسیح کو باوجود اس کے کہ انبیاء اولوالعزم میں سے تھے اور پہلے سے اطمینان بھی دیا گیا تھا پھر کیوں چلا چلا کر ایللی ایلی لما سبقتنی پکارتے رہے۔ ہاں شاید اس لئے کہ میرے خدا نے العیاذ باللہ میرے ساتھ دھوکہ کیا۔ پھر گزارش ہے اور یہ سب سے حیرت انگیز بات ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کو اپنا وعدہ بھول گیا تھا یا قدرت خداوندی العیاذ باللہ باقی نہ رہی تھی۔ پھر گزارش ہے کہ یہ بھی معلوم نہ ہوا پلاطوس کی بیوی کا نام کیا تھا؟ یا اس کے سپاہیوں کے نام بمعہ آباؤ اہمہات کیا تھے؟ اگر معلوم النسب والاسم تھے تو کسی انجیل یا کسی تاریخی کتاب نے کیوں نہیں لکھے اور اگر مجہول النسب والاسم تھے تو اندریں صورت یک نہ شد و شد بلکہ نہ شد بلکہ یہ لوگ تو حضرت عیسیٰ سے بھی بڑھ گئے کیونکہ حضرت عیسیٰ کے اگر باپ نہیں تھے والدہ تو تھیں اور ان اشخاص کے نہ ماں نہ باپ۔ ان هذا لشیء عجاب۔ عیسائی تو ایک مسیح کو بدرجہ الوہیت پہنچاتے ہیں اور ان روایات اسرائیلیہ پر ایمان لانے والے تو بہتیروں کو خدا مانتے ہوں گے۔ ہم حیران ہیں کہ ان دونوں میں سے کس کو کاذب اور کس کو صادق سمجھیں۔ مصرع

شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیر ہا

اگر حضرت امروہی صاحب کہیں کہ روایات مسطورہ اسرائیلیات میں سے ہیں تو جو اباً عرض ہے کہ اگر آپ کے نزدیک یہ روایات قابل اعتبار نہیں تو آپ نے اور آپ کے پیغمبر نے کس واسطے اپنی تصانیف انہی روایات سے بھر دیں۔ اور انہی پر اعتماد کر کے نصوص صریحہ کو سلام کہا



اور سب صحابہ و علماء اسلام سے الگ ہوئے۔

**تحقیقی جواب:** مسیح کے مصلوب و مقتول ہونے کو چونکہ قرآن شریف نے صریح لفظوں میں رد کر دیا ہے اسی لئے آج تک ذلک الکتاب لا ریب فیہ کے ساتھ ایمان رکھنے والے، اخبار نصاریٰ و یہود کو بدلیل و ماقتلوه و ماصلبوه خلاف واقعہ خیال کرتے چلے آئے ہیں۔ اس زمانے میں مرزا صاحب نے بہ تقلید یہود و نصاریٰ کے واقعہ صلیبی کو واقعی خیال کر قرآن کریم کی صریح آیات میں رد و بدل کر دیا۔ یہود کا انا قتلنا المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ میں مفعول کو ذکر بدیں اصرار و تکرار کرنا اور پھر تردید میں بقولہ تعالیٰ و ما قتلوه و ماصلبوه بھی اسی مفعول پر وقوع قتل و صلب سے نفی کرنا، صاف دلالت کر رہے ہیں اس پر کہ مقصود تردید اور مردود دونوں میں سلب یا ایجاب نسبت وقوعیہ کا ہے یعنی مسیح کا مقتول و مصلوب ہونا یا نہ ہونا محل بحث ہے، نہ نسبت صدور یہ۔ یعنی صرف صدور قتل و صلب میں کلام نہیں۔ یعنی یہ نہیں کہ یہود کا مطلب صرف یہی ہو کہ ہم سے قتل و صلب صادر ہو گیا ہے خواہ کسی شخص کو ہم نے مقتول و مصلوب کیا ہو اور بالخصوص مسیح مد نظر نہ ہو۔ ایسا ہی تردید میں بھی اذا تقرر هذا۔ توجب و ماقتلوه و ماصلبوه نے قتل یا صلب کے مسیح پر واقع ہونے سے نفی کی۔ اور یہ ظاہر اور سب گروہ کا اتفاتی ہے کہ ضرور کوئی شخص تو مقتول و مصلوب ہوا ہے پس ماقتلوه و ماصلبوه کے بعد گویا وہ شخص بلحاظ مضمون سابق مذکور ٹھہرا۔ لہذا اول لکن شبہ میں ضمیر نائب عن الفاعل کا مرجع وہی شخص ٹھہرایا گیا۔ جیسا کہ جلالین وغیرہ میں ہے۔ یا لہم کونائب عن الفاعل کہا جاوے۔ جیسا کہ دوسرا محاورہ ہے قاموس میں۔ بعد اس تشریح کے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ مسلمان کو حسب ہدایت ان آیات کے یہ اعتقاد ضروری ہے کہ مسیح مقتول و مصلوب نہیں ہوا بلکہ وہ کوئی اور شخص تھا۔ رہا یہ کہ وہ کون تھا؟ کیا نام رکھتا تھا؟ اس کے والدین کا کیا نام تھا سو آیت و ماقتلوه



وَمَا صَلَّبُوهُ كِي غرض كو اس سے كچھ تعلق اور لگاؤ نہیں؟ لہذا قرآن كریم اس كے درپے نہیں ہوا، تو پھر ہم كو كیا ضرورت پڑی ہے كہ اس شخص كے متلاشی بنیں۔ ہاں ایسی تلاش میں ان لوگوں كا ہونا ضروری ہے جو اہل كتاب كی روایات مندرجہ كتب محرفہ مخالفہ لكتاب اللہ كے ساتھ ایمان ركھتے ہوں۔ اور نہ صرف اس پر قانع ہوں بلکہ ان روایات كو كتاب اللہ پر ترجیح دے كر كلام اللہ كو ان كی طرف لیجاویں۔ قال اللہ تعالیٰ قَتَلَ الْخَرَاصُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي غَمْرَةٍ سَاهُونَ (الذريت: ۱۱-۱۰) یعنی اٹكل كے تكے چلانیوالے قتل كئے جاویں جو غفلت میں بھولے ہوئے ہیں۔ بیس

لاہور سے محبت ملتاں بتاتے ہو كابل پڑی ہے تم تو پشاور كو جاتے ہو  
 اثر ابن عباس جو باسناد صحیح ”شمس الہدایت“ میں مسطور ہے جس كی صحت كو بڑے بڑے فحول نے اہل حدیث سے مثل حافظ ابن كثیر وغیرہ كے قبول كیا ہے، موید اور مشرح ہے اسی مضمون قرآن كا۔ جیسا كہ آج تك مفسرین شكر اللہ سعيہم لكھتے چلے آئے ہیں اور اس اثر كا مضمون چونكہ قیاسی نہیں لہذا یہ حكم مرفوع میں ہوگا۔ كما ہوا كمنقح فی اصول الحدیث۔ اور چونكہ یہود و نصاریٰ بالاتفاق مسیح كو مقتول بالصليب مانتے ہیں تو قبل از قتل صحیح و سالم آسمان كی طرف اٹھایا جانا جیسا كہ وہ مضمون ہے اس اثر كا، ان كے معتقدات سے ہرگز نہیں ہو سكتا۔ اور اگر بعض ان كے قائل اور راوی ہوں بھی اور یہ بھی تسلیم كر لیا جاوے كہ ابن عباس نے انہی سے سنا ہے تو پھر بھی ابن عباس كا اس مضمون كو قبول كرنا، جو ان كے بیان بغیر التردید سے پایا جاتا ہے، دلیل ہے اس پر كہ یہ كتاب اللہ كی كسی آیت كے برخلاف نہیں۔ مسلمانو! خوب یاد ركھو اور غور كر و كہ مسیح كا مقتول بالصليب ہونا یا صرف مصلوب ہی ہونا یہود و نصاریٰ و اتباعہما كا عقیدہ ہے۔ اور برخلاف ہے صریح آیت وَمَاقْتَلُوهُ وَمَا صَلَّبُوهُ كے۔ آج تك سب مفسرین نے یہی لكھا ہے۔ مرزا صاحب نے آیات قرآنیہ كو انا جیل كے مطابق كرنا چاہا۔ یہ ہرگز ہرگز صحیح نہیں ہو سكتا۔ وما علینا الا البلاغ۔



اب ہم ناظرین کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ امر وہی صاحب نے ص ۶۰ تک جو کچھ لکھا ہے۔ خلاصہ اس کا دو ہی باتیں ہیں۔ ایک تو جواب اس سوال کا جو کلمہ طیبہ کے متعلق۔ دوسرا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے بلحاظ ہمارے فائدہ جلیلہ کے، وفات طبعی مسیح کا ثابت کرنا۔ جواب کا حال تو عرصہ سے چار ورق میں شائع ہو چکا تھا جس کا اثر یہ ہوا کہ تمام علماء متجربین نے جن کو ان چار ورق دیکھنے کا اتفاق ہوا، یہی کلمہ کہا کہ واقعی امر وہی صاحب نے اس جواب میں اپنا جہل مرکب خوب ثابت کر دکھایا ہے۔

دوسرے کے متعلق گزارش ہے کہ اس میں امر وہی صاحب نے بل کے ما قبل یعنی قتل صلیبی اور ما بعد یعنی رفع اعزاز میں تضاد، حسب قواعد مرقومہ فائدہ جلیلہ کے ثابت کیا ہے۔ اس پر ہماری تردید کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ تورات کے حکم کے مطابق صرف اس مقتول بالصلیب کی ملعونیت ثابت ہے جو کہ مجرم ہو۔ اور مسیح علم باری میں بیگناہ ہے لہذا بل کے ما قبل اور ما بعد میں بر تقدیر مذکور تضاد فی علم باری نہیں۔ اور رفع جسمی کی تقدیر پر تضاد فی الواقعہ و فی علم الباری متحقق ہے۔ بناءً علیہ جو کچھ امر وہی صاحب نے ص ۶۰ میں لکھا ہے اس کے مستحق ہم ٹھہرے۔ یعنی جب آیت بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کی نص قطعاً ٹھہری حیات مسیح میں، تو ہم نے جو کچھ فائدہ جلیلہ کے آخر میں تفریعات لکھی تھیں، وہی درست رہیں۔ سبحان اللہ والحمد للہ، ”لا“ کے شکنجہ اور ”بل“ کے بلوں نے مخالفین کے تمام بل اور کچھوں کو سیدھا کر دیا۔ لکن من یهدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ہادی لہ۔

**قولہ:** اسی ص ۶۰ میں۔ اور یہی آیت قرینہ ہے حدیث لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین الخ۔ جس کی صحت صاحب فتوحات کو مسلم ہے۔ حیات سے حیات فی الارض مراد لینے پر۔  
**اقول:** صاحب فتوحات نے چونکہ فتوحات ہی میں حیات مسیح کی تصریح کئی مقامات پر کر دی جیسا کہ اس تکرار میں مذکور ہو چکا ہے۔ لہذا یہ حدیث صاحب فتوحات وغیرہ اہل اسلام کو، جو متفق ہیں حیات مسیح پر، مضر نہیں۔



ناظرین! اس جگہ امر وہی صاحب کی علمی لیاقت کا خیال فرماویں۔ اس قول میں آپ نے بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کو مطابق مزعوم اپنے کے قرینہ ٹھہرایا ہے حیات سے حیات فی الارض مراد لینے کے لئے۔ اور ظاہر ہے کہ جب حدیث مذکور میں لفظ حیین کو مقید حیات فی الارض ٹھہرایا تو بمقتضائے کلمہ ”لو“ کے اتباع موسیٰ و عیسیٰ کا شرع محمدی کے لئے منقہی ہوا۔ اس لئے کہ موسیٰ و عیسیٰ زندہ فی الارض نہیں تو حدیث مذکورہ سے صرف یہی مفہوم ہوا کہ عیسیٰ عليه السلام بروقت بولنے آنحضرت صلى الله عليه وسلم کے اس حدیث کو زندہ زمین پر موجود نہ تھے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آسمان پر بھی زندہ نہ ہوں۔ ”فی الارض“ کی قید تو اس حدیث میں قائلین بحیات المسیح لگاتے ہیں جیسا کہ فائدہ جلیلہ میں اس کا یہی مقصود ہے۔ قائلین بوفات المسیح تو اس حدیث میں ”حیین“ کو مطلق چھوڑتے ہیں تاکہ مطلق حیات کا انتفا ہو جاوے۔ سبحان اللہ ماشاء اللہ نظر بد دور۔

**قولہ:** اسی صفحہ ۶۰۔ ”میں جسم کثیف کے اٹھایا جانے کو بعید سمجھا“ من جملہ مؤیدات اپنی سے شمار کرتے ہیں۔

**اقول:** رفع جسمی کے کئی ایک واقعات پہلے علامہ سیوطی کی کتاب سے نقل کئے گئے ہیں۔ عقل اگر بعید جانتا ہے تو جسم کثیف کے بالطبع جانے کو بلندی کی طرف، نہ یہ کہ اگر جسم ثقیل کو کوئی بالقسر یعنی بغیر حرکت طبعی و ارادی کے اوپر لیجاوے تو نہیں کہا جاسکتا۔ یہ استبعاد صرف قادیان ہی میں محصور ہے۔ معراج جسمانی آنحضرت صلى الله عليه وسلم کا اس استبعاد کو قادیان تک پہنچانے کے لئے کافی ہے۔

**قولہ:** صفحہ ۶۱۔ اس تفسیر و تقریر سے جو صراحت۔

**اقول:** قولہ تعالیٰ وَمَا صَلْبُوهُ صراحت یہود و نصاریٰ کا مع اتباعہما مکذب ہے۔ کیونکہ یہ صراحت مسیح کے مصلوب ہونے کی نفی کر رہا ہے۔ لہذا مضمون انا جیل سے مطابقت نہیں رکھتا۔



قولہ: صفحہ ۶۱۔ اور حضرت اقدس نے ص ۳۷۸ سے ص ۳۸۲ کہیں تحریر نہیں فرمایا کہ معنی صلب کے ہڈی توڑنی ہے۔ صرف مضمون ہڈی نہ توڑے جانے کا نقل کیا ہے۔

اقول: سید احمد صاحب اور مرزا صاحب اور مصنف ”تفسیر حضرت شاہی“ تینوں اس پر متفق ہیں کہ مسیح سولی دیا گیا ہے۔ لہذا ان کو وَ مَا صَلْبُوْهُ کے معنی میں گڑ بڑ کرنا ضروری ہوا خواہ معنی صلب کے لغتاً ہڈی توڑنا کہیں یا نہ۔ مرزا صاحب نے تو وہی راستہ لیا جو امر وہی صاحب نے ذکر کیا ہے۔ مرزا صاحب ازالہ اوہام کے ص ۳۷۸ سطر چوتھی میں لکھتے ہیں۔  
منشاء مَا صَلْبُوْهُ کے لفظ سے یہ ہرگز نہیں ہے کہ مسیح صلیب پر چڑھایا نہیں گیا۔ بلکہ منشاء یہ ہے کہ جو صلیب پر چڑھنے کا اصل مدعا تھا یعنی قتل کرنا، اس سے خدائے تعالیٰ نے مسیح کو محفوظ رکھا۔ اور مصنف ”تفسیر حضرت شاہی“ نے تو معنی صلب کا ہڈی توڑنا لکھا ہے۔ اس تفسیر کا ص ۱۹ ملاحظہ ہو۔ نیز سید احمد صاحب کی تفسیر بھی۔ اب سینے شمس الہدایت کی عبارت کا مطلب۔  
عبارت اس کی یہ ہے:

اس تفسیر سے جو نظم قرآنی سے سمجھی جاتی ہے۔ ظاہر ہو گیا ہے کہ سید احمد صاحب اور مرزا صاحب اور مصنف تفسیر حضرت شاہی کو مَا صَلْبُوْهُ کے معنی میں جو ان صاحبوں نے روایات انا جیل کے ملاحظہ سے لیا ہے، سخت دھوکا ہوا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ تینوں صاحبوں کو مَا صَلْبُوْهُ کے معنی میں سخت دھوکا ہوا۔ یعنی صلب کا معنی سولی پر چڑھانا ان کو چھوڑنا پڑا۔ جیسا کہ ابھی جو ازالہ اوہام کی عبارت نقل کی گئی ہے اس سے صاف ظاہر ہے شمس الہدایت کی عبارت ”کہتے ہیں مَا صَلْبُوْهُ یعنی یہود نے مسیح کی ہڈی کو نہ توڑا“ متعلق ہے تفسیر حضرت شاہی سے۔ جو مرجع قریب ہے ان کی یعنی سید احمد کی تفسیر کو۔ صفحہ ۱۹ پر ملاحظہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے صلیب کا معنی ہڈی توڑنے کا لیا ہے۔ اور عبارت قاموس مسطورہ شمس الہدایت کے ساتھ استشہاد بھی پکڑا ہے۔



**قولہ:** صفحہ ۶۱۔ حاصل مطلب دونوں جملوں کا مَاقْتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ قَتْلٌ بِالصَّلِيبِ ہی ہے۔  
**اقول:** حاصل مطلب مَاقْتَلُوْهُ کا قتل بالصلیب کی نفی، اور مَا صَلَبُوْهُ کا سولی پر چڑھانے کی نفی۔ جیسا کہ اوپر مکرر لکھ چکا ہوں۔ ناظرین ص ۶۱ کو ص ۶۲ کے نصف تک ملاحظہ فرمائیں جس کو ادنیٰ طالب علم بھی برعایت ہمارے بعض مضامین مسطورہ بالا کے جو اس تکملہ میں مکرر لکھے گئے ہیں، تردید کر سکتا ہے۔

**قولہ:** صفحہ ۶۲۔ مؤلف صاحب اس کا فیصلہ کریں کہ جب مرجع ضمیر مَاقْتَلُوْهُ کا آپ کے نزدیک جسم مع الروح ہے۔ تو اس سے لازم آتا ہے کہ آپ کے عندیہ میں جسم کے ساتھ روح بھی قتل ہو جاتی ہے۔

**اقول:** سبحان اللہ ملکہ ہو تو ایسا ہو۔ یہ تو ظاہر ہے کہ زید و عمرو و بکر کا مستحکم جسم مع الروح ہے اور در صورت مفعول واقع ہونے ان کے اگر فعل افعال حسیہ میں سے ہو تو متعلق اس کا صرف بدن ہوگا۔ زید قتلت زیداً حسست زیداً۔ اور اگر افعال قلوب میں سے ہو تو متعلق اس کا صرف روح ہوگا۔ علمت زیداً فہمت بکراً۔ جسم مع الروح کو مرجع کہنے کا معنی یہ ہے کہ متعلق قتل کا جسم ہے در حالیکہ مقارن مع الروح ہے، نہ یہ کہ جسم بھی متعلق قتل کا ہے اور روح بھی۔ امر وہی صاحب نے اس صفحہ ۶۲ سے ص ۶۳ کے نصف تک بجائے اس کے کہ اپنی جہالت پر متانتف ہو کر روویں الثا تمسخر سے کام لیا ہے۔

الدرے ایسے علم پہ یہ بے نیازیاں

کیا جہل سے ہی آپ کا پتلا بنا نہیں

آپ جس کو مرجع شمار مانتے ہیں، یعنی عیسیٰ ابن مریم، وہی مراد ہے جسم مع الروح سے۔  
 رفع درجات کا ذکر پہلے مفصل ہو چکا ہے۔ بل احواء کے ماقبل قتل کی نفی نہیں بلکہ اثبات اس کا ہے۔ لہذا یہ حیات جسمانی کا افادہ نہیں کر سکے۔ افسوس کے امر وہی صاحب نے ناحق



اس کوچہ علمی میں قدم رکھا اور اپنے معتقدین کے روبرو اپنے فہم سقیم سے ان کو نادم ہونا پڑا۔  
و کم من عائب قولا صحیحا و افته من الفہم السقیم۔

**قولہ:** صفحہ ۶۳۔ ان کے اس قول کی صرف یہی وجہ تھی کہ حضرت عیسیٰ کے قتل بالصلیب میں انہوں نے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ کوچہ بکوچہ رسوا کیا الخ۔

**اقول:** ناظرین خدارا انصافے! شمس الہدایت کا مطلب تو یہ ہے کہ اگر قتل کرنا مسیح کا اور صلیب پر چڑھانا ان کا واقعی ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہود کے جرائم سولی پر چڑھانے اور ایسا ہی قتل کرنے کو ذکر فرماتا۔ جب ایسا نہیں کیا یعنی بجائے **وقولہم انا قتلنا الایہ کی بجائے** **وقتلہم و صلبہم** نہیں فرمایا۔ اور قولہم کو زیادہ کر دیا تو معلوم ہوا کہ یہود کا جرم اس مقام پر صرف غلط بیانی ہی تھی۔ اس کے جواب میں امر وہی صاحب فرماتے ہیں۔ ”ان کے قول کی صرف یہی وجہ تھی۔“ الخ کیا یہود کے قول اور ان کے **انا قتلنا المسیح الایہ** کہنے کی وجہ آپ لوگوں سے دریافت کی گئی ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ دریافت تو ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قولہم کو کیوں بڑھایا اور و صلبہم نہ فرمایا باوجود اس کے کہ حسب زعم تمہارے وہ صلیب پر چڑھائے گئے تھے۔ اس سنگین جرم کو کیوں ذکر نہیں فرمایا؟ اور صرف قولہم غلط بیانی پر اکتفاء کی۔ اب ماشاء اللہ امر وہی صاحب کو علمیت کا بڑا زور ہوتا جاتا ہے۔ ابھی تو ص ۱۴ شمس الہدایت تک پہنچے ہیں۔

**قولہ:** ص ۶۵ کا حاصل۔ آنحضرت ﷺ کے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ تدبیر کی کہ غار ثور کے مصائب اور آفات سفر راہ مدینہ وغیرہ وغیرہ ان پر اور ان کے یار غار پر نازل فرمائیں اور حضرت عیسیٰ کے لئے بلا کلفت چھت کو پھاڑ کر ایک دریچہ بھی بنا دیا۔ گویا مؤلف صاحب اپنی زبان حال سے یہ شعر پڑھ رہا ہے۔

فسبحان اللہ من خص المسیح براحۃ

لیغبطہ فیہا الذی ہو افضل



**اقول:** یہ دھوکا عام فریب ایسا ہے جیسا کہ مثلاً کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے تابعین کو تو دریا کو چیر کر پار پڑھا دیا۔ اور ان کے مخالفین کو دریا میں غرق کر دیا مگر آنحضرت ﷺ کے لئے کسی غزوے میں ایسی تدبیر نہ کی کہ آپ ﷺ کو مع اصحاب کرام کوئی صدمہ نہ پہنچتا۔ اور مخالفین کو بجائے دریا کے زمین میں ہی حسف کر دیتا۔ بلکہ آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو کفار کے ہاتھ سے بڑے بڑے صدمات پہنچے۔ پس جو شخص ان آیات قرآنیہ کے ساتھ (جن میں آل فرعون کے غرق کرنے کا اور موسیٰ علیہ السلام کی نجات پانے کا دریا سے ذکر ہے) ایمان رکھتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَاذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاغْرَقْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (البقرہ: ۵۰) وہ شخص زبان حال سے یہ شعر پڑھ رہا ہے۔

فسبحان الله من خص موسى براحة

ليغبطه فيها من هو افضل

بھلا امر وہی صاحب ہم تو ذلک الکتاب لاریب فیہ پڑھتے جائیں اور آپ بظاہر مجبوں کی صورت میں ہو کر در پردہ تحریف کرتے ہوئے عاشقانہ اشعار پڑھتے جائیں۔ مگر تاڑنے والے تو تاڑ چکے ہیں۔

**قولہ:** امر وہی صاحب ص ۶۵ میں بڑی طیش میں آ کر لکھتے ہیں۔ ”ہاں مجھے یاد آ گیا کیونکر یہ فرق نہ ہوتا۔ کہاں حضرت عیسیٰ خدا کے اکلوتے بیٹے صفات بشریت سے مبرا اور کجا محمد رسول اللہ عبدہ ورسولہ ایک خاکی نژاد انسان۔ و نعوذ باللہ من هذا القول مثل البول تکاد السموات يتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال ان دعوا للرحمن ولدا۔ کلا وحاشا۔ اے مؤلف تم عیسائیوں کے شریک ہو کر وہ شعر پڑھتے جاؤ ہم تو یہ شعر پڑھتے ہیں۔ الخ“



**اقول:** لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ۔ کہاں شمس الہدایت میں عیسیٰ بن مریم خدا کا اکلوتا بیٹا لکھا ہوا ہے۔ بلکہ آپ نے خود ہی مسیح کے آسمان پر چڑھائے جانے اور سکونت فی السماء کو موجب الوہیت ٹھہرا کر یہ نتیجہ نکالا۔ اور آپ کے عندیہ کو لازم طبعی ہے کہ سب ملائکہ العیاذ باللہ بن جائیں۔ یا تو اس عندیہ سے توبہ کرو اور یا الوہیۃ من فی السموات من المخلوق کا العیاذ باللہ اقرار کرو جو مقتضی بالطبع ہے تمہارے عندیہ کا۔ اب فرمائیے کہ آپ کے عندیہ کے مطابق سب ملائکہ خدا کے اکلوتے بیٹے بنے یا نہ؟

وفی کفتی میزاننا لک عبرة  
وانت لسان فیہ ان کنت تعقل  
اذا رجحت احدہما طاش اختہا  
وانت لما فیہا تمیل و تسفل

آپ نے ہمارے اس مضمون پر جو ایک منصوصی امر اور اجماعی عقیدہ ہے۔ حاشیہ لگایا اور مسیح کو بوجہ سکونت علی السماء کے حتیٰ قیوم ٹھہرایا۔ اور سب لوگوں پر جن کا یہ عقیدہ ہے کہ ملائکہ کی قرار گاہ آسمان ہے، الزام لگایا۔ پس تمہارے عندیہ کے مطابق سب ملائکہ حتیٰ و قیوم ٹھہریں گے۔ جس کا طبعی مقتضی یہ ہے کہ الملائکۃ بنات اللہ او ابناء اللہ واقعی ٹھہرے۔ اب فرمائیے ان دعویٰ الرحمن و لدا کے قائل آپ ہوئے یا کوئی اور؟ اور مسیح ابن اللہ اور ایسا ہی عزیر ابن اللہ کے قائلین کا ہم نوالہ کون ہوا؟ شمس الہدایت کا عبارت ص ۱۵ میں دیکھو۔ جس سے ثابت ہے مسیح کا بارگاہ الہی میں رونا اس دولت کے لئے کہ میں سرور عالم خاتم النبیین ﷺ کے خدام میں سے ہو جاؤں۔ کیا اس سے بجائے اس کے کہ افضلیت آنحضرت ﷺ کی ثابت ہے۔ آپ نے الٹا نتیجہ نکال لیا۔ اور مسیح کے لئے تشبیہ بالملائکہ کہنے پر ص ۶۶ میں کیا کیا ہرزہ سرائی کی۔ کیا فتوحات کا باب ۵۵۷ تمہاری نظر سے



نہیں گذرا جس میں من کرامة محمد ﷺ علی ربه ان جعل من امته رسولا ثم انه اختص من الرسل من بعد نسبه من البشر فكان نصفه الاخر روحا مطهرة الخ لکھا ہوا ہے۔ حضرت شیخ تومسح کے لئے تشبہ بالملائکہ جداگانہ ہونے سے نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی وہ شان عالی ہے کہ آپ کی امت سے ہوگا وہ پیغمبر جو ملائکہ کے ساتھ جداگانہ تشبیہ رکھتا ہے۔

**قولہ:** اسی صفحہ ۶۶ میں ”نفخ ارواح القدس مریم کے گریبان میں“ اس پر طعن کیا ہے۔ پھر لکھتا ہے۔ ”ہاں ہدیۃ الرسول کے رد میں انشاء اللہ تعالیٰ ان اغلاط کی خبر لیجاوے گی۔“

**اقول:** اجی اپنے ہی منہ سے میاں مٹھو صاحب! آپ کی خبر تو پہلے ہی سے لے لی گئی ہے تو اب آپ کیا خبر لے سکیں گے۔ خاک؟ قرآن مجید سے نفخ فی الفرع بھی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ آیت مذکورہ سے۔ اور نفخ فی مریم بھی جیسا کہ **فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا** اب مجھے اندیشہ ہے کہ امر وہی صاحب دونوں آیتوں میں تناقض ٹھہرا کر جھٹا اذا تعارضتا فتساقطا کا حکم حسب العادت نہ لگا دیوں۔ اور فرماویں کہ نفخ فی مریم اور نفخ فی الفرع کا مال ایک ہی ہے یعنی نفخ فی فرع مریم ایک صورت ہے نفخ فی مریم کے لئے۔ تو جواب میں گزارش ہے کہ نفخ فی جیب مریم بھی ایک صورت ہے نفخ فی فرع مریم کے لئے۔ یعنی روح القدس کا نفخ گریبان میں ہوا جس کا اثر فرع سے شکم میں پہنچا۔ دیکھو و اخرج عبد الرزاق و عبد بن حميد و ابن المنذر عن قتادة في قوله تعالى **فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُوحِنَا** قال في جيبها۔ (در منثور)۔

۱۔ ناظرین کو معلوم ہونے سے نفخ روح القدس والے مسئلہ میں اس کے اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ مصنف شمس الہدایت نے نفخ روح القدس مریم کے گریبان میں جو لکھا ہے، یہ خلاف ہے اس آیت سے **وَمَرْيَمَ ابْنَتِ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُوحِنَا** (تحريم-۱۲) جس سے نفخ روح القدس کا گریبان میں معلوم نہیں ہوتا بلکہ فی الفرع مفہوم ہوتا ہے۔



**قولہ:** امر وہی صاحب کے صفحہ ۶۷ سے لے کر صفحہ ۷۹ تک چند سوالات۔ (۱) اثر ابن عباس کی رو سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اولاً حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھایا۔ بعد اس کے حضرت عیسیٰ کی شبیہ ایک حواری پر ڈالی گئی۔

**اقول:** لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ۔ اس اثر کے اس فقرہ میں سوچو فالقی علیہ شبہ عیسیٰ و رفع عیسیٰ من روزنة فی البیت جس سے بحسب عندیہ تمہارے کے ”کہ وجود خارجی مطابق وجود ذکری کے ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ مُتَوَفِّكَ وَرَافِعُكَ میں“ حواری پر شبیہ کا ڈالنا پہلے ہوا۔ بعد ازاں اٹھایا جانا عیسیٰ کا۔

**قولہ:** صفحہ ۶۸۔ اور پھر یہود نے پکڑ کر اس شبیہ کو سولی دی۔ تو ہم یہ دریافت کرتے ہیں کہ بعد اٹھائے جانے حضرت عیسیٰ کے آسمان پر اب اللہ تعالیٰ کو کون سی ضرورت پیش آگئی کہ دوسرے شخص پر شبیہ عیسیٰ کی ڈال کر اس کو سولی پر قتل کرایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو حکیم مطلق ہے۔ اس کا تو کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

**اقول:** اس حکیم کے تو ایسے ہی کام ہوتے ہیں کہ حواری کا کیا ذکر ہے، پیغمبر کو باوجود اسے دشمنوں سے بچانے کا وعدہ فرما کر، اور منجملہ نعماء کے بھی بقولہ **وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنْكَ** کی بشارت دی، پھر انہیں دشمنوں کے ہاتھ دیکر خوب ذلیل کرا کر اخیر میں اُسے بچانے کے لئے ان کے دلوں میں یہ شبہ ڈال دیا کہ اب یہ مر گیا ہوگا۔ اسے سولی سے اتار لینا چاہیے۔ (دیکھو ازالہ اوہام جلد اول متعلق وَمَا صَلَّبُوهُ کے اور اپنے شمس کا سفد کو)۔ اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو جب آخر میں شبہ ڈالنے کی تدبیر سوچھی تو اول ہی سے کیوں نہ مسیح کو ان کی ایذا سے بچا لیا تا کہ ایفائے وعدہ اور **وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنْكَ** دونوں متحقق ہو جاتے۔ یہی آخر کا سوچھا ہوا شبہ پہلے ہی سے ان کے دلوں میں ڈالا ہوتا۔ **يَا فَاغْشَيْنَهُمْ**

۱۔ یہ الزامی جواب ہے۔ ۱۲ منہ



کی طرح ان کو نظر ہی نہ آتا تا کہ حکیم مطلق پر صادق یا حکیم کہلوانے میں کوئی نقص عائد نہ ہوتا۔  
بلکہ امر وہی صاحب سے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ پھر بھی

ع اے تیزی طبع تو بر من بلا شدی

کے مطابق اعتراض کرنے سے باز نہ آتے۔

**قولہ:** صفحہ ۶۸۔ بفرض محال اگر اس القاءِ شبیہ کے قصے کو تسلیم کیا جاوے تو پھر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر نہیں چڑھائے گئے اور اسی زمین پر یہود سے پوشیدہ کئے گئے اور احتیاط کی گئی کہ ایک حواری پر شبہ کر دیا گیا تھا تا کہ یہود اس شبیہ کو قتل بالصلیب کر کے حضرت عیسیٰ کے قتل کا خیال چھوڑ دیوں۔ مگر در صورتیکہ حضرت عیسیٰ آسمان پر چڑھائے جاتے تو کیا مؤلف صاحب کے نزدیک تب بھی یہود کے ہاتھوں میں آسمان سے آسکتے تھے۔ بدیں! خیال اللہ تعالیٰ نے ایک حواری کو ان کے لئے کفارہ کر کے یہود کے منصوبہ قتل کو دفع کیا۔

**اقول:** بفرض محال ۲ سولی پر چڑھانے والے قصہ کو جیسا کہ مرزا صاحب مع الاتباع کہتے ہیں کہ اخیر میں ان کے دلوں میں شبہ ڈالا گیا کہ مسیح مر گیا ہے، حالانکہ وہ فی الواقعہ زندہ تھا۔ تسلیم بھی کیا جاوے تو پھر بھی اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ سولی پر نہیں چڑھائے گئے اور نہ اخیر میں یہود کے دلوں میں شبہ ڈال کر انکو بچایا گیا بلکہ ان کو آسمان پر چڑھایا گیا ہے۔ اور یہ احتیاط کی گئی کہ ایک حواری پر شبہ کر دیا گیا تھا تا کہ یہود اس شبیہ کو قتل بالصلیب کر کے ندامت بعد حسرت اٹھائیں۔ مگر در صورتے کہ حضرت عیسیٰ پہلے ہی سے دشمنوں کے ہاتھوں میں نہ دیئے جاتے اور جو شبہ اخیر میں دشمنوں کے دلوں میں ان کے بچانے کے لئے ڈالا گیا تھا اسی قسم کا پہلے ہی سے ڈالا جاتا۔ کیونکہ فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ سنت اللہ

۱ قولہ: (بدیں خیال اللہ تعالیٰ نے) امر وہی صاحب کیا اللہ پر بھی خیال کنندہ کا اطلاق جائز ہے۔ ۱۲ منہ

۲ کیونکہ مخالف ہے صریح آیت وَمَا ضَلُّوهُ سے۔ ۱۲ منہ



کے برخلاف نہیں، تو کیا امر وہی صاحب کے نزدیک تب بھی وہ یہود کے ہاتھوں میں آسکتے تھے؟ اور بقول ان کے بدیں سبب اللہ تعالیٰ نے مسیح کو سولی دلا کر بعد ازاں ان کے دلوں میں شبہ موت کا ڈال کر مسیح کو پوشیدہ کر دیا۔

**قولہ:** صفحہ ۶۸۔ اور پھر دوسرا سوال یہ ہے کہ بعد قتل بالصلیب ہونے کے اس شبیہ کی نعش کہاں دفن کی گئی؟

**اقول:** ابھی تو آپ مسیح کی نعش کی تلاش میں ہیں۔ چونکہ باوجود نبی ہونے کے اس کے انبیاء اولوالعزم میں سے اب تک اس کا پختہ پتہ نہیں ملا تھا۔ وہ شبیہ بیچارہ کس گنتی میں ہے، ہاں مسیح کی نعش کا الہامی پتہ پہلے گلیل<sup>۲</sup> میں ملا تھا۔ مگر اس الہام کو دوسرے الہام نے منسوخ کر دیا جس سے کشمیر خاص سری نگر میں یوزاسف کے نام سے پتہ لگا ہے۔<sup>۳</sup> پھر وہاں بھی وقت یہ ہے کہ مولوی نور احمد صاحب ساکن لکھوکھہ نے سب اہل کشمیر سے لکھوا لیا ہے کہ ہم اباعن جد سنتے چلے آئے ہیں کہ یہ کوئی اور شخص تھا۔ اور اس مضمون کو انہوں نے مزین بالموہیر بھی کروا لیا ہے۔ غالباً چھپوا کر شائع بھی کر دیں گے۔ قال اللہ تعالیٰ قُتِلَ الْخَرَّاصُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي غَمْرَةٍ سَاهُونَ (الذریٰۃ: ۱۱-۱۰) یعنی اٹکل کے تگے چلانے والے قتل کئے جاویں جو غفلت میں بھولے ہوئے ہیں۔ جناب من! خدائی فیصلہ جو صریح لفظوں میں ہے وَمَا صَلَّبُوهُ الْآیۃ اس کے چھوڑنے ہی سے تو یہ سرگردانی پیش آئی۔

**قولہ:** صفحہ ۶۸۔ اگر آپ کے نزدیک اسی قبر میں دفن کئے گئے جس میں سے عیسائیوں نے تیسرے روز نکالے۔ تو سوال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کا رفع آسمان پر اور القاء شبہ حواریوں

۱۔ دیکھو یہ کلام الزامی ہے۔ ۱۲ منہ

۲۔ دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۳۷۳۔

۳۔ دیکھو ایام الصلح اور انگریزی اشتہار ۲۴ جولائی ۱۸۹۸ء۔ ۱۲ منہ



موجودین نے پچشم خود دیکھا تھا تو باوجود معائنہ ان تماشاہائے عجیب و غریب کے پھر اس نعش شبیہ کو کس غرض سے قبر میں سے نکال لیا؟

**اقول:** روایاتِ اناجیل کے مطابق جو ایک واقعہ ہوا ہے۔ اس میں موئے شگافی یادریافت ان لوگوں سے کرنی چاہیے جو کہ برخلاف آیات قرآن کریم کے انہیں روایات کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ ہم کو تو قرآن کریم سے اتنا ہی پتہ ملا کہ مسیح مقتول و مصلوب نہیں ہوا۔ کوئی اور شخص تھا۔ رہا یہ کہ وہ شخص کون تھا؟ کیا نام رکھتا تھا؟ لاش اس کی کہاں ہے؟ اور کس غرض سے نکالی گئی؟ سو ان امور کے متعلق قرآن کریم اور سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے کوئی بحث نہیں کی بغیر اثر ابن عباس کے۔ سودہ بھی مجمل۔ لہذا ہم کو بھی ان امور سے کوئی غرض نہیں۔ ناظرین صفحہ سابقہ کا بھی تحقیقی جواب اسی کو خیال کریں جس کو پہلے بھی ہم ایک دو مرتبہ لکھ چکے ہیں۔ پھر گزارش ہے کہ یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ شبیہ کی لاش کو انہیں حواریین نے نکالا جو بروقت القاء شبیہ اور اٹھایا جانے مسیح کے موجود تھے مسیح کو جنہوں نے نکالا تھا وہ تو وہی ہوں گے جو با اتباع یہود اس کو مسیح کی نعش تصور کرتے تھے۔ ورنہ یہ ظاہر ہے کہ جو حواری اس کو کسی اور شخص کی نعش خیال کرتے تھے۔ ان کو کیا غرض تھی اس کے نکالنے کی۔ اگر کہا جاوے کہ دوسروں کو انہوں نے چشم دید واقعہ القاء شبیہ و رفع عیسیٰ سے اطلاع دی ہوگی۔ اس کے جواب میں گزارش ہے کہ ایسی گڑ بڑ میں جب تم لوگوں نے قرآنی فیصلہ چھوڑ دیا اور یہود کی خبروں کو معتبر سمجھا تو اتنا جم غفیر نصاریٰ کا جو با اتباع یہود کے مصلوبیت کے قائل تھے۔ اگر دس پندرہ آدمی کی بات بمقابلہ ہزار ہا کے نہ سنیں تو جائے تعجب و محلّ شکایت نہیں۔

**قولہ:** صفحہ ۶۸ کے آخری سوال کا حاصل۔ ابن عباس کے اثر میں تین مذہب ہیں۔

۱..... نصاریٰ یعقوبیہ کا جو الوہیت مسیح کے قائل ہیں۔ ۲..... مذہب نسطوریہ کا جو ابنیت کے قائل ہیں۔ ۳..... مذہب مسلمانوں کا جن کا یہ اعتقاد تھا کہ مسیح خدا کا بندہ اور اس کا رسول



ہے۔ جب تک اللہ نے چاہا ہم میں رہا۔ پھر اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا۔ امر وہی صاحب اب یہ دریافت فرماتے ہیں کہ شمس الہدایت کے مؤلف کا مذہب مذاہبِ ثلاثہ میں سے کون سا ہے؟ اگر نسٹوریہ یا یعقوبیہ کا ہے تو مسیح بوجہ الوہیت یا ابنیت آسمان پر اٹھایا جاسکتا ہے۔ اور اگر مسلمانوں کی طرح اس کو بندہ سمجھتا ہے تو پھر باقی مرسلین و مقربین کی طرح مسیح کا بھی رفع درجات ہی ہوگا۔

**اقول (جواب):** ہمارا مذہب تو وہی مذہب ہے جو آنحضرت ﷺ سے لے کر آج تک مسلمانوں میں چلا آیا، یعنی مسیح خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ جس کو بعد چندے آسمان کی طرف اٹھالیا۔ اور پھر دوبارہ، حسب ہدایات آنحضرت ﷺ کے، دنیا میں اتر کر فوت ہوگا۔ یعقوبیہ اور نسٹوریہ والا مذہب نہیں اور ایسے ہی مؤلف سب اہل اسلام کی طرح ان لوگوں کے مذہب سے بھی بیزار ہے جو لوگ آسمان پر چڑھنے کو بھی الوہیت یا ابنیت کا موجب ٹھہراتے ہیں۔ جس کا مقتضی بالطبع یہ ہے کہ سب فرشتے العیاذ باللہ یا خدا ہوں یا خدا کے لڑکے یا لڑکیاں۔ چونکہ اس مذہب والے لوگ یعقوبیہ و نسٹوریہ سے بھی بہت ہی بڑھ گئے ہیں۔ لہذا موحدین اہل اسلام ان سے بیزار ہیں۔ توحید میں تو ایک آدھ شریک کی گنجائش بھی نہیں ہو سکتی۔ لکھو کہ ہاشرکاء کیسے سما سکتے ہیں۔

اسی صفحہ ۶۹ میں امر وہی صاحب بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ فِي "رفع روحانی" ثابت کرنے کے لئے من تواضع لله رفعه الله اور ایسا ہی اللهم اغفر لي وارحمني واهدني وارزقني وارفعني کو پیش کرتے ہیں۔ ناظرین خیال فرما سکتے ہیں کہ ہم نے کب کہا ہے کہ ہر جگہ رفع سے مراد رفع جسمانی ہی ہوگا۔ ہمارا اور سب اہل اسلام بلکہ سب اہل محاورہ كَابِلُ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے رفع جسمی لینے پر سیاق و سباق اور قتل و صلب مد نظر ہے۔

۱۔ قادیانی و امر وہی۔ ۱۲ منہ



جیسا کہ پہلے مفصل بیان ہو چکا ہے۔ اور فائدہ جلیلہ کے قوانین کے مطابق امر وہی صاحب نے رفع روحانی کی تقدیر پر تضاد ثابت کیا تھا۔ سو وہ بھی ناظرین معلوم کر چکے ہیں کہ ہباء منشور ہو گیا۔ اب ہم بار بار انہیں مضامین کا ذکر مناسب نہیں سمجھتے۔

**قولہ:** پھر اسی صفحہ ۶۹ میں فرماتے ہیں۔ ”بعد دفع تعارضات واضطرابات ہم اس اثر کا جواب کافی و شافی دیویں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ“۔

**اقول:** اس سے صاف ظاہر ہے کہ امر وہی صاحب نے اس جگہ تک اس اثر کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کو انہوں نے بھی اپنی دانست میں کہا ہونی الواقع ایسا کافی و شافی نہیں سمجھا۔ رہا اضطراب و تعارض سوان کی تقریر مع التردد ناظرین کو معلوم ہو چکی ہے۔ امر وہی صاحب کا اضطراب اور تعارض بلکہ قادیانی مشن کا آیات قرآنیہ میں آج تک مندرج نہیں ہوا۔ اگر ہوا تو اپنی من گھڑت و جوہات سے جن کو تحریفات کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں۔ ولنعیم ما قیل۔ بس۔

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

**قولہ:** صفحہ ۶۹۔ اور تلبیساً حوالہ ابن جریر کا دیا ہے جو ہرگز مؤلف کے پاس نہیں ہے۔

**اقول:** تلبیساً۔ یہ تلبیساً کیسے لکھ مارا۔ کیا دھوکہ دینے کے لئے کہ ناظرین تو سمجھ چکے ہیں کہ جواب ندارد۔ چلو اسی آڑ میں ذرا دم لے لیویں کہ یہ کتاب مؤلف کے پاس ہے یا نہیں۔ بھلا صاحب آپ فرماویں کہ یہ الہام آپ کو کیسے مفید تعین ہوا کہ کتاب مؤلف کے پاس نہیں۔ بالفرض اگر ابن جریر مؤلف عنی عنہ کے پاس نہ بھی ہو تو ابن کثیر میں چونکہ ابن جریر کا حوالہ دیا گیا ہے۔ تو کیا آپ حافظ ابن کثیر سے بھی دریافت فرماویں گے کہ آپ کے پاس ابن جریر ہے یا نہیں؟ پہلی صورت میں بسبب رفع ہو جانے اعتماد کے بہ نسبت ثقات کے یہ تسلسل شاید اللہ جل شانہ تک پہنچے اور دوسری صورت میں آپ کو بغیر جواب دینے کے نجات نہ ہوگی۔ ایسا ہی مؤلف عنی عنہ کی نسبت بھی خیال فرماویں اور جواب کی طرف توجہ کریں۔ ہاں اگر آپ نے ابن



جریر خرید کرنے کے لئے دریافت فرمائی ہے تو وہ اور بات ہے۔

**قولہ:** صفحہ ۷۰۔ مؤلف صاحب نے متعدد جگہ نزول کو بعث و خروج کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ دیکھو ص ۳۳ سطر ۲۳ اور ص ۳۳ سطر ۲ وغیرہ کو کما مر سابقاً۔

**اقول:** معلوم نہیں اس آڑ میں آپ نے کیوں جگہ لی۔ جب قرآن کریم رفع علی السماء بحسب سیاق و سباق و محاورہ کے فرما رہا ہے اور احادیث متواترہ فی نزول المسیح بھی ظاہر کر رہی ہیں تو پھر بعث اور خروج اور ظہور سب سے مراد نزول ہی ہوگا۔ اور عنقریب احادیث سے ہی یہ محاورہ ثابت کیا جاویگا۔

**قولہ:** صفحہ ۷۰۔ کتب نحویہ میں یہ مسئلہ مسلمہ و اتفاقیہ لکھا ہوا ہے کہ نون التاکید لایو کد الامطلوبا والمطلوب لایکون ماضیا ولا حالا ولا خبرا مستقبلا۔ اور آیت لیؤمنن بہ قبل موتہ میں نون تاکید موجود ہے پس بموجب اس قاعدہ اتفاقیہ کے لیؤمنن جملہ خبریہ نہ ہوا بلکہ انشائیہ ہوا تو پھر یہ آیت پیشین گوئی یعنی خبر مستقبل کیونکر ہو سکتی ہے؟ کجا جملہ انشائیہ اور کجا جملہ خبریہ۔

ع بہ بین تفاوت راہ از کجاست تا کجا

پس آپ نے جس قدر ایسے آثار یا اقوال مفسرین (جن میں آیت کو پیشین گوئی قرار دیا گیا ہے) یہاں پر وارد کئے ہیں وہ سب بناء فاسد علی الفاسد ہیں۔

**اقول:** کتب نحویہ میں یہ مسئلہ مسلمہ اتفاقیہ لکھا ہوا ہے کہ نون التاکید یو کد مستقبلا فیہ معنی الطلب (رضی بضمونہ) و اما فی المستقبل الذی ہو خبر محض فلا یدخل الا بعد ان یدخل علی اول الفعل ما یدل علی التوکید ایضا کلام القسم نحو واللہ لا ضربن۔ (رضی صفحہ ۳۲۱)۔ اور آیت لیؤمنن بہ قبل موتہ میں چونکہ لام توکید لیؤمنن کے اول موجود ہے لہذا آیت میں نون تاکید مستقبل میں



جو خبر محض ہے یعنی یومنین لایا گیا۔ بلکہ جواب قسم کا مثبت ہونے کی صورت میں نون تاکید کبھی منفک نہیں ہوتا۔ ولزمت فی مثبت القسم۔ کافیہ۔ پس بموجب اس قاعدہ اتفاتیہ کے لیومنین جملہ خبریہ جواب ہوا قسم مقدر کے لئے۔ چنانچہ شہاب حاشیہ بیضاوی صفحہ ۱۹۹ میں تحت اسی آیت کے لکھتا ہے۔ والتقدیر وما احد من اهل الكتاب الا واللہ لیومنین بہ۔ اور قاضی بیضاوی فرماتے ہیں۔ فقوله لیومنین جملة قسمیة وقعت صفة لاحد۔ یعنی لیومنین جواب قسم کا جملہ خبریہ ہے موكده بالقسمیة الانشائیة اس کا صفت واقع ہونا بلا تاویل صحیح ہے۔

چنانچہ مولانا عبدالحکیم ”جملة قسمیة“ پر لکھتے ہیں۔ انها جملة خبریة موكدة بالقسمیة الانشائیة فیصح وقوعها صفة بلا تاویل بالخبریة والموصوف المقدر مبتداء مقدم الخبر۔ اسی احتمال (مقدم الخبر) کو قاضی بیضاوی اور صاحب کشاف نے اختیار کیا۔ گویا یہ آیت وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ کی نظیر ٹھہرے۔ اور آیت میں دوسرا احتمال بھی ہے کہ جار مجرور صفت ہو مبتداء محذوف کے لئے اور قسم مع الجواب خبر ہو مبتدا کی۔ اگر کہا جاوے کہ قسم انشاء ہے پس خبر کیسے ہوگی۔ تو جواباً معروض ہے کہ قسم میں جملہ قسمیہ یعنی اقسام باللہ مثلاً انشاء ہے اور جواب قسم خبریہ۔ جیسا کہ ابھی مولانا عبدالحکیم صاحب کی عبارت بیضاوی کے حاشیہ سے نقل کی گئی۔ انها جملة خبریة موكدة بالقسمیة الانشائیة اور اسی طرح شہاب حاشیہ بیضاوی بھی لکھتا ہے۔ احدهما انه صفة لمبتداء محذوف والقسم مع جوابه خبر ولا یرد علیه ان القسم انشاء لان المقصود بالخبر جوابه وهو خبر موكدة بالقسم۔ شہاب جلد ثالث ص ۱۹۹۔ یعنی جواب قسم کا جملہ خبریہ ہے موكده بالانشائیة۔

امروہی صاحب لیومنین کو انشائیہ کہنا نہ صرف جہالت ہی ہے بلکہ علاوہ جہالت کے



گناہ کبیرہ بھی ہے۔ کیونکہ لیؤمنن در صورت طلب کے استعطاف ہوگا اور تمنی و عرض و استعطاف موہم ہیں نقص و ناتوانی کے۔ لہذا جناب باری کے شایان نہیں۔ الرابعة جواب القسم و یجاب بالطلب ویسمی استعطافا ویختص بالباء وبالخبر وهو القسم المتعارف (متن متین)۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قسم متعارف خبر محض ہے۔ اسی لئے تکملہ میں واما فی دلالة القسم علی الطلب ففیہ تامل) لکھتے ہیں۔ شرح مائتہ عامل کے دوسرے صفحہ پر با قسمیہ کی مثال میں لڑکوں کو ترکیب پڑھانے کے وقت سمجھایا جاتا ہے کہ فعل قسم یعنی اقسام باللہ جملہ انشائیہ ہے اور جواب قسم خبر یہ ہے مؤکدہ بالانشائیہ۔ قیامت کی علامات میں سے ایک یہ بھی ظہور میں آئے گا کہ اس لیاقت والے لوگ بھی جن کو یہ بھی معلوم نہیں کہ فعل قسم انشائیہ ہوتا ہے یا جواب قسم۔ نرالے حقائق و معارف قرآنیہ بیان کرنے لگیں گے۔

ناظرین کو معلوم ہو کہ اصل مسئلہ نحو یہ تو یہ ہے جو اوپر لکھا گیا۔ امر وہی صاحب کو دھوکہ لگنے کا سبب اب سنئے۔ ایک تو شرح مائتہ عامل وغیرہ کتب نحو یہ آپ نے سرسری پڑھی ہیں اور دوسرا عبارت منقولہ کہ نون التاکید لایوکد الا مطلوباً والمطلوب لایکون ماضیا ولا حالا ولا خبرا مستقبلا کو نہیں سمجھے۔ یہ عبارت بھی مولانا عبدالحکیم صاحب نے تکملہ میں بیان فرمائی ہے جنہوں نے بیضاوی کے حاشیہ میں جواب قسم کو جملہ خبریہ مؤکدہ بالانشائیہ لکھا ہے۔ اب امر وہی صاحب اس عبارت کو لاہور میں جلسہ فضلاء میں آکر پڑھ بھی جاویں اور آئندہ تفسیر نویسی سے توبہ کریں۔

**قولہ:** اسی صفحہ ۷۰ میں اس کے بعد امر وہی صاحب لکھتے ہیں۔ ”اور لیؤمنن کا جملہ انشائیہ ہونا نہ خبریہ تفاسیر ادبیہ مثل کشاف و بیضاوی وغیرہ کے بھی لکھا ہوا ہے۔ جملہ تفاسیر ادبیہ میں جملہ قسمیہ لکھا ہے جو انشائیہ ہوتا ہے۔“

**اقول:** ہاں صاحب! مسلم کہ قسمیہ لکھا ہے مگر اس کے بعد کا فقرہ ”جو انشائیہ ہوتا ہے“ یہ



آپ کا حاشیہ ہے۔ جناب عالی فعل قسم انشائیہ ہوتا ہے نہ جواب قسم۔ جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ اب ناظرین انصاف فرمائیں کہ جملہ تفاسیر ادبیہ کی طرف یہ منسوب کرنا ”کہ انشائیہ ہے نہ خبریہ“ کیسا ناپاک جھوٹ ہے یا کس درجہ کی جہالت ہے۔ میں بڑا متعجب ہوں کہ امر وہی صاحب نے لیؤمنن کو انشائیہ بنا کر بغیر اظہار جہالت مذکورہ کے کونسا فائدہ اٹھایا؟ بالفرض اگر انشائیہ ہو تو قائلین بنزول مسیح کو کیا ضرر دیتا ہے۔ بر تقدیر ارجاع ضمیر (قبل موتہ) کے مسیح کی طرف پھر بھی ہمارا ہی مطلب ثابت ہے۔

**قولہ:** صفحہ ۷۰۔ پس اگر آپ کو ان عیسیٰ لم یمت اہ کی تاویل ذیل منظور اور پسند ہے کہ حضرت عیسیٰ سولی سے نہیں مرے، جو ملعون ٹھہرتے، بلکہ مرفوع الدرجات ہوئے اور بروزی طور پر قبل قیامت کے مبعوث ہونے والے ہیں۔ آخر تک فبہا ہم کو یہ تاویل کب مضر ہے۔ ہم بھی اس تاویل کو تسلیم کرتے ہیں۔ ورنہ خلاف قواعد مسلمہ نحویہ کے آیت کے معنی مزعوم آپ کیونکر کر سکتے ہیں۔

**اقول:** جب مطابق کتاب اللہ کے ان عیسیٰ لم یمت اہ حدیث بھی حیات مسیح پر شاہد ہے تو پھر ہم کو کون چیز باعث ہے تاویل یا یوں کہو تحریف مذکور پر۔ اور آیت لیؤمنن بہ قبل موتہ کے انشائیہ یا خبریہ ہونے کو اس تاویل میں کیا دخل ہے۔ فلیتامل ”ورنہ خلاف قواعد مسلمہ نحویہ الخ“ یہ عبارت بالکل لغو اور غلط ہے۔ لانقضاء الاستلزام المزعم فتدبر۔ بہر حال دو بلاؤں میں سے آپ ایک بلا میں تو ضرور مبتلا ہوں گے۔ یا تو علماء کرام کی مجلس میں حاضر ہو کر والمطلوب لایکون ماضیا ولا حالا خبرا مستقبلا کا مطلب پوچھ لیں اور یا تفسیر نویسی اور لاف زنی سے توبہ کریں۔ نعر

وفی کفتی میزاننا لک اسوة ولمن خلا قبلک ممن لایعقل  
اذا رجحت احدھما طاش اختھا وانت لما فیھا تمیل و تسفل



**قولہ:** صفحہ ۷۱ کا حاصل۔ علماء اہل اسلام نے مرزا صاحب کے بارے میں جو کچھ فتویٰ دیا ہے یہ علامت ہے مماثلت تامہ کی مابین مرزا صاحب اور مسیح اسرائیلی کی۔

**اقول:** صرف ایک ہی وجہ کو بیان فرما کر آپ مماثلت تامہ کس طرح ثابت کر سکتے ہو۔ آپ بقیہ وجوہات مماثلت تامہ کیوں نہیں بیان فرماتے، یوں کہنا چاہیے۔  
۱..... تکفیر و تکذیب علماء اسلام کی۔

۲..... وصف حلم میں اس حد تک ہونا کہ گھر بیٹھے علماء کو موٹی قلم سے لکھنا ”اے بد ذات فرقہ مولویاں“۔

۳..... اپنے مماثل یعنی مسیح اسرائیلی کو مکار و فریبی اور زنا کار اور کسی عورتوں کی اولاد میں سے کہنا (دیکھو ضمیر انجام آتھم صفحہ ۷۱)۔

۴..... فقر وفاقہ وزہد میں یہ کمال کہ بغیر مشک و عنبر و یا قوتین و پلاؤ زردہ قورمہ کے گزارہ نہیں اسی طور اعلیٰ درجہ کے زیورات و لباس گھر میں بھی مستعمل ہو رہے ہیں۔

۵..... ترک دنیا کا یہ حال کہ طرح طرح کے حیلوں سے چندہ جمع کرانا۔

۶..... وصف خانہ بدوشی مسیح اسرائیلی کے برعکس گھر سے باہر قدم نہ رکھنا۔

۷..... بجائے تجرید کے کئی نکاح کرنا یہاں تک کہ آسمانوں پر بھی آپ کے نکاح کی دھوم دھام ہوئی۔

۸..... حقائق و معارف قرآن کریم میں جو حال ہے وہ آپ کے فاضل اجل کی تحریر سے ظاہر ہوتا جا رہا ہے۔

اب ناظرین کو پہلی وجہ مماثلت تامہ کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ یعنی علماء کی تکفیر و تکذیب سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب مسیح اسرائیلی کی طرح ان تیروں کا نشانہ ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ابن صیاد و مسیلمہ کذاب و اسود غنسی وغیرہ وغیرہ مدعیان کذابین کی تکفیر و تکذیب نہیں کی گئی۔ تاریخ پر نظر ڈالو لازم عام کو مماثلت تامہ کا معیار بنانا آپ جیسے حواریوں کا کام



ہے۔ ہاں مگر آپ بھی معذور ہیں (جس کا نمک کھائیے اس کا گیت گائیے)

**قولہ:** صفحہ ۷۱ کے اخیر سے ص ۷۳ کے اول کا حاصل۔ ابن عباس کے اثر میں اضطراب ہے بدو وجہاً ..... جب حضرت عیسیٰ آسمان پر چڑھائے گئے تو پھر حواری کو بذریعہ صلیب کے قتل کروانے کی کیا ضرورت رہی؟ ..... ۲ چاہیے تو یہ تھا کہ نہ حضرت عیسیٰ کو ضرر پہنچتا اور نہ ان کے یاروں میں سے کسی کو۔ کیا ایسے ہی قادر مطلق کو حامی و ناصر کہا جاتا ہے کہ ایک مومن خالص جو خدا کے دوست کا متبع ہو وہ بذریعہ صلیب قتل کروا کر ملعون ٹھہرایا جاوے۔

**اقول:** بجواب ۲ پہلے اضطراب کے گذارش ہے کہ آپ نے پوری نقل کیوں نہیں کی تاکہ ہماری طرف التجا ہی نہ رہتی۔ تفسیر کبیر سے آپ شکوک و اضطراب کو نقل فرماتے ہیں۔ مگر جواب کے وقت دجل سے کام لیتے ہیں اسی اضطراب کو علامہ رازی اس عبارت سے بیان فرماتے ہیں۔ والاشکال الثالث انه تعالى كان قادراً على تخلصه من اولئك الاعداء بان يرفعه الى السماء فما الفائدة في القاء شبه على غيره وهل فيه الالقاء مسكين في القتل من غير فائدة اليه (تفسیر کبیر)۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ بذریعہ جبرائیل عليه السلام یا خود ہی حضرت عیسیٰ کے کمالات موہوبہ کے مطابق بلا واسطہ القاء شبہ کے ان کو بچا لیتا تو یہ معجزہ حد الجاء تک پہنچ جاتا جس سے ایمان بالغیب جاتا رہتا یعنی ان کو بجز بوری ایمان لانا پڑتا جبکہ کھلا کھلا نشان دیکھ لیتے۔ رہا یہ کہ القاء شبہ امکان وقوعی بھی رکھتا ہے یا نہیں؟ اور بر تقدیر وقوع منافی ہے حکمت الہیہ کو یا نہ۔ سو معروض ہے کہ تعینات و تشکلات جو عارض ہیں حقیقت جامعہ کو بمنزلہ لباسوں کے

۱ اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما پر امر وہی کے جاہلانہ اعتراضات اور گستاخی۔ ۱۲ منہ

۲ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جانب سے امر وہی کا جواب۔ ۱۲ منہ



ہوتے ہیں وہی حقیقت ایک لبدس کو اتار کر دوسرے کو پہن سکتی ہے بحول اللہ وقوتہ۔ اس کی تشریح شیخ عبدالوہاب شعرانی کی بعض تصانیف اور ایسے ہی فتوحات مکیہ وغیرہ سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے۔ قطب العالم سلطان العاشقین و برہان المعشوقین حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ مشہور ہے۔ کہ آپ کے ایک خادم بارگاہ کو جب ہنود نے ایک ہندو کے مکان میں (جس میں وہ بغرض ملاقات محبوبہ جاگھساتھا) پکڑنے کا ارادہ کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اندر مکان میں اس محبوبہ کا شوہر ہے۔ وہ خادم نہیں۔ بعد اس کے ایک روز قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو فرمایا۔ کہ اے فلاں! میں تمہارے لئے کب تک ہندو بنوں گا میرے سفید بالوں سے حیا کر۔ الغرض ایک شخص کا متشکل باشکال مختلف ہو جانا یا ایک ہی شخص کا ایک وقت میں متعددہ مکانوں میں موجود ہونا نہ صرف امکان ہی رکھتا ہے بلکہ واقعات مشہورہ میں سے ہے۔ معھذا منافی حکمت الہیہ کے بھی نہیں کیونکہ ایسے موقعہ میں جب کہ اعداء اپنے ذہن میں بھی خیال کر بیٹھے ہوں کہ گویا ہم کامیاب ہو گئے یعنی مدعا ہمارا قریب بحصول ہے اب کوئی مانع فی مابین نہیں۔ تو اچانک ہی مدعا کا ہاتھ سے چلا جانا کس قدر موجب رسوائی و ذلت و ندامت کا ہوتا ہے۔ خصوصاً جب کہ اس ناکامیابی کے ساتھ ساتھ دھوکہ بھی کھا چکے ہوں۔ کیونکہ اس صورت میں علاوہ ناکامیابی کے سفاہت اور جہالت کا تمغہ بھی ملتا ہے۔ باقی رہا ایک مومن بے گناہ کا قتل ہونا۔ سو یہ کوئی نئی اور انہونی بات نہیں زمانہ قدیم سے اہل حق اور اس کے دوست بھی جن کے مقدر میں یہی ہوتا ہے شہادت پا کر جنت کو سدھارتے رہے ہیں۔ اللہ قادر تھا کہ جنگ احد یا بدر یا خیبر وغیرہ میں اپنے عدیم النظیر دوست ﷺ کو جن کی شان عالی سے اشعار ذیل کچھ پتہ دیتے ہیں، بغیر اس کے کہ کوئی مومن کامل متبع قتل کیا جاوے، فتح عطا فرمادیتا، مگر ان غزوات میں کئی



مومن کامل شہید ہوئے۔ اشعار یہ ہیں۔

## ابیات

(از قصیدہ بردہ شریف)

فہو الذی تم معناه و صورته  
منزه عن شریک فی محاسنه  
دع ما ادعتہ النصری فی نبیہم  
فانسب الی ذاته ما شئت من شرف  
فان فضل رسول اللہ لیس له  
فمبلغ العلم فیہ انه بشر  
و کل ای اتی الرسل الکرام بها  
اکرم بخلق نبی زانه خلق  
کالزهر فی ترف والبدر فی شرف  
اور قتل بذریعہ صلیب بھی، مثل سائر اسباب قتل کے، مومن بے گناہ کے لئے موجب

۱۔ خلاصہ ترجمہ اشعار عربیہ: آنحضرت ﷺ کی سیرت و صورت بنا کر اللہ تعالیٰ نے اپنا حبیب بنایا۔ آپ اپنی خوبیوں میں بے مثال ہیں۔ اے مداح! پیغمبر ﷺ کی ذات کی طرف ہر وہ شرف و عظمت بلاشبہ منسوب کر جو ایسے شرک سے پاک ہو جیسا نصاریٰ نے اپنے نبی کے متعلق دعویٰ کیا کہ وہ ابن اللہ یا تیسرے خدا یا خدائی میں شریک تھے۔ کیونکہ حضور ﷺ کا فضل و کمال ایسا محدود نہیں جسے بیان کرنے والا احاطہ کر سکے۔ ہاں عوام کے لیے بس اس قدر واضح ہے کہ آپ کامل بشر اور ساری مخلوق سے افضل ہیں اور جو معجزات بھی رسل کرام علیہم السلام سے ظاہر ہوئے آپ کے نور سے مستفاد ہوئے۔ غرض آپ ﷺ کی صورت کو آپ ﷺ کی سیرت نے اور بھی تابناک کر دیا۔ گویا آپ ﷺ لطافت میں پھول، شرف میں چودھویں کا چاند، جو د میں بحر اور ہمت میں ایک عظیم جہان ہیں۔



قرب و عزت ہے خدا کے ہاں۔ اس کا موجب لعنت ہونا صرف مجرم ہی کے لئے ہے۔ دیکھو آیت ۲۲ اور ۲۳ کتاب استثناء میں۔ قادیانی مشن میں مطلق قتل صلیبی کو، خواہ بے گناہ مومن کے لئے ہو، موجب ملعونیت ٹھہرا کر تانج فاسدہ لا تعد ولا تحصى نکل رہے ہیں تو اسلام غریب کا خدا ہی حافظ۔

دوسرے اضطراب کا تحقیقی جواب تو پہلے ہی جواب سے سمجھ لینا چاہیے۔ صرف الزامی طور پر معروض ہے کہ چاہیے تو یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ کو بحسب وعدہ الہیہ کے کوئی ضرر نہ پہنچتا کہ پہلے سے تو دلاسا کا سلوک ہو چکا تھا اور امتناناً واذ کففت بنی اسرائیل عنک بھی فرمایا گیا تھا کیسی یہ مدد الہی پہنچی کہ ایک پیارے دوست کو صلیب پر چڑھا کر ملعونیت کو باکتر الا جزاء ثابت کر دیا۔ صرف سرموئے سے بھی کم فرق رہ گیا ہوگا کیونکہ صلیبی قتل ملعونیت کا معیار جو ٹھہرے۔ کمی بیشی اس کے مطابق معیار کے ہونی چاہیے کیا اسی پر امتناناً یہ بھی فرمایا گیا وَمَكْرُؤًا وَمَكْرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ۝ (آل عمران: ۵۴)۔ کیا ایسے قادر مطلق کو حامی و ناصر کہا جاتا ہے کہ جو کسی ایسے دوست خالص کو سولی سے قرین بقتل کرادے۔ بلکہ مسیح کے صلیب پر چڑھانے سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہود ہی خیر الما کرین تھے کہ ان کی تدبیر حضرت عیسیٰ عليه السلام اور اس کے خدادونوں پر غالب رہی۔

ناظرین رسالہ کے لئے ایک ضروری التماس ہے کہ وقت پڑھنے ہمارے رسالے کے امر وہی کے شمس کا سفہ کو بھی پاس رکھیں۔ مگر خبردار ایسی تحریف کو قیمتاً نہ لیویں اللہا فما ربحت تجارة والانقصان نہ ہو۔ ہم بھی چھپوا کر مفت تقسیم کریں گے حسبہ لله وکفی بالله شهيدا مسلمان بھائیو! جو کچھ یہاں جو اباً ترکی بہ ترکی لکھا جاتا ہے بمقابلہ ان کی ان بے تہذیبوں کے ہے جو علمائے کرام کے حق میں انہوں نے عرصے سے شائع

۱۔ ہمارے رسالہ میں لاف آمودہ مضامین، فقرات و اشعار اکثر امر وہی صاحب کے عنایت کیے ہوئے ہیں جو ان پر

بالقلب بعد ان کے اظہار جہالت کے وارد کیے جاتے ہیں۔ ۱۲ منہ



کرادی ہیں ورنہ ہم تو اس طریق کو بالکل ناپسند کرتے ہیں۔ مگر کیا کیا جاوے سنتے سنتے جی جل رہا ہے اگر صرف دشنام بازی پر ہی صبر فرماتے تو بھی ہرگز بالمقابل کچھ نہ کہا جاتا لیکن کتاب اللہ اور احادیث رسول ﷺ کی تحریف کا صدمہ نہیں اٹھایا جاتا ہاں اگر عوام کا لانا عام ان پر اعتبار کر کے دھوکہ نہ کھاتے تو بھی کچھ ضرورت نہ تھی۔ مگر سب سے بڑا غضب تو یہ ہے کہ آنسو ٹپکتے ہوئے رونی شکلیں بنائی ہوئی جب مسجدوں میں تلپسی اصول سناتے ہیں اور علاوہ بریں ان کے حسن اخلاق، معاملات و عطیات میں (جس کو ترک الدین للذنیہا کہیے یا ترک الدنیاء لاشاعتہ تحریف کتاب اللہ و سنت رسول ﷺ سمجھئے) تو جھٹ بے تمیز لوگ دام میں پھنس جاتے ہیں۔ مثلاً جب وہ کہتے ہیں کہ مومنو! کتنا بڑا غضب ہے کہ ہمارے مولانا و بالفضل اولینا پیارے حبیب فخر الاولین والآخرین کو تو تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر شریف ملے اور مسیح اسرائیلی کو دو ہزار سال۔ اور ابھی معلوم نہیں کہ وہ کب تک زندہ رہے۔ ہم محمد یوں کو اس کا بڑا افسوس ہے اور مارے اس تمنا کے کہ معاملہ بالعکس ہوتا کلیجے پھٹ رہے ہیں۔ ہمارا ایمان اور اخلاص یہ تقسیم کب گوارہ کر سکتا ہے تو سننے والے بودے ان کو کامل محبت خیال کرتے ہیں۔

ناظرین! آپ صرف اتنا ہی خیال رکھیں کہ درازی عمر اور ایسے ہی سکونت آسمانوں کی اور بے پدر پیدا ہونا وغیرہ وغیرہ یہ ہرگز موجب فضیلت کا اوپر افضل الاولین والآخرین ﷺ کے نہیں۔ اس کے وجوہ مفصلہ فتوحات وغیرہ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ ہمارا یہ کہنا کہ عیسیٰ ابن مریم بے پدر پیدا ہوا ہے یا یہ کہنا مثلاً کہ ان کی والدہ کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے اور اس نے وائمه صدیقه کا شرف پایا ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ اس لئے نہیں کہ ہم کسی کو آنحضرت ﷺ سے افضل یا محبوب تر خیال کرتے ہیں یا ان امور کو باعث فضیلت کلیہ سمجھتے ہیں۔ بلکہ محض اس خیال سے کہ اللہ جل شانہ نے اسی طور پر فرمایا اور آنحضرت ﷺ نے اس کو مان کر ہم کو بھی فرمایا کہ اس کے ساتھ ایمان لاؤ۔ اب ہم اگر یہ کہیں کہ ہم آپ ﷺ کے محبت ہیں۔ ہم یہ گوارہ نہیں



کر سکتے کہ مسیح اسرائیلی کی والدہ کا نام تو قرآن میں بڑے زور سے لیا جاوے اور آپ کی والدہ ماجدہ کا کہیں خالی نام بھی نہ ہو۔ تو اس خیال کا نتیجہ بجز کفر کے العیاذ باللہ اور کیا ہوگا۔ مومن کو پوری توجہ اس طرف دینی چاہیے کہ اللہ عزوجل اور رسول ﷺ کیا فرماتے ہیں۔ اگر کتاب اللہ اور کتاب الرسول کی مراد سمجھنے میں بسبب اختلاف محدث کے فتور ہو جاوے تو سلف صالحین کے اجماعی عقیدہ کو نہ چھوڑنا چاہیے وما علینا الا البلاغ۔

پہلے لکھ چکا ہوں اب پھر یاد دلاتا ہوں کہ ہمارا ایمان ما ثبت بکتاب اللہ و سنت رسولہ کے ساتھ ضروری ہے۔ کیونکہ اسی کے لئے ہم مکلف بھی ہیں۔ سو معلوم ہو کہ در صورت وقوع اختلاف خصوصیات مورد میں یا تعارض معلوم ہونے کے بین الروایات ہمارا مومن بہ قطعی طور پر قدر مشترک اور صرف ما ثبت بالنص ٹھہرے گا۔ اور خصوصیات متعارضہ کا مفاد ہمارا مومن بہ علی سبیل القطعیات نہیں۔ ہاں بعد ملاحظہ ادلہ ترجیح و تعادل کے ایک روایت کو مومن بین الروایات المختلفة علی سبیل الظنیۃ لے سکتے ہیں۔ ما نحن فیہ میں کتاب اللہ سے صرف اتنا ہی یہود کی تردید میں ثابت ہو سکتا ہے کہ مسیح نہ صرف یہ کہ مقتول ہی نہیں ہوئے بلکہ علاوہ اس کے ماری بھی نہیں دیئے گئے۔ یہ مضمون مَا قَتَلُوهُ اور مَا صَلَّبُوهُ کے علیحدہ علیحدہ نازل ہونے سے معلوم ہوتا ہے ورنہ حسب زعم مصلوب ہونے کے مسیح کے یہی کافی تھا کہ وَمَا قَتَلُوهُ بالصليب یا وما توفی او ما فات بالصليب۔ اور اگر غرض یہود کی اور ان کے نتیجہ نکالنے کی نفی منظور ہوتی تو وما کان المسیح ملعونا او كفارة الی غیر ذلک ہوتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی شخص تو سولی دیا گیا تھا کیونکہ اگر مطلق قتل و صلب وقوع میں نہ آتے تو صرف وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَّبُوهُ بغیر ہاء ضمیر منصوب متصل کے ہونا چاہیے تھا۔ مَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَّبُوهُ مع الضمیر کہنے سے معلوم ہوا جیسا کہ یہود کو انا قتلنا الْمَسِيحَ عَيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ میں مفعول فعل یعنی مسیح کا قتل کرنا مطمح نظر اور



مہتمم بالشان ہو رہا ہے۔ ایسا ہی اس کی تردید میں بھی ہاءِ ضمیر منصوب متصل جو راجع ہے مسیح کی طرف اس سے قتل اور صلب کی نفی مقصود ہے۔

اب رہی تشریح اس کی کہ وہ مصلوب اور مقتول کون تھا؟ وغیرہ وغیرہ۔ اس کی طرف کتاب اللہ کی بسبب اجنبی ہونے اس کے ماسبق لاجلہ الکلام سے چونکہ توجہ نہیں۔ لہذا ہم بھی مکلف بالا یمان علی سبیل القطعیات والخصوص نہیں ہیں۔ اگر کسی اثر وغیرہ سے ہم کو کچھ پتہ ملا تو ہم بخیاں اس کے کہ عبداللہ بن عباس نے جن کو افتقہ الناس اور حبر ہذہ الامۃ کا لقب ہے اس اثر کو بلا انکار روایت فرمایا ہے۔ اور کوئی مضمون اس کا مفاد نص سے برخلاف بھی نہیں۔ اس اثر کو مؤید ٹھہرا سکتے ہیں بخلاف بیان یہود و نصاریٰ کے کہ وہ بیان انا جیل کا صریح ماصلبوہ کے اور ایسا ہی دوسری آیت واذ کففت الآیۃ کے برخلاف ہے۔

باقی رہا مسیح کا بحفاظت اٹھایا جانا سو وہ نص قطعی اور اجماع سے ثابت ہے۔ دیکھو تفسیر فتح البیان وغیرہ۔ جو اسی رسالہ کے اول مفصل گزر چکا ہے۔ روایات متعارضہ فی نزول مسیح کی ہر ایک خصوصیت کو ہم قطعی خیال نہیں کرتے تاکہ ہم پر ثبوت لازم ہو۔ ہماری غرض آیت کے قطعی مفاد اور روایات متعارضہ کے مشترک قرار داد سے ہے یعنی اسی مسیح اسرائیلی کا نزول نہ مثیل اس کے کا۔ اب اگر تعارض فیما بین الخصوصیات کسی خصوصیت کو بالفرض ساقط بھی کرے تو ہمارا کیا نقصان۔ کیونکہ وہ امر مشترک تو ثابت ہی ہے اور سب احادیث کا صرف اسی قدر مشترک میں تو اتر ہے۔ معہذا ہم کہتے ہیں کہ ان احادیث میں کوئی ایسا تعارض نہیں جس کو علامہ سیوطی وغیرہ نے رفع نہ کیا ہو۔ چنانچہ ہر ایک اپنے اپنے محل میں معلوم ہوتا جائے گا۔

**قولہ:** صفحہ ۷۳۔ ثالثاً کلام الہی جو اس قصہ کو آغاز سے بیان فرماتے ہیں اس کی نظم عبارت یہ ہے فَلَمَّا أَحَسَّ عَيْسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ (آل عمران ۵۲)۔ اس



آیت میں القاءِ شبیہ کا کہیں نام و نشان نہیں۔ کیوں کہ یوں نہیں فرمایا گیا کہ قال لاصحابہ ایکم یلقى علیہ شبہی الخ۔

**اقول:** ایسا ہی سولی چڑھانے کا بھی نام و نشان کہیں نہیں۔ کیونکہ یوں نہیں فرمایا گیا کہ قال لاصحابہ ایکم یصلب مکانی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس جگہ القاءِ شبہ کا ذکر نہ کرنا تو ابن عباس کے اثر کو مصنوعی اور جعلی بنا دے اور سولی چڑھانے کا عدم ذکر قصہ صلیب کو جھوٹا نہ بنا دے۔ رہا ذکر القاءِ شبہ کا جو ایک عجائباتِ قدرت سے ہے سو اس کا ذکر اجمالی وَلٰكِنْ سَبَّهَ لَهُمْ میں آ گیا۔

**قولہ:** صفحہ ۷۴۔ رابعاً حوار یوں کا جواب بھی اس قصے کی نفی کرتا ہے۔ اگر کاش حواری لوگ جواب میں بجائے نحن انصار اللہ کے نحن مستعدون لالقاء شبہک علینا لئلا نقتل بالصلیب ونحن نقتل عوضک کہہ دیتے تو بھی اس قصے کی کچھ اصل معلوم یا مفہوم ہو جاتی۔ پھر کیا وجہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس قصہ حضرت عیسیٰ کو آغاز سے آخر تک بیان فرمایا اور وہ طرز بیان اختیار کیا جس میں القاءِ شبہ کا کہیں پتہ اور نشان نہیں بلکہ نفی القاءِ شبہ کی ہوتی ہے۔

**اقول:** حوار یوں کا جواب بھی سولی پر چڑھائے جانے کی نفی کرتا ہے۔ کاش اگر حواری لوگ جواب میں بجائے نحن انصار اللہ کے نحن مستعدون لکف الیہود عنک حین یریدون صلبک ولینصرن اللہ لنا اذ قال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک من غیر ان یاخذک الیہود ویصلبک وایضاً بشرنا بقولہ وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ (آل عمران: ۵۵) کہہ دیتے تو بھی اس واقعہ صلیبی کی کچھ اصل معلوم یا مفہوم ہو جاتی۔ پھر کیا وجہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس قصے حضرت عیسیٰ کو آغاز سے آخر تک بیان فرمایا۔ اور وہ طرز بیان اختیار کیا جس میں واقع صلیبی کے وقوع کا کہیں پتہ و نشان نہیں۔ بلکہ وَمَا صَلَّبُوْهُ سے صلیب پر چڑھانے کی نفی ہوتی ہے۔ (فَلَمَّا

اس میں اصلاح عبارت کی طرف اشارہ ہے یعنی امروبی نے (اگر کاش) کہا ہے اس کی جگہ کاش اگر چاہیے۔ ۱۲ منہ



أَحْسَ عَيْسَى مِنْهُمْ الْكُفْرَ) استشعر منهم التصميم على الكفر (قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ) قَالَ مجاهد اى من يتبغى الى الله والظاهر انه اراد من انصارى فى الدعوة الى الله كما كان النبى ﷺ يقول فى مواسم الحج قبل ان يهاجر من رجل يؤوينى حتى ابلغ كلام ربي فان قرىشا قدا منعوا فى ان ابلغ كلام ربي حتى وجد الانصار فأووه ونصروه وهكذا عيسى بن مريم عليهما السلام انتدب له طائفة من بنى اسرائيل فامنوا به وعزروه ونصروه واتبعوا النور الذى انزل معه ولهذا قال الله تعالى مخبراً عنهم (قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ آمَنَّا بِاللَّهِ وَأَشْهَدُ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ) رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ) (آل عمران: ۵۲، ۵۳) (ابن كثير)

مختصر آية ہی تفسیر ہے مجاہد کی جو ابن عباس کے شاگرد تھے جس نے تین مرتبہ قرآن مجید الحمد سے والناس تک ابن عباس سے پڑھا اور ہر آیت میں نہایت غور و تحقیق فرماتے تھے۔ دیکھو مقدمہ تفسیر ابن کثیر اس مقام میں۔

**قولہ:** صفحہ ۷۵ پر امر وہی صاحب نے وہی خیالات اپنے جو کئی دفعہ لکھ کر ان کی تردید کی گئی ہے۔ عبارت عربی میں لکھے ہیں جو بالکل برخلاف ہیں ابن عباس کی تفسیر سے۔ اور علاوہ اس مخالفت کے آیات صریحہ بھی اس کی تکذیب بیان فرما رہی ہیں۔ بعد اس کے لکھتے ہیں۔ الحاصل اس قصہ میں جو کچھ مفسرین نے بلا تحقیق و تنقیح تفاسیر میں لکھا ہے اس میں اس قدر مفاسد بھرے ہوئے ہیں ان کے شمار کے لئے ایک بڑا دفتر درکار ہے۔

**اقول:** مفسرین نے جو کچھ لکھا ہے صحابہ سے باسناد صحیح لکھا ہے اور کوئی مضمون برخلاف آیات کریمہ کے نہیں بخلاف تمہارے مضامین کے جو آیات صریحہ کے برخلاف ہیں۔

**قولہ:** ”من جملہ ان مفاسد کے جو اثر ابن عباس کے مضمون پر امر وہی صاحب نے شمار کئے



ہیں۔ ایک یہ بھی لکھا ہے جس کو ”خامساً“ کر کے صفحہ ۷۴ کے اخیر میں کہتے ہیں۔ پس اگر حواریوں میں سے کوئی حواری صادق مقتول بالصلیب کیا جاتا تو وہ بھی ملعون قرار دیا جاتا۔ الخ۔  
**اقول:** اس کا ملعون قرار دیا جانا صرف اگر بحسب زعم آپ کے اور یہود کے ہے تو کچھ مضرت نہیں بحکم تورات صرف اسی مقتول صلیبی کا ملعون ہونا ثابت ہے جو مجرم ہو۔ اور یہ حواری چونکہ غیر مجرم تھا لہذا ملعون نہ ہوگا۔ اور وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (آل عمران: ۵۵) اس کا مقتضی یہ نہیں کہ کوئی اہل حق متبعین عیسیٰ میں سے کفار کے ہاتھ سے مقتول ہی نہ ہوگا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اہل حق بہ ہیئت مجموعی غالب رہیں گے۔ والا آیت میں کذب آئیگا۔ کیونکہ مشاہدہ سے ثابت ہے کہ کئی ایک مسیح کو خدا کا بندہ اور اس کا رسول ماننے والے اس کو خدا سمجھنے والوں کے ہاتھوں سے ذلیل ہو جاتے ہیں۔

**قولہ:** صفحہ ۷۷۔ ہم نے تسلیم کیا کہ ضمیر قبل موتہ کی حضرت عیسیٰ کی طرف ہے۔

**اقول:** آپ کی یہ تسلیم از قبیل ”عصمت بی بی از بے چادری“ ہے کیونکر تسلیم نہ کریں؟ حصہ دوم اعلام الناس کے ص ۵ سطر ۱۰ میں آپ لکھ چکے ہیں۔ مگر وقت تو یہ ہے کہ مرزا صاحب کا خدا یہ فرماتا ہے کہ ضمیر قبل موتہ کی اہل کتاب کی طرف راجع ہے۔ دیکھو ازالہ متعلق اس آیت کے۔  
**قولہ:** لیکن اس آیت کا پیشین گوئی ہونا سابق میں ہم باطل کر چکے ہیں۔

**اقول:** ہم پھر اسی جگہ آپ کی جہالت اور ضلالت کا اظہار کر چکے ہیں۔

**قولہ:** بلکہ مقصود اس آیت سے انشاء ایمان کا ہے حضرت عیسیٰ کے مقتول بالصلیب ہونے پر۔

**اقول:** ناظرین اس مضمون میں غور کریں! کیا وان من اهل الكتاب الا ليو منن به قبل موتہ (النساء: ۱۵۹) سے اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اہل کتاب حضرت عیسیٰ کے مقتول بالصلیب ہونے پر ایمان لائیں؟ کیا اللہ تعالیٰ پہلی کلام و ماقتلوه کو جس کا مطلب یہ ہے کہ یہود نے مسیح کو قتل بالصلیب نہیں کیا۔ بھول گیا؟ اب وہ برخلاف اس کے وان من اهل الكتاب یہ قصد



کرتا ہے کہ یہود ایمان لاویں حضرت عیسیٰ کے مقتول بالصلیب ہونے کے ساتھ۔ ناظرین کیسی تحریف یا جہالت ہے۔ یہاں پر امر وہی صاحب اپنے مدعا کو بھی بھول گئے۔

**قولہ:** اور آیت جملہ انشائیہ ہے نہ خبریہ۔ ہکذا فی البیضاوی والکشاف۔

**اقول:** خدا کے بندے! سنا نہیں کہ جھوٹ بولنے سے ایمان کا نقصان ہوتا ہے۔ بیضاوی اور کشاف نے لیؤمنن کو جواب قسم ٹھہرایا ہے جس سے مطلب یہ ہے کہ لیؤمنن جملہ خبریہ مؤکدہ بالانشائیہ ہے۔ جیسا کہ پہلے ہم مولانا عبدالحکیم حاشیہ بیضاوی اور ایسا ہی شہاب حاشیہ بیضاوی سے نقل کر چکے ہیں۔

**قولہ:** پس معنی آیت کے یہ ہوئے کہ تمام اہل کتاب یہود و نصاریٰ مسیح کی موت صلیبی واقع ہونے میں شاک اور متردد چلے آتے ہیں۔ اور اس بارے میں اپنے شاک اور متردد ہونے پر ان کو یقین اور ایمان حاصل ہے۔

**اقول:** ناظرین خدا را انصافے! ”ان کو یقین اور ایمان حاصل ہے“ اس ترجمہ کو کوئی طالب علم انشائیہ کہہ سکتا ہے۔ لیؤمنن کو بڑے دعوے اور شور سے انشائیہ کہتے کہتے ترجمہ کے وقت خبریہ بنا دیا۔ دروغلوئے را حافظہ نباشد۔

**قولہ:** صفحہ ۷۷۔ اور حسن کا یہ قول واللہ انہ لحي الان عند اللہ صاف دلیل ہے اس امر کی کہ حیات حضرت عیسیٰ کی جسمانی نہیں بلکہ حیات ان کی روحانی ہے، جو عند اللہ ہے کیونکہ محاورہ قرآن مجید میں حیات عند اللہ سے حیات روحانی ہی مراد ہوتی ہے جو جسمانی حیات سے علاوہ ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ (بقرہ: ۱۵۴) بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ (آل عمران: ۱۶۹) دیکھو دونوں جگہ پر لفظ عند ربہم اور عند اللہ کا موجود ہے۔

**اقول:** خدا سے ڈرو۔ حسن رضی اللہ عنہ کا یہ قول واللہ انہ لحي الان عند اللہ اور دوسرا قول



جو درمنثور نے نقل کیا ہے۔ قال الحسن رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لليهود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القيامة۔ ان دونوں سے مراد حیات جسمانی ہی ہے۔ شاید آپ ”لم یمت“ کی تاویل کریں گے کہ عیسیٰ قتل صلیبی سے نہیں مرا۔ مگر مشکل تو یہ ہوگا کہ ”وانه راجع لیکم“ پھر اسی عیسیٰ کو دوبارہ لوٹاتا ہے۔ رہا لفظ ”عند اللہ“ کا۔ سو معنی اس کا یہ ہے کہ عیسیٰ کی حیات جسمانی کو لوگ تو نہیں دیکھ سکتے مگر خدا پاک دیکھتا ہے کہ عیسیٰ آسمان پر زندہ ہے۔ جیسے اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ (آل عمران: ۵۹) کا یہ مطلب ہے کہ عیسیٰ کا بے پدر ہونا نصاریٰ کی دید و دانست سے تو باہر ہے مگر اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ آدم کی طرح لوگوں سے جداگانہ طور پر رب کے امر سے ہے۔ ایسا ہی جو لوگ کہ خدا کے راستہ میں مقتول ہو چکے ہیں ان کی حیات کو بھی خدا ہی جانتا ہے الغرض عند اللہ اور عند ربہم کا معنی صرف اتنا ہی ہے کہ یہ چیز خدا کے ہاں ہے بندوں کی دید و دانست اس کو محیط نہیں۔ رہا یہ امر کہ وہ کیا چیز ہے سو خصوصیت اس کی عند اللہ اور یا عند ربہم کے مفہوم سے باہر ہے۔ اب اگر ایک جگہ وہ امر ”بے پدری“ کی وصف ہے تو یہ ضرور نہیں کہ جس جگہ عند ربہم یا عند اللہ ہوگا اس کلام میں یہی وصف مراد ہوگا۔ دیکھو کہ عند ربہم بل احياء عند ربہم میں اس پر دلالت نہیں کرتا کہ ان شہداء میں بھی وصف بے پدری کی موجود ہو۔ جیسا کہ ان مثل عیسیٰ عند اللہ میں ایسا ہی احياء عند ربہم میں حیات روحانی کا مراد ہونا اس کی دلیل نہیں کہ واللہ انه لحي الان عند اللہ روحانی ہو۔ اور کیسے ہو سکتی ہے کہ بعد اس کے راجع الیکم واقع ہے اور نیز حیات روحانی مقربین کی کوئی جائے تعجب نہیں تاکہ اس پر قسم کھائی جاوے۔ تعجب تو اسی میں ہے کہ اتنی مدت تک انسان زندہ رہے اور الان کا لفظ بھی دلالت کرتا ہے حیات جسمانی پر۔ یعنی جیسا کہ مسیح دنیا میں بحیات جسمانی زندہ تھا اب بھی اسی طرح زندہ ہے۔ الغرض راجع کا لفظ اور



قسم اور الان سب قرآن ہیں حیات جسمانی پر۔ اور آپ کی تاویل کا بطلان مفصل طور پر پہلے گذر چکا ہے۔

**قولہ:** اور جب کہ اس قول سے حیات جسمانی ثابت نہ ہوئی تو نزول مسیح بھی بروزی طور پر متعین رہا۔

**اقول:** جبکہ حسن رضی اللہ عنہ کے قول سے بشہادت دوسرے قول اسکے کے حیات جسمانی ثابت ہوئی تو نزول مسیح بھی جسمانی طور پر ہوگا۔ نزول بروزی کو حضرت محمد اکرم صاحب صابری ”اقتباس الانوار“ میں مخالفتہ اجماع و احادیث متواترہ کی وجہ سے مردود کہتے ہیں۔ چنانچہ پہلے لکھ چکا ہوں۔

**قولہ:** صفحہ ۷۸۔ اس قول میں لفظ ”باعثہ“ موجود ہے پھر نزول من السماء بجسدہ العنصری کب ثابت و قائم رہا۔

**اقول:** ناظرین کو معلوم ہو کہ یہ قول بھی حسن رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اور حسن رضی اللہ عنہ سے کسی نے وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ (النساء: ۱۵۹) دریافت کیا۔ بجواب اس کے حسن رضی اللہ عنہ نے کہا قبل موت عیسیٰ ان اللہ رفع الیہ عیسیٰ و هو باعثہ قبل یوم القیامۃ مقاماً یؤمن بہ البرو الفاجر۔ امر وہی صاحب اس میں اس طرح پرٹال مٹول کر کے عوام کو دھوکا دیتے ہیں کہ اس قول میں ”باعثہ“ کا لفظ موجود ہے جو دلالت کرتا ہے، احیاء بعد الموت پر۔ پھر نزول من السماء بجسدہ العنصری جو فرع ہے حیات کا کب ثابت و قائم رہا۔ بجواب اس کے گذارش ہے کہ حسن کے اس قول سے بھی حیات مسیح ثابت ہے۔ کیونکہ حسن رضی اللہ عنہ کا جب مذہب یہی ٹھہرا کہ مسیح بہ حیات جسمانی زندہ ہے۔ چنانچہ اوپر درمنثور سے نقل کیا گیا کہ قال الحسن رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیہود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیامۃ اور نیز اس باعثہ والے قول



میں قبل موتہ کی تفسیر قبل موت عیسیٰ حسن رضی اللہ عنہ سے موجود ہے۔ تو پھر بعد وجود ان قرآن کے کس احمق کو حسن رضی اللہ عنہ کے قول کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک فرمان کہ عیسیٰ نہیں مرا اور وہ تمہاری طرف قیامت سے پہلے لوٹ آویگا۔ صراحتاً دلالت نہیں کرتا حیات جسمانی پر۔ یا قبل موت عیسیٰ کی تفسیر سے ظاہر نہیں کہ عیسیٰ ابھی نہیں مرا۔ اس قدر دھوکا بازی خصوصاً قرآن و حدیث میں مسلمان کی شان سے بعید ہے۔

ربالفاظ بعث کا سو وہ ارسال کے معنی میں بھی بکثرت مستعمل ہوتا ہے۔ جس کے افراد میں سے ایک نزول بھی ہے۔ وفی حدیث علی یصفہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثک نعمۃ ای مبعوثک الذی بعثۃ الی الخلق ای ارسلتہ وهو ای عمرو بن سعید یبعث المبعوث ای یرسل الجیش ثم یبعث اللہ ملکا۔ فیبعث اللہ عیسیٰ ای ینزلہ من السماء حاکماً بشرعنا۔ (مجمع البحار مختصراً)۔ خدا کے بندے! صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ بیشک حسن رضی اللہ عنہ کا اور وہ حدیث صحیح متواترہ اور اقوال ائمہ و تابعین و تبع تابعین و کل علماء اسلام کا مطلب یہی حیات جسمانی ہے۔ مگر ہم اس کو بعید از عقل خیال کر کے تسلیم نہیں کرتے۔ سادہ لوحوں کو دھوکا کس لئے دیتے ہو۔ وجہ اس کی بغیر اس کے اور کچھ نہیں کہ لوگ تم کو (بخیاں اس کے کہ یہ مرزا و مرزائی سب اہل اسلام سے الگ ہیں) چھوڑ نہ جاویں۔

**قولہ:** صفحہ ۷۸۔ اگر کہا جاوے کہ تمہاری تاویل ان اقوال میں توجیہ القول بمالایرضی بہ قائلہ کی مصداق ہے۔ پس ایسی تاویل کیونکر قبول کی جاسکتی ہے۔

**اقول:** ناظرین! آئی نہ وہی بات سامنے۔ یعنی امر وہی صاحب خود بھی جانتے ہیں کہ بے شک وہ برخلاف غرض قائل کے ہانکے جا رہے ہیں۔ یعنی احادیث و آثار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ و تابعین و غیر ہم نے جن معنوں کو لیا ہے ان کے برخلاف وہ اور معانی لیتے ہیں۔  
**قولہ:** تو گزارش یہ ہے کہ اگر آپ ان اقوال مردودہ کی یہ تاویل تسلیم نہیں کرتے تو چونکہ



یہ اقوال دلائل قطعیہ مذکورہ کے معارض ہیں لہذا محض باطل ہیں۔ پس ہم ان کے نہ تسلیم کرنے میں مجبور ہیں۔

**اقول:** کیوں حضرات ناظرین! اب تو امر وہی صاحب دل کی بتلا رہے ہیں۔ تم پہلے ہی اس عقیدہ کو ظاہر کر دیتے سب احادیث و اقوال ائمہ وغیرہم کی تحریف کیوں کی۔ ہمارے وقت کا نقصان تمہارے ایمان کا زیاں، مرزائیوں کی عقل حیران۔

**قولہ:** خصوصاً جب کہ اسی لفظ نزول کی جگہ پر لفظ بعث و نیز لفظ خروج بھی وارد ہے۔

**اقول:** بعث کا استعمال نزول میں تو اوپر ثابت ہو چکا ہے۔ خروج کا استعمال بھی نزول من السماء میں آگیا ہے۔ دیکھو حدیث شریف یخرج من اصلها النهران وجہ خروج النيل و الفرات میں اصل السدرۃ ان ينزل من السماء۔ (مجمع البحار)

**قولہ:** صفحہ ۷۸۔ اور خود بھی یہ اقوال باہم متعارض ہیں۔ دیکھو اسی مقام پر اوّل میں لکھا ہوا ہے قال ابن جریر اختلف اهل التاویل فی معنی ذلک۔ پھر اسی کی چند سطروں کے بعد اپنے معنی کی تائید میں تحریر کیا گیا۔ وهذا القول هو الحق كما سنبينه بدليل قاطع۔ اب ناظرین سے انصاف طلب ہے کہ جب مفسرین کسی آیت کی تفسیر میں مختلف ہوں تو دوسرا مفسر کیا اپنے معنی کو قطعی الثبوت کہہ سکتا ہے یا جو معنی کسی آیت کی دلیل قاطع سے ثابت ہوں ان معنی کی نسبت یہ کہہ سکتے ہیں کہ اختلف اهل التاویل فی معنی ذلک۔

**اقول:** جب مفسرین کسی آیت کی تفسیر میں مختلف ہوں تو دوسرا مفسر بعد ظہور دلیل قطعی کے اپنے معنی کو قطعی الثبوت کہہ سکتا ہے یا جو معنی کسی آیت کے دلیل قاطع سے ثابت ہوں ان کے معنی کی نسبت قبل از ظہور دلیل قطعی کے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اختلف اهل التاویل فی معنی ذلک۔

**قولہ:** صفحہ ۷۸۔ دیکھو اسی آیت ما نحن فیہ میں اللہ تعالیٰ قول یہود کو جو بزعم خود انہوں نے محقق قرار دے کر قول کیا تھا کہ انا قتلنا المسيح اس کا رد اللہ تعالیٰ نے اختلاف کو ثابت کر کر کیا کہ وَإِنَّ الَّذِينَ اِخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ







اقوال ائمہ وغیر ہم سب کا مطلب تو بے شک اسی مسیح بن مریم کا دوبارہ آنا دنیا میں ہے مگر بحیال اس کے کہ یہ آیات قرآنیہ کے برخلاف ہے۔ اس لئے ہم تاویل القول بمالایرضی بہ قائلہ بجزوری کرتے ہیں۔ دیکھو صفحہ ۷۸ سے ۳۳ تک۔ جس کا حاصل یہ نکلا کہ آنحضرت ﷺ بھی ان کے نزدیک اخیر تک اس مضمون میں (کہ وہی مسیح بن مریم دوبارہ رجوع کرے گا) العیاذ باللہ خطا پر ہیں۔ اور اجماع کو رانہ چلا آیا جیسا کہ ازالہ جلد اول وغیرہ وغیرہ میں بھی مذکور ہے۔ اور قبل از وقوع پیشین گوئی آنحضرت ﷺ پر بکلی منکشف ہونا ضروری نہیں۔ دیکھو ایام الصلح و ازالہ وغیرہ۔ اب ہم کو صرف اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ بقاء علی الخطا منافی ہے شان نبوت اور تبلیغ کو۔ اور آیات قرآنیہ کا مطلب وہی ہے جو سیاق و سباق کے موافق اور کسی حدیث کے مضمون کو معارض نہیں۔ جس کو آج تک مفسرین لکھتے آئے۔ یعنی قدر مشترک تاویلات مختلفہ کا جو منافی بمضمون احادیث صحیحہ متواترہ نہیں جس کو ہم آیات و احادیث میں اجماعی قرار دیتے ہیں۔ امر وہی کے اس اقرار کے بعد ہم کو اس کی کسی تاویل کی تردید کی حاجت نہیں۔ کیونکہ خود اس کا اقرار ہے کہ ہماری تاویلات قائل یعنی آنحضرت ﷺ و تابعین وغیر ہم کی غرض کے برخلاف ہیں۔ تاہم باصرار ان احباب کے جو پہلے مرزا صاحب و امر وہی کی علمیت کے بڑے معتقد تھے، ہم کو بغیر کسی قدر تضحیح وقت کے خلاصی نہیں۔ قادیان کے مشن جیسا کوئی اور مشن غیر مہذب و ناتراشیدہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ منقول و معقول دونوں ان کی لغزش آموذہ اور کجی و جہالت مرتبہ سے بھری ہوئی ہیں جن کی اصلاح و درستی بجز اس کے متصور نہیں کہ از سر نو انکو علوم نقلیہ و آلیہ کی تعلیم دی جائے اور جہالات مرکوزہ کے نکالنے کے لئے لڑکوں کی طرح ان کی پیٹھوں پر پتھر رکھے جاویں۔ اتنی نالائقی کے باوجود پھر بھی کوئی بشر عامی سے لیکر نبی تک نہیں بچتا۔

ع نہ دشمن برست از زبانش نہ دوست

ع



اخیر میں جا کر استحالہ عقلی کو مشعل راہ بنا لیتے ہیں اس میں بھی لغزش سے خالی نہیں۔

کیونکہ استبعاد عقلی کو استحالہ عقلی سمجھ کر نصوص بینہ کا انکار سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا

الآية اور وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ۔ وسائر آیات بینات کر دیتے ہیں۔

**قولہ:** صفحہ ۷۹۔ اس قول میں بھی مثل سابق کے کلام ہے۔

**اقول:** ہماری جانب سے بھی مثل سابق ہی کے سلام ہے۔

**قولہ:** ۷۹۔ اور نیز اس عبارت میں یہ جملہ کہ فيقتل مسيح الضللة قابل غور ہے۔

**اقول:** جناب عالی! حسب ارشاد غور تو کریں گے۔ مگر آخر میں وہی آتش درکاسہ نظر آرہی ہے۔

**قولہ:** کیونکہ مؤلف صاحب اور ان کے ہم مشرب دجال کے شخص واحد قرار دینے میں بڑا

زور لگاتے ہیں۔

**اقول:** کیوں نہ لگائیں آخر اَمِنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ (البقرہ: ۲۸۵)

اور الانی اوتیت القرآن و مثله معہ کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں اور چونکہ آنحضرت ﷺ بھی

مع صحابہ کرام ابن صیاد کے دجال ہونے کے بارہ میں کچھ عرصہ متردد رہے، جس سے صاف پایا

جاتا ہے کہ آپ ﷺ کے خیال شریف اور صحابہ عظام کے فہم مبارک میں دجال شخص معین ہی تھا۔

تو پھر مؤلف بمعہ اپنے ہم مشربوں یعنی کل اہل اسلام کے کیوں نہ زور لگائیں۔

**قولہ:** اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ دجال شخص واحد ہی ہے لیکن اس کی جماعت اور ذریات کا

کثیر ہونا منافی اس کی وحدت شخصی کو نہیں۔

**اقول:** ہم کب کہتے ہیں کہ منافی ہے۔ ہم تو صرف اتنا ہی معروض کرتے ہیں کہ وہ شخص

واحد جس کو آپ نے تسلیم کر لیا ہے ابھی ظاہر نہیں ہوا۔

**قولہ:** کہ کثیر ہونا اس کا اس عبارت سے بھی ثابت ہے۔

**اقول:** عبارت تو یہ ہے۔ فيقتل مسيح الضللة یعنی مسیح ابن مریم بعد النزول گمراہوں



کے مسیح کو جو عبارت ہے دجال سے قتل کرے گا۔ اس عبارت سے تو کثیر ہونا اس مسیح الضللة کا یعنی دجال کا ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے تابعین کا جو گمراہ ہوں گے ان کا کثیر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ یعنی اس دجال کے تابعین بہت لوگ ہوں گے۔ الغرض دجال واحد شخص ہی رہا اور تابعین اس کے بہت ہوئے سو اس کے ہم بھی قائل ہیں۔ میں نے پہلے ہی گزارش کر دی تھی حسب ارشاد مسیح الضللة میں غور تو کریں گے۔ مگر آخر میں وہی آتش درکاسہ ہوگی۔ آگے چلئے۔

**قولہ:** صفحہ ۷۹، سطر ۱۳ سے اخیر صفحہ تک بناء الفاسد علی الفاسد ہے۔ اور ”ضللة سے نصاریٰ کا مراد ہونا بشہادت تفسیر ولا الضالین کے“۔

**اقول:** یہ سب واہیات ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم میں تو مفسرین نے ضالین سے مراد نصاریٰ لی مگر اس سے یہ تو نہیں لازم آتا کہ (ضال یا ضللة یا گمراہ بول چال میں) بغیر نصاریٰ کے دوسروں کو نہ کہا جاوے۔ بحسب حدیث شریف لن تضلوا بعدی ماتمسکتم بامرین کتاب اللہ و سنت رسولہ کے محمد یوں میں سے اگر کوئی شخص تمسک بالکتاب والسنة کو ترک کر دے تو ضال اور گمراہ ہوگا۔ بلکہ مسیح الضللة کی تفسیر تو بشہادت باقی الفاظ حدیث کے صاف ظاہر ہے۔ وانه ساصفه لكم صفة لم يصفها اياه نبى قبلى انه يبدء فيقول انا نبى فلان نبى بعدى ثم يثنى فيقول انا ربكم ولا ترون ربكم حتى تموتوا وانه اعور وان ربكم عزوجل ليس باعور وانه مكتوب بين عينيه كافر يقرء كل مومن كاتب وغير كاتب الخ۔ بعد ایسے تصریحات کے جو احادیث میں آچکی ہیں۔ پھر مسیح الضللة سے مراد نصاریٰ کے پادری کیسے ہو سکتے ہیں۔

**قولہ:** صفحہ ۸۰ اور جملہ یکسر الصليب بھی اسی پر دال ہے کیونکہ اس جملہ سے بھی



صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں صلیب پرستی کا غلبہ ہوگا جسکو مسیح موعود توڑیگا لیکن در صورت ہونے دجال کے یہود میں سے یکسر الصلیب کیونکر صادق آسکتا ہے۔

**اقول:** مسیح موعود کے زمانہ میں بحسب قول آنحضرت ﷺ کے بہتیری ملتوں کا ہونا ثابت ہے منجملہ ان کے صلیب پرستی بھی ہوگی اور وہ ساری ملتوں کو ایک ملتِ اسلام ہی کر دیگا۔ اس پر وتكون الملل کلها ملة واحدة شاہد ہے۔ یکسر الصلیب کی تصریح بہ نسبت مسیح ابن مریم کے ہے۔ یعنی اس امر کا اظہار مقصود ہے کہ جو لوگ مسیح کو معبود اور واقعہ صلیبی کو صحیح مان کر صلیب پرستی کرتے ہیں ان کو مسیح ہی بذات خود درست کرے گا۔ اور دجال کا یہود سے ہونا اس کا مقتضی نہیں کہ بغیر دین یہودیت کے کوئی دین نہ رہے۔ الغرض دجال معبود کا ظہور صرف اس امر کا مقتضی ہے کہ چند اشیاء اس کے خوارق کو دیکھ کر اس کی الوہیت کے معتقد ہو جاویں۔ اب آپ فرماویں کہ مرزا جی نے آ ۷ تک کونسی صلیب توڑی؟ یا کتنے پادریوں نے ان کے ہاتھ پر توبہ کی؟ بلکہ ان کا مایخو لیا تو موجب اصرار علی النصرانیۃ کا ہوا ہے۔

**قولہ:** صفحہ ۸۰۔ علاوہ یہ کہ فرقہ یہود تو حسب پیشین گوئی مسلمہ فریقین کے جو کتاب و سنت میں مذکور ہے۔ قیامت تک ذلیل و خوار رہیں گے۔ پھر دجال صاحب شوکت و اقبال یہود میں کیونکر ہو سکتا ہے؟

**اقول:** یہود کا ذلیل و خوار ہونا جو کتاب و سنت میں مذکور ہے اس کے ظہور کے اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دجال تھوڑے روز بااں کر و فر خدائی دعویٰ کر کے مسیح بن مریم کے ہاتھ سے مقتول ہوگا۔ اس کی چند روزہ شان و شوکت کتاب و سنت کی پیشین گوئی کو مضر نہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ہمیشہ میری امت میں سے ایک جماعت حق پر ہوگی اور غالب رہے گی۔ قیامت تک اس کا یہ معنی نہیں کہ کوئی بالمقابل اس کے سر نہ اٹھائے گا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ بعد تقابل کے غلبہ اہل حق ہی کو ہوگا۔ ایسا ہی دجال بھی مسیح بن مریم کے



ہاتھ سے ہلاک ہوگا جس سے اس کے تابعین کو بڑی ذلت ہوگی۔

**قولہ:** صفحہ ۸۰ اور يضع الجزية کی یہ تفسیر کہ لا يقبل الا الاسلام او السيف مخالف ہے نصوص قطعیہ قرآنیہ کے کما قال اللہ تعالیٰ لا اكرهه فی الدین (البقرہ: ۲۵۶) ایضاً قال اللہ تعالیٰ لا ینہاکم اللہ عن الدین لم یقاتلواکم فی الدین ولم یخرجواکم من ديارکم ان تبرؤہم وتقسطوا الیہم ان اللہ یحب المقسطین (ممتحنہ: ۸) ایضاً قال تعالیٰ حتی یعطوا الجزیة عن ید وہم صاغرون (توبہ: ۲۹) و غیر ذلک من الایات الکثیرة۔

**اقول:** جزیہ کا حکم کوئی استمراری نہیں۔ بلکہ یہ حکم نزول عیسیٰ کے ما قبل تک محدود ہے آنحضرت ﷺ نے وقت بیان فرمادیا کہ عیسیٰ جزیہ اٹھا دیگا پس اس وقت جزیہ کا قبول نہ کیا جانا ہمارے نبی ﷺ کی شریعت کے مطابق ہے۔ (کافی النووی شرح صحیح مسلم)

رہا یہ کہ حکمت اس میں کیا ہے؟ ابوالحسن علی شرح بخاری میں کہتے ہیں۔ کہ اس وقت ہم نے جزیہ اس لئے قبول کیا ہے کہ ہم مال کے محتاج ہیں اور نزول عیسیٰ کے وقت احتیاج نہ رہے گی۔ اور شیخ ولی الدین عراقی نے نہ قبول کرنے جزیہ کے وجہ اس طرح پر بیان فرمائی ہے۔ کہ اس وقت یہود و نصاریٰ کے ہاتھوں سے جزیہ اس لئے قبول کیا گیا ہے کہ ان کے ہاتھوں میں تورات و انجیل ہونے اور ان کے زعم میں شرع قدیم کیساتھ متمسک ہونے کا شبہ ہے پس جس وقت کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اس وقت حصول معائنہ سے یہ شبہ دور ہو جائے گا اور ان کی حالت بت پرستوں کی طرح ہو جائے گی اور انہیں کی طرح ان کے ساتھ معاملہ بھی کیا جاوے گا اور بجز اسلام کے ان سے کوئی شے قبول نہ کی جائے گی اور حکم کا زوال اس کی علت کے زوال سے ہوتا ہے۔

**قولہ:** صفحہ ۸۰۔ اور نیز مخالف ہے تمہارے مسلمات کے۔ (دیکھو صفحہ ۳۲ سطر ۷) قیل یارسول اللہ وما یرخص الفرس قال لا یرکب لحرب ابداً۔ اور دیکھو صفحہ ۳۳ سطر ۸



ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجہ دونکم وان یخرج ولست فیکم فامرؤ حجیج نفسہ معنی حجیج کے باتفاق لغت حجت سے غالب آنا خصم پر ہے۔ ان جملوں سے معلوم ہوا کہ مقابلہ دجال کا مسیح سے نجت ہوگا کہ اس کے شبہات و شکوک کو مسیح موعود حجت باہرہ سے نیست و نابود کر دیگا نہ جنگ و جدال۔

**اقول:** نزول مسیح کے وقت جنگ و جدال دجال سے ہوگا اور ایسا ہی کسی غیر ملت اسلام والے سے بغیر اسلام کے کچھ نہ قبول کیا جائے گا۔ الا الاسلام والسيف دیکھو شمس الہدایت کا ص ۳۱ ۹ وینطلق ہاربا فیقول عیسیٰ ان لی فیک ضربۃ لن تسبقنی بہا فیدرکہ عند باب لدالشرقی فیقتلہ ویہزم اللہ الیہود الخ۔ بعد اس کے جس وقت ایک کلمہ ہو جائے گا اور بغیر حق سبحانہ و تعالیٰ کے کسی کی عبادت نہ کی جائے گی اس وقت جنگ و جدال موقوف ہو جائیں گے اور گھوڑوں پر لڑائی کے لئے سواری ترک کر دی جاوے گی۔ دیکھو ص ۳۲ شمس الہدایت وتكون الكلمة واحدة فلا یعبد الا اللہ وتضع الحرب اوزارها الی قال لایرکب لحرب ابدا۔ الغرض احادیث نزول مسیح و خروج دجال میں صرف ایک ہی حالت اور وقت کا ذکر نہیں ابتدائی حالت میں کچھ اور ہی دکھلائی دیگا اور انتہا و وسط میں کچھ اور ہی رنگ ہوگا۔ قبل نزول آسمان سے بارش کا نہ ہونا اور پھر بعد النزول جبکہ وتكون الملل کلها ملة واحدة کا ظہور ہوگا۔ اس وقت تكون الارض لها نورا وتنبت نباتها کعہد ادم الخ۔ نظر آئیگا مختلف واقعات کے چونکہ اوقات بھی مختلف ہوں گے لہذا احادیث کے مضامین میں کوئی تعارض و تمناع نہیں الا امر وہی صاحب کو اضطراب کے پہاڑ نظر آرہے ہیں۔ پنجاب میں مثل مشہور ہے کہ دل حرامزادہ بہانوں کے ڈھیر۔ دل میں چونکہ مرزا جی کو مسیح موعود بنانے کی سخت لو لگی ہوئی ہے۔ (اور کیوں نہ ہو جس کا کھائیے اس کا گیت گائیے) لہذا احادیث صحیحہ متواترہ کو جو اس مطلب عظیم الشان کے



لئے سخت مانع اور سد راہ نظر آرہی ہیں، کا ثنا شروع کیا کسی جگہ کا جملہ لے کر بغیر اس کے کہ  
 اوّل آخر کو سوچیں دوسرے جملہ سے متعارض ٹھہرا کر اردو خوانوں بیچاروں کو دھوکہ دیتے  
 ہیں۔ خدا ہی حافظ ہو۔ مجمع البحار کی عبارت مسطورہ ذیل کو غور فرمائیے جس میں آپ کے  
 دھوکے ابلہ فریب کا جواب موجود ہے۔ ان یخرج وانا فيكم فانا حجيجه اى  
 محاجّه ومغالبه باظهار الحجة عليه والحجة الدليل والبرهان حجة  
 حجاجا ومحاجة فانا محاج وحجيج دونكم اشارة الى انه ﷺ كاف فيه  
 غير محتاج الى معاونة من امته فان قيل اوليس قد ثبت فى الصحيح انه  
 يخرج بعد خروج المهدي وان عيسى يقتله وغيرها من الوقائع الدالة على  
 انه لا يخرج فى زمنه قلت هو توريتہ للتخويف ليلجئوا الى الله من شره  
 وينالوا فضله او يريد عدم علمه بوقت خروجه كما انه لا يدري متى  
 الساعة مجمع البحار قلت هو توريتہ کے جواب سے معلوم ہوا کہ فانا حجيجه فرمانا  
 باوجود اس کے کہ قاتل اس کا مسیح ابن مریم ہے۔ چنانچہ انہیں احادیث میں مذکور ہے، توریتہ  
 کے طریق پر ہے۔ اور نیز ممکن ہے کہ قبل از قتل دجال کو برہان و دلیل توحید سے مغلوب و  
 ذلیل کیا جاوے اور جب وہ باوجود مغلوبیت کے اپنے دعوے سے باز نہ آئے تو قتل کیا  
 جائے۔ الحاصل غلبہ باظہار الحجّت جنگ وجدال کو منافی نہیں۔

**قولہ:** صفحہ ۸۰ ایضاً دیکھو ص ۲۷ اس ۱۳۔ فاذا راه عدو الله ذاب كما يذوب الملح  
 فى الماء فلو تركه لذاب حتى يهلك۔ اس کا مفہوم یہی ہے کہ دلائل حقّ ثابت  
 سے اس کا بطلان ہوویگا۔

**اقول:** اس کا مفہوم یہی ہے کہ وہ دلائل سے ہلاک نہ ہوگا چنانچہ اس پر دال ہے کلمہ لوجو فلو  
 تركه لذاب میں واقع ہے کیونکہ دلالت کرتا ہے انتفاء ذوبان پر، بہ سبب ترک کے۔ اور انتفاء



ترک کی صورت یہ ہوگی کہ ينطلق هاربا فيقول عيسى ان لي فيك ضربة لن يسبقني بها فيدر كه عند باب لد الشرقى فيقتله ويهزم الله اليهود الخ شمس الهدايت ص ۳۱۔  
 امر وہی صاحب کو ملکہ زور کر گیا ہے ایک ٹکڑا حدیث کا من گھڑت علم لدنی سے شرح کر دیتے ہیں مگر جب آنکھ کھلتی ہے تو اسی حدیث کا دوسرا ٹکڑا اس شرح کو مردود کر دیتا ہے۔ سبحان اللہ مسیح اور حواری اس لیاقت کے مالک غلبہ باظہار الحجت پائیں گے۔

**قولہ:** صفحہ ۸۱ ایضاً دیکھو ص ۳۲ س ۳۔ لايحل لكافر يجد ريح نفسه الامات اس جملہ کا مفہوم بھی یہی ہے کہ مسیح موعود کے کلمات حجت آیات سے اس کے مخالف ہلاک ہوویں گے۔ پھر فرمائیے کہ اندریں صورت جنگ وجدال سنانے کی کیا ضرورت باقی رہے گی۔

**اقول:** الامات بمعنی قرب الی الموت کے ہے۔ بدلیل حتی یدر کہ بباب لد فيقتله پہلے کافر مسیح کے سانس کی ہوا سے قریب الی الموت ہوگا بعد اس کے جس کے مقدر میں قتل نہ ہوگا وہ قتل کیا جائے گا۔ جیسا کہ دجال پگھلنے کے قریب ہوگا اور بھاگے گا۔ اور عیسیٰ عليه السلام کہیں گے کہ مقدر میں میری ضرب کا واقع ہونا تیرے پر ہے بغیر اس کے تو میرے سے آگے بڑھ نہیں سکتا۔ دیکھو شمس الهدايت ص ۳۱ س ۹۔ الحاصل باوجود مہلک ہونے دم عیسوی کے کفار کے حق میں جن کے مقدر میں اس کے ہاتھ سے مقتول ہونا ہے وہ بہر کیف ہوں گے۔ رہا یہ کہ پھر قتل کی کیا حاجت رہی۔ سو یہ اللہ جل شانہ سے پوچھنا چاہیے یا مسیح ابن مریم سے۔ ہم کو ایمان بما جاء به الرسول عليه السلام ضروری ہے۔ ان لمیات تک ہم نہیں پہنچے۔ امر وہی صاحب کا یہ سوال بڑا لائیل ہے جس کو ہم ایسے پیرایہ میں بیان کرتے ہیں کہ عام فہم بھی ہو اور ناخواندہ بھی اس کے جواب پر قادر ہو جائے۔ گویا امر وہی صاحب پوچھتے ہیں کہ معرکہ جنگ میں زید کے ہاتھ میں بندوق و تیر و تلوار سب کچھ موجود تھا تو پھر اس کو تلوار سے مارنے کی کیا ضرورت تھی دور سے ہی بندوق یا تیر سے مار دیتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مقدر



میں جس کا قتل ہونا تلوار سے ہے وہ اسی سے قتل ہوگا۔ اور جس کا بندوق یا تیر سے ہے وہ انہیں سے مقتول ہوگا۔ پھر یہ لاحل شبہ خدا کی طرف عائد ہوگا کہ مقدر میں یہ تخصیص کیوں ہوئی۔ جواب ملے گا کہ جیسا ظہور میں ہو اسی طرح علم بھی ہوتا ہے کہ علم تابع معلوم کے ہوا کرتا ہے۔ مگر پھر بھی امید نہیں کہ امر وہی صاحب بس کریں کیونکہ علم کا ما شاء اللہ بڑا زور ہے احادیث نبویہ کی اصلاح یا کمی بیشی ہو رہی ہے۔ ارے خدا کے بندے! بات تو وہی ہے جس کا پہلے اقرار کر چکے ہو کہ توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ۔ پھر خلاف مرضی آنحضرت ﷺ کے کیوں ہانکے جا رہے ہو۔

**قولہ:** صفحہ ۸۱ ایضاً دیکھو صفحہ ۳۲ س ۷۔ اذا وحی اللہ عزوجل الی عیسیٰ انی قد اخرجت عباد الی لایدان لاحد بقتالہم ایضاً دیکھو صفحہ ۳۸ س ۸، ویبعث اللہ فی ایام یاجوج وماجوج فیہلکھم اللہ تعالیٰ ببرکۃ دعائہ۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہلاکتِ یاجوج ماجوج کی مسیح موعود کی برکات ادعیہ سے ہوگی نہ حرب و جہاد سے۔

**اقول:** یہ تو باحادیث متواترہ جن میں علامات و خصوصیات مسیح موعود کے مذکور ہیں، ثابت ہو گیا کہ بغیر اس نبی مریم کے بیٹے کوئی اور شخص مسیح موعود نہیں۔ تو یاجوج ماجوج کا بغیر مقاتلہ محض اس کی دعا سے ہلاک ہونا ہم کو کیا ضرر اور آپ کو کیا فائدہ دیتا ہے۔ اور بالخصوص یاجوج ماجوج کا دعا سے ہلاک ہونا اس پر دلیل ہے کہ باقی مخالفین حرب و قتال سے ہلاک ہوں گے، ورنہ خصوصیت یاجوج ماجوج کی دعا کے ساتھ بے وجہ اور لغو ہو جاتی ہے۔ اور نیز اجتماع دعا اور جنگ ظاہری کا ان کی ہلاکت کے لئے مستبعد نہیں۔

**قولہ:** صفحہ ۸۱۔ ضمیرانہ کا مرجع جو اس قول ابن عباس میں نزول عیسیٰ قرار دیا گیا ہے وہ یہی ہے صرف اس خیال غلط پر کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر سے بجسدہ العنصری نازل ہوں گے۔  
**اقول:** ہموں نقش دروں بیروں برآمد۔ اس عبارت سے امر وہی صاحب کا اقرار پایا گیا۔



۱..... ابن عباس کا مذہب بھی نزول عیسیٰ بجدہ العنصری ہے۔

۲..... ابن عباس کا یہ خیال غلط ہے۔

ناظرین کو پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ مع صحابہ کرام وائمہ عظام و محدثین و فقہا و کل امت مرحومہ اسی رفع اور نزول بجدہ العنصری کے قائل ہیں۔ یعنی اسی مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کے نہ مثیل اس کے۔ اب امر وہی صاحب کے نزدیک ان سب کا خیال غلط ہوا۔ یہ وہ ابن عباس ہے۔ جس کو قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مُتَوَفِّيكَ مُمِيْتُكَ کے وقت افقہ الناس اور حبر ہذہ الامۃ کا لقب دیا جاتا تھا۔

ایہا الناظرون! یہ فرقہ منبروں پر کھڑے ہو کر آنسو ٹپکاتے ہوئے شعر ذیل۔

زِ عَشَّاقِ قُرَّانٍ وَ پِنْغَمِیْمِ

بَدِیْ اَمْدِیْمِ وَ بَدِیْ بَکْذَرِیْمِ

پڑھا کرتے تھے تاڑنے والے تو تاڑ چکے تھے کہ مخالف حال کہہ رہے ہیں۔ کیونکہ لسان حال کا وظیفہ تو یہ تھا۔

زِنْسَاخِ قُرَّانٍ وَ پِنْغَمِیْمِ

بَدِیْ اَمْدِیْمِ وَ بَدِیْ بَکْذَرِیْمِ

قولہ: صفحہ ۸۱۔ ورنہ سابق میں کسی جگہ یہ مرجع نہ حکماً مذکور ہے اور نہ حقیقت۔

اقول: سابق میں عیسیٰ مذکور ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَلَمَّا ضَرَبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ یَصِدُّونَ ۝ وَقَالُوا اِنَّ هَٰؤُلَاءِ اِلٰهَتُنَا خَيْرٌ اَمَّ هُوَ ط مَاضِرْبُوهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ط بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْهِ وَ جَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي اِسْرَائِیْلَ ۝ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِی الْاَرْضِ یَخْلُقُوْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَعَلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ۝ (زخرف ۶۱ تا ۶۵) (۱) ام ہو (۲) ان ہو (۳) جعلناہ یہ سب ضمائر عیسیٰ کی طرف راجع ہیں۔ وانه لعلم للساعة میں



مرجع عیسیٰ ہی ہے مگر من حیث النزول کما فی الجلائین وانہ ای عیسیٰ لعلم للساعة ای  
تعلم بنزولہ۔ اور یہی ہے مراد ابن عباس کی نزول عیسیٰ سے ای عیسیٰ من حیث النزول۔  
**قولہ:** صفحہ ۸۱۔ علاوہ یہ کہ نزول عیسیٰ سے قیامت کا علم حاصل ہو جانا نصوص قطعیت کے  
مخالف ہے۔ کیونکہ قبل قیامت کے تو علم قیامت کا کسی کو دیا ہی نہیں گیا، سوائے اللہ تعالیٰ  
کے۔ کما قال اللہ تعالیٰ اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ اَيْضًا وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ اَيْضًا  
لَا تَاتِيكُمْ اِلَّا بَغْتَةً۔ او غیر ذلک من الايات الکثیرة۔

**اقول:** نزول عیسیٰ سے مثل سائر علامات قیامت کے علم تقرب قیامت حاصل ہو جائے  
گا۔ نہ علم خاص دن قیامت کا، جو مخصوص بالباری ہے۔ فی خمس لا يعلمهن الا اللہ۔  
اسی لئے اس جگہ لعلم للساعة باظهار الرابط بين العلم والساعة فرمایا اور علم  
مخصوص میں الیہ یرد علم الساعة۔ وعنده علم الساعة بغیر فاصل کے۔ تاکہ  
حذف رابط علم الساعة میں کمال اتصال پر دلالت کرے۔ یعنی علم خاص اسی دن کا کہ فلاں  
وقت میں ہوگی، یہ مخصوص بالباری ہے۔ اور علم للساعة میں لام کو درمیان علم اور ساعت کے  
فاصل لانے سے یہ مطلب ہے کہ عیسیٰ من حیث النزول علم زمان قریب بقیامت کا پتہ دیگا،  
نہ خاص اسی دن کا۔ امر وہی صاحب کے اجتہاد کے مطابق جتنے اشراط الساعة صحاح ستہ میں  
مذکور ہیں، یہ سب نصوص قطعیت کے برخلاف ہوں گے۔ افسوس کہ امر وہی صاحب اگر  
آنحضرت ﷺ اور صحابہ اور سائر مفسرین و محدثین کے وقت موجود ہوتے تو اس مخالفت کا  
پتہ دیدیتے۔ وہ لوگ بے خبر ہی چلے گئے۔

**قولہ:** اور پھر کیسی بے معنی بات ہے کہ نزول عیسیٰ تو مثلاً دو ہزار برس کے بعد ہو۔ اور قبل دو  
ہزار برس کے حاضرین سے خطاب کیا جاوے کہ فلا تمرون بہا۔ یعنی دلیل تو دو ہزار  
برس کے بعد دیا جاوے گی اور مدلول کو تم اسی وقت تسلیم کر لو۔ اور کچھ شک و شبہ مت کرو۔



**اقول:** پھر کیسی پر معنی بات ہے کیونکہ مؤمنین کی وصف یؤمنون بالغیب بیان کی گئی ہے۔ یعنی بن دیکھے ایمان لاتے ہیں۔ اور بعد المعائنہ تو ایمان مقبول ہی نہیں ہوتا۔ لہذا قبل از وقوع قیامت مکلف ہیں کہ قیامت کے ساتھ بن دیکھے ایمان لاؤ۔ ہاں بعض علامات جن کا ظہور قیامت کے قریب ہوگا وہ ہم بیان کر دیتے ہیں۔ خصوصاً وہ علامت جو بنی اسرائیل کے لئے نمونہ قدرت کر کے دکھلائی گئی تھی۔ کما قال عز من قائل وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ۔ کیا ہم نے عیسیٰ کو نمونہ قدرت اپنی کا (بن باپ کے پیدا کیا)، بنی اسرائیل کے لئے۔ تو ایسی علامت جو من حیث الابدء والنظہور بنی اسرائیل کے یقین اور دفع افتراء کے لئے دلیل ٹھہرائی گئی ہے۔ وہی من حیث النزول اس کی شایان اور استحقاق رکھتی ہے کہ تم بھی وقوع قیامت میں شک نہ کرو۔ الحاصل ایمان مخاطبین کا مدار گو کہ صرف اتنے ہی امر پر ہے کہ قرآن کریم کو کلام الہی اور حق سبحانہ و تعالیٰ کو صادق مانیں مگر بحسب معتاد بین الناس اثناء گفتگو میں علامات قریبہ کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ وہ امر جو بعد عن الذہن ہے قرین بہ ذہن اور متمکن فی الذہن ہو جائے۔ امر وہی صاحب کے نزدیک آنحضرت ﷺ کا علامات قیامت کو اتنے عرصہ پہلے قیامت سے بیان فرمانا العیاذ باللہ بڑی بے معنی بات ہے۔

ع بریں عقل و دانش ببايد گريست

**قوله:** صفحہ ۸۲۔ اور کہا جاوے کہ بعض قرأت میں لَعَلَّم لِّلسَّاعَةِ بھی بفتح لام آیا ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ قیامت کی علامات میں سے نزول عیسیٰ ایک علامت ہے۔ تو کہیں گے ہم نزول عیسیٰ بحسدہ العنصری تب مانا جاویگا جبکہ صعود اس کا بحسدہ العنصری ثابت کیا جاوے۔ وھو کماتری ما ثبت الی الان۔

**اقول:** ارے خدا کے بندے! یہ جب اور تب کیسا؟ ناظرین خدا را انصافے! جب امر وہی صاحب انہ لَعَلَّم لِّلسَّاعَةِ کی قرأت کے مطابق نزول عیسیٰ کو قیامت کے علامات



سے مان چکے۔ تو ظاہر ہے کہ بموجب اس آیت کے صعود بجسدہ العنصری کو ماننا پڑے گا کیونکہ نزول بجسدہ العنصری فرع ہے، صعود بجسدہ العنصری کی۔ الغرض بعد تسلیم اس قراءت کے جب اور تب بالکل بے محل اور لغو ہے۔ ہاں سرے سے یوں کہہ دینا تھا کہ ہم اس قراءت کو نہیں مانتے۔

**قولہ:** صفحہ ۸۲۔ ایہا الناظرون صفحہ ۸۳ تک۔

**اقول:** تردید اس کی پہلے ہو چکی ہے۔

**قولہ:** صفحہ ۸۳۔ اس جگہ پر مخالفین یہ شبہ پیش کرتے ہیں۔ کہ امام بخاری نے باب ذکر الانبیاء میں نزول عیسیٰ کو بیان کیا ہے پس نزول سے وہی عیسیٰ مراد ہیں جو بنی اسرائیلی تھے لا غیر۔“ تو جواب اس کا اولاً یہ ہے کہ مؤلف کا یہ کہنا کہ ذکر الانبیاء میں کسی اور ولی یا محدث یا ملہم کا ذکر ہی نہیں، سرتا پانغلط ہے۔ کیونکہ اسی کتاب میں حضرت یوسف کے بھائیوں کا بھی ذکر ہے، جن کی نبوت میں اختلاف ہے۔ اسی کتاب الانبیاء میں رَجُلٌ مُؤْمِنٌ آلِ فِرْعَوْنَ کا بھی ذکر ہے، جو بنی نہیں تھا۔ حضرت خضر کا بھی ذکر ہے، جو بقول صحیح نبی نہیں تھے۔ اور امرء فرعون کا بھی ذکر ہے، جو بنی نہیں تھیں۔ حضرت عیسیٰ کے حواریوں کا بھی ذکر ہے، جو بنی نہیں تھے۔ حضرت مریم کا بھی ذکر ہے، جو بنی نہیں تھیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

**اقول:** مخالفین نے کب کہا ہے کہ کتاب الانبیاء میں غیر انبیاء کا ذکر نہیں؟ ان کو اس غیر واقعی امر کے کہنے کی حاجت ہی کیا ہے؟ خدا کے بندے! کسی جگہ تو قائل کی غرض سمجھ کر ہانکنا شروع کیا ہوتا۔ ان کا مطلب تو یہ ہے کہ کتاب الانبیاء میں جن جن انبیاء کا ذکر ہے صلوات اللہ علیہم اجمعین، عنوان اور معنون یعنی آیت اور حدیث دونوں میں مراد ان سے وہی پیغمبر ہیں بعینہ، نہ مثیل ان کے۔ چنانچہ آدم، نوح، ابراہیم، لوط، موسیٰ وغیرہم بلکہ غیر انبیاء سے مراد بھی وہی اشخاص ہیں بعینہا، نہ مثیل ان کے۔ مثلاً یوسف کے بھائی، مومن آل فرعون، خضر،



امراة فرعون، حواری، مریم وغیرہ ان سب سے مراد مثیل ان کے نہیں، بلکہ وہ خود آپ ہی مراد ہیں۔ قیاس برنظار ضرور ہے کہ مراد ”ابن مریم“ سے حدیث نزول میں بھی وہی مریم کا بیٹا ہو، جو قطعاً مراد ہے آیات سے۔

**قولہ:** چونکہ نصوص قطعیہ سے اس مسیح ابن مریم کی موت ثابت ہے۔ اور جو مرتبات ہیں وہ دوبارہ لوٹ کر نہیں آتے لہذا احادیث نزول میں ابن مریم سے استعارہ کے طور پر مثیل لیتے ہیں۔ تعذر الحقیقہ۔

**اقول:** پہلے ہم صرف اتنا ہی معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ احادیث نزول میں آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام اور محدثین خصوصاً امام بخاری نے کیا سمجھا ہوا تھا۔ سو بعد تدبر و تفحص کے احادیث نزول میں یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اسی عیسیٰ بن مریم اسرائیلی کو مراد رکھا ہے، نہ مثیل اس کا۔ قال الحسن رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ ﷺ لليهود ان عيسى لم يمت وانه راجع اليكم قبل يوم القيامة۔ (درمنثور جلد دوم ص ۲۶) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے یہود سے کہ تحقیق عیسیٰ نہیں مرا اور وہ قیامت سے پہلے تمہاری طرف لوٹ کر آنے والا ہے۔ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبي ﷺ قال لقيت ليلة اسرى بي ابراهيم وموسى وعيسى قال فتذاكروا امر الساعة قال فردوا امرهم الى ابراهيم فقال لا علم لي بها فردوا امرهم الى عيسى فقال عيسى اما وجبتها اى وقوعها فلا يعلم بها احدا الا الله ﷻ وفيما عهد الى ربي ان الدجال خارج ومعى قضيبان الخ۔ (درمنثور، احمد، بیہقی، ابن ابی شیبہ، ابن کثیر، سعید بن منصور۔ اخرج الترمذی وحسنه عن محمد بن يوسف بن عبد الله بن سلام عن ابيه عن جده قال مكتوب في التوراة صفة محمد و عيسى بن مریم يدفن معه وقال ابو مودود وقد بقى في البيت موضع قبر (درمنثور)۔ مشکوٰۃ ص



۵۱۵ عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله ﷺ ينزل عيسى ابن مريم الى الارض فيزوج ويولد له ويمكث خمسا واربعين سنة ثم يموت فيدفن معي في قبرى (اي في مقبرتى) وعبر عنها بالقبر بقرب قبره لقبره فكانما في قبر واحد- (مرقاة)- فاقوم انا و عيسى ابن مريم في قبر واحد بين ابى بكر وعمر- (رواه ابن الجوزى فى كتاب الوفا، مشكوة)- روى اسحق بن بشر وابن عساكر عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ فعند ذلك ينزل اخى عيسى بن مريم من السماء- الحديث-

زریت بن برثملا وصی عیسیٰ نے جواب تک کوہ حلوان میں زندہ موجود ہیں نصلہ بن معاویہ کو آسمان سے اترنے عیسیٰ علیہ السلام کی خبر دی۔ یہ حدیث شمس الہدایت میں موجود ہے۔ حضرت شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہ نے (فتوحات) جلد اول میں اس کے اسناد کو کشفی طور پر صحیح کہا ہے۔ اور ازالۃ الخفاء میں بھی مکاشفات امیر المؤمنین عمر بن الخطاب میں موجود ہے۔ ترجمہ اس کا ناظرین کے فائدہ کے لئے لکھا جاتا ہے۔

بروایت ابن عباس مروی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو جو قادسیہ میں حاکم تھے۔ لکھا کہ نصلہ بن معاویہ انصاری کو حلوان عراق کی طرف روانہ کرتا کہ اس کی اطراف سے اموال غارت حاصل کریں۔ چنانچہ سعد نے نصلہ کو تین سو سوار کے ساتھ بھیجا اور یہاں تک کہ حلوان عراق میں آئے اور اس کی اطرافیں لوٹ کیں۔ بہت سی غنیمت اور قیدی لارہے تھے کہ ان کو عصر کے وقت نے تنگی کی اور قریب تھا کہ آفتاب غروب ہو جائے اس وقت نصلہ نے قیدیوں اور غنیمت کو کوہ حلوان کی ایک طرف پناہ دی اور کھڑے ہو اذان کہنی شروع کی۔ جب اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو ناگہاں ایک جواب دینے والے نے پہاڑ میں سے اجابت کے ساتھ کہا۔ کہ اے نصلہ تو نے خداوند بزرگ کی طرف نسبت کبریا



اور بڑائی کی کی ہے۔ پھر نصلہ نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ تو مجیب نے جواب دیا کہ اے نصلہ یہ کلمہ توحید اور اخلاص کا ہے۔ پھر نصلہ نے کہا اشہد ان محمدا رسول اللہ تو مجیب نے کہا کہ یہ وہی ہے کہ جس کی بشارت ہم کو عیسیٰ ابن مریم نے دی ہے اور جس کی امت کے سرے پر قیامت قائم ہوگی۔ پھر نصلہ نے کہا حیّ علی الصلوٰۃ تو مجیب نے کہا اس کے لئے خوشی ہے جو نماز کی طرف قدم اٹھائے اور اس پر مواظبت کرے۔ پھر نصلہ نے کہا حیّ علی الفلاح تو مجیب نے کہا اس کے لئے نجات اور فلاح ہے جو اس کی اجابت کرے۔ پھر نصلہ نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ تو مجیب نے جواب دیا تو نے کل کلمہ اخلاص اچھی طرح کہا۔ اللہ نے تیرا جسم آگ پر حرام کر دیا۔ پس جبکہ نصلہ اذان کہنے سے فارغ ہو گیا تو سب لوگ کھڑے ہو کر کہنے لگے۔ خدا تجھ پر رحم کرے تو کون ہے؟ کیا فرشتہ ہے یا جن؟ یا اللہ کے بندوں میں سے کوئی بندہ ہے؟ تو نے ہمیں اپنی آواز سنائی ہے؟ پس ہم کو اپنی صورت بھی دکھا کیونکہ یہ لشکر رسول اللہ ﷺ اور عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کا بھیجا ہوا ہے۔ پس اسی وقت چلکی کے پاٹ کی طرح اس شخص کا سر پہاڑ کے شگاف سے ظاہر ہو گیا جس کے سر اور ریش کے بال سفید اور اس پر پشم کے دو پرانے کپڑے تھے اور اس نے ہم کو خطاب کر کے السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ کہا۔ اور سب نے اس کا جواب دیا وعلیک السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ کہہ کر پوچھا۔ خدا تجھ پر رحم کرے تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں زریت بن برثملا خدا کے عبد صالح عیسیٰ بن مریم کا وصی ہوں۔ اس نے مجھے اس پہاڑ میں ساکن کیا ہے اور آسمان سے نزول کی وقت تک طول بقاء کی دعا میرے لئے کی ہے۔ پس میری طرف سے عمر کو سلام کہہ دو۔ اور کہو کہ اے عمر! استوار اور قریب ہو جا۔ کیونکہ امر معہود نزدیک ہو گیا ہے اور ان سب سے خصائل کی اطلاع دینے کے لئے امر کیا (جو اس حدیث میں مذکور ہیں) بعد اس کے غائب ہو گیا اور وہ



اس کو نہ دیکھ سکے۔ پھر نھلہ نے یہ سارا واقعہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا۔ اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بجواب اس کے سعد کو لکھا کہ تو بھی اپنے ساتھ کے مہاجرین اور انصار کی معیت میں اس پہاڑ پر جا اور اگر زریت بن برشملا سے ملے تو میری طرف سے اس کو سلام کہہ دے۔ چنانچہ سعد رضی اللہ عنہ حکم کے مطابق چار ہزار مہاجرین اور انصار کی معیت میں اس پہاڑ پر گئے اور چالیس دن تک وہاں نماز کی ندا کرتے رہے۔ لیکن ان کو کوئی جواب یا خطاب نہ سنائی دیا۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ ابن عباس کی اس حدیث نے کئی امور سے اطلاع دے دی۔

۱..... اول وصی عیسیٰ کا اس قدر زمانہ دراز تک بغیر کھانے اور پینے کے زندہ رہنا۔

۲..... دوئم عیسیٰ صلوات اللہ علیہ کے نزول کی بشارت دینا۔

۳..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ چار ہزار صحابہ مہاجرین و انصار کا عیسیٰ نبی اللہ کے نزول کے ساتھ ایمان رکھنا حتیٰ کہ نھلہ اور تین سو سوار کی روایت وصی عیسیٰ کو تسلیم کر کے اپنا سلام وصی عیسیٰ کی طرف بھیجنا۔

ان احادیث سے صاف طور پر واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور کل امت مرحومہ اسی عیسیٰ بن مریم اسرائیلی کے نزول سے خبر دے رہے ہیں۔ اور سمجھ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما مَتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ فِي تَقْدِيمِ وَتَاخِيرِ كَهْتِهِمْ۔ اور یہی وجہ ہے کہ امام بخاری کتاب التفسیر باب قولہ ما جعل اللہ من بحیرة الآیة میں اذ قال اللہ کو بمعنی يقول کے کہتے ہیں۔ اور اذ کو صلہ یعنی زائد ٹھہراتے ہیں۔ گویا صاف اپنے مذہب کو بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس کی حدیث فاقول کما قال العبد الصالح سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ عبد صالح یعنی عیسیٰ بن مریم کا جواب پہلے ہو چکا ہے۔ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي الآیة خبر دیتا ہے کہ مسیح مرچکا بلکہ واذا قال اللہ میں قال بمعنی يقول کے ہے اور یہ سوال و



جواب قیامت کے دن ہوگا جس کا ثمرہ یہ ہوا کہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي مَوْتَ بَعْدَ النُّزُولِ سے خبر دے رہا ہے تفصیل اس آیت کی بمعہ مُتَوَفِّيكَ کے پہلے گزر چکی ہے یہاں پر صرف اتنا ہی مقصود ہے کہ امام بخاری کا مذہب بھی کل امت مرحومہ کی طرح نزول اسی مسیح اسرائیلی کا ہے۔ چنانچہ امام بخاری اپنی تاریخ کبیر میں فرماتے ہیں اور ذکر کیا۔ اس کو علامہ سیوطی نے درمنثور میں اخرج البخاری فی تاریخہ والطبرانی عن عبد اللہ بن سلام قال یدفن عیسیٰ بن مریم مع رسول اللہ ﷺ و صاحبہ فیکون قبرہ رابعاً۔

اب ناظرین کو امید ہے کہ دو امر محقق ہو چکے ہوں گے۔

۱..... ایک تو یہ کہ قادیانی و امروہی نے آنحضرت ﷺ اور صحابہ اور ائمہ اور محدثین و فقہاء پر افترا باندھا۔  
 ۲..... دوسرا یہ کہ چونکہ نصوص بینہ قرآنیہ نزول مسیح اسرائیلی کے بزعم ان کے اجازت نہیں دیتے تو جن لوگوں نے احادیث نزول سے مسیح اسرائیلی کا نزول لیا ہے وہ لوگ بزعم ان کے قرآن کریم کے نصوص بینہ سے منکر ہیں یا جاہل لا غیر۔ ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ احادیث نزول سے مسیح اسرائیلی کو مراد لینے والے آنحضرت ﷺ اور کل صحابہ اور ائمہ تابعین الی یومنا ہذا ہیں۔ تو بموجب زعم قادیانی اور امروہی وغیرہ کے العیاذ باللہ یہ سب لوگ نصوص بینہ سے یا تو منکر ہوئے اور یا جاہل۔ کیونکہ اگر مُتَوَفِّیکَ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي اور قد خلت من قبلہ الرسل وغیر وغیرہ کو یہ لوگ مطابق تفسیر مرزا صاحب کے سمجھے ہوتے تو ہرگز خلاف نصوص قرآنیہ کے نزول مسیح اسرائیلی کا قول نہ کرتے۔ اب مومن بما جاء بہ الرسول ﷺ کو متیقن ہو سکتا ہے کہ ان جہال کی تفسیر اور تفریح دونوں غلط ہیں۔ کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے اور قابل تسلیم ہے کہ آنحضرت ﷺ آیات قرآنیہ کے معانی و مضامین بغیر سمجھنے کے مامور بہ تبلیغ ان کے ہوں۔ اب اس الزام سے تو صرف پیشین گوئی کے متعلق آنحضرت ﷺ کی طرف العیاذ باللہ نسبت جہل نہ رہی بلکہ جتنی آیات قرآنیہ مرزا جی نے بزعم خود وفات مسیح پر ذکر کی ہیں ان سب کے



معانی سے سرور عالم ﷺ جو مبشر ہیں بدیں بشارت اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۝ فَاِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۝ (القیمة: ۱۷-۱۸-۱۹) بے خبر اور جاہل رہے ہیں۔ العیاذ باللہ آیت مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعْكَ اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِي اور قَدْ خَلَّتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اور اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَّیْتُوْنَ ۝ (زمر: ۳۰) کی تفسیر اجماع کے بیان میں گزر چکی ہے۔ باقی آیات کی تفسیر بھی اپنے اپنے موقعہ پر بحول اللہ وقوتہ ذکر کی جاوے گی۔

صفحہ ۸۳ میں ثانیاً سے لے کر شعر ناملائم تک کی تردید تھوڑے تامل سے ادنیٰ طالب علم بھی سمجھ سکتا ہے۔ ناظرین کو ضرور ہے کہ وقت مطالعہ اس کتاب کے رسالہ مردودہ اور امر وہی کو پیش نظر رکھیں ورنہ پورا لطف جواب کا حاصل نہ ہوگا۔

**قولہ:** صفحہ ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷ کے اعتراضات کا حاصل۔ ابو ہریرہ کا یہ کہنا کہ فاقراءوا ان شئتم وان من اهل الكتاب الا لیؤمنن به قبل موته و یوم القیامة یكون علیہم شہیداً (النساء: ۱۵۹) اگر اس خیال سے ہی جو مخالفوں کے ذہنوں میں جائے نشین ہے تو یہ چند وجوہ سے باطل ہے۔

۱..... اول تو صحیح نہیں۔ تمام اہل کتاب کا جو حضرت عیسیٰ کے رفع سے نزول تک ہوئے ہیں یا ہوں گے ایمان لانا عیسیٰ کے ساتھ متصوّر نہیں۔ ایسا ہی جو اہل کتاب نزول آیت سے نزول مسیح تک مراد لیجاویں تو بھی ممکن نہیں۔ اور اگر صرف وہی اہل کتاب مراد ہوں جو نزول مسیح کے وقت موجود ہوں گے تاہم صحیح نہیں۔

۱..... ایک تو اس مخصّص کے لئے کوئی مخصّص موجود نہیں۔

۲..... دوئم ہزاروں اہل کتاب بقول مخالفین جہاد سے اور لاکھوں مسیح کی دعا سے اور کچھ وباء سے ہلاک ہوں گے۔

۳..... اہل کتاب کا موجود رہنا قیامت تک بحکم و جاعل الذین اتبعوک فوق الذین



كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (آل عمران: ۵۵)۔ وَاعْرَبْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبُغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ وَغَيْرَ ذَلِكَ مِنَ الْآيَاتِ۔

۴ ..... ایمان لانا جملہ اہل کتاب کا دور محمدی ﷺ میں حضرت عیسیٰ پر بے معنی ہے۔

۵ ..... وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا (النساء: ۱۵۹) بھی چسپاں نہیں ہو سکتی کیونکہ مطابق لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا کے امت محمدیہ تمام امم کے لئے گواہ ہے۔ اور آنحضرت ﷺ اپنی کل امت کے لئے شہید اور گواہ ہیں۔

پہلے اعتراض کا جواب

حصر صحیح ہے۔ اور مراد وہ اہل کتاب ہیں جو نزول مسیح کے وقت موجود ہوں گے۔ اور دلیل تخصیص کی ایجاب ہے جو استثناء من النفی سے مستفاد ہوا ہے۔ نظیر اس کی قرآن مجید سے اَمَّنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ (البقرہ: ۲۸۵) ہے۔ اور ایسا ہی کُلُّ اَمَّنَ بِاللَّهِ كَيُونَكَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ مجموعہ ان آیات کا ہے جو اَمَّنَ الرَّسُولُ الْآيَةِ کے نزول تک اتر چکی تھیں اور اس مجموعہ کے ساتھ ایمان منجملہ مومنین میں سے انہیں مومنین کا متحقق ہوا جو مجموعہ کے نزول کے وقت موجود تھے۔ اور جو پہلے اس مجموعہ کے نزول سے مر گئے تھے ان کا ایمان تفصیلی صرف انہیں آیات کے ساتھ جو ان کی موجودگی میں اتریں تھیں، متحقق ہوا۔ لہذا مومنین ان آیات کے ساتھ تعمیل کرنے کے مکلف بھی نہ تھے جو ان کے پیچھے اتریں۔ مثلاً ”جو صحابہ مدینہ طیبہ میں علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام قبل از نزول تحویل قبلہ فوت ہو گئے تھے وہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کے ساتھ مکلف تھے۔ الغرض ایجاب میں حکم ثبوت الشیء للشیء ہوتا ہے اور ثبوت شیء بشیء فرع ثبوت المثبت لہ ایک مقدمہ مسلمہ ہے۔ لہذا وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ میں مراد وہی اہل کتاب ہوں گے جو در وقت نزول مسیح موجود ہوں گے۔



دوسرے اعتراض کا جواب

مسیح کے نزول کے زمانہ میں اہل کتاب میں سے کئی جہاد سے اور کئی ایک مسیح کی بددعا سے اور کئی وباء سے بحالت کفر مرجائیں گے اور کئی ایک ایمان با مسیح لائیں گے۔ یہاں تک کہ کوئی ملت بغیر ملت اسلام کے باقی نہ رہے گی۔ اب اگر کہا جاوے کہ کل اہل کتاب نزول مسیح کے وقت ایمان با مسیح لائیں گے تو یہ صحیح نہیں۔ اور اگر کہا جاوے کہ کل اہل کتاب قبل از موت مسیح ایمان با مسیح لائیں گے تو یہ بالکل صحیح اور درست ہو سکتا ہے۔ اور آیت کا مفاد بھی یہی ہے، نہ اول کیونکہ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ نازل ہوا ہے نہ یہ کہ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ فِي عَيْنِ وَقْتِ النُّزُولِ۔

تیسرے اعتراض کا جواب

در صورت معدوم ہو جانے کفار کے فوقیت اور غلبہ متبعین کا جو مفاد ہے، وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (آل عمران: ۵۵) کا باقویٰ وجوہ متحقق ہو سکتا ہے کیونکہ تحقق غلبہ کا اپنے کمال کو پہنچنا اسی طریق سے ہے کہ فریق مقابل اصلاً معدوم ہو جاوے۔ چنانچہ لیظہرہ علی الدین کلمہ کا تحقق یعنی دین محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا غالب ہونا خطہ عرب میں اپنے کمال کو پہنچا کہ کوئی مخالف نہ رہا۔ اور وَآخَرِينَ بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ میں إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ تعبیر ہے۔ طول زمان سے۔ جیسا کہ مادامت السموات والارض میں مفسرین نے لکھا ہے۔ قرینہ اس پر یہی احادیث صحیحہ ہیں۔

چوتھے اعتراض کا جواب

عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اہل کتاب کا ایمان لانا در ضمن ایمان بہ افضل الاولین والآخرین سیدنا محمد ﷺ کے ہوگا۔ تخصیص با مسیح کی وجہ سوق آیت سے ظاہر ہے جس سے یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر کی تصریح بھی موجد ہو سکتی ہے۔ یعنی اب تو یہود مسیح ابن مریم کو



نبی نہیں مانتے اور نصاریٰ صلیب پرستی اور استحلالات خنزیر کو عیسوی دین خیال کرتے ہیں۔ مگر بعد نزول مسیح کے آسمان سے سب اہل کتاب مسیح کو مان لیں گے۔ اور مسیح بذات خود صلیب پرستی اور استحلالات خنزیر کو موقوف کرے گا۔ اور ان کو من جملہ مفتریات فی الدین المسیحی کے قرار دے گا۔ امر وہی صاحب نے شاید یہ سمجھا ہے کہ یہود اس وقت صرف عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایمان لاویں گے۔ یہ نہیں خیال فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام تو خود ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پاک کی اشاعت کریں گے۔

پانچویں اعتراض کا جواب

جناب عالی! جس قرآن مجید میں لتکونوا شهداء علی الناس لکھا ہوا ہے اس میں فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا (النساء: ۴۱) بھی موجود ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر امت کا نبی اس پر شاہد بنایا جائے گا اور تجھ کو اے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس امت پر گواہ کیا جاوے گا۔ (ابن کثیر، فتح البیان، جلا لیں)۔ الغرض اُمتِ مرحومہ کی شہادت اور انبیاء کی شہادت باہم متنافی نہیں۔

**قولہ:** بعد اس کے امر وہی صاحب فرماتے ہیں۔ صفحہ ۸۵۔ کہ ہاں اگر آیت کے وہ معنی (جو مختار ہمارے ہیں) لئے جاویں تو کوئی خرخشہ باقی نہیں رہتا۔ اور وہ معنی یہ ہیں کہ تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰ کے رفع سے لیکر خواہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک یا آخر زمانہ تک بلکہ قیامت تک کے اہل کتاب قتل صلیبی حضرت عیسیٰ سے اپنے متردد اور شاک ہونے پر ایمان و ايقان رکھتے ہیں۔ اور یقیناً نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے حضرت عیسیٰ کو مقتول بالصلیب کیا اور بسبب ان وجوہ قویہ کے جو سیاق آیت میں مذکور ہوئی ہیں اور یقین و اذعان تمام اہل کتاب کو قبل موت عیسیٰ بن مریم سے ہی ہے۔ پس دیکھو یہ معنی کیسے صاف اور صحیح بلا خرخشہ ہیں۔

**اقول:** یہ معنی کیسے بے ربط اور خلاف محاورہ قرآن مجید و قرن اول کے ہیں نعوذ باللہ من



تحریف الجاہلین۔ بیس

ثرا اژدہا گر بود یار غار

ازاں یہ کہ جاہل بود نمگسار

۱..... اول تو اس معنی کی بنا واقعہ صلیبی پر ہے لہذا سارے وجوہ اس کے فساد کے جو پہلے بیان کئے گئے ہیں۔ اس کی طرف منسوب ہو سکتے ہیں۔

۲..... یہود کا متردّد و مشکک ہونا مسیح کی مقتولیت کے بارہ میں آیت وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا سے معلوم ہو چکا۔ اور یہود کی تکذیب و تردید انا قتلنا المسیح۔ الآیة میں صرف اسی تردّد و شک کو دخل ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ہر ایک انسان کو اوصاف انضمامیہ اپنے اپنے نفس کے ساتھ علم حضوری ہوا کرتا ہے۔ یعنی جسکو مثلاً زید قائم کے مضمون میں شک ہے تو اس کے نزدیک قیام زید مشکوک ہوا اور وصف شک معلوم بعلم حضوری ٹھہری۔ اور سب محاورات مروّجہ دنیا کے برخلاف ہے کہ جب کسی کا شک و متردّد ہونا یا ظن کرنا یا وہم کرنا یا تخیل کرنا یا یقین کرنا کسی مضمون میں بیان کیا جاوے تو بعد اس کے یہ مضمون کہ ”وہ شخص اپنے شک یا ظن یا وہم یا تخیل یا یقین کے ساتھ یقین رکھتا ہے“ مؤکد بانواع تاکید بیان ہو۔ یعنی جب یہود مسیح کے قتل کے بارے میں شک اور متردّد تھے تو پھر ان کو اپنا متردّد ہونا بداہتہ معلوم ہے۔ پھر اس امر بدیہی الوجود و العلم کو اللہ تعالیٰ نے حرف تاکید انّ اور نون تاکید اور لام توطیہ اور قسم سے مؤکد کر کے کس کا انکار توڑنے کے لئے ذکر فرمایا ہے۔

۳..... حسب قاعدہ امر وہی صاحب کہ ”نون التاکید لایوکدا لا مطلوباً“ لیؤمنن میں ایمان یہود بالشک والتردّد مطلوب خداوندی ہوگا۔ پھر اس امر بدیہی الوجود کی طلب اور اہتمام کی حاجت ہی کیا تھی۔

۴..... کل اہل کتاب قیامت تک کا یقین کرنا بہ تردّد مذکور بغیر اس کے نہیں ہو سکتا کہ یہود



موجودہ در وقت واقعہ صلیب بالضرور خلف کو اپنے متردد ہونے سے خبر دیتے گئے ہوں۔ ہلم  
جز الی یوم القیامۃ اور باعث بریں ضرورت کوئی امر معلوم نہیں ہوتا بلکہ خبر نہ دینا ان کا بدلیل  
استصحاب حال قرین بقیاس معلوم ہوتا ہے۔

۵..... بعض نصاریٰ کو مسیح کے قتل صلیبی کے ساتھ یقین ہے بخلاف یہود کے کما قال اللہ تعالیٰ  
وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا۔ اور اسی پر مبنی ہے کفارہ کا مسئلہ اور مخفی طور پر لاش کا نکالنا قبر سے۔ تو پھر کل  
اہل کتاب کا ایمان بہ تردّد مذکور کس طرح متصور ہو سکتا ہے۔

۶..... ایمان کا اطلاق محاورہ قرآنیہ و عرف شرعی میں یقین مخصوص پر آتا ہے یعنی یقین  
بالتوحید والرسالة والملائكة والقدر خيره وشره من الله تعالى والبعث  
بعد الموت۔ نہ یہ کہ ہر ایک یقین کو ایمان کہیں۔ کجا کہ ایک غیر متہم یقین، یعنی یقین بہ  
تردد مذکور کا نام بھی ایمان ہو۔ رہا یہ اعتراض کہ تردد مذکور بھی چونکہ مفہوم وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا  
کا ہے لہذا در ضمن ایمان بہ کتاب اللہ اس کے یقین کو بھی ایمان کہہ سکتے ہیں۔ تو اس کا جواب  
یہ ہے کہ یہود کا یقین بہ شک و تردد مذکور چونکہ من حیث جاء بہ القرآن نہیں بلکہ صرف علم  
حضوری وجدانی ہے لہذا اس کو ایمان نہیں کہہ سکتے۔ (دیکھو فتوحات و کتب عقائد)۔ الغرض بر تقدیر  
معنی امر وہی مرزا صاحب کے بالکل لیؤمنن عرف شرعی سے خارج ہو جاتا ہے۔ بخلاف  
معنی ابو ہریرہ وابن عباس وغیرہ کے۔ اور یہی وجہ ہے حصر کی دونوں تفسیروں میں یعنی ابو  
ہریرہ وابن عباس کی جن پر لیؤمنن منطبق ہو سکتا ہے، بخلاف خرافات امر وہی وغیرہ کے۔

۷..... قبل موتہ کانکڑا اس تقدیر پر بالکل بے ربط ہو جاتا ہے۔ قدر

۸..... وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا نظر بہ سوق آیت اجنبی ہوگا۔ مفسرین کی  
تفسیروں پر کوئی خرخشہ باقی نہیں رہتا۔ کما عرفت فتا

۹..... آپ کے معنی کے مطابق بوجہ خارج ہونے ان اہل کتاب کے جو واقعہ صلیبی سے پہلے



مر گئے تھے آیت مذکور کا حصر باطل ہوگا۔ والجواب هو الجواب فتأمل اور شمس الہدایت میں ص ۳۸ یہ حاشیہ متروکہ میں ”یا ضمیر“ بہ“ کے مضمون بالا کی طرف یعنی مرفوع ہونا عیسیٰ عليه السلام کا“ ص ۱۵ کا نہیں اس سطر میں نشان ”کا“ ملے“ پر کاتب کی غلطی اور صحیح کی غفلت سے۔ کیونکہ عبارت متن کی اس کے بعد ”اور آثار صحابہ اور تابعین مثل ابن عباس و ابی ہریرہ و عبد اللہ بن مسعود، مجاہد و قتادہ وغیرہم کی اس پر دال ہیں“ چسپاں نہیں ہوتی۔ کیونکہ کسی نے حضرات مذکورہ سے ”بہ“ کی ضمیر مضمون بالا کی طرف راجع نہیں کی۔ بلکہ یہ حاشیہ سطر ۱ کے آخر سے تعلق رکھتا ہے جس کا ارادہ سطر ۱۸ میں ”لیکن“ سے دفع کیا گیا۔ پھر مروی صاحب نے ص ۸۷ میں ابو ہریرہ پر اعتراض یا افتراء باندھا کہ استشہاد ابو ہریرہ: کا آیت **وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ** کے ساتھ بخیاں مفسرین اگر ہو تو صحیح نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر حدیث نزول میں مسیح موعود قادیانی کو لیا جاوے اور آیت کا اشارہ کسر صلیب کی طرف کیا جاوے تو یہ استشہاد درست ہو سکتا ہے۔ گویا ابو ہریرہ نے آیت کے مفہوم کو شاید قرار دیا حدیث کے منطوق پر اور بس۔

**اقول:** حاصل یہ ہوا کہ اگر ابو ہریرہ اپنی مروی حدیث نزول سے آپ کے خیال کے مطابق غلام احمد قادیانی لیویں، تو استشہاد بہ آیت درست ہے واللہ۔ ناظرین! اس مایخو لیا کا علاج خود ہی نظر غور و نبض انصاف سے فرما سکتے ہیں۔

**قولہ:** صفحہ ۸۸ سے ص ۹۱ تک کا حاصل۔ ابو ہریرہ کی حدیث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ليهلن عيسى بن مريم بفتح الروحاء بالحج والعمرة او بنيتها جميعا۔ (مسند امام احمد، مسلم)۔ مروی صاحب فرماتے ہیں چونکہ روحاء کسی ملک کا میقات نہیں جس سے احرام باندھا جاوے لہذا یہ حدیث اپنے ظاہری معنوں پر محمول نہیں ہو سکتی۔ تاویلی معنی بہت صاف ہیں۔ اہلال اور تلبیہ مسیح کی سے مراد تبلیغ دعوت اسلام ہے اور پنجاب بہ لحاظ کثرت انہار و دریاؤں اور نیز بوجہ دو آبوں کے بالضرور فحج روحاء ہے۔ گویا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا



کہ اس کے گاؤں قادیان کا پتہ اور کلام الہی میں اوسکی مسجد اور اقصیٰ کا ذکر ہوا اسی طرح پر اس کے ملک کا پتہ و نشان یہ دیا کہ وہ ایک فنج روحاء ہے، جو ملک پنجاب ہے۔ الغرض روحا جو عرب میں مدینہ طیبہ سے تیس چالیس کوس کے فاصلہ پر ہے۔ (کمانی القاموس) اس حدیث میں وہ مراد نہیں بلکہ پنجاب سے فنج روحا کے ساتھ کنایۃ تعبیر کی گئی۔ فان المجاز و الکنایۃ ابلغ من الحقیقۃ و التصریح۔

**اقول:** ان تحریفات و خرافات کی تردید کی حاجت نہیں۔ اور یہ جو کہا ہے کہ روحاء کسی ملک کا میقات نہیں لہذا اس سے اہلال یعنی احرام حج متصوّر نہیں ہو سکتا ہے۔ بالکل جہالت ہے۔ کیونکہ ذوالحلیفہ یا ذات العرق جحفہ یا قرن یا یلملم جو کتب اسلامیہ میں مواقیت الحج ہیں ان کے میقات حج ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ان مقامات پر احرام باندھتے ہیں اور بغیر احرام باندھنے کے گذرنا حرام ہے۔ یہ نہیں کہ ان کے پہلے احرام کا باندھنا حرام ہو۔ لہذا مسح کا احرام باندھنا فنج روحاء سے مخالف شرع محمد ﷺ کے نہ ہوا تا کہ تاویل کی حاجت ہو۔

**قولہ:** صفحہ ۹۲، ۹۳ کا حاصل۔ امر وہی صاحب فرماتے ہیں کہ احادیث میں نزول سے مراد نزول بطور بروز کے ہے۔ اور بروز کا مسئلہ فتوحات کے باب ۳۶، ۳۷ سے جو بیان عیسوی اور قطاب عیسوی میں ہیں، ثابت ہے۔ اور قرآن مجید سے بھی کما قال اللہ تعالیٰ نَحْنُ قَدَرْنَا بَيْنَكُمْ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۝ عَلٰی اَنْ نُّبَدَلَ اَمْثَالِكُمْ وَنُنشِئَكُمْ فِيمَا لَا تَعْلَمُونَ (واقفہ: ۶۱، ۶۰) اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ بعد موت کے امثال موتی کے پیدا کرتا رہتا ہے۔ اور نیز متعدد آیات سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے کفار یہود موجودین عہد آنحضرت ﷺ کے مخاطب فرمایا ہے اور مراد اس سے کفار یہود و عہد موسوی ہیں۔ اگر اول الذکر امثال ثانی الذکر کے نہیں تھے تو پھر مضمون قرآنی سے طرز خطاب سے (نعوذ باللہ) غلط ہوا جاتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى لَنْ نُؤْمِنَ



لَكَ حَتَّى نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً (بقرہ: ۵۵) وَايْضًا وَاذْ قُلْتُمْ يَمْوَسِي لَنْ نَضْبِرَ عَلٰی  
طَعَامٍ وَّاحِدٍ (بقرہ: ۶۱) اَيْضًا وَاذْ فَرَقْنَا بِكُمْ الْبَحْرَ ۝ (بقرہ: ۵۱) وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ  
وَانزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّٰ وَالسَّلْوٰی (بقرہ: ۵۷) علاوہ اس کے قرآن مجید میں ہر ایک مومن کو  
مثیل مریم فرمایا گیا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا اِلٰی قَوْلِهِ تَعَالٰی وَمَرْيَمَ بِنْتِ  
عِمْرَانَ الَّتِي اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا (تحریم: ۱۱-۱۲) جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک مومن  
مثیل مریم ہے تو مومن کی اولاد ابن مریم ہوئی اور نیز حدیث علماء امتی کانبیاء بنی  
اسرائیل بھی موجود ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آنحضرت ﷺ نے ایک ادنیٰ سے وجہ شبہ  
سے مثیل عیسیٰ قرار دیا ہے تو اس مجدد عظیم الشان (قادیانی) کو باوجود مشابہت تامہ کے مثیل  
مسح کیوں نہ قرار دیا جاوے۔ انتھی

**اقول:** وبہ استعین۔ ..... اول ”بروز“ کا معنی ناظرین کی خدمت میں ہدیہ کرنا ضروری  
ہے، بعد اس کے خود ہی انصاف فرما سکتے ہیں۔ اہل کمون و بروز کی اصطلاح میں بروز اس کو  
کہتے ہیں کہ ایک شخص کامل کی روح دوسرے شخص مبروز فیہ میں بصفات خود ظہور کرے۔  
چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوبات کی دوسری جلد کے صفحہ ۵۸ میں فرماتے ہیں۔ کہ  
”در بروز تعلق نفس بہ بدن از برائے حصول حیات نیست کہ ایں مستلزم تناسخ است بلکہ مقصود  
از ایں تعلق حصول کمالات است مراں بدن را چنانکہ جنی بفراد انسانی تعلق پیدا کند و در شخص او  
بروز نماید و مشائخ مستقیم الاحوال بعبارت کمون و بروز ہم لب نمی کشانید“۔ اس کے بعد  
فرماتے ہیں۔ ”نزد فقیر قول بنقل روح از قول متناسخ ہم ساقط تر است زیرا کہ بعد از حصول  
کمال نقل بدن ثانی برائے چہ بود“۔ پھر فرماتے ہیں۔ ”وایضاً“ در نقل روح امانت بدن اول  
است و احیاء بدن ثانی“۔ پھر فرماتے ہیں۔ ”افسوس ایں قسم بطلان خود را بمسند شیخی گرفتہ  
اند و مقتدائے اہل اسلام گشتہ ضلوا و فاضلوا انتہی ملخصاً“۔ پس امام ربانی کے قول سے ظاہر



ہے کہ معنی ”بروز“ بجز اس کے اور کوئی نہیں کہ ایک کامل کی روح دوسرے ناقص کے بدن میں بروز اور ظہور کرے۔ اب معروض ہے کہ اگر احادیث نزول میں مراد نزول عیسیٰ سے نزول بروزی ہے غلام احمد قادیانی میں تو۔ اس کی یہی صورت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بصورت غلام احمد قادیانی متولد ہوئے یا قادیانی میں ظاہر ہوئے۔ پہلی صورت میں عیسیٰ اور قادیانی کا شخص واحد ہونا لازم آتا ہے۔ وہ خلف عند خصم ایضاً کما ہونی الواقع۔ اور دوسری صورت میں ایک بدن میں دو روح کا ہونا لازم آتا ہے، جو بالکل باطل ہے۔ اور مناقض قواعد حشر و نشر کے ہے۔ پس معلوم ہوا کہ عیسیٰ بن مریم کا نزول بصورت بروز بہت سے مفاسد کا باعث ہے دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ اور قابل افسوس تو یہ ہے کہ بروز عیسوی فی القادیانی نے بجائے اس کے کہ فیما بین بارز و مبروز فیہ محبت و اتحاد ہو اور نفع و انتفاع قادیانی سے عیسیٰ ابن مریم کو ”مکار و فریبی اور پشت بہ پشت زنا کاروں کا بیٹا کہلوانے کا اتحاد پیدا کیا“۔ (دیکھو ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷ سطر ۱۶، ۱۷) اور امت محمدیہ کو یہودی ہونے کا خطاب دلویا۔ دیکھو انجام آتھم صفحہ ۲۱ میں اُمتِ مرحومہ کے مولویوں کو جلی قلم کے الفاظ ذیل سے خطاب کیا۔ ”اے بد ذات فرقہ مولویاں، تم کب تک حق کو چھپاؤ گے کب وہ وقت آئیگا کہ تم یہودانہ خصلت کو چھوڑو گے“ اے ظالم مولویو! تم پر افسوس ہے کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیاد ہی عوام کا لانا عام کو بھی پلایا۔“

اب سنی فتوحات کے ۳۶ باب کا خلاصہ۔ شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ شرائع سابقہ پر مشتمل اور سب کا جامع ہے لہذا تابع شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر بروقت عمل و سلوک بریں شرع شریف شرع عیسوی یا موسوی یا ابراہیمی وغیرہ کے اسرار و احوال بحسب اختلاف الاستعدادات مکشوف اور وارد ہوتے ہیں۔

محمدی درویش و تابع کو موسوی المشرک یا عیسوی المشرک کہنا اسی مقام سے ہے۔ یعنی اس نے عیسوی شریعت کے واردات در ضمن اتباع شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کئے ہیں۔ محمدی



المشرب بہت کم ہوتا ہے۔ سیدنا غوث اعظم جیلی قدس سرہ اس مقام سے خبر دیتے ہیں۔

وکل ولی له قدم وانی

علی قدم النبی بدر الکمال

حواری عیسیٰ ابن مریم جیسے کہ عیسویین کہلاتے ہیں۔ ایسے ہی شرع محمدی ﷺ کے متبعین میں سے عیسویین ہوتے ہیں۔ اور ہمارے زمانہ میں عیسیٰ ابن مریم کے حواریوں میں سے بعض لوگ زندہ ہیں۔ چنانچہ زریت بن برشملاً مطلقاً عیسویین کی علامت میں سے کہ انکی زبان پر بجز کلمہ خیر کے نہیں گذرتا۔ چنانچہ عیسیٰ ابن مریم نے خنزیر کو انج۔ بہ سلام بولا تھا کسی نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ اعود لسانی قول الخیر اپنی زبان کو کلمہ خیر کی عادت ڈالتا ہوں۔ منجملہ علامات ان کے یہ بھی ہے کہ جس چیز کو دیکھتے ہیں اس کی بھلائی پر نظر ان کی پڑتی ہے۔

ناظرین یہ ہے خلاصہ فتوحات کے باب ۳۶ کا۔ اب امر وہی صاحب سے دریافت فرمائیں۔ کہ کہاں ہے ذکر بروز جس کا معنی بہ نقل عبارت حضرت مجدد صاحب لکھ چکا ہوں۔ ہاں عیسوی المشرب لوگوں کا ذکر ہے جن میں نزول عیسیٰ بمعنی ”بروز“ کے نہیں۔ بروز تو الگ رہا صرف عیسوی المشرب کی علامات مذکورہ فی الباب قادیانی صاحب میں کہاں ہیں۔ البتہ بجائے کلمہ خیر کے دشنام بازی میں اول نمبر ہیں۔

فتوحات کے باب ۳۷ کا حاصل۔ عیسوی قطب جب چاہتا ہے کہ کسی شخص کو (جس کی استعداد کا علم اس کو باعلام الہی ہو جاتا ہے) اپنے احوال میں سے کچھ عنایت کرے تو ان وجوہ مفصلہ ذیل سے دیتا ہے۔

۱..... لمس ہاتھ لگانے سے۔

۲..... معانقہ سے۔



۳..... بوسہ دینے سے۔

۴..... کپڑا دینے سے۔

۵..... یا اس کو کہتا ہے کہ اپنا کپڑا بچھا اور پھر ہاتھ سے اس میں کچھ ڈالتا ہے۔ دیکھنے والے خیال کرتے ہیں کہ ہوا میں ہاتھ ڈال رہا ہے تو اس شخص میں حال عیسوی قطب کا سرایت کر جاتا ہے۔ منجملہ علامات ان کے بلاغت ہے گفتار میں۔ اور باوجود امی ان پڑھ ہونے اس کے اعجاز قرآن کو جانتا ہے۔ معیار اس کا التزام حق کا ہے اقوال افعال احوال میں، نیز اس کو اسرار علم طبیعت اور تالیف و تحلیل اس کے اور منافع اشیاء کے معلوم ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ راستہ میں چلتے ہوئے ہر ایک بوٹی اس کو اپنے منافع سے بول کر اطلاع دیتی ہے۔ بعد اس کے اس کو اسماء الہیہ کا علم دیا جاتا ہے اور نیز اس کو نشاء طبیعت و نشاء روحانیت دنیا اور آخرت دونوں میں اور خود دنیا اور آخرت کی معرفت دی جاتی ہے۔

فتوحات کے باب ۳۶ اور ۳۷ کا حاصل ملاحظہ کرنے کے بعد بجائے اس کے کہ مرزا کو کچھ نفع حاصل ہو۔ الثائقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ کیونکہ علاوہ انتفاء ان علامات کے، صاحب فتوحات تو زریت بن برشملا و صی مسیح بن مریم کی روایت سے اسی مسیح بعینہ کو دوبارہ دنیا میں لائے ہیں۔ اور اگر بروز سے مراد تصرف کرنا روح عیسوی کا مرزا صاحب کے بدن میں ہو۔ چنانچہ شیخ محمد اکبر صاحب ”اقتباس الانوار“ میں لکھتے ہیں۔ کہ ”بروز آں رانا مند کہ روحانیت کمل در بدن کامل تصرف نماید و فاعل افعال او شود“۔ تو یہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اس تقدیر پر روح عیسوی کا تصرف بدن مثالی کے ساتھ ہوگا۔ چنانچہ حضرت محمد اکرم صاحب موصوف فرماتے ہیں۔ کہ ”مے گوید محرر سطور عنی اللہ عنہ شاید کہ روحانیت علی مرتضیٰ دو بست سال پیش از ولادت خود وجود مثالی گرفته سلمان فارسی را از شیرنجات بخشیدہ باشد“۔ الغرض اگر بدن مثالی میں ہو کر روح عیسوی تصرف ہو تو مسیح موعود مرزا صاحب نہ رہے بلکہ خود عیسیٰ



بن مریم جسم مثالی میں مسخ موعود ہوا جو مغائر ہے۔ مرزا صاحب سے۔ اور برخلاف ہے ان کے دعویٰ کے۔ اور اگر مرزا صاحب کے بدن میں ہو کر روح عیسوی متصرف ہے اور بصورت مرزا صاحب ظاہر ہوا ہے۔ تو عیسیٰ ابن مریم اور غلام احمد قادیانی ایک چیز کا نام ہوا۔ یہ بھی برخلاف ہے دعویٰ مرزا صاحب کے۔ اور فی الواقع بھی ناممکن ہے۔ کیونکہ عیسیٰ ابن مریم قرآن مجید میں انبیاء کی فہرست میں شمار کیے ہوئے ہیں۔ اور روح القدس کے نفع سے بغیر باپ کے پیدا ہیں۔ والدہ ماجدہ ان کی مریم ہے۔ الی غیر ذلک من الخصوصیات۔ اور اگر مرزا صاحب کے بدن میں مرزا صاحب کے روح کی طرح متعلق ہوا ہے تو ایک بدن میں دو روح کا ہونا لازم آتا ہے۔ اور نیز حضرت شیخ محمد اکرم ”اقتباس الانوار“ صفحہ ۵۲ سطر ۲ پر فرماتے ہیں۔ ”و بعض برانند کہ روح عیسیٰ در مہدی بروز کند و نزول عبارت ازیں بروز است مطابق ای حدیث لامہدی الا عیسیٰ و ایں مقدمہ بہ غایت ضعیف است۔“ اسی کتاب میں دوسری جگہ بھی اس قول ضعیف کی تردید فرماتے ہیں۔ کما سبق۔

اور سب سے حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ آیت نَحْنُ قَدَرْنَا بَيْنَكُمْ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۝ عَلَىٰ أَنْ نُبَدِّلَ أَمْثَالَكُمْ وَنُنشِئْكُمْ فِي مَالٍ تَعْلَمُونَ (واقعہ: ۶۰) کو اس بروز سے کیا تعلق۔ کیونکہ آیت میں انتقال روح دوسرے بدن کی طرف نشاء دنیا میں ثابت نہیں ہوتا، خواہ امثال کو جمع مثل کی ہفت تین ٹھہراویں یا جمع مثل بمعنی مثل کے۔ بر تقدیر اول آیت کا مفاد تغیر اوصاف ہوگا، یعنی طفولیت اور شباب اور کہولت اور شیخوخت اور بر تقدیر ثانی یا تو تبدل اشکال دنیویہ و اخرویہ پر دلالت کرے گی اور یا تبدل اشخاص دنیویہ و اخرویہ پر جو متخالفہ الروح و الجسم ہونگے۔ اور یا تغیر اشخاص دنیویہ پر علی سبیل المسخ علی ما قال الحسن ای نجعلکم قردة و خنازیر۔ پہلی صورت میں تو ظاہر ہے کہ روح کا انتقال ہی نہیں صرف اوصاف طفولیت وغیرہ وغیرہ کا تغیر ہے۔ دوسری صورت میں منتقل الیہ جسم حشری ہے۔ مرزا صاحب تو ابھی دنیا ہی میں تشریف رکھتے ہیں۔ اور تیسری صورت میں آیت کا حاصل یہ ہوگا کہ ”تم کو اور جہاں میں



لیجاویں اور تمہاری جگہ یہاں اور خلقت بساویں۔ تو اس صورت میں مماثلت بمعنی دخول تحت النوع الواحد ہوئی۔ اور امثال بایں معنی مسلم بین الفریقین ہیں۔ نہ ہم کو مضر ہیں اور نہ آپ کو مفید۔ کیونکہ اہل اصطلاح بروز و کمون اس کو بروز نہیں کہتے۔ رہی چوتھی صورت، سو اس کو علاوہ مخالفت اہل اصطلاح کے، مرزا صاحب بھی ناگوار سمجھیں گے۔ اور نیز تبدیل امثال کا آیت سے صرف تحت القدرة اور مقدور ہونا ثابت ہوتا ہے، نہ وقوع اس کا۔ کما ہومرعموم الجناب۔

دوسری آیت وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَةٌ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝ وَ مَرِيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا (تحریم: ۱۱-۱۲) اس آیت کو بھی مسئلہ بروز سے کوئی تعلق نہیں۔ صرف اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ ہر مومن مثیل فرعون کی عورت اور مریم کا ہے۔ اور یہ مماثلت بھی آپ کے مدعا کو مفید نہیں کیونکہ محل بحث، یعنی حدیث نزول میں، آپ ابن مریم سے غلام احمد قادیانی مراد لیتے ہیں۔ اس خیال پر کہ آنحضرت ﷺ نے ابن مریم یا عیسیٰ سے مثیل اس کا لیا ہے۔ سو اولاً گزارش ہے کہ تا وقتیکہ تعذر حقیقت ثابت نہ ہو۔ آپ مجاز کے مجاز نہیں ہو سکتے۔ حالانکہ تعذر حقیقت کے دلائل کا فساد اور مزید برآں ارادہ حقیقت کا وجوب ثابت ہو چکا ہے۔

ثانیاً آنکہ قطع نظر تعذر حقیقت وغیرہ سے آیت کا مفاد تو صرف اتنا ہی ہے۔ کہ وصف ایمان علاقہ مصححہ لا ارادة القادیانی ابن مریم سے ہے۔ یعنی اگر لفظ مریم سے قادیانی بعلاقہ ایمان مراد رکھا جائے تو یہ علاقہ اس ارادے کے لئے صلاحیت رکھتا ہے اور صرف صلاحیت بغیر اس کے کہ وقوع استعمال فی غیر محل النزاع قرآن یا حدیث سے ثابت کیا جاوے، مفید نہیں۔ ناظرین خدارا انصاف! کوئی کہہ سکتا ہے کہ قرآن یا حدیث میں ایک جگہ بھی مریم یا امرءة فرعون کے لفظ سے مراد کوئی مومن ہے۔ اور خود مریم اور فرعون کی عورت مراد نہیں۔

ثالثاً ابن مریم سے مراد ہونا قادیانی صاحب کا۔ چنانچہ اسی جگہ صفحہ ۹۳ سطر ۸ پر



امروہی صاحب لکھتے ہیں ”کہ ہر ایک مومن مثیل مریم ہے تو مومن کی اولاد ابن مریم ہوئی“ جبھی ہو سکتا ہے کہ پہلے قادیانی صاحب کے والد مرحوم غلام مرتضیٰ ”مریم“ کے لفظ سے کسی استعمال میں ”پنجابی ہی سہی“ مراد لئے گئے ہوں۔ یعنی پہلے غلام مرتضیٰ صاحب کو مریم کے لفظ سے پکارا گیا ہو تو پھر مرزا صاحب ابن مریم یعنی مریم کے مثیل کا بیٹا بن سکتے ہیں۔ الغرض باپ اور بیٹے دونوں میں وقوع و ثبوت استعمال مفید مدعی ہو سکتا ہے، نہ صرف صلاحیت۔ ایسا ہی اگر ابن مریم سے قادیانی صاحب مراد لئے جاویں تو یہاں پر بھی علاقہ مصححہ للمجاز کا کام نہ دیوے گا۔ جب تک کہ غیر محل نزاع میں کتاب و سنت سے وقوع استعمال ثابت نہ کیا جاوے۔

رہی تیسری آیت جس کو امروہی صاحب نے بروز کے اثبات میں پیش کیا ہے  
وَإِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرٰى اللّٰهَ جَهْرَةً (بقرہ: ۵۵) اس میں فرماتے ہیں کہ کیا آنحضرت ﷺ کے وقت کے یہود نے کہا تھا کہ حتیٰ نری اللہ جہرۃ یا یہ مقولہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت کے یہود کا ہے۔

حضرات ناظرین غور فرماویں کہ اس آیت کو بھی پہلی آیات کی طرح کوئی تعلق مسئلہ بروز سے نہیں۔ کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے وقت کے یہودیوں کے ارواح منتقل ہو کر بابدان یہود متعلق ہو گئے تھے موجودہ وقت آنحضرت ﷺ کے۔ یا کہ ان ارواح نے ارواح کا ملین کی طرح یہود موجودہ زمان سرور عالم ﷺ کے ابدان میں کوئی تصرف کیا تھا۔ خدا را انصافے! اس مضمون کا ذکر اس آیت میں صراحتاً یا کنایۃً پایا جاتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہاں پر صرف اتنا ہی ہے کہ نسبت قول کے وَإِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرٰى اللّٰهَ جَهْرَةً اور نسبت فرق کے وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمْ الْبَحْرَ اور نسبت تظلیل کے عَلَى سَبِيلِ الْوَقْعِ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ اور نسبت انزال کے عَلَى طَرِيقِ الْوَقْعِ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّٰ وَالسَّلْوٰى میں جو فی الواقع یہ نسبتیں یہود موجودہ زمان موسیٰ علیہ السلام کی طرف تھیں ان آیات میں یہود موجودہ زمان آنحضرت ﷺ کے



کی گئیں۔ جس کو انتساب الفعل الی غیر ماہولہ کہتے ہیں۔ عالمان علم معانی جانتے ہیں کہ یہ مجاز فی الاسناد کے قبیلہ سے ہے نہ مجاز فی المفرد یا مجاز فی الطرف۔ یعنی یہ نہیں کہ یہود موجودہ بزمان نبوی سے مراد وہ یہود ہوں جو بزمان موسیٰ موجود تھے۔

امروہی صاحب نے ان آیات میں دو طرح سے کمال کیا ہے ایک تو بروز کا اثبات دوسرا مجاز فی الاسناد کو مجاز فی الطرف بنا دیا۔ اردو خوانوں بیچاروں کو کیا خبر ہے وہ تو اس خیال سے کہ آپ قرآن کریم اور احادیث کو حافظوں کی طرح پڑھے جاتے ہیں، چاہے بے محل ہی کیوں نہ ہوں، امانا و صدقنا کہیں گے۔ مگر یہ فرمائیے کہ آپ بروز محشر کیا جواب دیں گے۔ ناظرین کو اس تقریر سابق سے علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل کا حال بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ یعنی بر تقدیر صحت حدیث کی تا وقتیکہ استعمال موسیٰ و عیسیٰ و ہارون و یوسف وغیرہ بنی اسرائیل کا کسی عالم محمدی میں کتاب و سنت سے ثابت نہ ہو۔ یہ استدلال بھی مفید نہیں، نہ مسئلہ بروز میں اور نہ مجاز مستعار میں۔

**قولہ:** صفحہ ۹۴ سے صفحہ ۹۷ تک کا حاصل۔ مسیح موعود کا حلیہ بمعہ افعال مختصہ اور اس کے زمانے کی خصوصیات قادیانی کی ذات اور افعال اور زمان پر صادق ہے۔

**اقول:** جب نزول اسی مسیح ابن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا نصوص و اجماع سے ثابت ہو چکا ہے تو پھر یہ تاویلات یا تحریفات، جن پر لڑکے بھی ہنسی کرتے رہے ہیں، عبث اور فضول ہیں۔ بالفرض اگر مسیح موعود مسیح ابن مریم نہ بھی ہو تو بھی قادیانی صاحب بوجہ صداقت الہامی اور تفسیر قرآنی کے جو اسی رسالہ کے اول پبلک پر ظاہر ہو چکی ہیں، ہرگز ہرگز مسیح موعود نہیں ہو سکتا۔ مسیح موعود کے لئے قرآن اور حدیث اور الہامات و افعال میں مہارت اور صداقت اور راست بازی ممتاز فائقہ کا ہونا ضروری ہے۔ قادیانی صاحب کو نہ صرف خصوصیات مسیحیہ بلکہ علامات مہدویہ، بھی جن کی تصریح احادیث صحیحہ مذکورہ فی ابتداء ہذہ الرسالہ میں کی گئی ہے، کاذب ٹھہراتے ہیں۔



**قولہ:** صفحہ ۹۳۔ اِنَّ نازل بطور مسئلہ ”بروز“ کے ہے۔

**اقول:** اگر بطور ”بروز“ فرمایا ہوتا تو بزعم قادیانی چونکہ اس میں بروز محمدی بھی ہے لہذا و اِنَّ نازل کی جگہ و نحن نازلون فرمانا بمقتضائے مقام ضروری تھا۔ کیونکہ ما قبل میں وجہ قرب و مناسبت بہ عیسیٰ بن مریم بیان کی گئی ہے۔ دیکھو لانه لم یکن نبی بینی و بینہ۔ لہذا بیان شرکت فی النزول بقولہ و نحن نازلون معاً واجب ٹھہرا۔ نزول بروزی کا بطلان مفصل طور پر گذر چکا ہے۔

**قولہ:** پھر امر وہی صاحب صفحہ ۹۴ پر ”علیہ ثوبان ممصران“ کو ظاہری معنی پر حمل نہ کرنے کی وجہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ یہ کوئی وصف ممتاز نہیں کیونکہ ہر ایک شخص سرخ مٹی سے رنگا ہوا کپڑا پہن سکتا ہے۔

**اقول:** کیوں حضرت! یہ وجہ تو پہلے فقرہ حدیث میں بھی موجود تھی ”رجل مربع الی الحمرة والبیاض“ کیونکہ اعتدال اور گندم گونی اور اشخاص میں بھی پائی جاتی ہے۔ اس میں تاویل نہ کرنے کی وجہ کیا ہے؟ کیا اس جگہ الکنایۃ ابلغ من التصریح کو بھول گئے۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ آنحضرت ﷺ موعود کا حلیہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ وہ معتدل اندام اور رنگ اس کا سرخی اور سپیدی کی طرف میلان کرے گا اور نزول کے وقت اس پر دو کپڑے سرخ رنگ کے ہوں گے۔ اس کلام میں تاویل کا کوئی حق نہیں۔ اور وصف ممتاز ہونا کبھی بحسب مجموع اجزاء کلام کے ہوتا ہے اور کبھی بحسب بعض دون بعض۔ اور وصف غیر ممتاز کا بیان صرف واقعی طور پر ہوتا ہے نہ علی السبیل الاحتراز کما ہوشان القیود فانھا قد تکنون لبیان الواقع و احیاناً للاحتراز۔

**قولہ:** پھر اسی صفحہ پر ”ثوبان ممصران“ کی تعبیر دنیا کی خوشحالی اور توفیق فرائض منصبی مسیح سے لکھتے ہیں۔

**اقول:** آنحضرت ﷺ کا بیان فرمانا مسیح موعود کے خصوصیات ذاتی اور زمانی کو، چونکہ اس



لئے تھا، کہ امت مرحومہ کسی جھوٹے مسیح کے دام میں نہ پھنس جاوے۔ بنا برآں اگر ظاہری معنی مراد نہ تھا تو ”علیہ ثوبان ممران“ کی تعبیر کا بیان بھی ضروری تھا تا کہ امت مرحومہ کو بجائے منفعت الثائقصان نہ اٹھانا پڑے۔ کیا آپ ﷺ کو امر وہی صاحب جیسا علم تعبیر الروایا میں ادراک نہ تھا یا آپ کو قصداً العیاذ باللہ دھوکہ دینا منظور تھا۔ امر وہی صاحب نے علم معانی سے ایک ہی مسئلہ الکنایۃ ابلغ من التصریح اور علم تعبیر الروایا سے یہ کہ سرخ کپڑے سے مراد خورمی اور توفیق طاعت ہوتی ہے، خوب یاد کر لیا ہے۔ مگر محل بے محل یکساں ہی جاری کئے جاتے ہیں۔ خدا کے بندے! اگر کسی نے شیر کو دیکھ کر کہا ہو کہ رایت اسد۔ یا کسی پر زرد رنگ کا کپڑا دیکھ کر کہا کہ رایت فلانا علیہ ثوب ممران۔ کیا آپ یہاں پر بھی وہی کنایہ اور تعبیر لئے جاؤ گے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ عیسیٰ جو میرے سے پہلے گذرا ہے اور میرے اور اس کے مابین کوئی نبی نہیں ہوا، اترنیوالا ہے۔ پس تم جب کہ اس کو دیکھو تو پہچانو اس کو اس حلیہ اور علامات سے کہ وہ ایک مرد ہوگا، معتدل اندام، مائل بسرخی و سفیدی، جس پر دو کپڑے سرخ ہوں گے۔

**قولہ:** پھر اسی صفحہ پر امر وہی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ یہ دونوں کپڑے حضرت مسیح اقدس سیدنا مسیح موعود پہنے ہوئے ہیں۔ دنیا کی حیات طیبہ جو ان کو حاصل ہے وہ شاید کسی بادشاہ بلکہ شہنشاہ کو بھی نصیب نہ ہوگی۔ اور فرائض منصبی تجدید دین کے جو اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں سے کر رہا ہے دنیا بھر میں کوئی نظیر ان کا اس باب میں معلوم نہیں ہوتا۔

**اقول:** کیا عیسوی اور محمدی بروز و تشبہ والوں کی دنیاوی معاش ایسی ہی ہونی چاہیے، جس کو آپ بیان فرما رہے ہیں۔ گویا یہ بیان تو محمدی اور عیسوی بروز و تشبہ کا انکار ہے۔ یعنی قادیانی صاحب بھی اگر جداگانہ مشابہت آنحضرت ﷺ اور عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام سے رکھتے تو ان کی طرح دنیا میں رہتے اور بجائے فرائض منصبی تجدید دین کے فرائض منصبی تحریف دین کے ادا نہ کرتے۔



**قولہ:** پھر امر وہی صاحب اسی صفحہ پر کان راسہ یقطروان لم یصبہ بلل کی تاویل کرتے ہیں۔ یعنی وہ حقائق و معارف قرآنی کا مالک ہوگا۔

**اقول:** یہ فقرہ حدیث مذکور کا بھی اپنے ظاہر پر ہی محمول ہے۔ یعنی اس کے سر سے پانی کے استعمال کے بغیر قطرات ٹپکتے ہوئے معلوم ہونگے یعنی ذاتی رطوبت ان میں ہوگی نہ عارضی۔ اور اس فقرہ میں بھی امر واقعی کا بیان ہے کوئی قرینہ صارفہ عن الظاہر باعثہ علی التاویل نہیں۔ اور پھر ایسی تاویل کہ قرآن اور سنت کے مخرّف کو قرآنی حقائق و معارف کا مستحق ٹھہرایا جاوے۔ العیاذ باللہ۔ ہاں اس حدیث میں فقرہ یکسر الصلیب اور ایسا ہی ویقتل الخنزیر میں قرینہ صارفہ موجود ہے لہذا کسر صلیب اور قتل خنزیر سے مراد ابطال دین نصرانیت کا ہے، جہاد سے ہو یا صرف دعوت و تبلیغ سے۔ چنانچہ دونوں پر دال ہیں۔ احادیث صحیحہ جو قتل دجال و یا جوج و ماجوج وغیرہم میں وارد ہیں۔ امر وہی صاحب کا شرح حدیث کی طرف صرف ابطال بانج کو منسوب کرنا۔ جیسا کہ صفحہ ۹۵ سطر اول پر لکھتے ہیں۔ ای یبطل دین النصرانیة بالحجج و البراہین۔ چالاکی اور دجل ہے بانج و البراہین۔ ایسا ہی آپ کے حاشیہ میں ویقتل الخنزیر سے مراد یہ ہے کہ مسیح ابن مریم، صلیبی پرستش و استحلال خنزیر کو برخلاف مزعوم و افتراء نصاریٰ حرام و باطل کہے گا۔ یعنی میرے دین میں دونوں امر نہیں ان کو دین مسیح سے قرار دینا نصاریٰ کا افتراء تھا۔ اور بخاری کی روایت میں فقرہ حتی تکون السجدة خیرا من الدنيا جو غایت ہے کسر صلیب اور قتل خنزیر یعنی ابطال دین نصرانیت کے لئے کما قال فی مجمع البحار غایۃ المفہوم یکسر الصلیب قتل لیکھرام کے ارادہ کو باطل کر رہا ہے۔ کیونکہ لیکھرام کا قتل عرصہ سے مستحق ہو چکا ہے حالانکہ سجدہ کا پیار معلوم ہونا ساری دنیا سے اب تک موجود نہیں ہوا۔

**قولہ:** پھر اسی صفحہ ۹۵ پر لکھتے ہیں۔ ویضع الجزیة مراد یہ ہے کہ جہاد کو موقوف کر دے گا



جیسا کہ یضع الحرب وارد ہے تو پھر جزیہ کیونکر قائم ہو سکتا ہے۔ جزیہ تو متفرع ہے جہاد پر۔ جب جہاد ہی نہ ہو تو جزیہ بھی نہیں ہو سکتا۔ انتھی۔

**اقول:** ناظرین خدارا انصاف! یضع فعل متعدی ہے۔ معنی یہ ہو اوہ مسیح جزیہ کو موقوف کر دیگا۔ اب غور فرمائیں، کیا قادیانی جو باقی رعایا کی طرح زیر سایہ گورنمنٹ بحفظ و امان ایام بسر کر رہا ہے، یہ استحقاق رکھتا ہے کہ جہاد کرنا یا نہ کرنا یعنی اسے موقوف کر دینا اس کا منصب ہو؟ تو یہ ظاہر ہے کہ بوجہ منجملہ رعایا ہونے کے جہاد کرنے کا منصب نہیں رکھتا۔ رہا جہاد کا موقوف کر دینا سو بحسب محاورہ یہ جملہ بھی اسی پر صادق آ سکتا ہے جو جہاد کرنیکی حیثیت رکھتا ہو اور پھر جہاد نہ کرے۔ مثلاً بادشاہ اسلام نے جس وقت مخالفین اسلام پر جزیہ مقرر کر دیا یا کوئی مخالف باقی نہ رہا تو کہا جاسکتا ہے کہ اس نے جہاد کو موقوف کر دیا ہے۔ قادیانی بے چارہ بھلا گورنمنٹ پر کیا احسان جتلا سکتا ہے اور بدین وجہ منجملہ خدام گورنمنٹ کے شمار کیا جاسکتا ہے کہ اس نے جہاد کو موقوف کر دیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ گورنمنٹ کو بذریعہ تحریرات یہ خدمت گزاری جتلا نا گویا دھوکا دینا ہے اور اگر صرف بیان عدم فرضیت جہاد کا فرض منہی ہے تو عدم فرضیت کے بیان کنندہ کو واضح الجہاد نہیں کہا جاتا۔ چنانچہ فرضیت کے بیان کنندہ کو مجاہد نہیں کہا جاسکتا۔ الغرض قادیانی کو فیض الجزیہ کا مصداق خیال کرنا مثل مشہور ”تومان نہ مان میں تیرا مہمان“ کا مصداق بنانا ہے۔ جزیہ کا موقوف کرنا بھی اسی سے متصور ہو سکتا ہے جس میں فلا یقبل الا السیف او الاسلام کی لیاقت ہوتا کہ بقیہ مخالفین بوجہ اسلام میں داخل ہونے کے محل جزیہ نہ رہیں۔ چنانچہ سچے مسیح موعود کے زمانے میں ایسا ہی ہوگا اور وجہ عدم قبول جزیہ کے بغیر از قتال یا اسلام پہلے گزر چکی ہے۔ اس تقریر سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جہاد بہ تیغ و سنان چونکہ باخذ جزیہ موقوف ہو سکتا ہے اور بوضع جزیہ واجب، جب تک سب اسلام میں داخل نہ ہوں۔ لہذا وضع جزیہ دلیل ہے تعیین جہاد سنانی پر مسیح و موعود کے زمانے میں



بخلاف جہاد بالحق والبرہان کے۔ کیونکہ یہ اخذ جزیہ سے موقوف نہیں ہو سکتا اور نہ وضع جزیہ سے واجب۔ اور وضع الحرب کا فقرہ محمول ہے اختلاف اوقات پر جیسا کہ قلت و کثرت باران و وجود البرکت و عدم البرکت مواشی اور رزق میں وغیرہ وغیرہ۔ اس تقریر میں ذرا غور کے بعد معلوم ہو سکتا ہے کہ امر وہی صاحب نے اس حدیث میں کس قدر دجل سے کام لیا ہے۔ و لیس هذا باول قارورة كسرت في الاسلام۔ عبارت مسطورہ ذیل صفحہ ۹۵ سطر ۱۳ شمس بازغہ کی ملاحظہ ہو۔ اور وضع جزیہ کے لئے حجت و برہان سے ابطال دین نصرانیت نہایت مناسب ہے کیونکہ کوئی مجدد اور موید الاسلام باخذ جزیہ حجت و برہان کو موقوف نہیں کر سکتا بخلاف تیغ و سنان کے کہ باخذ جزیہ ان کا وضع ہو سکتا ہے۔ ۱۲ انتھی۔ اس عبارت میں جملہ تعلیلیہ قابل توجہ ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حدیث میں ابطال بہ تیغ و سنان مراد ہے۔ فتأمل۔

**قولہ:** پھر امر وہی صاحب صفحہ ۹۵ میں ویہلک اللہ فی زمانہ الملل کلہا الا الاسلام کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ جملہ بھی دلیل ہے جہاد بالبرہان پر کما قال تعالیٰ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيِي مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ (الانفال: ۴۲) اسی طرح پر جملہ یہلک اللہ فی زمانہ المسیح الدجال معنی مذکور مراد ہے انتھی مختصراً۔

**اقول:** یہ جملہ بھی مطابق احادیث صریحہ فی القتال کے دال ہے اہلاک فی الحرب پر۔ اور نصوص قطعہ و احادیث صحیحہ سے جن کو بزعم خود امر وہی صاحب نے منافی ٹھہرایا ہے، جواب پہلے گزر چکا ہے۔ اور اس جملہ اور ایسا ہی جملہ ویہلک اللہ الخ کو قیاس آیت مذکورہ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ الْآیۃ کرنا کس قدر جہالت ہے۔ ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ بروقت ارادہ ابطال بالبرہان کے تصریح بلفظ برہان یا حجت یا بیئہ ضروری ہے۔ چنانچہ آیت مذکورہ میں عن بینه موجود ہے لہذا و کم اهلکنا من قرية و ایضاً و حرام علی قرية اهلکناھا







اسلام کا محل یعنی غیر مسلم باقی ہی نہ رہا تو لایصلی علیہ کی نسبت کسی کی طرف متصوّر نہ ہوگی۔ اور نیز تصریح وبصلی علیہ المسلمون کے ساتھ دفع ہے اس وہم کا جو ناشی ہے دلیل استحباب سے۔ یعنی یہ خیال نہ کیا جاوے کہ مسیح کا جسم بعد الوفات بھی بغیر از نماز و تدفین آسمان کو اٹھایا جاویگا جیسا کہ عندالرفع حالت حیات میں اٹھایا گیا تھا بلکہ اس وقت بوجہ تحقیق وفات کے باقی موتی کی طرح تجہیز و تدفین کی جاوے گی۔ بعد اس کے بہ نسبت مفہوم مخالف امر وہی صاحب کے گزارش ہے کہ بیشک یہ مفہوم مخالف ہے سیاق اس حدیث و نظائرہ سے۔ معہذا اس میں خود غرضی بھی ہے کیونکہ قبل از مرگ و او یلا کی طرح گویا ابھی سے قادیانی صاحب پر نماز جنازہ کا اہتمام ہو رہا ہے۔ یعنی حدیث سے ثابت ہے کہ اس پر نماز جنازہ نہ پڑھنے والا اسلام سے خارج ہوگا۔ مگر یاد رہے کہ یہ اہتمام بالکل عبث و فضول ہے۔ فتفکر۔

**قولہ:** صفحہ ۹۷۔ والحمد لله کہ یہ پیشین گوئی مخبر صادق کی اس مسیح موعود اور مہدی موعود پر پوری طرح صادق ہے۔ فالحمد لله۔

**اقول:** حدیث شریف کی تحریف پر الحمد لله پڑھنا کیسا بے ربط ہے۔ بجائے اس کے استغفر الله و اتوب الیہ پڑھنا چاہیے تھا۔ معلوم ہو کہ بعد تعیین اس امر کے کہ مراد احادیث میں وہی مسیح ابن مریم ہے نہ مثیل اس کا۔ ہم کو کوئی ضرورت ایسے فضول تحریفات کے جواب دینے کی نہیں۔ مگر تاہم ناظرین کے افادہ و اطمینان کے لئے ہر ایک تحریف کا جواب لکھا جاتا ہے۔

**قولہ:** صفحہ ۹۷ اور ۹۸ کا حاصل۔ مسلم کی حدیث پر جس میں امامت عیسیٰ کا ذکر بھی ہے، تین اعتراض کیے ہیں۔ ۱..... اول یہ حدیث معارض ہے ان احادیث صحیحہ کے جن میں مسیح موعود کا انکار از امامت مذکور ہے۔ ۲..... دوسرا ثابت ہو چکا ہے کہ مسیح موعود کے وقت جہاد موقوف ہو جاویگا اور اس حدیث میں جہاد کا ذکر ہے۔ ۳..... تیسرا اس حدیث میں لفظ تنزل



الروم بالا عماق او بدابق موجود ہے۔ چنانچہ مسیح ابن مریم کی نسبت فینزل عیسیٰ ابن مریم وارد ہوا ہے۔ پس چاہیے۔ کہ عیسیٰ ابن مریم کا نزول بھی ایسا ہی ہو جیسا کہ روم کا نزول اعماق یا دابق میں۔

**اقول:** پہلے اعتراض کا جواب: یہ تعارض ہمارے مدعی کو جو نزول مسیح کا ہے (بعینہ لا بمثیلہ) مضر نہیں۔ حضرت عیسیٰ بعد النزول امامت سے انکار کریں یا نہ۔ بہر حال نزول تو مشترک الثبوت ہے بین الحدیثین۔ حافظ ابن کثیر یا علامہ سیوطی کا لانا ان احادیث کو اپنی تفاسیر میں بھی اثبات رفع و نزول جسمی کے لئے ہے۔ اور ایسا ہی شمس الہدایت میں نقل کرنا ان کا بھی اسی غرض سے ہوا۔ غایت مافی الباب امامت مسیح کے مسئلہ میں تعارض کا وجود اگر موثر ہوا تو ہمارے اور مفسرین کے مدعی کی طرف متجاوز نہیں ہو سکتا اور نہ حدیث کی صحت کو مضر ہو سکتا ہے۔ مسلم کا لانا اس حدیث کو اپنی صحیح میں جس کی صحت پر کل محدثین کا اتفاق ہے، کافی ثبوت ہے اس کی صحت کے لئے۔ اور مسیح ابن مریم کی امامت بروقت نزول نہ سہی دوسری اوقات میں چونکہ ثابت ہے۔ چنانچہ شرح عقائد نسفی میں اس امر کی تصحیح کی گئی ہے کہ عیسیٰ لوگوں کی امامت کریں گے اور مہدی ان کا اقتداء کریں گے کیونکہ وہ افضل ہے لہذا اسی کی امامت اولیٰ ہے۔ انتہی۔ اور محدثین نے تطبیق کی یہی وجہ بیان کی ہے کہ نزول عیسیٰ کے وقت امامت مہدی کریں گے اور بعد اس کے عیسیٰ ابن مریم۔ چنانچہ امامت کا قاعدہ ہے تو اس حدیث میں فیؤمہم بہ نسبت اصل امامت مسیح کے درست ہوا اور مہدی کی امامت چونکہ بحسب وجہ مذکور ایک ہی مرتبہ واقع ہوگی لہذا اس کو بہ نسبت امامت عیسیٰ کے کان لم یکن تصور کر کر فیؤمہم فاء تعقیب بلا تراخی کے ساتھ بولا گیا۔ اور نیز روایات بالمعنی میں ایسے تساہلات معیوب نہیں سمجھے جاتے اور نیز تساہل یا خطا اپنے محل ہی میں موثر ہو سکتا ہے۔ اس مقام پر اگر فیؤمہم اور یؤمہم المہدی باعث تشکیک راوی کے وارد ہوتا تو یہ



تشکیک نہ تو باقی مضمون حدیث کو مشکک کر سکتی اور نہ اسکی صحت کو مضر ہوتی۔ چنانچہ اسی حدیث میں بلا عماق اور بدابق بہ تشکیک راوی وارد ہوا ہے۔ ایسا ہی صحیحین کی بہتری احادیث راوی کے شکوک سے خالی نہیں۔ معہذا انکی صحت میں کسی کو کلام نہیں۔

دوسرے اعتراض کا جواب: پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں جہاد بھی ہوگا اور وضع جہاد بھی مگر اوقات مختلفہ میں۔ فلا تعارض فتذکر۔

تیسرے اعتراض کا جواب: مسیح ابن مریم کا نزول بعد الرفع الی السماء ہوگا بخلاف نزول روم کے لہذا مسیح کا نزول روم کے۔ نزول کی طرح نہ ہونا چاہیے اور نیز مسیح اور روم کے نزولوں کا یکرنگ ہونا مخالف ہے آپ کے مذہب خانہ زاد کے لئے۔ کیا اب اپنے مذہب کو بھی بھولے جاتے ہیں؟ آپ کے نزدیک تو مسیح کا نزول تو بروزی ہے کیا روم کا نزول بھی بروزی ہوگا یا دونوں کا غیر بروزی۔ شق اول فی الواقع باطل ہے۔ اور دوسری مع بطلان فی نفسہ کے کما مر، آپ کے نزدیک برخلاف بھی ہے اور یک رنگی کا اثر صرف بہ نسبت نزول من السماء کے لینانہ بہ نسبت بروز کے، ترجیح بلا مرجح ہے۔

**قولہ:** صفحہ ۹۸ کا حاصل۔ لقیۃ لیلۃ اسری بی ابراہیم الخ والی حدیث میں جو جملہ معنی قضیبان کا ہے اس کا صدق قادیانی صاحب پر نہایت صاف ہے۔ کیونکہ آپ کو ایک روحانی تلوار دی گئی ہے اور دوسری قلم کی۔ اور جملہ فادعو اللہ علیہم فیہلکم ویمیتہم کا صاف دلالت کرتا ہے اس پر کہ مسیح موعود کا جنگ سنائی نہ ہوگا۔ انتھی محتصرأ۔

**اقول:** معنی قضیبان تک قادیانی صاحب تب پہنچ سکتے ہیں جب آپ نزول بروزی کی ذاتی صحت اور پھر آنحضرت ﷺ کا اس کو مراد لینا ثابت کریں۔ وودنہ خرط القتاد۔ اور جملہ فادعو اللہ کا منافی جنگ سنائی کو نہیں۔ چنانچہ احادیث میں دونوں کی تصریح موجود ہے۔ یہ بد دعا بھی ایک آلہ ہلاکت کا ہوگا، جیسے دوسرے ظاہری آلات۔ تشریح اسکی پہلی گذر چکی ہے۔



**قولہ:** صفحہ ۹۹ اور ۱۰۰ کا حاصل۔ اتینا عثمان بن العاص والی حدیث پر امر وہی صاحب کے چند اعتراض۔ ..... اول! اس حدیث میں خروج دجال کا ملتیقی البحرین میں لکھا ہے اور دوسری حدیثوں میں خَلَّه مابین الشام و العراق سے ہوگا۔ ۲..... دوسرا اس حدیث اور دوسری حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دجال یہود میں سے ہوگا اور دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ نصاریٰ سے ہوگا کیونکہ مسیح کے فرائض منصبی سے ہے یکسر الصلیب۔ جس سے بطور مفہوم مخالف کے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کے وقت میں غلبہ نصاریٰ کا ہوگا۔ ۳..... تیسرا اس حدیث میں فاذا راه الدجال ذاب کما یدوب الرصاص موجود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود کسی آلہ حرب سے دجال کو ہلاک نہ کریگا۔

**اقول:** بجواب پہلے سوال کے معروض ہے۔ کہ ملتیقی البحرین اور خَلَّه مابین الشام و العراق میں کوئی تعارض نہیں۔ کیونکہ شام اور عراق عجم کے مابین دجلہ اور فرات باہم ملتے ہیں تو ملتیقی البحرین بی مابین الشام و العراق ہوا۔ دیکھو جغرافیہ۔ دوسرے سوال کا جواب: دجال بیشک یہود میں سے ہی ہوگا۔ چنانچہ حدیث صحیحہ میں وارد ہے۔ اور آپ کے دلائل و استنباط نہ صرف بوجہ مخالفت احادیث صحیحہ کے بلکہ اصول علمیہ کے مطابق بھی مضحکہ طفلان ہیں۔ بھلا صاحب فرمائیے! جب یکسر الصلیب کا جملہ مفہوم مخالف کے طور پر دجال کے نصاریٰ میں سے ہونے پر دال ہے تو پھر جملہ ویہلک اللہ فی زمانہ الملل کلہا الا الاسلام مفہوم مخالف کے طور پر دجال کے یہود و نصاریٰ و ہنود وغیرہ وغیرہ میں سے ہونے پر کیوں نہیں دلالت کرتا؟ بحسب اجتہاد عالی چاہیے کہ دجال جتنے گروہ دنیا میں بغیر اہل اسلام کے ہیں، سب میں سے ہو۔ حالانکہ حدیث صحیحہ سے اس کی شخصیت ثابت ہے اور واحد بال شخص کا مختلف گروہوں سے ہونا ممکن نہیں۔

تیسرے اعتراض کا جواب: فاذا راه ذاب کما یدوب الرصاص میں ذاب



بمعنی قرب الی الذوبان کے ہے۔ یعنی دجال مسیح ابن مریم کو دیکھتے ہی قریب گھلنے کے ہو جاویگا۔ اس پر قرینہ اسکا مابعد ہے فیضع! حربتہ بین ثندوتیہ فیقتلہ جو اسی حدیث میں موجود ہے کیونکہ گھلنے کے بعد وضع حربہ نہیں ہو سکتا۔

**قولہ:** صفحہ ۱۰۰ سے ۱۰۳ تک کا حاصل۔ صرف دو ہی باتیں ہیں۔ ایک فتن دجالیہ دین اسلام میں اسوقت بکثرت وارد ہو رہی ہیں جن کے ورود کا مقتضی طبعی یہ ہے کہ مسیح موعود کا زمانہ بھی یہی ہو۔ دوسرا قولہ فانا حجیج کل مسلم وان یخرج من بعدی فکل حجیج نفسہ اس جملہ سے صاف ثابت ہوا کہ دجال سے جنگ نجات و برہان ہوگا نہ تیغ و سنان سے۔ قرآن مجید میں حاج ابراہیم اور حاجہ قومہ اور اتحاجونی فی اللہ حاجتہم اور فلم تحاجون موجود ہیں جن میں مناظرت علمیہ کا بیان ہے تیغ و سنان کا نہیں۔ انتہی۔

**اقول:** پہلے مضمون کی تردید۔ ہاں صاحب ہم بھی مانتے ہیں کہ فتن دجالیہ کا شروع دین اسلام میں ہو گیا ہے۔ اس سے بڑھکر کیا ہوگا۔ قرآن کریم اور سنت صحیحہ کی تحریف ہو رہی ہے جس کا طبعی مقتضی یہ ہے کہ سچا مسیح نازل ہو کر دجال شخصی کو جو عنقریب آنے والا ہے بمعہ چیلوں چانٹوں اس کے جو ابھی سے تحریف میں شروع ہو رہے ہیں قتل کرے۔ دوسرے اعتراض کا جواب: پہلے گذر چکا ہے۔

**قولہ:** صفحہ ۱۰۳ اور ۱۰۴ کا حاصل۔ ابی امامہ باہلی والی حدیث کے اس ٹکڑے مسطورہ ذیل پر حملہ کہ وانه یخرج من خلة بین الشام والعراق کہ یہ جملہ معارض ہے۔ دوسری حدیثوں کے کیونکہ شام و عراق، حجاز سے شمال کی طرف واقع ہے و دیکھو نقشہ جات اور جغرافیہ۔ اور دوسری حدیث صحیح مسلم سے معلوم ہوتا ہے دجال کا خروج مشرق کی طرف سے ہے۔ کما فی المسلم واوما الی المشرق رواہ مسلم دوسرا اعتراض اس پر کہ انہ اعور! اپنا خنجر دجال کے دو پستانوں کے درمیان رکھیں گے۔ شندوہ، پستان مرد (منجد)۔



وان ربکم لیس باعور کو اگر ظاہر پر رکھا جاوے تو چاہیے کہ جو شخص اعور نہ ہو وہ رب ہو سکے۔ ہاں تاویلی معنی درست ہو سکتا ہے یعنی دنیوی امور کی بصارت والی آنکھ اس کی درست ہوگی اور دینی امور کی آنکھ اسکی معدوم۔ تیسرا اعتراض اس پر وانہ مکتوب بین عینہ کافر یقرءہ کل مؤمن کاتب وغیر کاتب یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ کاتب وغیر کاتب دونوں کو اس کا علم برابر ہو جاوے۔ یہ تو نص قرآن مجید کے برخلاف ہے قال اللہ تعالیٰ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (زمر: ۹)۔

**اقول:** پہلے اعتراض کا جواب: ہم نے نقشہ جات و جغرافیہ کو دیکھا ہے مگر عراق کا حجاز سے شمال کی طرف واقع ہونا جیسا کہ آپ فرماتے ہیں بالکل جھوٹ اور لغو ہے۔ ہاں شام بیشک حجاز سے شمال کی طرف واقع ہے اور عراق عجم حجاز سے بالخصوص مدینہ طیبہ سے علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام مشرق کی جانب واقع ہے۔ قریباً ہزار میل راستے کے فاصلے پر اور بین الشام والعراق سے بھی مراد وسط حقیقی نہیں بلکہ عرفی اور ملتقی البحرین یعنی دجلہ و فرات جس کو خلد بین الشام والعراق سے بھی تعبیر کی گئی ہے بہ نسبت شام کے قریب بعراق ہے۔ لہذا دجال کا مخرج خلد بین الشام والعراق بھی اور ملتقی البحرین بھی اور شرق بھی ہوا۔ ہاں ترمذی کی حدیث بظاہر حدیث مذکور کے معارض معلوم ہوتی ہے۔ جس میں دجال کا خروج خراساں سے مذکور ہے، مگر فی الواقع کوئی تعارض نہیں۔ چونکہ دجال کا گذران سب مقامات سے ہوگا لہذا کشف نبوی ﷺ کا پتہ دینا ہر ایک مقام سے بحسب اوقات مختلفہ صحیح اور بجا ہے۔

دوسرے اعتراض کا جواب: ایسا غوجی پڑھے ہوئے طالب علم سے مل سکتا ہے۔ الدجال اعور (صغری) اللہ لیس باعور (کبری) فالدجال لیس باللہ اللہ لیس باعور پر یہ اعتراض کہ چاہیے کہ جو شخص اعور نہ ہو وہ اللہ ہو سکے کس قدر جہالت ہے۔ کیا ایک اعوریت کو ہی آپ نے منافی بالوہیت خیال کیا ہے بغیر اس کے اور کوئی وصف



ممکنات کے اوصاف میں سے منافی بالوہیت نہیں۔ کھانا پینا باپ بیٹا ہونا وغیرہ وغیرہ یہ سب منافی بالوہیت ہیں۔ تو پھر جو شخص اعور نہ ہو تو کیا باوجود کھانے پینے یا باپ ہونے کے رب ہو سکتا ہے؟ امر وہی صاحب حدیث اور قرآن کی تحریف کا ثمرہ یہی ہوتا ہے کہ خبیثوں اور پاگلوں کی طرح انسان مضحکہ عقلاء ہو جاتا ہے۔ آپ نے ناحق اس کوچہ مناظرہ میں قدم رکھا۔ پھر آپ سے دریافت کیا جاتا ہے۔ کہ آپ کے تاویلی معنی پر یہ آپ کا لاصل شبہ وارد نہیں ہوتا کہ جس کی حق بین آنکھ اندھی نہ ہو تو چاہیے کہ وہ شخص رب ہو سکتا ہے۔ آپ نے اتنا بھی خیال نہ فرمایا کہ یہ منطق ہمارا تو ہمارے معنی پر بھی جاری ہو سکتا ہے۔

تیسرے اعتراض کا جواب: ہاں صاحب یہ ہو سکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مومن کو شیطان و دجال وغیرہ ما من اتباعہما کے دھوکے سے بچانا چاہتا ہے تو بن لکھے پڑھے و بغیر معلم ظاہری کے اس میں علم وجدانی پیدا فرما دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ بھی بالاولیٰ اہل علم میں سے شمار ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس نیاز مند علماء و فقراء نے بلوغت سے اول جس وقت احادیث دجال کے نام تک بھی نہیں سنا تھا دجال کو خواب میں شرقی جانب سے آتا ہوا دیکھا۔ دائیں آنکھ اسکی پھوٹی ہوئی میں دیکھ رہا تھا۔ اس نے مجھ کو کہا کہ کہو کہ خدا ایک نہیں۔ میں سخت غضبناک ہو کر کہتا تھا کہ مردود شیطان خدا ایک ہی ہے اسکا کوئی شریک نہیں۔ پھر اس نے چند قدم میری طرف بڑھ کر میرے پر تلوار کی وار کی۔ پھر اس کی وار خطا ہو کر تلوار اس کی زمین پر جا پڑی۔ پھر وہ پیچھے کو مینڈھے کی طرح انہی قدموں پر ہٹ کر پہلی جگہ پر کھڑا ہوا۔ پھر وہی کلمہ اس نے کہا اور بجواب اس کے میں نے بھی وہی کہا جو پہلے کہا تھا۔ پھر اس نے دوبارہ میرے گلے پر تلوار کی وار کی پھر وہ خطا ہو کر زمین پر جا پڑی۔ تیسری دفعہ پھر ایسا ہی ہوا بلکہ آخری دفعہ تو تلوار کا قبضہ اس کے ہاتھ میں رہا اور تلوار قبضہ سے نکل کر زمین پر جا پڑی۔ ان تین نوبتوں بغیر اس کے کہ میں نے سر کو خم کیا ہو تلوار اس کی میرے سر کے اوپر سے ہی گذرتی رہی۔ اب خیال



فرمائیے کہ اس بچپن کی حالت میں مجھے کس نے جتلیا یا کہ یہ دجال ہے؟ اور کس نے مجھ کو ایسی سہمگین حالت میں خائف نہ ہونے دیا اور کس نے میرے منہ سے تین دفعہ توحید کی شہادت دلائی اور کس نے باوجود اس کے کہ اس نے میرے گلے ہی کو نشانہ بنایا تھا، اور میں نے سر کو ذرہ بھی خم نہیں دیا تھا، تلوار کو سر کے اوپر سے گزار کر زمین پر مارا۔

پھر فرمائیے کہ قبر میں ہر ایک مومن کو عربی سوال من ربک وما دینک اور ماتقول فی هذا الرجل کے سمجھنے پر قدرت کون دیتا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کی صورت پاک کو کون بتاتا ہے جس کو مومن بغیر اس کے کہ پہلے دیکھا ہو پہچان کر کہتا ہے کہ یہ ہمارا پیغمبر ہے۔ پھر فرمائیے کہ ہاتھ پاؤں کو زبان کی طرح کون قیامت کے دن گویا کر کہ شہادت لے گا۔ یہ وہی لطیف و رحیم تو ہے جس کے خاص شان الیس اللہ بکاف عبده کی ہے۔ جب اسکی عنایت شامل حال ہو تو غیر کاتب بھی کاتب کے مساوی فی العلم ہوتا ہے اور وہ دونوں یعلمون میں داخل رہے۔ لایعلمون میں وہی رہا جو موہوبی اور کسی تعلیم دونوں سے خالی ہو۔

**قولہ:** پھر اس کے بعد اسی صفحہ ۱۰۴ پر امر وہی صاحب نے اس حدیث کا معنی کیا ہے کہ دجال مجرموں کی طرح پیشانی سے پہچانا جائیگا یہ نہیں کہ لفظ کافر یا ک ف ر اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا۔

**اقول:** یہ معنی بالکل برخلاف ہے الفاظ مصرحہ ذیل سے مکتوب یقرء کاتب وغیر کاتب۔ یعرف المجرمون بسیمامہم نظائرہ کجا اور حدیث مذکور کجا۔

**قولہ:** صفحہ ۱۰۵ کا حاصل۔ دجال کے ساتھ جنت اور نار کا ہونا نصوص قرآنیہ کے معارض ہے اور نیز برخلاف ہے تصریح شمس الہدایت کے کہ اس میں دجال کے ساتھ رویوں کے پہاڑ اور نہر کا ہونا محض خیالی لکھا ہوا ہے نہ واقعی۔ اور نیز مراد دجال سے شیطان ہے کیونکہ ابو سعید خدری بہ نسبت اس شخص کے کہ جس کو دجال قتل کر کہ پھر زندہ کریگا فرماتے ہیں۔ کہ



رجل بغیر عمر رضی اللہ عنہ کے اور کسی کو ہم نہیں جانتے پس اگر دجال سے مراد وہی شخص معین معبود ہے تو پھر وہ رجل مقتول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیونکر ہو سکتے ہیں۔

**اقول:** جنت اور نار بھی خیالی ہوگا روئیوں کے پہاڑ کی طرح فلا تعارض۔ دیکھو ملا علی قاری وغیرہ، شروع حدیث اور نصوص قرآنیہ کے تعارض سے جواب پہلے گذر چکا ہے۔ اور ابو سعید خدری اپنے خیال اور رائے کو ظاہر فرما رہے ہیں جس میں یہ بھی فرما دیا کہ ہمارا خیال ٹھیک نہ نکلا۔ دیکھو عبارت مسطورہ ذیل قال قال ابو سعید واللہ ما کنا نری ذلک الرجل الا عمر بن الخطاب حتی مضی بسبیلہ انتھی۔ اس عبارت میں فقرہ نری اور حتی مضی بسبیلہ محل استشہاد ہے۔

**قولہ:** صفحہ ۱۰۶ کا حاصل۔ ان من فتنته ان یامر السماء ان تمطر الخ یہ پیشین گوئی بھی پوری ہو رہی ہے۔ یورپ اور امریکہ میں بلکہ بعض جگہ ہندوستان میں بھی بذریعہ ایک خاص سامان کے پانی برسایا گیا۔

**اقول:** ان من فتنته میں ضمیر مجرور متصل کا مرجع چونکہ دجال شخصی معبود ہے لہذا اس پیشین گوئی کا پورا ہونا یا خیال کرنا از قبیل قبل از مرگ واویلا کے ہے۔ اور نیز اس حدیث میں فقرہ ان یامر السماء منافی ہے تاویل مذکور کے لئے۔

**قولہ:** صفحہ ۱۰۷ کا حاصل۔ انه لا یبقی شیء من الارض الا وطنہ و ظهر علیہ الامکة و مدینة یہ پیشین گوئی بھی واقع ہو گئی ہے۔ مخالف بتلاوے کہ کونسا ملک اور قطعہ کلاں زمین کا ایسا ہے جس میں یہ دجال نہیں پھر گیا۔

**اقول:** اس حدیث میں بھی وطنہ اور ظهر کا فاعل چونکہ دجال شخصی ہے لہذا یہ پیشین گوئی بھی واقع نہیں ہوئی۔ اگر کوئی شخص صرف زمین پر پھر جانے سے دجال سمجھا جاوے تو پھر پاوریوں کی کیا تخصیص ہے۔ اور نیز زمین پر چالیس دن کے اندر پھر جانا دجال کے لئے خاصہ قرار دیا گیا ہے نہ مطلق۔



**قولہ:** صفحہ ۱۰۸ کا حاصل۔ ۱..... و امامہم رجل صالح قد تقدم يصلى بهم  
الصبح اس جملہ میں امام مہدی کا کہیں پتہ و نشان نہیں۔ ۲..... دوسرا فیدر کہ عند باب  
لد الشرقى فيقتله الى قوله فيهزم الله اليهود۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال  
یہود سے ہوگا۔ مگر آیت ضربت عليهم الذلة والمسكنة الآية کی یہود کو یہ شوکت  
نصیب نہیں ہونے دیتی۔ پھر ۳..... اسی صفحہ میں منہیہ لکھا ہے کہ ساری احادیث ابن کثیر کی  
ہمارے حق میں مفید ٹھہریں اور مخالفین کے حق میں مضر۔

**اقول:** ۱..... کیوں صاحب رجل صالح تعبیر مہدی سے کیوں نہیں ہو سکتی۔ کیا مہدی  
موجود مرد صالح نہ ہوگا۔ ہاں تصریح بمہدی اس حدیث میں نہیں۔ سو روایات بالمعنی میں خاص  
لفظ کا ترک کرنا معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ دیکھو شمس بازغہ کے اسی صفحہ کی پہلی سطر کو جس میں آپ  
نے احادیث متعلقہ پیشین گوئی کو از قبیل روایات بالمعنی کے ٹھہرا کر محل تو وسیع بیان فرمایا ہے۔

۲..... دوسری اشکال کا جواب: تھوڑے دنوں میں دجال کا ہلاک کیا جانا خصوصاً ایسے  
تعلیٰ اور نخوت کے بعد صاف وقوع و ظہور ہے آیت و ضربت عليهم الذلة  
والمسكنة کے لئے۔ مفصل جواب گذر چکا ہے۔

۳..... تیسری لاف کا جواب: ساری احادیث ابن کثیر میں چونکہ مسیح ابن مریم بعینہ  
کا ذکر ہے نہ اس کے مثیل کا۔ لہذا ان احادیث کا مفید ہونا آپ کے لئے محض خیالی پلاؤ ہے  
قابل تسلیم نہیں بلکہ معاملہ بالعکس ہے۔

**قولہ:** صفحہ ۱۰۹ کا حاصل۔ ۱..... ان ایامہ اربعون السنة كنصف السنة الخ اس  
حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال کے وقت سنین اور شہور اور ایام نہایت جلد گزریں گے اور  
مسلم کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ایام نہایت طویل ہونگے۔ دیکھو اربعون يوماً  
يوم كسنة ويوم كشهرا الخ فما التطبيق۔ ۲..... دوسرا مسلم کی حدیث مذکور میں دجال کا



ایک دن جو برس دن کے برابر ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے برس دن کی نماز پڑھنے کیلئے ارشاد فرمایا اور اس حدیث میں بیان فرمایا کہ جس طرح پران ایام طویل میں پانچ نمازیں پڑھتے ہو اسی طرح پران ایام قصر میں پانچ وقت کا اندازہ کر لیجو فاین هذا من ذلک۔

**اقول:** ..... اس حدیث میں فقرہ السنة کنصف السنة الخ معارض نہیں ہو سکتا مسلم والی حدیث کے اس فقرہ کو کہ یوم کسنة الخ۔ چنانچہ بغوی نے شرح السنة میں لکھا ہے ولا یصلح ان یکون معارضاً لروایة مسلم هذه۔ یعنی مسلم والی حدیث کا فقرہ صحیح مانا گیا اور یہ غیر صحیح لیکن اس فقرہ کی عدم صحت نہ تو مفسرین کو مضر ہے اور نہ ہمارے مدعی کو کیونکہ احادیث نزول میں محل استشہاد ہمارا نزول مسیح بن مریم کا ہے بعینہ بغیر اس کے کسی مثیل کے۔ سو یہ سب احادیث سے ثابت ہے۔ مفسرین نے اور ہم نے کب دعویٰ کیا ہے کہ بالضرور دجال کے ایام میں سے السنة کنصف السنة الخ ہوگا۔

۲..... دوسرے اعتراض کی نسبت معروض ہے کہ نماز کے بارے میں دونوں حدیثوں میں آنحضرت ﷺ نے اندازہ کر لینے کا ارشاد فرمایا ہے۔ مسلم والی حدیث میں فرمایا کہ اقدر و الہ قدرہ۔ اور اس حدیث میں ارشاد ہوا کہ تقدرون الصلوة کما تقدرون فی هذه الايام الطوال۔ اور معلوم ہو کہ اس حدیث میں ایام طوال سے مراد وہ ایام طوال نہیں جو مسلم والی حدیث میں مذکور ہیں کیونکہ وہ تو مخالف ہے اس روایت کے جن کا اجتماع ہو ہی نہیں سکتا تا کہ یہ ایام طوال اور وہ ایام طول ایک ہی ہوں بلکہ اس حدیث میں هذه الايام الطوال۔ سے مراد اسی زمانہ کے ایام ہیں جو طوال ہیں بہ نسبت ان ایام قصر کے جو اس حدیث دجال میں مذکور ہیں۔

**قولہ:** صفحہ ۱۱۰ کا حاصل۔ حکماً عدلاً قادیانی صاحب پر صادق ہے جس نے متعدد مسائل سے اختلاف کو جو عرصہ دراز سے چلا آیا تھا اٹھا دیا یعنی ایسا فیصلہ کر دیا کہ مخالف کو دم مارنے کی جگہ باقی نہ رہی۔



**اقول:** اگر احادیث نزول کو مخالف عقل و نقل ٹھہرانے کی وجہ سے حکماً عدلاً کا مصداق ہیں تو پھر قادیانی صاحب سے زیادہ معتزلہ اور جہمیہ حکماً عدلاً ہونیکا استحقاق رکھتے تھے۔ کیونکہ یہ مسلک انہیں کا ہے۔ ہاں قادیانی نے مسیح موعود بننے میں ان پر پیش قدمی کی ہے۔ دیکھو صحیح مسلم کی جلد اخیر صفحہ ۴۰۳ کے حاشیہ میں نووی لکھتا ہے۔ قال القاضي رحمه الله تعالى نزول عيسى عليه السلام وقتله الدجال حق و صحيح عند اهل السنة للاحادیث الصحيحة في ذلك و ليس في العقل ولا في الشرع ما يبطله فوجب اثباته وانكر ذلك بعض المعتزلة والجهمية ومن وافقهم وزعموا ان هذه الاحادیث مردودة لقوله تعالى و خاتم النبیین و بقوله ﷺ لاني بعدی و باجماع المسلمین انه لاني بعد نبینا ﷺ و ان شریعته موبدة الی یوم القيمة لا تنسخ وهذا لاستدلال فاسد لانه ليس المراد بنزول ﷺ انه ينزل نبيا بشرع ينسخ شرعنا ولا في هذه الاحادیث ولا في غيرها شئ من هذا بل صحت هذه الاحادیث هنا وما سبق في كتاب الايمان و غيرها انه ينزل حکما مقسطا يحکم بشرعنا و یحی من امور شرعنا ما هجره الناس۔ انتھی۔

**قولہ:** پھر اسی صفحہ میں یضع الجزیہ کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ مسیح موعود کے زمانہ میں لڑائی بالجت والبرہان ہونے کی وجہ سے جزیہ موقوف ہوگا۔

**اقول:** اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے۔

**قولہ:** صفحہ ۱۱۱ کا حاصل۔ و یتروک الصدقة کنا یہ ہے کثرت اموال سے اور ترتفع الشحنا کا وقوع بھی ابھی سے ہو رہا ہے۔

**اقول:** یہ سب قبل از مرگ واویلا کا مصداق ہے۔ کما مر۔

**قولہ:** صفحہ ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴ کا حاصل۔ و ان قبل خروج الدجال ثلث سنوات والی



حدیث پر اعتراض کہ یہ معارض ہے دوسری حدیث کو جس میں تینوں قحطوں کا ہونا خروج دجال کے زمانہ میں لکھا ہے فقال ان بین یدیه ثلث سنین الخ۔ دوسرا یہ پیشین گوئی تین قحطوں والی بھی واقع ہو چکی ہے۔

**اقول:** خروج دجال کے پہلے بھی قحط ہوگا اور اس کے زمانہ میں بھی تھوڑے دن باقی رہے گا بدیں لحاظ قبل خروج الدجال اور بین ید یہ کا کہنا صحیح ہے محاورات عرفیہ میں۔ تقریبی حساب اکثر ملحوظ ہوتا ہے بہ نسبت تحقیقی کے۔

دوسرے اعتراض کا جواب وہی قبل از مرگ واویلا سمجھنا چاہیے۔ اب توضیح اوقات کے لحاظ سے اختصار سے کام لیا جاتا ہے ورنہ کوئی فقرہ ان کا جس میں متفرد ہیں، جہالت سے خالی نہیں۔

**قولہ:** صفحہ ۱۱۵ اور ۱۱۶ کا حاصل۔ نو اس بن سمعان والی حدیث میں جو فواتح سورہ کہف کے پڑھنے کا حکم فرمایا ہے اس سے ثابت ہوا کہ دجال نصاریٰ سے ہوگا کیونکہ سورہ کہف کے فواتح میں حضرت عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے کا رد فرمایا گیا ہے۔ قال تعالیٰ وَيُنذِرَ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا ۚ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ الْآيَةَ (کہف: ۴-۵)

**اقول:** فواتح سورہ کہف کے پڑھنے کا حکم فرمانے سے ثابت ہوا کہ دجال نصاریٰ سے نہیں کیونکہ سورہ کہف کے فواتح میں اصحاب کہف کا محفوظ رہنا کفار سے مذکور ہے جن کا بادشاہ جبراً اقرار بالشک کر اتا تھا۔ چنانچہ دجال بھی جبراً شرک پھیلائے گا۔ لہذا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم بھی فتنہ دجال سے بچنے کے لئے فواتح سورہ کہف پڑھیو تا کہ اصحاب کہف کی طرح اللہ تعالیٰ تم کو اس کے شر سے بچائے۔ اور ظاہر ہے کہ آج تک گورنمنٹ اور اس کے پادریوں نے کسی کو بالجبر عیسائی نہیں بنایا۔ باقی مضامین ان صفحات کی تردید پہلے گزر چکی ہے۔

**قولہ:** صفحہ ۱۱۷ کا حاصل۔ مسلم کی حدیث میں اس جملہ پر فیمکتھ اربعین لا ادری



اربعین یوماً او اربعین شہرا و اربعین عاما۔ اعتراض! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدت مکث و جہال کا علم نہیں۔

**اقول:** آنحضرت ﷺ کو جس جس مضمون میں علم تدریجاً فترتاً دیا جاتا تھا اس کو آپ ﷺ بیان فرماتے رہے۔ اور جتنی قدر میں جب تک علم نہ دیا جاوے اس کی لاعلمی بیان فرماتے تھے چنانچہ و جہال کی نسبت پہلے آپ کو پورے طور پر معلوم نہیں ہوا اور پھر معلوم ہونے کے بعد حلیہ تفصیلی طور پر بیان فرمایا ایسا ہی بہ نسبت ایام اس کے بھی سمجھنا چاہیے باقی مضامین اس صفحہ کی تردید تھوڑی توجہ سے ادنیٰ طالب علم بھی کر سکتا ہے۔ اور پہلے بھی گزر چکی ہے۔

**قولہ:** صفحہ ۱۱۸ کا حاصل۔ فی قتله عند باب لد کے متعلق فرماتے ہیں۔ کہ ”لد“ جمع ”الد“ بمعنی جھگڑالو۔ مراد اس سے لاٹ پادری ہے جو بمعہ اپنے ماتحت پادریوں کے ہلاک ہو رہا ہے یعنی مسیح موعود (قادیانی) اس کو ہلاک کر رہا ہے۔

**اقول:** ناظرین خدارا انصاف! حدیث شریف کے ساتھ کس قدر تمسخر ہو رہا ہے۔ میں کہتا ہوں یہ تحریف نہایت بعید ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ اگر بالضرور آپ کو خلاف مرضی آنحضرت ﷺ کے بلکہ اس کا شوق ہے تو پھر مناسب تر یہ معلوم ہوتا ہے۔ فی قتله عند باب لد کا معنی یہ ہو کہ مسیح موعود و جہال کو قتل کرے گا لدھیانہ کے دروازہ کے نزدیک قادیان میں۔ دجل یعنی تحریف وغیرہ تو عرصہ سے واقع ہو رہی ہے۔ اب دیکھیے مسیح موعود کب تشریف لاتے ہیں؟ ایسے واہیات مضامین کا جواب کیا لکھا جاوے۔ جواب تو یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا شخص پیدا ہو۔ ایہا الناظرون! آیت اور حدیث کی تحریف سنی نہیں جاتی ورنہ ہماری اور ان کی کوئی عداوت وغیرہ نہیں۔

**قولہ:** صفحہ ۱۱۹ کا حاصل۔ طلوع الشمس من مغربها کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ یہ مخالف ہے وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ (سین: ۳۸)



کے لئے۔ ہاں تاویلی معنی صحیح ہو سکتا ہے کہ مراد اس سے یہ ہو کہ آفتاب تو حید اسلام کا طلوع مغرب سے ہو گا چنانچہ امریکہ اور یورپ کے ملکوں میں آفتاب تو حید کا طلوع ہو چلا ہے۔

**اقول:** صحیحین میں مذکور ہے۔ کہ مستقر ہا تحت العرش سو آفتاب کا چلنا اپنے قرار گاہ کی طرف بہر تقدیر ہو سکتا ہے خواہ مشرق سے آفتاب کا طلوع ہو یا مغرب سے۔ اور تاویلی معنی آپکا بالکل لغو ہے کیونکہ مسلم وغیرہ کی حدیث میں وارد ہے کہ تین علامات کے ظہور کے بعد کسی نفس کو ایمان لانا یا عمل صالح کرنا نفع نہ دیگا۔ مغرب سے آفتاب کا طلوع الخ۔ اب مروی صاحب کے نزدیک معنی یہ ہو گا کہ امریکہ اور یورپ میں ظہور اسلام کے بعد کسی نفس کو ایمان لانا نفع نہ کریگا۔ نعوذ باللہ من ہفوات الجاہلین۔

**قولہ:** صفحہ ۱۱۹ سے ۱۲۹ تک۔

**اقول:** ادنیٰ طالب علم بھی ان صفحات کے مضامین کو رد کر سکتا ہے۔

صفحہ ۱۲۱ میں ریل گاڑی پر دابة الارض کا اطلاق ثابت کرنے کے لئے قاموس کی عبارت ذیل کو سند لاتے ہیں۔ والدابة مادب من الحيوان و غلب على مايركب۔ جس سے صاحب قاموس کا یہ مطلب ہے کہ غالباً دابة کا اطلاق انہیں حیوانات پر ہوتا ہے جن پر سواری کی جاوے۔

**قولہ:** صفحہ ۱۲۹ اور ۱۳۰ کا حاصل۔ یدفن عیسیٰ ابن مریم مع رسول اللہ ﷺ و صاحبیہ فیکون قبرہ رابعاً۔ جس کو بخاری نے اپنی تاریخ میں اخراج کیا ہے۔ اس پر مروی صاحب کے چند خدشات۔

۱..... اول! یہ معارض ہے دوسری روایت کے جو عینی میں لکھی ہے۔ قيل یدفن فی الارض المقدسة پس بحکم اذا تعارضتا ساقط الاعتبار ہوویں گے۔

۲..... دوسرا! یدفن معہ وفی قبری کے کیا معنی ہیں معیت زمانی بھی لزوم کذب کی وجہ سے



مراد نہیں ہو سکتی اور معیت مکانی بھی دور از عقل و نقل ہے کہ آنحضرت ﷺ کا مزار شریف اکھاڑا جاوے اور حضرت عیسیٰ آپ کی قبر شریف میں دفن کئے جاویں۔ اور اگر لفظ معہ اور قبری سے بتاویل بعید آپ ﷺ کا مقبرہ مراد لیا جاوے تو معارض ہے حدیث ذیل سے قالت لما قبض رسول الله ﷺ اختلفوا في دفنه فقال ابو بكر سمعت من رسول الله ﷺ شيئا قال ما قبض الله نبياً الا في الموضع الذي يحب ان يدفن فيه ادفنوه في موضع فراشه۔ اخیر کا فقرہ چاہتا ہے کہ عیسیٰ بن مریم موضع فراش اپنے مدفون ہوں اور ظاہر ہے کہ موضع فراش عیسیٰ کا آنحضرت ﷺ کا روضہ مقدسہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تو نہیں تھا۔ لہذا یہ حدیث روضہ پاک میں مدفون ہونے مسیح بن مریم سے مانع ہے۔

**اقول:** قیل یدفن والی روایت جس کے ضعیف ہونے پر قیل دال ہے بخاری کی روایت کو معارض نہیں ہو سکتی کیونکہ معارضہ میں تساوی شرط ہے۔ اگر امر وہی صاحب کی طرح کہا جاوے کہ بخاری کی روایت کو آیت ذیل معارض ہے۔ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا (النساء: ۶۹)۔ تو جواباً معروض ہے کہ اس آیت کا مفاد یہ ہے کہ منعّم علیہم باہم برزخی رفاقت رکھتے ہیں اسکا ہم کب انکار کرتے ہیں اور ہم کو مضر بھی نہیں۔ ہاں آیت کا مطلب اگر یہ ہوتا کہ منعّم علیہم کا ایک دوسرے کے جوار میں مدفون ہونا نہیں ہو سکتا تو البتہ آیت مذکورہ معارض ہوتی بخاری کی حدیث کو۔ واین هذا من ذاک۔ اور مراد معی سے آنحضرت ﷺ کا مقبرہ ہے اور ترمذی کی حدیث مذکور بخاری کی روایت کو بوجہ عدم تساوی و ضعیف ہونے کے معارض نہیں ہو سکتی۔ وقال غریب و فی اسنادہ عبد الرحمن بن بکر الملیکی یضعف من قبل حفظہ (ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ)۔ اور بالفرض اگر تساوی دونوں روایتوں کا مانا بھی جاوے تو بھی ترمذی کی حدیث



معارض نہیں ہو سکتی بلکہ موید ہے۔ کیونکہ ما قبض اللہ نبیا الا فی الموضوع الذی یحب اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر نبی کو اس کی مرغوب جگہ میں مقبوض فرماتا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کو چونکہ موضع فراش محبوب تھا جس میں تنہا ہو کر شاعلی بحق ہوتے تھے۔ لہذا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اد فنوہ فی موضع فراشہ۔ اور عیسیٰ ابن مریم کو کیا بلکہ ہر ایک مسلمان کو بغیر فرقہ مرزائیہ کے چونکہ مقبرہ آنحضرت ﷺ کا ہی محبوب ہے لہذا بحکم اسی حدیث ترمذی کے ان کو آنحضرت ﷺ کے مقبرہ طیبہ میں مدفون ہونا چاہیے۔ موید کو معارض سمجھنا آپ ہی کا کمال ہے۔ ہاں اگر بجائے فقرہ مذکور ما قبض اللہ نبیا الا فی موضع فراشہ ہوتا تو پھر بظاہر آپ کے خدشہ کی گنجائش تھی اگرچہ بعد الغوریہ فقرہ بھی بخاری کی روایت کے معارض معلوم نہیں ہوتا کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ما قبض اللہ بصیغہ ماضی فرمایا ہے۔ ارشاد کے وقت مسیح خارج تھا بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ما قبض اللہ کی جگہ اگر ما یقبض اللہ بھی بصیغہ استمرار تجدیدی کما ہو مدلول المضارع ہوتا تو بھی مسیح بروایت بخاری مستثنیٰ ہو سکتا تھا۔

**قولہ:** ص ۱۳۱ کا حاصل۔ نزول مسیح ابن مریم بروزی طور پر ہوگا مسئلہ بروز کو فتوحات کے باب ۳۶ اور ۳۸ میں ملاحظہ کیا جاوے۔

**اقول:** فتوحات کے ابواب مذکورہ کا حاصل پہلے لکھا گیا ہے۔ جس میں اصلاً بروز عرفی کا ذکر نہیں اور جو دلائل آیات سے امر وہی صاحب نے لکھے تھے۔ ان کا جواب بھی گزر چکا ہے۔

**قولہ:** صفحہ ۱۳۲ کا حاصل۔ جو تعارضات اس قسم کے ہیں کہ بلحاظ قواعد عربیہ و اصول ادبیہ کے ان میں تطبیق نہیں ہو سکتی وہ بحکم اذا تعارضتسا قطا کے ساقط الاعتبار ہیں۔

**اقول:** کوئی حدیث دوسری حدیث سے معارض مسئلہ نزول مسیح ابن مریم بعینہ لا بمثلہ میں نہیں۔ چنانچہ مفصل لکھا گیا ہے آپ کے قواعد عربیہ اور اصول ادبیہ مضحکہ طلباء ہو رہے ہیں۔

**قولہ:** صفحہ ۱۳۲ سے ۱۴۶ تک۔ ان صفحات میں جو کچھ امر وہی صاحب نے متعلق آیت



وَأَنَّ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ (النساء: ۱۵۹) کے لکھا ہے وہی مضامین مکررہ ہیں جن کی تردید ہو چکی ہے۔

صفحہ ۱۴۶ سے ۱۵۰ تک کا حاصل۔ ۱..... تمام قرآن مجید میں توفاه اللہ بمعنی قبض اللہ روحہ کے آیا ہے اور تمام احادیث اور تمام صحابہ کرام کے محاورات میں اور تمام لغت کی کتابوں میں ایسا ہی ہے۔ (دیکھو لسان العرب، تاج العروس قاموس، وغیرہ وغیرہ۔)

۲..... قرآن مجید میں سے ایک آیت بھی سوا آیت متنازعہ فیہا کے بطور نظیر ایسی پیش کر دیوں جس میں کسی مفسر نے اس قسم کے محاورہ کے معنی سوا قبض اللہ روحہ کے لئے ہوں جس طرح پر کہ ہم تیس آیتیں قبض روح کے معنی میں پیش کرتے ہیں یا کسی حدیث یا صحابی کے محاورہ یا کتب لغات معتبرہ عرب میں سے اس قسم کے محاورہ کے معنی سوا قبض روح کے اور کچھ نکال دیوں تو حضرت اقدس مرزا صاحب ایک ہزار روپیہ دینے کو تیار ہیں۔

۳..... ناظرین معلوم ہو کہ وجہ رابع میں مؤلف صاحب نے معنی مراد ہمارے بخوبی تسلیم کر لئے ہیں۔  
۴..... توفیٰ یا بمعنی نیند ہوگی یا بمعنی موت کے اور چونکہ آیت بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے بدلائل یقینیہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ اس میں رفع روحانی مراد ہے لہذا آیت مُتَوَفِّيكَ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي میں چونکہ نیند کے معنی ہو نہیں سکتے لہذا معنی موت کا ہی متعین ہوا۔

۵..... اور پھر اگر تسلیم کیا جاوے کہ آیت متنازعہ فیہا کے معنی پورا قبض کر لینے کے ہیں تو اس معنی سے جسم کا رفع آسمان پر کیونکر لازم آیا کیونکہ یہاں پر پورا قبض کر لینا بہ نسبت نوم کے کہا جاسکتا ہے اس وجہ سے کہ موت میں قبض تام یعنی قبض مع الامساک ہوتا ہے اور نیند میں قبض ناقص یعنی قبض مع الارسال۔

**اقول:** الحمد للہ کہ امر وہی صاحب کو بھی بذریعہ شمس الہدایت کے اتنی روشنی تو ملی کہ ”توفیٰ“ کا معنی موت میں منحصر نہیں رکھا۔ جیسا کہ قبل از ملاحظہ شمس الہدایت اپنی تصانیف



میں بہ تقلید قادیانی توفی کا معنی موت ہی سمجھتے رہے۔ اور نیند پر توفی کا اطلاق مجاز مستعار کے طور پر خیال فرماتے رہے۔ دیکھو از الہ اوہام جلد اول قریب ۲۳ آیات۔ اب اس جگہ امر وہی صاحب صفحہ ۱۴۶ سطر ۱۹ پر لکھتے ہیں۔ ”تو معنی اس کے سوا قبض اللہ روحہ کے اور کچھ نہیں“۔ جس سے صاف اقرار پایا جاتا ہے کہ نیند بھی موت کی طرح معنی حقیقی ہے توفی کے لئے بعد ظہور تخالف بین المرشد والمرید۔ اب ناظرین کو اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ امر وہی صاحب نے توفی کا معنی صرف قبض روح ہی لیا ہے۔ چنانچہ عبارت مسطورہ ان کی ”قبض اللہ روحہ“ اسی پر دال ہے۔ تو موت اور نیند چونکہ فرد ہیں، مطلق قبض روح کے لئے لہذا موت اور نیند معنی مجازی ٹھہرے۔ کما هو المقرر اللفظ الموضوع المطلق اذا استعمل فی فرد من افرادہ کیون مجاز۔ اور یہ خلاف ہے ان کے مزعوم سے کیونکہ وہ موت کو توفی کا معنی حقیقی ٹھہراتے ہیں۔ اور پھر نظر ثانی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ روح توفی کے کل تصریفات کے موضوع لہ سے خارج ہے۔ اس پر آیت اللہ یتوفی الانفس حین موتہا (زمر: ۴۲) شاہد کافی ہے کیونکہ انفس کو جو بہ معنی ارواح کے ہے علیحدہ ذکر کیا گیا ہے۔ اور قول بالتجرید جیسا کہ امر وہی صاحب نے صفحہ ۱۴۸ کے منہیہ میں لکھا ہے۔ مستلزم ہے مصادرہ علی المطلوب کو نیز منافی ہے آیت مسطورہ کے لئے۔ پس معلوم ہوا کہ توفی کا مدلول صرف قبض ہی ہے جس کے لئے اضافت الی الروح یا الی غیر الروح اور بر تقدیر اول تقید بالامساک یا ارسال عارض میں سے ہے بحسب اختلاف المواقع۔ اور چونکہ آیت بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے عیسیٰ ابن مریم کا رفع جسمی ثابت ہو چکا ہے جس کے برخلاف امر وہی صاحب نے تیس آیت سے متمسک ہو کر بہتیرے ہاتھ پاؤں سال بھر عنکبوت کی طرح مارے اور بحکم وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعُنْكُبُوتِ (عنکبوت: ۴۱) آخر کار اس کے گھر کا تار و پودا کھاڑا گیا لہذا قول القائل توفی اللہ عیسیٰ یا قولہ تعالیٰ انی مُتَوَفِّیکَ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي میں قبض جسمی لیا جاوے گا۔



۲..... اور یہ خیال کرنا کہ تیس جگہ توفی سے معنی موت لیا گیا ہے لہذا اس جگہ بھی معنی موت ہی کا لیا جاویگا، بالکل جہالت و بطالت ہے۔ گویا بمنزلہ اس قول کے ہوا کہ آدم علیہ السلام بھی بدلیل اَنَا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ (الذھر: ۲) وقوله تعالیٰ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ ۝ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۝ (الطارق: ۶-۷) مخلوق من النطفہ ہے اور دوسری آیت جو آدم علیہ السلام کو آیاتِ مسطورہ سے مستثنیٰ ٹھہرا رہی ہیں یعنی خلقہ من تراب اس کی تاویل مثلاً یہ ہے تراب سے نطفہ مراد لیا جاوے کیونکہ نطفہ خاک کی انسان سے خارج ہوتا ہے اور خاک زاد مطعومات کے ہضم رابع کا فضلہ ہے۔ یا قادیانی تاویلات کی طرح کہہ دیا جائے کہ تراب میں لطیف اشارہ ہے، تراب کی طرف۔ یعنی تروتازہ پانی وغیرہ بکواسات۔ اور یہ سوال کرنا کہ قرآن مجید میں محل متنازع فیہ کے سوا کس جگہ توفی سے قبض جسمی لیا گیا ہے؟ یہ بمنزلہ اس قول کے ہوا جیسے مثلاً کہا جاوے کہ خلقہ من تراب کا معنی خاک کی الاصل ہونا جب مسلم ہو سکتا ہے کہ نوع انسانی میں سے کسی شخص کا خاک سے بنایا جانا ثابت کیا جاوے، ورنہ آدم کو بھی بشہادت لکھو کھا امثال کے جو نوع انسانی میں موجود ہیں، مخلوق من النطفہ ٹھہرایا جاوے گا۔ اگر کہا جاوے خلقہ من تراب میں ذکر تراب کا صریح طور پر واقع ہے، بخلاف بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کے۔ کہ اس میں قید ”جسمی“ مذکور نہیں۔ تو ہم کہیں گے کہ ثابت بدلیل قطعی کا لمذکور ہوتا ہے۔ بڑا تعجب ہے کہ جس سوال کا استحقاق ہم کو حاصل ہے وہی سوال ہم پر وارد کیا جاتا ہے۔ جس امر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر صحابہ اور تابعین و تبع تابعین مفسرین و محدثین کا اتفاق اور اجماع ہے اس میں ہمارے سے احادیث و اقوال صحابہ علیہم الرضوان وغیرہم کے محاورات کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور ثبوت کیا متصور ہو سکتا ہے کہ احادیث نزول و قول عمر رضی اللہ عنہ، بروز وفات شریف انما رفع کما رفع عیسیٰ جس کے پہلے فقرہ انما رفع ہی کی تردید خطبہ صدیقیہ میں کی گئی اور فقرہ ثانیہ



کما رفع عیسیٰ بوجه مسلم اور اجماعی ہونے کے مقولہ عمر میں مشبہ بہ ٹھہرایا گیا اور اجماعی ہونے کی وجہ سے خطبہ صدیقی کے تردید بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتی ورنہ در صورت مردود ٹھہرانے کما رفع عیسیٰ کے ائمہ کے اقوال مسطورہ ذیل جو پہلے بھی بالسط لکھے گئے ہیں کیسے صحیح ہو سکتے ہیں؟ جن کا حاصل یہ ہے کہ سب امت مرحومہ کا اجماع ہے، نزول مسیح ابن مریم بعینہ لا بطریق البروز پر جو مستلزم ہے رفع جسمی کے مجمع علیہ ہونے کو۔ کیونکہ نزول بعینہ کا مجمع علیہ ہونا بغیر اس کے کہ رفع جسمی مسیح کو مجمع علیہ مانا جاوے، ہو ہی نہیں سکتا۔ علامہ سیوطی کتاب اعلام میں لکھتے ہیں انہ یحکم بشرع نبینا ووردت به الاحادیث وانعقد علیہ الاجماع۔ اور شوکانی نے مؤلف مستقل میں اس کو بالوضاحت لکھا ہے۔ اور غیر اس کے نے اپنی تالیفات میں اور طبری نے اس کی تصحیح کی ہے۔ (دیکھو فتح البیان ص ۳۴۴ جلد ۲)۔ اور نووی صحیح مسلم کی شرح جلد اخیر کے ص ۴۰۳ پر لکھا ہے۔ کہ نزول عیسیٰ الصلیٰ علیہ وسلم وقتلہ الدجال حق صحیح عند اهل السنة للاحادیث الصحیحة فی ذلک ولیس فی العقل ولا فی الشرع ما یبطله فوجب اثباته الخ۔ اب عاقل کو بعد لحاظ مضمون بالا اس میں کوئی تردد نہیں رہتا کہ معنی قبض جسمی کا مطابق محاورہ قرآن و سنت و اقوال صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین و مفسرین و محدثین و فقہاء کے ہے۔ یہ سوال کرنا تو ہمارا حق ہے کہ آپ محاورہ قرآن یا حدیث یا اقوال صحابہ وغیر ہم سے نزول بروزی کو ثابت کریں یا صرف رفع روحانی کا مراد ہونا کسی حدیث یا تفسیر یا قول صحابی یا تابعی وغیر ہم سے دکھلائیں۔ رہی لغت سو اس کا وظیفہ یہ نہیں کہ اس میں متعلقات فعل میں سے مواد استثنائیہ کا ذکر بھی ضروری سمجھا جاوے تاکہ توفی اللہ عیسیٰ بمعنی رفع اللہ جسم عیسیٰ کا ذکر واجب ہو۔ جب لغت نے منجملہ معانی توفی کے معنی رفع کا بھی شمار کر دیا تو بعد قیام قرینہ ایک معنی کی تعیین من بین المعانی ہو سکتی ہے۔ احادیث متواترہ اور اجماع سے بڑھ کر کونسا قرینہ ہوگا۔ اجماع کے



برخلاف صرف بعض معتزلہ کا قول نقل کیا گیا ہے جس میں انکار از احادیث نزول ان کی طرف منسوب ٹھہرا ہے۔ اس قول کو علماء نے بوجہ بناء فاسد علی الفاسد کا لمعدوم خیال کر کے مصادم اجماع نہیں قرار دیا۔ کیونکہ نووی کی عبارت سے جو پہلے بالاستیعاب مذکور ہو چکی ہے۔ صاف ظاہر ہے قول بالبروز کو صوفیہ نے بوجہ مخالفت اجماع و احادیث صحیحہ متواترہ کے مردود لکھا ہے۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ الثاقاد یانی صاحب اس قول کو جو صوفیہ کرام کے نزدیک مردود ٹھہرا ہے صوفیہ کرام ہی کی طرف منسوب کر دیتے ہیں (دیکھو اقتباس الانوار)۔ بعد ثبوت اس امر کے کہ معنی قبض جسمی کا قرآن اور حدیث و اقوال صحابہ وغیر ہم سے ثابت ہے۔

۴۳..... اب ہم امر وہی صاحب کے اس قول کی طرف جو صفحہ ۱۴۷ پر لکھا ہے۔ ”لغات معتبرہ عرب میں سے کسی ایک سے بھی اس قسم کے محاورہ کے معنی سواء قبض روح کے اور کچھ نکال دیوں“ ناظرین کو توجہ دلاتے ہیں۔ جو اباً معروض ہے اور بالمقابل درخواست ہے کہ آپ ہی توفی اللہ عیسیٰ کو جو حکایت ہے عیسیٰ کی توفی قبل النزول سے کسی حدیث یا تفسیر یا قول صحابی یا تابعی یا لغات معتبرہ عرب سے نکال دیوں کہ فقرہ مذکور میں توفی بمعنی موت کے ہے۔ ہم نے تو توفی اللہ عیسیٰ قبل النزول کا معنی حسب تصریح آنحضرت ﷺ و اجماع صحابہ وغیر ہم کے قبض جسمی کا ثابت کر دیا۔ جس پر لغت بھی شاہد ہے۔ کیونکہ توفی بمعنی قبض کے تصریح لغت میں موجود ہے۔ اور خصوصیت قید جسمی کی خصوص مقام سے مستفاد ہے۔ اور اسی معنی کی طرف امام فخر الدین رازی نے صحت کی نسبت کی ہے۔ انی متوفیک التوفی اخذ الشی و افیا الی قوله رفع بتمامہ الی السماء بروحہ و بجسدہ۔ پھر اس کے مابعد لکھا ہے۔ وهو جنس تحتہ انواع بعضها بالموت وبعضها بالاصعاد الی السماء۔ (تفسیر کبیر)۔ وقال ابن جریر توفیہ هو رفعہ (ابن کثیر)۔ اور لغت میں تصریح کی گئی ہے کہ توفی کا اطلاق میت پر بعد تحقق موت مجاز ہوتا ہے نہ



حقیقت۔ چنانچہ تاج العروس میں ہے۔ ومن المجاز ادر كته الوفات ای الموت والمنية و توفي فلان اذا مات وتوفاه الله عزوجل اذا قبض نفسه وفي الصحاح روحه۔ اس عبارت میں توفاه الله کے محاورہ کو معنی موت میں مجاز لکھا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي میں معنی موت کا لینا مجاز ہے۔ اور چونکہ احادیث نزول واجماع کے رو سے ارادہ معنی حقیقی یعنی قبض کا متعین اور مجازی یعنی موت کا بغیر تقدیم و تاخیر مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ میں ممتنع ہے تو قرآن اور حدیث اور اقوال صحابہ و تابعین وغیر ہم ولغت سے ثابت ہوا کہ توفي الله فلانا کا محاورہ نفس قبض میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ مجمع البحار میں ہے۔ وقد يكون الوفاة قبضا ليس بموت۔ چنانچہ یہی سورہ انعام اور زمر کی آیات سے مراد ہے۔ اب ہم زور سے کہہ سکتے ہیں کہ توفي کا استعمال حقیقۃً نفس قبض میں ہے اور موت اور نیند میں مجازاً۔ تو ارادہ موت یا نیند بغیر قرینہ صارفہ کے جائز نہ ہوگا۔ پچیس مقامات میں سے دو مقام تنازع فیہ یعنی مُتَوَفِّيكَ و توفیتنی میں بعد لحاظ خصوص المحل تو علت موجبہ الارادۃ المعنی الحقیقی موجود ہے، باقی تیس مقامات میں بعد قیام قرینہ کسی جگہ موت کسی جگہ نیند کسی جگہ کچھ اور مراد ہے۔ دیکھو لسان العرب و تفاسیر۔ محاورہ مذکور کا استعمال استیفاء عمر میں بھی ثابت ہے۔ مجمع البحار میں مُتَوَفِّيكَ ای متوفی کونک فی الارض اور تکملہ مجمع البحار میں توفی کے محاورہ کا استعمال بھی استیفاء عمر میں معلوم ہوتا ہے۔ توفی اصحابہ الذین اكلوا من الشاة ظاهره لا يلائم ماروی انه لم يصب احدا منهم شیء۔ اس سے ثابت ہوا کہ توفی کا معنی اکمال عمر بھی ہے۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہم سے تو اس معنی کے لینے پر شواہد لئے جاتے ہیں۔ جس کے ارادہ پر سارے عالم کا بغیر از چند جہلاء کے اتفاق ہے اور معنی حقیقی بھی بحسب تصریح کتب لغت وہی ہے۔ اور اپنی خبر ہی نہیں کہ سراسر جہالت و تحریف و مخالفت اجماع و استنباطات



فاسدہ و غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ ائمہ دین کی طرف خلاف مذہب ان کا منسوب کیا گیا ہے اور غیر اجماعی کو اجماعی و بالعکس ٹھہرایا گیا ہے۔ آپ کا یہ سوال کہ ”ایک آیت بھی سواء آیت متنازعہ فیہا کے بطور نظیر کے ایسی پیش کریں جس میں کسی مفسر نے اس قسم کے محاورہ کے معنی سواء قبض روح کے لئے ہوں“۔ اس کے بالمقابل ہماری درخواست کہ ایسی نظیر ہم پیش کریں گے مگر پہلے آپ کسی آیت میں منجملہ تیس آیات کے توفی کے وقوع کا محل ایسا شخص بتاویں جس کے زندہ اٹھایا جانے پر احادیث صحیحہ متواترہ و اجماع امت شاہد ہوں تاکہ ہم وہاں پر بھی قرینہ موجبہ للتعین کی وجہ سے معنی قبض جسمی کا لیویں کیونکہ ہمارے ارادہ کی مدار تو اسی پر ہے۔ مگر رکھا جاتا ہے کہ اس سوال کی نظیر یہ ہے کوئی کہے مثلاً سب جگہ قرآن میں آدمی کا پیدا ہونا نطفہ سے مذکور ہے جس پر قانون قدرت کے نظائر متکثرہ بھی شاہد ہیں تو محل متنازعہ خلقہ من تراب میں بلا تاویل آدم کا مٹی سے پیدا ہونا جب مسلم ہو سکتا ہے کہ آدم کے بغیر کسی اور کا پیدا ہونا مٹی سے کسی آیت میں دکھایا جاوے ورنہ ایک شخص کا مخالف ہونا اپنے نوع سے پیدائش میں کیا معنی رکھتا ہے۔ اور ادھر وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَحْوِيلًا (فاطر: ۴۳) بھی موجود ہے۔ لہذا خلقہ من تراب واجب التاویل ٹھہرا۔

ناظرین! قادیانی و امروہی صاحبان کے استدلالات اسی قسم کے ہیں۔ الحاصل محل نزاع میں چونکہ خصوصیت محل ہی موثر ہے تعین معنی قبض جسمی میں۔ لہذا نظائر کا مطالبہ جہالت ہے۔ ہاں اس نزاع کا فیصلہ ایک آسان طریق سے ہو سکتا ہے اثبات خصوصیات کے بالمقابل امتناع خصوصیت پیش کریں اور وہ مستلزم ہے انکار احادیث صحیحہ و اجماع و تصریحات علماء و کتب لغت کو۔

اخیر میں امروہی صاحب نے آیت متنازعہ فیہا میں معنی قبض کا تو مان لیا ہے مگر قبض مع الامساک کو بہ نسبت قبض مع الارسال کے ناقص ٹھہرانے کی وجہ سے استلزام رفع



جسمی کا قول نہیں کیا اور ظاہر ہے کہ دلائل خصوصیت محل بعد الاقرار بمعنی القبض کے جبراً استلزام مذکور کو تسلیم کراتے ہیں۔ فتلسیم معنی القبض بالاستیعاب اقرار بالرفع الجسمی من حیث لایشعر۔ اور ہم نے شمس الہدایت میں توفیٰ کا معنی مطلق قبض لکھا ہے۔ پس ہم پر یہ الزام کہ توفیٰ کا معنی قبض روح مان لیا ہے بالکل بہتان ہے۔ دیکھو صفحہ ۵۳ شمس الہدایت کا۔

**قولہ:** صفحہ ۱۵۰ کا حاصل۔ وہی بہتان بہ نسبت کتاب اللہ و محققین علماء اسلام و صوفیاء کرام کے کہ یہ سب بروز کے مثبت ہیں۔

**اقول:** بالکل لغو اور جہالت ہے۔ چنانچہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ عود ایلیا میں تو کتاب سلاطین سے تمسک اور صعود ایلیا سے انکار جو دونوں اسی میں مذکور ہیں۔ یہی مطلب ہے شمس الہدایت کا۔  
**قولہ:** صفحہ ۱۵۱ کا حاصل۔ شمس الہدایت کی عبارت ”یا مسیح کے مصلوب ہونے میں پہلے انا جیل رابعہ سے کام لے کر الیٰ قولہ منحرف نہیں ہوئے“ اس پر امر وہی صاحب لکھتے ہیں۔  
لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ۔ مسیح کے مقتول بالصلیب ہونے کا تو ہم رد ہی کر رہے ہیں۔ ہمارے تمام رسائل میں اس کا رد موجود ہے۔

**اقول:** امر وہی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ قادیانی صاحب نے مسیح کا مصلوب ہونا انا جیل سے نہیں لیا کیونکہ مسیح کے مقتول بالصلیب ہونے کا تو وہ رد ہی کر رہے ہیں۔ ہاں صرف صلیب پر چڑھایا جانا مسیح کا اور پھر قتل بالصلیب سے محفوظ رہنا لیا ہے مگر وہ بھی قرآن مجید سے۔ گویا قادیانی صاحب پر دو وجہ سے بہتان باندھا گیا۔ ایک یہ کہ اس نے مسیح کو مصلوب نہیں کہا معہذا اس کی طرف یہ ناگفتہ قول منسوب کیا گیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس نے صلیب پر چڑھایا جانا مسیح کا اور پھر محفوظ رہنا انا جیل سے نہیں لیا۔ یہ نا کردہ گناہ بھی اس پر عائد کیا جاتا ہے۔ لہذا ہم مفتری کاذب پر لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ کہنے کا استحقاق



رکھتے ہیں۔ بعد تشریح غرض امر وہی صاحب کے جواباً معروض ہے کہ ازالہ اوہام حصہ اول کے ص ۳۸۱ سطر ۲ پر ملاحظہ ہو کہ قادیانی صاحب لکھتے ہیں ”سوانہوں نے تین مصلوبوں کو صلیب پر سے اتار لیا“ پھر اسی صفحہ پر ہے۔ ”بالاتفاق مان لیا گیا ہے کہ وہ صلیب اس قسم کی نہیں تھی جیسا کہ آج کل کی پھانسی ہوتی ہے اور گلے میں رسہ ڈال کر ایک گھنٹے میں کام تمام کیا جاتا ہے۔“ پھر اسی صفحہ میں ہے۔ ”جن کی وجہ سے چند منٹ میں ہی مسیح کو صلیب پر سے اتار لیا گیا“ اور پھر ص ۳۸۲ سطر ۱۱ پر لکھتے ہیں۔ ”پس اس طور سے مسیح زندہ بچ گیا۔“ ناظرین عبارات مسطورہ بالا سے معلوم کر سکتے ہیں کہ شمس الہدایت کے دونوں الزام قادیانی صاحب پر واقعی اور سچے ہیں کیونکہ ازالہ میں انا جیل کی روایات سے یہ مضمون لیا گیا ہے اور زندہ مسیح پر مصلوب کا اطلاق بھی کیا گیا ہے لہذا شمس الہدایت کا انتساب صحیح اور بجا ٹھہرا۔ اور لسان العرب کی نقل الٹی قادیانی پر پڑی۔ اب ہم ترکی بہ ترکی لعنت نہیں دیتے بلکہ بجائے لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ کہتے ہیں یغفر الله للخاطئين اس مقام پر امر وہی صاحب نے لسان العرب کا حوالہ دے کر اپنے مرشد صاحب کو بچانا چاہا مگر یہ نہیں معلوم کہ لن یصلح العطار ما افسده الدهر۔ اس کو جانے دیجئے اپنی فکر کیجئے۔ پاداش لعنت بہ لعنت تو ہم نے معاف کیا مگر یہ گل دیگر شگفت کیا ہے جو آپ اسی مقام پر لکھتے ہیں۔ ”دیکھو بحث حرف لکن کی جو واسطے دفع کرنے وہم ناشی عن الکلام السابق کے آتا ہے۔ کما مر“ کیا صلیبی واقعہ بغیر قتل کی واقعیت قرآن مجید سے آپ ثابت کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں کما مر۔ الغرض انا جیل کو بوجہ خود غرضی کے مانتے بھی ہیں اور اسی وجہ سے پھر منحرف بھی ہوتے ہیں اور جھٹ قرائین قویہ بھی پیدا کر لیتے ہیں۔ کیا یہ چند اصول آپ کے ”قرا ئین قویہ“ ”قانون قدرت“ ”تعارض“ اور ”تساقط“ بے محل روافض کے تقیہ کی طرح نہیں۔

قولہ: صفحہ ۱۵۲ کا حاصل وہی ہے جس کی تردید بحث لغت واحادیث نزول واجماع میں گذر چکی ہے۔



صفحہ ۱۵۳ کا حاصل۔ صحیح بخاری میں ہے۔ قال ابن عباس مُتَوَفِّيكَ  
ممیتک جس کی اسناد عمدۃ القاری میں حسب ذیل لکھی ہے۔ ثم ان تعلیق ابن عباس  
هذا رواه ابن ابی حاتم عن ابیہ حدثنا ابو صالح حدثنا معاویہ عن علی بن  
ابی طلحة عن ابن عباس اہ۔ یہ مخالف ہے ان مرویات کے جو بَلُّ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ  
اور ایسا ہی وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اور ایسا ہی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي اور ایسا ہی قَبْلَ مَوْتِهِ اور ایسا ہی  
وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلسَّاعَةِ کے متعلق لکھے گئے ہیں جب تک وہ روایات علی شرط البخاری نہ ہوں  
اور دیگر نصوص قطعیہ کے برخلاف بھی نہ ہوں اور باہم بھی متعارض نہ ہوں تب تک کیونکر ان  
کو قبول کیا جاوے آپ اپنے مرویات کی رواۃ کی توثیق و تعدیل علی شرط البخاری کیجئے اور  
بعد اس کے وجوہ ترجیح بیان کیجئے پھر ہمیں قبول کرنے سے کیا انکار ہے۔

**اقول:** روایت قال ابن عباس مُتَوَفِّيكَ مُمِيتُكَ ہمارے مرویات متعلقہ آیات  
مذکورہ کے برخلاف نہیں الا در صورتیکہ مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ میں قول بالتقدیم و  
التاخیر نہ کیا جاوے۔ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کے صدر میں قال بمعنی یقول نہ لیا جاوے مگر قتادہ  
سے قولہ سبحانہ انی مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ میں اِنِّی رَافِعُكَ اِلَيَّ وَ مُتَوَفِّيكَ  
مروی ہے جس کو مفسرین نے منظور کہا ہے۔ اور بخاری نے قال بمعنی یقول لیکر آیت  
فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کو متعلق بواقعہ ما بعد النزول ٹھہرایا ہے۔ دیکھو صحیح بخاری اسی صفحہ میں۔ جس  
سے ثابت ہوتا ہے کہ بخاری نے مُتَوَفِّيكَ بمعنی ممیتک کا تحقق فیما بعد النزول لیا ہے  
یہ تو بخاری کا فیصلہ ہے۔ رہا قول بالتقدیم و التاخیر جو قتادہ سے مروی ہے سو اس کا قائل بخاری  
بھی ہے۔ چنانچہ ابھی معلوم ہو چکا ہے اور علامہ سیوطی بھی تفسیر اتقان میں لایا ہے۔ اور چونکہ  
علامہ سیوطی کی نسبت ازالہ اوہام میں بڑے زور اور بسط سے لکھا گیا ہے کہ ان کے پاس  
صحت کا معیار کشف بھی ہے۔ دیکھو ازالہ اوہام جلد اول ص ۱۵۰ سے ۱۵۳ تک۔ جس میں یہ



بھی مندرج ہے کہ صاحب کشف کا قول بعض علماء کے نزدیک آیت اور حدیث کے مانند ہے۔ اور پھر صفحہ ۱۵۱ پر جلال الدین سیوطی کو اہل کشف میں سے شمار کیا گیا جنہوں نے بہتیری حدیثوں کی تصحیح بذریعہ کشف کی ہے اور پھر صاحب کشف کی تصحیح کو علماء حدیث کی تصحیح پر ترجیح دی گئی ہے۔ اب ہم قادیانی صاحب و امروہی صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا یہ شخص فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كَوْمَتَعْلَقٍ بِوَأَقَعَهُ مَابَعْدَ النَّزُولِ كَهْنَةَ وَالَا اور آیت مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ میں تقدیم و تاخیر کے قول کو منظور رکھنے والا وہی امام بخاری ہے اور وہی امام ہمام جلال الدین سیوطی ہیں یا کوئی اور۔ بر تقدیر اول حسب مسلمات اپنے کے تائب ہو کر اہل اجماع و مومنین بما جاء به الرسول ﷺ کے ساتھ شامل ہو جائیں اور بر تقدیر ثانی ان کی مغائرت اپنی بخاری و علامہ جلال الدین سیوطی مسلم شدگان سے ثابت کیجئے۔ و دونہ خرط القتاد۔ جب یہ ثابت ہو چکا کہ بخاری کی روایات ہمارے مرویات مذکورہ فی شمس الہدایت کے برخلاف نہیں تو تعارض کہاں ہے؟ تاکہ بیان توثیق و ترجیح کی ضرورت ہو۔ ہاں اگر آپ کو صرف رفع جہالت کی غرض ہے تو اثر ابن عباس متعلق بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ كِي اسناد کو حسب ذیل ابن کثیر میں دیکھو۔ قال ابن ابی حاتم حدثنا احمد بن سنان حدثنا ابو معاوية عن الاعمش عن المنهال ابن عمرو عن سعيد بن جبیر عن ابن عباس الخ۔ پھر اسی کے متعلق لکھتے ہیں۔ وهذا اسناد صحيح الى ابن عباس و رواه النسائي عن ابی كريب عن ابی معاوية نحوه و كذا رواه غير واحد من السلف الخ۔ اثر کے کسی فقرہ میں رواہ کا اختلاف قدر مشترک کو جس پر اجماعی عقیدہ کا مدار ہے، مضر نہیں ہو سکتا۔ اور ابن جریر نے ابی مالک سے اور عبد بن حمید و ابن المنذر نے شہر بن حوشب سے متعلق آیت وَانْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ كِي اخراج کیا ہے۔ اور حافظ ابن کثیر و علامہ سیوطی وغیر ہم من الثقات کی توثیق و تصحیح کافی ہے اور چونکہ یہ مرویات بخاری کی روایت مذکورہ بالا بلکہ مذہب



اس کے لئے مؤید ہیں لہذا واجب التسلیم ٹھہریں گے۔ (دیکھو مقدمہ فتح البیان) جس میں خلاصہ کے طور پر یہ بھی مندرج ہے کہ سیوطی جیسے لوگوں کا اخراج کافی ہے تو شیعہ اسناد میں۔ اور قادیانی صاحب کے نزدیک تو کشفی معیار والوں کو ائمہ صحاح ستہ پر بھی فوقیت ہے۔ بناءً علیہ اگر بخاری کی روایت اور ہماری مرویات میں بالفرض تخالف بھی ہوتا تو سوال مذکور کے مستحق ہم تھے۔ یعنی یہ کہہ سکتے تھے کہ ہماری مرویات چونکہ کشفی معیار سے تصحیح کی گئی ہیں لہذا بخاری کی روایات بحسب مسلمات و مصرحات آپ کے ان کی معارض نہیں ہو سکتی۔ اور بر تقدیر فرض التساوی بحکم اذا تعارضتا قاطعاً کے دونوں ساقط الاعتبار ٹھہریں گی۔ پس سب آیات توفیٰ میں وہی قبض جسمی کا بحکم خصوص المحل متعین ہوگا۔ جب آپ یہ دشوار مرحلہ طے فرماویں گے۔ و دونہ خرط القتاد۔ پھر بھی آپ کو اہل اجماع ہی کے ساتھ شامل ہونا پڑے گا۔

**قولہ:** صفحہ ۱۵۳ کی آخر سے ص ۱۵۹ تک کا حاصل۔

۱..... پیشین گوئی کی حقیقت تفصیلی پر اجماع کا انعقاد کوئی معنی نہیں رکھتا اگر امت ایسی پیشین گوئی کی تفصیلی حقیقت پر اجماع کرے تو یہ اجماع کو رانہ نہیں تو اور کیا ہے۔

۲..... مسیح کے رفع جسمانی پر کس وقت میں تمام مجتہدین نے اجماع کیا بلکہ وفات شریف کے دن کل صحابہ کا اجماع کل مرسلوں کی بالخصوص عیسیٰ ابن مریم کی وفات پر منعقد ہوا۔ دیکھو ہمارا رسالہ القسط المستقیم وغیرہ کو۔

۳..... آنحضرت ﷺ کا معراج اور عیسیٰ ابن مریم کا رفع اگر جسم کے ساتھ ہوتا تو منکرین کو اس کا دکھایا جانا ضروری تھا۔

۴..... کوئی حدیث صحیح یا ضعیف دکھائی جاوے جس میں عیسیٰ کا رفع بجسدہ العنصریٰ مذکور ہو۔

۵..... بڑا فسوس ہے علماء اتنا بھی نہیں جانتے کہ نزول کا معنی کسی مقام پر ٹھہرنا ہوتا ہے۔

۶..... قدر مشترک احادیث نزول کا مصداق بالضرور حضرات اقدس ہیں۔

۷..... مطالبہ اس امر کا متمسک بہامرویات کے کل رواۃ کی توثیق و تعدیل علی شرط البخاری کی جاوے۔



۸..... ابن عباس کے نزدیک اگر مُتَوَفِّیْکَ کا معنی ممیتک نہیں تو پھر وہ دوسرا کوئی معنی ابن عباس سے نقل کرنا ضروری تھا۔

۹..... تمام قرآن مجید و محاورات عرب میں توفاه اللہ کا معنی قبض اللہ روحہ آیا ہے۔

۱۰..... مدت اقامت مسیح کی روایات میں جو تعارض ہے اس کی تطبیق بھی تو ضروری ہے۔

۱۱..... میں افسوس کرتا ہوں کہ آپ ناحق اس مناظرہ میں شامل ہو کر دقت میں پڑ گئے آپ کو جہاں میں معتبر بننے کے لئے گدی نشینی ہی کافی تھی۔

**اقول:** ..... پیشین گوئی کے قدر مشترک پر جو نزول مسیح ابن مریم بعینہ لا بمثلہ ہے، اجماع ہے، نہ ہر ایک خصوصیت متعارضہ بالاخریٰ پر۔ چنانچہ آپ کا اقرار نمبر ۶ میں موجود ہے اجماع امت کو کورانہ کہنا آپ ہی کا کام ہے۔

۲..... مجتہدین کے اقوال مفصلہ ابتداء رسالہ میں اور ایسا ہی خطبہ صدیقہ کا بیان بھی پہلے گذر چکے ہیں۔

۳..... یہ اصلاح اللہ تعالیٰ کو العیاذ باللہ دیجئے تاکہ علاوہ لنریہ من ایتنا عصمة عن الیہود کے اور فائدہ بھی حاصل ہو جاتا۔ نعوذ باللہ من ہفوات الجاہلین۔

۴..... حدیث چونکہ قول صحابی کو بھی شامل ہے لہذا ابن عباس کا اثر جس کو اوپر باسناد صحیح بحوالہ ابن کثیر و نسائی وغیرہ کے ذکر کیا گیا بلکہ کل احادیث نزول کی بعد بطلان احتمال البروز رفع بحسدہ العنصری کے مثبت ہیں۔

۵..... علماء کو نزول بعد الرفع انجسیمی کا معنی خوب معلوم ہے آپ کی نادانی قابل افسوس ہے۔

۶..... آپ نے اس مقام میں اپنی ساری کتاب کے برخلاف احادیث نزول سے مشترک کے ثبوت کا اقرار کر دیا گویا کل کاروائی اپنی کا تار و پودا کھاڑ دیا۔

ع عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

۷..... اس مطالبہ کا جواب گذر چکا۔



۸..... آپ کو کچھ فن مناظرہ سے بھی وقوف ہے؟ کیا مانع کو مدعی خیال فرماتے ہیں؟ ہاں رفع جہالت کے لئے اگر سوال ہے تو تبرعاً دکھلایا جاتا ہے ابن عباس کا وہ قول جو بحوالہ درمنثور فَلَما تَوَفَّيْتَنِي کے متعلق اخرج ابو الشيخ عن ابن عباس الخ شمس الهدایت میں لکھا ہوا ہے۔

۹..... اس کا جواب پہلے گذر چکا ہے۔

۱۰..... ابو ہریرہ کی حدیث مرفوع میں جو ابو داؤد میں ہے جس کو باسناد مبہم احمد نے بھی روایت کیا ہے، مدت اقامت عیسیٰ چالیس سال مذکور ہے۔ اور مسلم والی حدیث جس میں سات سال کا ذکر ہے ان کے مابین تطبیق پہلے بیان کی گئی ہے اور نعیم بن حماد والی حدیث جس میں انیس سال کا ذکر ہے وہ چالیس سال والی حدیث کے بوجہ عدم تساوی معارض نہیں ہو سکتی البتہ بخيال اثبات قدر مشترک ہمارے مدعی کے لئے مفید ہے۔ سیوطی کی مرقاۃ الصعود اور بیہقی کی کتاب البعث والنشور کو ملاحظہ فرمائیں۔

۱۱..... گیارہواں ایراد لایخمل معلوم ہوتا ہے لہذا میں اقرار کرتا ہوں کہ

ع بترزانم کہ خواہی گفت آنی

**قولہ:** صفحہ ۱۵۹ کے نصف سے صفحہ ۱۶۱ تک کا حاصل۔ ان صفحات میں امر وہی صاحب نے ابن عباس وقتادہ و بخاری بلکہ جتنے مفسرین کہ جنہوں نے مُتَوَفَّيْكَ سے معنی ممیتک لیکر آیت میں تقدیم تاخیر کہی ہے سب کی طرف تمسخر کے طور پر نسبت اصلاح فی القرآن کی ہے یعنی

۱..... قائل بالتقدیم والتاخیر قرآن میں اصلاح کرتا ہے کہ اصل عبارت یوں ہونی چاہیے تھی۔ یا عیسیٰ انی مدافعک الی ثم مُتَوَفَّيْكَ۔

۲..... بعد الاصلاح بھی ناکامیابی رہی کیونکہ بعد رفع کے بھی اب تک آسمان پر حضرت عیسیٰ کی وفات نہیں ہوئی۔

۳..... پیشین گوئی وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (آل



عمران (۵۵) کی بھی چونکہ شمس الہدایت کی تصریح کے مطابق واقع ہو چکی ہے۔ دیکھو صفحہ ۲۵-۲۳۔ لہذا مؤلف کے نزدیک نظم قرآنی یوں ہونی چاہیے کہ یا عیسیٰ اِنِّی رَافِعُکَ اِلَیَّ وِ مَطْهَرُکَ مِنْ الدِّینِ کَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِینَ اتَّبَعُوکَ فَوْقَ الَّذِینَ کَفَرُوا وِ مُتَوَفِّیْکَ اِلَیَّ یَوْمِ الْقِیَامَةِ پھر مُتَوَفِّیْکَ اِلَیَّ یَوْمِ الْقِیَامَةِ کے کیا معنی ہونگے؟ اور اگر الی یوم القیامۃ کو بھی آپ مُتَوَفِّیْکَ سے مقدم کریں گے تو آپ کے نزدیک حضرت عیسیٰ کی وفات بعد قائم ہونے قیامت کے ہوگی۔ لیھا الناظرین! کیا ایسا ہی عقیدہ اجماعیہ اسلامیہ ہوتا ہے۔

۴..... قول تقدیم و تاخیر کا بغیر ان فوائد کے جو مقتضائے اعجاز بلاغت ہیں محض غلط ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (قصص ۵۱)۔ و لقوله العلیہ ابداء بما بدء اللہ به فبدء بالصفة فرقی علیہ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ بھی بمع امت مرحومہ کے مکلف ہیں اس امر کے کہ ترتیب نظم قرآنی کے بموجب عمل درآمد فرمائیں۔

**اقول:** ..... قول بالتقدیم و التاخیر کا معنی یہ نہیں ”کہ اصل عبارت بجائے نظم قرآنی کے یوں ہونی چاہیے تھی“ جیسا کہ آپ نے سمجھا ہے۔ بھلا جس قرآن کریم کا یہ شان ہے قال تعالیٰ قُل لَّنْ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ یَّاتُوا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَیَّاتُوْنَ بِمِثْلِهِ وِلَوْ کَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیرًا (بنی اسرائیل: ۸۸) اس میں یوں نہ چاہیے یوں چاہیے کیسے متصور ہو سکتا ہے۔ بلکہ معنی اس کا یہ ہے ترتیب ذکر مطابقت ترتیب وقوعی کے نہیں یعنی مقدم فی الذکر مثلاً موخر فی الوقوع ہے لیکن اختیار کرنا اس طرز کا ضرور کوئی وجہ رکھتا ہے جس کے بغیر وجوہ اعجاز و فوائد علم بلاغت متحقق نہیں ہو سکتے۔ پس نظر بدیں وجوہ فوائد نظم کو ایسا ہی ہونا چاہیے گو کہ مقدم ذکر مثلاً وجود اور تحقق میں موخر ہی ہو۔ لیھا الناظرین! امر وہی صاحب نے کہاں کی کہاں لگا دی۔



۲..... اِنِّي رَافِعُكَ اِلَيَّ ثُمَّ مُتَوَفِّيكَ يَا مُتَوَفِّيكَ كَيَا اسکا مقتضی یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر مرے؟ بتائیے کس مادہ یا ہیئت کا مدلول ہے۔

۳..... پیشین گوئی بوجہ امتداد و استمرار فوقیت تا بروز قیامت متحقق نہیں ہو چکی اور نہ شمس الہدایت کی عبارت کا یہ مفاد ہے۔ دیکھو صفحہ مذکورہ ۲۳۔ اور آنحضرت ﷺ یا خلفاء راشدین کے وقت میں یہود کا مغلوب ہونا کیا اس پر فوقیت تا بعین الی یوم القیمة کا اطلاق کیا جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور ترتیب فی التحقق والوجود برعایت مدلول احادیث متواترہ فی النزول اس طرح پر معلوم ہوتی ہے اِنِّي رَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ۔ کیونکہ جعل مستمر الی یوم القیمة کا تحقق قیامت کے متصل متصور ہو سکتا ہے۔ ایہا الناظرین کی جگہ ایہا الناظرون چاہیے۔ دیکھو ہدایت النخوہ کا فیہ۔

۴..... الحمد للہ کہ آپ تقدیم و تاخیر کو مان گئے۔ ہاں صاحب دوسرے لوگ بھی تقدیم و تاخیر کو اسی معنی سے لیتے ہیں۔

ہرچہ دانا کند کند ناداں

لیک بعد از ہزار رسوائی

اور آیت وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (نقص: ۵۱) کا یہ معنی نہیں کہ ترتیب ذکر اور وقوعی کا تطابق ضروری ہے ورنہ حسب بلاغت آپ کے کلام الہی کا ذب ہوا جاتا ہے۔ لوجود شواہد تقدیم و تاخیر۔ اور حدیث شریف ابدء بما بدء اللہ کا مطلب یہ نہیں کہ آیت اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ كِي تَرْتِيبِ ذِكْرِي قَطْعِ نَظَرِ بَيَانِ حَدِيثِ سِے اس کے مثبت ہے وجوب تقدیم صفا یا مسنونیت یا استحباب کے لئے جبکہ مثبت ان کی حدیث ہے۔ چنانچہ عینی شرح صحیح بخاری میں ہے۔ لانه يجتمع يقوله ﷺ ابدء وا بما بدء اللہ به فكيف يستدل بخبر الواحد على اثبات الفرضية انتہی۔ موضع الحاجة۔ گویا آنحضرت ﷺ







کے قول بالوفات بعد النزول کا کوئی معنی نہیں۔ لہذا ہمارے مرویات تو انہیں کے مرویات ٹھہرے صراحتاً یا اقتضاً۔ اگر آپ کو ان کی جرح والتعدیل پر اعتماد ہے تو اندریں صورت ان کے مذہب کا مخالف کیا معنی رکھتا ہے؟ ان کے مذہب سے برخلاف ہونا تو اسی وجہ سے ہے کہ ان کا قول قابل اعتبار آپ کے نزدیک نہیں۔ پس چاہیے کہ تفسیر عباسی کی نسبت ان کی جرح بھی ساقط الاعتبار ہو۔ بنا برآں بہ نسبت تفسیر عباسی کے آپ تو جرح نہیں کر سکتے مگر ہمارے نزدیک چونکہ ان بزرگوں کے جرح بوجہ اتحاد مذہب کے غیر معتمد بہ نہیں ٹھہر سکتی لہذا ہم کو عباسی کا مجروح ہونا مسلم ہے مگر عباسی کی نقل سے ہم کو اثبات مدعی کا مقصود نہیں بلکہ صرف شواہد و توابع کے طور پر ذکر کی گئی ہے۔ پہلے بھی گذر چکا ہے کہ ہماری مرویات بخاری کے اثر ابن عباس کے برخلاف نہیں بلکہ اس کے لئے متمم ہیں۔ قطع نظر ہماری مرویات سے آپ ہی فرمائیے کیا جس شخص کا مذہب وفات بعد النزول کا ہے وہ بعد ارادہ معنی ممیتک کے مُتَوَفِّیک سے ترتیب نظم اور ترتیب تحقق و وجود کو باہم مطابق خیال کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں ہم نے تو آپ کے مسلمات کو پیش کیا تھا یعنی علامہ سیوطی کے تالیفات و مذہب کو۔ دیکھو ازالہ اوہام جلد اول۔ اب آپ کو بغیر اس آڑ کے بچنا مشکل نظر آیا کہ اپنی مسلمات کی نسبت اسناد میں کلام کیا جاوے مگر معلوم ہو کہ تاڑنے والے تو تاڑ گئے ہیں۔ لیھا الناظرون جب کسی نے مثلاً مشکوٰۃ کو مسلم الثبوت مان کر مناظرہ شروع کیا ہو اور اس کے مقابل نے اپنے مدعی کا ثبوت مشکوٰۃ سے دے دیا ہو اور پھر اس نے مشکوٰۃ کے قول رواہ فلان پر اسناد طلبی کی تو کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ شخص اپنے مسلم شدہ سے انکار کئے جاتا ہے۔ تسلیم کو بھی معاف کیا مگر آپ پہلے ہماری مرویات اور بخاری کے اثر کے مابین مخالف ثابت کریں بعد اس کے ہم تطبیق و توثیق بیان کریں گے۔ یاد رہے جس شخص کے مرویات کو آپ لینگے۔ وہ اجماعی عقیدہ کے برخلاف ہرگز نہ ہوں گے الا در صورت یہ کہ آپ اس شخص کی نسبت بالتصریح یا بالاقتضاء بمع لحاظ



مذہب اس کے قول بہ نزول بروزی ثابت کریں۔ وودنہ خرط القتاد۔

۲..... آپ کی تطبیق بین النصوص مستلزم ہے انکار یا تحریف احادیث متواترہ اور نیز مخالف اجماع کو۔ اس لئے قابل اعتبار نہیں۔ لہذا اہل اجماع کی تطبیق ہی معتبر رہی۔ اور تقدیم و تاخیر انہونی بات نہیں اس کے شواہد موجود ہیں۔

۳..... تفسیر کی بہ نسبت جواب نمبر ۱ میں لکھا گیا ہے۔

صفحہ ۱۶۳ سے ۱۷۱ تک تقدیم و تاخیر کے شواہد پر جو ہم نے تفسیر اتقان سے دفع

استبعاد کے لئے پیش کئے تھے ان پر امر وہی صاحب کے کلام سے پہلے یہ جملانا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ اس مقام میں حریف مقابل نے ہمارے مدعی کو تسلیم کر لیا ہے یعنی یہ مان لیا ہے کہ ہر جگہ پر تقدیم اور تاخیر بحسب تحقق ضروری نہیں، جائز ہے کہ مقدم فی الذکر مؤخر فی التحقق ہو۔ چنانچہ مُتَوَفِّیکَ مقدم الذکر مؤخر فی التحقق ہے رافعک وغیرہ کی نسبت۔ ہاں البتہ علم بلاغت کی رو سے اس ترتیب نظم کا قائم رہنا ضروری ہے۔ دیکھو امر وہی صاحب صفحہ ۷۰ اسطر ۲۲ پر لکھتے ہیں ”اور ہر جگہ پر تقدم اور تاخر کو بحسب تحقق کے ضروری ہونا کون کہتا ہے۔ ہاں البتہ بلاغت کی رو سے اس ترتیب نظم کا مقدم ہونا جو مقتضائے حال کے موافق ہو، ضروری ہے۔ انتھی موضع الحاجة“۔ بیس

عدد شود سبب خیر گر خدا خواهد خمیر مایہ دکان شیشہ گر سنگ است

**قولہ:** بعد اس کے لکھتے ہیں۔ ”جیسا کہ یاعیسیٰ انی مُتَوَفِّیکَ میں ترتیب موجود کا قائم رہنا ضروری ہے۔“

**اقول:** ہاں صاحب ہم بھی نظم قرآنی کو واجب القیام مانتے ہیں۔

**قولہ:** پھر لکھتے ہیں ”ورنہ طرح طرح کے مفاسد لازم آتے ہیں کما مر“

**اقول:** ہمارا اور مقابل کا مخالف صرف ”کما مر“ میں ہے۔ یعنی اس کے مفاسد لازمہ



اور ہیں اور ہمارے اور۔ آیت اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلَى نُوْحٍ وَالنَّبِيِّنَ مِنْ بَعْدِهِ فِي اَوَّلِ الْاَنْبِيَاءِ وَابْرَاهِيْمَ وَاسْمٰعِيْلَ وَاسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَيُوْنُسَ وَهَارُوْنَ وَسُلَيْمَانَ وَاتَيْنَا دَاوُدَ زَبُوْرًا (النساء: ۱۶۳) میں بھی مقدم الذکر کا موخر فی الحقیقہ ہونا مان لیا ہے۔ دیکھو صفحہ ۷۰ کی عبارت مسطورہ بالا اور پھر دیکھو صفحہ ۷۱ کی عبارت ذیل۔ جو بعد انا اوحینا الی ابراهیم الایة کے لکھتے ہیں۔ ”اس آیت میں جو باعتبار تحقق خارجی کے بعض انبیاء کا تقدم اور تاخر بظاہر معلوم ہوتا ہے وہ باعتبار وضع کے اسی ترتیب سے ہونا چاہیے تھا، جس طرح پر کہ مثل سلک جو ہر منظم کے بیان فرمایا گیا ہے۔ انتہی موضع الحاجة“۔

ہاں صاحب ہم بھی نظم قرآنی کا قائم رہنا مسلم رکھتے ہیں ہم نے کب کہا ہے یا قتادہ وغیرہ نے کہاں لکھا ہے کہ نظم قرآنی اس طرح پر نہ چاہیے۔ یہ تو بوجہ جہالت کے آپ کا الزام صحابہ اور مفسرین پر تھا۔ ہمارا مطلب شواہد تقدیم و تاخیر کے پیش کرنے سے صرف اتنا ہی تھا جو آپ نے مان لیا۔ یعنی کبھی مقدم الذکر باعتبار تحقق و وجود خارجی کے موخر ہوتا ہے۔ بس۔

**قولہ:** امر وہی صاحب کی ایک اور جہالت ملاحظہ فرمائیے۔ صفحہ ۱۶۹ کے اخیر میں۔  
كَذٰلِكَ يُوْحٰى اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ (شوری: ۳) اور اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلَى نُوْحٍ وَالنَّبِيِّنَ مِنْ بَعْدِهِ (النساء: ۱۶۳) کے متعلق لکھتے ہیں۔ ”اور ان آیات میں تو باعتبار تحقق کے بھی آنحضرت ﷺ مقدم ہیں۔ کیا مؤلف صاحب خاتم النبیین ﷺ کو جملہ انبیاء سے نبوت میں سابق بلکہ تمام کمالات میں اول اور افضل نہیں جانتے تو وہ مطالعہ کرے باب فضائل سید المرسلین ﷺ کو۔ عن ابی ہریرة قال قالوا یا رسول اللہ ﷺ متی وجبت لك النبوة قال و آدم بین الروح والجسد (رواہ الترمذی) و عن العرباض بن ساریة عن رسول اللہ ﷺ قال انی عند اللہ مكتوب خاتم



النبيين وان ادم لمنجدل في طينته (رواه في شرح السنه) ان حدیثوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت بلکہ ختم نبوت قبل پیدائش آدم کے محقق تھی۔ انتہی موضع الحاجۃ۔

اقول: فہم سخن گرنہ کند مستمع قوت طبع از متکلم مجوے

کہاں کی کہاں لگادی آیت کذلک یوحی الیک والی الذین من قبلك اور نیز آیت انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبيين من بعده میں یوحی الیک پہلی آیت میں اور اوحینا الیک دوسری میں یعنی انزال کلام الہی مقدم الذکر ہے۔ اور الی الذین من قبلك یعنی یوحی الی الذین من قبلك اور ایسا ہی اوحینا الی نوح والنبيين من بعده مؤخر الذکر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ انزال قرآن مجید کا آنحضرت ﷺ کے اوپر چالیس سال کے بعد غار حرا میں شروع ہوا ہے۔ جو مؤخر فی الحقیق ہے بہ نسبت پہلی کتابوں کے۔ امر وہی صاحب نے یوحی اور اوحینا کو حذف کر کے آنحضرت ﷺ کے وجود شریف میں کلام شروع کر دیا۔ اس مقام پر علاوہ جہالت کے بطالت کا بھی ثبوت دیا ہے یعنی لوگوں پر یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کو جمیع کمالات میں افضل جانتے ہیں بہ نسبت مخالفین کے۔ مگر ناظرین تو جانتے ہیں کہ خاتم النبیین کی مہر کو توڑنے پر مسیلمہ کذاب و اسود عنسی وغیرہما کے بعد کس نے جرأت کی یہی قادیانی صاحب اور اس کے مشاہرہ خور ہیں۔ دیکھو اشتہار نمبر ۵ نومبر ۱۹۰۱ء قادیانی کا۔ جس میں اپنی نبوت و رسالت کا بڑے زور سے دعویٰ کیا ہے۔ اور نیز امر وہی صاحب کا خط مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۱ء جو اخبار الحکم یا اخبار الشر میں شائع کرایا گیا ہے۔

ع چہ دلا و راست دُزدے کے بکف چراغ دارد

ہم تو کنت نبیاً و ادم بین الجسد و الروح کے قائل ہیں۔ لہذا یہ مسئلہ ہم کو سنانا فضول ہے آپ یہ وعظ اپنے پیغمبر کو سنادیں جو روح انسانی کو رحم کا ایک کیڑا کہتا ہے۔ دیکھو قادیانی



صاحب کا بیان جو انہوں نے لاہور جلسہ مذاہب میں بتاریخ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۶ء میں پیش کیا ہے۔ کہ ”روح کا الگ طور سے آسمان یا قضا سے نازل ہونا نہ یہ خدا کا منشاء ہے اور نہ یہ خیال کسی طرح صحیح ٹھہر سکتا ہے بلکہ ایسے خیال کو قانون قدرت باطل ٹھہراتا ہے۔ ہم روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ گندے زخموں میں ہزار ہا کیڑے پڑ جاتے ہیں۔ سو یہی بات صحیح ہے کہ روح ایک لطیف نور ہے جو اس جرم کے اندر ہی سے پیدا ہو جاتا ہے جو رحم میں پرورش پاتا ہے اور جس کا خمیر ابتداء سے نطفہ میں موجود ہوتا ہے جیسے آگ پتھر کے اندر ہوتی ہے نہ جیسے جسم جسم کا جزو ہوتا ہے یا وہ باہر سے آتا ہے اور نطفہ کے مادہ سے آمیزش پاتا ہے اور اسی سے اس کا حادث ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔

قادیانی صاحب کا یہ قول جس پر جاہلوں نے آفرین کہی اور تحسین کے آوازے بلند کئے، بالکل کتاب و سنت کے برخلاف ہے قال اللہ تعالیٰ ”قل الروح من امر ربی“ وعالم الامر عبارة عن الموجودات الخارجة عن الحس والخیال والجهة والمكان والتحيز وهو ما لا يدخل تحت المساحة والتقدير لانتفاء الكمية عنه (رسالة الروح للغزالی)۔ وقال اللہ تعالیٰ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلٰی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (احزاب: ۷۲) ارواح انسانی بمقتضائے اس آیت کریمہ کے قبل از وجود عنصری بار امانت اٹھا چکے اور مستحق ثواب و عذاب قرار دیئے گئے مگر قادیانی صاحب کے نزدیک چونکہ روح اندرون رحم کے نطفہ کے گندے کیڑوں کی طرح پیدا ہوتا ہے لہذا کسی طرح اس آیت شریف کا مصداق نہیں ہو سکتا۔

وقال اللہ تعالیٰ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي اٰدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (اعراف: ۱۷۲) وقال ﷺ لما خلق الله ادم مسح ظهره فسقط عن



ظہرہ کل نسمة ہو خالقا من ذریتہ الی یوم القیامۃ الخ یعنی میثاق کے روز اللہ تعالیٰ کی اپنی قدرت کاملہ کے رو سے عالم امر کی وہ تمام روحیں اور نسما ت نورانیہ حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ذرات کی صورت میں نکل آئیں الخ۔ وقال ﷺ الارواح جنود مجنّدة فما تعارف منها ائتلف وما تناكر منها اختلف الخ۔ یعنی ارواح حق تعالیٰ کے جموع مجتمعه اور انواع مختلفہ ہیں اور دنیا میں ان کا باہم پیار اور فرار ان کی ابتدائی خلقت اور اصلی فطرت کی رو سے ہے الخ۔

حضرت علی، سہل بن عبد اللہ تستری اور سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے کہ انہوں نے اس عہد کے یاد ہونے کا اقرار کیا جو روز میثاق میں مابین ان کے اور رب تعالیٰ کے ہوا تھا۔

**قوله:** اور جہالت سنی صفحہ ۱۶۸ پر۔ متعلق الذی خلقکم والذین من قبلکم کے لکھتے ہیں۔ اس آیت میں جو مؤلف تقدیم و تاخیر قرار دیتا ہے وہ درایت کے بالکل خلاف ہے۔  
**اقول:** ایہا الناظرون! کیا خلقکم مقدم الذکر کا تحقق متاخر بہ نسبت موخر الذکر یعنی الذین من قبلکم نہیں۔ خدار انصافی۔ ہاں ترتیب نظم قرآنی کے واجب القیام ہونے کی وجوہ بلاغت و اعجاز کی رو سے ہم بھی قائل ہیں۔

**قوله:** پھر اور سنی آیت فاطر السموات والارض اور بدیع السموات والارض جو شواہد تقدیم و تاخیر میں پیش کی گئی ہے۔ اس پر لکھتے ہیں کہ اس آیت میں بھی قول تقدیم و تاخیر محض بیجا ہے۔

**اقول:** ایہا الناظرون کیا بحسب قولہ تعالیٰ هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً ثم استوی الی السماء فسوھن سبع سموات (بقرہ ۲۹) زمین کی خلقت بہ نسبت آسمانوں کے مقدم فی الحقیقہ نہیں جس کو فاطر السموات والارض اور بدیع



السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فِي مَوْخِرِ الذِّكْرِ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَبَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا۔

**قولہ:** پھر لکھتے ہیں۔ ”کیونکہ اس میں شک نہیں کہ باعتبار بسط و دحو آسمانوں کی خلقت سے

سے مَوْخِرِ ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَالْأَرْضِ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا۔“

**اقول:** ہم بھی اس کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں کہ زمین کا بسط و دحو آسمانوں کی خلقت سے

متاخر ہے مگر فَاطِرُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ اور بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ میں تو پیدائش

کا ذکر ہے، دحو کا نہیں۔ اور ہم بھی مانتے ہیں کہ نظم قرآنی وجوہ بلاغت کی رو سے ضروری

القیام ہے۔ مگر ہمارا مطلب بھی صرف اتنا ہی تھا جسکے آپ بھی مقرر ہیں کہ یہاں پر بھی مقدم

الذکر یعنی آسمانوں کا پیدا کرنا متاخر فی التحقق ہے بہ نسبت پیدا کرنے زمین کے۔

**قولہ:** ایک اور طرفہ قابل سماع ہے۔ ”جبکہ حسب الطلب تفاسیر معتبرہ مثل درمنثور و اتقان

کے حوالہ دیئے گئے ہیں تو آپ فراری ہوئے جاتے ہیں۔“ چنانچہ صفحہ ۱۶۶ پر لکھتے ہیں ”اور

واضح ہو کہ جو اقوال مفسرین کے نصوص کتاب یا احادیث صحیحہ کے مخالف ہیں۔ الی ان

قال وہ اقوال ہم پر حجت نہیں ہو سکتے۔ انتہی۔“

**اقول:** اب اسکا کیا علاج کیا جاوے۔ علامہ سیوطی جن کے مناقب سے بوجہ خود غرضی

ازالہ وغیرہ میں رطب اللسان تھے اب وہ بھی احبار و رہبان میں اور ان کے تابعین و پیرو

مشرکین میں شمار کئے جا رہے ہیں۔ چنانچہ اسی مقام پر لکھتے ہیں ”اور یہی تو اتخاذا رباب ہے

جَوَاتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ (توبہ: ۳۱) میں مذکور ہے۔ انتہی۔“

میں کہتا ہوں کہ آپ کا اخیر بحث میں جواب یہی ہونا تھا تو پہلے علماء اسلام سے تفاسیر و ثبوت

اجماع کا مطالبہ کیوں کیا گیا۔ ایہا الناظرون ان صاحبان کی بحث کا اخیر میں اسی پر اتمام ہوا

کہ جو کچھ قرآن سے واقعی مطلب ہم نے سمجھا ہے اسکی خبر آنحضرت ﷺ سے لے کر آج

تک کے علماء اسلام کو نہیں ہوئی۔ ورنہ احادیث نزول اور بیان مندرج تفاسیر اجماع امت



برخلاف نصوص قرآنیہ کے صادر نہ ہوتے۔ نعوذ باللہ من ہفوات الجاہلین۔

**قولہ:** پھر صفحہ ۱۶۴ میں آیت فَلَا تُعْجِبُكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (توبہ: ۵۵) کے متعلق لکھتے ہیں۔ جس کا حاصل تو یہ ہے کہ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا متعلق ہے لِيُعَذِّبَهُمْ سے جس سے ایک لطیف پیشین گوئی معلوم ہوتی ہے۔ حاصل معنی یہ ہوا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تجھکو ان کے اموال اور اولاد عجب میں نہ ڈالیں کیونکہ وہ اموال و اولاد فی الحقیقت بوجہ ہلاکت و غارت کے مسلمانوں کے ہاتھ میں ان کے لئے موجب عذاب ہیں دنیا ہی میں۔ اور اگر فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا کو اموال و اولاد سے متعلق ٹھہرایا جاوے تو ایک زائد اور لغو کلام ہوا چاتا ہے۔ کما قیل۔ سر

پشمان تو زیر ابرو ابند      دندان تو جملہ درد بانند

**اقول:** چون کہ امر وہی صاحب صفحہ ۱۶۷ سطر ۴ پر لکھتے ہیں۔ کہ ”کیونکہ حذف ظروف وغیرہ کا موجب اصول علم بلاغت کے عموم پر دلالت کرتا ہے انتہی موضع الحاجت“ تو بموجب اس تصریح آپ کے اموال و اولاد ان کے بر تقدیر تعلق فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا کے لِيُعَذِّبَهُمْ کے ساتھ عام ٹھہریں گے یعنی دنیا میں بھی اور قیامت میں بھی اور جیسے دنیا میں ان کے اموال و اولاد دیکھنے والوں کو خوش لگیں گے ایسا ہی قیامت میں۔ اب امر وہی صاحب کے علم بلاغت کے رو سے آیت کا معنی یہ ٹھہرا کہ ان کے اموال و اولاد بوجہ کثرت و خوبی اپنی کے دنیا اور قیامت میں تجھ کو عجب میں نہ ڈالیں گو کہ اموال و اولاد خوب و عمدہ دنیا و قیامت میں ان کے نصیب کئے ہیں۔ مگر بوجہ ہلاکت و غارت کے مسلمانوں کے ہاتھ ان کے لئے موجب عذاب کا ٹھہریں گے۔ ایہا الناظرون! جب کفار کو دنیا اور قیامت میں یہ معاش نصیب ہوئی جو موجب عجب ہے مسلمانوں کے لئے تو ایک لحظہ بھر کی تکلیف میں جو بین الفرقتین کا عدم سمجھنی چاہیے۔ کہ ان کا کیا نقصان ہوا دونوں جہانوں کی خوشی، تو بموجب علم معانی امر وہی



صاحب کے کفار لے گئے، پھر مسلمانوں کے ہاتھ میں باقی کیا رہا۔ یہی مسکنت و غربت و تنگی معاش تِلْكَ اِذَا قِسْمَةٌ ضِيزِي (انجم: ۲۲)۔

**قولہ:** پھر لکھتے ہیں ”رہا آخرت کا عذاب سو وہ ٹل نہیں سکتا“

**اقول:** کیوں صاحب جب آپ کے علم بلاغت نے کفار پر دونوں جہانوں کی نعمتیں عنایت کر دیں تو پھر آخرت کا عذاب کیسا؟

**قولہ:** پھر لکھتے ہیں۔ کیونکہ حال ان کا یہ ہے کہ وہ تو مصداق ہیں م وَتَزْهَقُ اَنْفُسَهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ (توبہ: ۵۵) کے۔

**اقول:** ایہا الناظرون! علم بلاغت کے عجائبات کو تو دیکھا ہے اب علم نحو کے قوانین کو سنیے۔ ہدایت النحو پڑھنے والا بھی جانتا ہے کہ حال اور عامل حال کا زمانہ ایک ہوتا ہے مثلاً رایت زیداً راکباً یعنی زید کو میں نے سواری کی حالت میں دیکھا تو اب متکلم کے دیکھنے اور زید کے سوار ہونے کا ایک ہی وقت ہوگا۔ امر وہی صاحب کا نحو یہاں پر یہ حکم دیتا ہے کہ عذاب تو ان کو دنیا میں ہوگا اور زہوق ان کے نفوسوں کا جو حال ہے یہ قیامت کے دن۔ سبحان اللہ بایں نحو و معنی و حدیث و قرآن دانی۔ آنحضرت ﷺ سے لے کر علماء موجودہ تک فوقیت کا دعویٰ ہے اللہ تعالیٰ کو تو اس امر کا اظہار مقصود تھا کہ اموال و اولاد چند روزہ کا تجھ کو خوش نہ لگے کیونکہ عذاب ان کے لئے ابدی اور غیر محدود ہے۔ امر وہی صاحب کی تفسیر کے مطابق معنی یہ ہوا اموال و اولاد دائمی ان کے تجھ کو خوش نہ لگیں کہ صرف دنیا ہی میں ان کی ہلاکت ہے پھر ہمیشہ باقی رہیں گے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بجائے تسلی و اطمینان کے الٹی سنائی۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا متعلق اموال و اولاد سے ہے اور یہ لغو نہیں۔ بلکہ یہ قید بمنزلہ دلیل کے ہے ماقبل کے لئے۔ یعنی اے حبیب اکرم ﷺ آپ کو ان کے اموال و اولاد خوش نہ لگیں کیونکہ یہ تو چند روزہ ہیں دائمی معاملہ انکا تو



عذاب سے پڑیگا۔ فکان کدعوی الشی بنیۃ وبرهان پس بجائے شعر مذکور یہ مناسب ہے۔

چشم تو کہ زیر ابروئے تست ز کردہ کمان باہوئے تست

یا یوں کہیے

چشم تو زیر ابر وانند زہ کردہ کمان بعاشقانند

دندان تو جملہ دردہانند در حقہ لعل لولو انند

اس مضمون بالا اور لحاظ قاعدہ مذکورہ علم بلاغت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آیت

لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ میں بھی اگر يَوْمَ الْحِسَابِ کو لَهُمْ

عَذَابٌ شَدِيدٌ کے ساتھ متعلق نہ مانا جاوے جیسا کہ امر وہی صاحب نے صفحہ ۱۶۶ کے اخیر

پر لکھا ہے۔ تو چاہیے کہ کفار کے لئے عذاب شدید دنیا اور قیامت دونوں میں ہو حال آنکہ

بہترے کفار دنیا میں بڑی جاہ و حشمت میں ہیں تو بحسب تفسیر امر وہی صاحب کے آیت

میں کذب لازم آئے گا۔ والعیاذ باللہ اور بِمَا نَسُوا میں مراد نسیان سے نسیان آیات اللہ کا

بقرینہ مقام ہے فلا یرد ما زعم الامر وہی۔

**قولہ:** صفحہ ۱۶۵ میں مجاہد پر معترض ہو کر لکھتے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے قولہ تعالیٰ اَنْزَلَ عَلٰی

عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا قِيَمًا (کہف: ۱) میں تقدیم و تاخیر نہیں کیونکہ مخاطب کا

ذہن بعد سننے اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتَابَ کے فوراً اس کجی کی طرف کیا گیا کہ شاید منزل علیہ

جس پر کلام اتاری گئی ہے خدا نہ بن گیا ہو۔ لہذا ضروری ہوا کہ فوراً ہی ارشاد فرمایا جاوے کہ

لَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا کیونکہ جس طرح وہ شبہ فوراً پیدا ہوا تھا اس کا دفع بھی فوراً چاہیے۔

**اقول:** ایہا الناظرون! غور فرماو! کجی اور عوج تو مخاطب کے ذہن میں پیدا ہوئی اور اس کا

دفعیہ اس طرح پر ہوا کہ لَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کجی نہیں

رکھی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں عوج و اختلاف نہیں رکھا کہ کہیں



کچھ ہو اور کہیں کچھ۔ اس دفعیہ کو کیا دخل ہے اس وہم کے دفع کرنے میں۔ پھر غور فرماویں کہ کیا انزلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتَابَ سے وہم مذکور پیدا ہو سکتا ہے اور جن عباد پر کلام الہی اتاری جاوے ان میں خدا بننے کا استحقاق کوئی خیال کر سکتا ہے۔ ہاں بیشک ایسے وہم قادیانی صاحب اور مروہی صاحب کو پیدا ہو سکتے ہیں اسی لئے هُوَ الَّذِي ارْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى کے سننے سے رسول بن گئے۔ اور آیات الوہیت کے سننے سے خدا بن گئے نہ صرف دعویٰ ہی کیا بلکہ نیا آسمان بھی پیدا کر دیا۔ (دیکھو کتاب البریۃ للقادیانی) تیسری دفعہ پھر خیال فرماویں کہ بالفرض اگر وہم مذکور پیدا بھی ہو تو کیا تصریح عبدہ کی اس کے دفع کرنے کے لئے کافی نہیں ہو سکتی۔ جس نے عبدہ کو نہ مانا وہ لَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا کو کیسے مانے گا۔ بلکہ عبدہ کی تصریح تو اس مرزائی وہم کا دفعیہ بہ نسبت وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا کے بخوبی کر دیتی ہے۔ کہاں تک ہم جہالت آموزہ مضامین کی تردید میں تضييع اوقات کریں۔ جس شخص کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا کا جملہ بسبب معطوف ہونے کے انزل علی عبدہ الكتاب پر صلہ موصول کا لامل لہا من الاعراب ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ کوئی تعلق اس کا بحسب الاعراب الكتاب سے نہیں جیسا کہ قِيَمًا کو ہے کیونکہ وہ حال واقع ہوا ہے (الكتاب) سے۔ وہ کیونکر کتاب اور سنت کے متعلق لکھنے کا مجاز ہو سکتا ہے۔ اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب صرف اتنا ہی ہے کہ قِيَمًا کا محل بوجہ حال واقع ہونے کے الكتاب سے ماقبل کا ہے بہ نسبت لَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا کے اور تاخیر اس کی وجوہ بلاغت کی رو سے کی گئی ہے۔ اس مقام پر شاید مروہی صاحب نے لفظی اور معنوی دونوں طریق پر علم بدیع کو ملحوظ رکھا ہے یعنی آیت وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا میں ایک مضمون کج بیان کیا باوجود اس کے کہ آیت میں کجی کی نفی کی گئی ہے اور نیز آیت قرآن مجید کی وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا ”ی“ کے ساتھ اور مروہی صاحب نے لَمْ نَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا ”نون“ سے فرمایا ہے دیکھو صفحہ ۱۶۶ اس ۴۔



قولہ: صفحہ ۱۶۳ کا حاصل۔ ۱..... اول تو علامہ سیوطی پر بے اعتباری اور پھر  
۲..... فَقَالُوا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً مِّسْ بھي تقدیم تاخیر نہیں کیونکہ جہرۃ بمعنی ظاہر و عیاں کے  
ہے اور قوم موسیٰ کا سوال عیانی رویت سے ہی تھا اور رویت قلبی تو ان کو بذریعہ حضرت موسیٰ  
کے حاصل تھی جیسا کہ حضرت اقدس فرماتے ہیں۔ نعر

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت  
اس بے نشان کی چہرہ نمائی یہی تو ہے  
جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور  
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

اقول: ۱..... تفاسیر معتبرہ کے مطالبہ کے بعد اس آڑ میں پناہ لینی فرار اسی کا نام ہے۔

۲..... ابن عباس کا مطلب یہ ہے کہ جہرۃ کا محل متصل فقالوا کے دو وجہ سے ہے۔ لفظی  
وجہ تو یہ ہے کہ نظم قرآنی میں جس جگہ قول او مافی معنہ کا اجتماع جہرۃ کے ساتھ ایک کلام  
میں واقعہ ہوا ہے۔ وہاں پر جہر سے قول جہری مراد ہے۔ دیکھو ذُوْنَ الْجَهْرَمِنَ الْقَوْلِ اور  
وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافُتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا (بنی اسرائیل: ۱۱۰)۔ اور  
وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ  
لَا تَشْعُرُونَ (نجات: ۲) و نظائر ہا۔ اور وجہ معنوی یہ ہے کہ بہ حسب محاورہ مجرم کی صریح گستاخی  
پر بولا جاتا ہے کہ فلاں نے چلا کر اور منادی دے کر یہ کام کیا۔ گویا دو جرم ہوئے ایک تو  
معصیت کا ارتکاب اور دوسرا پر لے درجے کی شوخی۔ آیت کا معنی یہ ہوا کہ انہوں نے چلا کر  
یہ سوال کیا تھا کہ اے موسیٰ ہم کو اپنا خدا دکھلا دے۔ اور چونکہ بحسب اقرار امر وہی صاحب  
ان کو رویت قلبی حاصل تھی لہذا معلوم ہوا کہ سوال ان کا رویت عینی ہی سے تھا۔ الغرض آیت  
مذکورہ بنی اسرائیل کے جہری سوال سے حکایت ہے، نہ سری سے۔ یعنی یہ نہیں کہ آیت کا



مطلب یہ ہو کہ انہوں نے اپنے دلوں میں ارنا اللہ کا خیال کیا تھا۔ شعر بالمقابل شعر مذکور کے یوں لکھنا چاہیے۔

منکوحہ آسمانی و آتھم کی موت میں  
حق نے نہ کچھ کہا ہے صفائی یہی تو ہے  
جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور  
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

**قولہ:** صفحہ ۱۷۲ کا حاصل ..... مؤلف کا اقرار ہے کہ توفیٰ کا معنی بجز موت اور نیند کے نہیں۔ دیکھو صفحہ ۵۳ شمس الہدایت کا۔ پھر فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کا تیسرا معنی رفعتنی کیسا پیدا ہو گیا؟ ۲..... اور درمنثور سے جو عبارت ابوالشیخ کی نقل کی گئی ہے۔ اس میں کہیں مذکور نہیں کہ توفیٰ بمعنی رفع کے ہیں۔ ۳..... تفسیر عباسی کا حاصل معلوم ہو چکا ہے کہ اس کی روایات کذابین سے مروی ہیں۔

**اقول:** ..... ہم کو اقرار ہے کہ توفیٰ کا معنی قبض و استیفاء یعنی پورا لینے کا ہے جس کے افراد میں سے موت اور نیند اور قبض غیر الروح ہیں۔ ہم نے ان افراد میں سے کسی کو معنی موضوع لہ توفیٰ کا نہیں کہا اور نہ قبض الروح مقید کو معنی توفیٰ کا ٹھہرایا ہے۔ یہ صرف امر وہی صاحب کی نا فہمی ہے۔ دیکھو ص ۵۳ بالاستیعاب۔ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کے متعلق مفسرین نے جو لکھا ہے وہ اختصار ہے فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي و رفعتنی کا یعنی بحسب وعدہ مُتَوَفِّيكَ و رافعک کے مسیح آسمان پر اٹھائے جانے کے وقت مقبوض ہو کر مرفوع ہو اچنانچہ آیت میں اختصار ہے بدلیل بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کے جس سے صرف رفع کا تحقق معلوم ہوتا ہے۔ ایسا ہی مفسرین و شراح کی کلام میں بھی اختصار ہے نہ یہ کہ توفیٰ کا معنی رفع ہے۔ ہاں اس وجہ سے کہ غالباً قبض کرنے سے مطلب اٹھانا ہوتا ہے توفیٰ سے رفع لینا مستبعد نہیں پس اطلاق



توفی کا رفع پر مسامحہ ہوا نہ حقیقت۔ یہی ہے مراد کرمانی شرح صحیح بخاری کی جو  
فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کے تحت میں فلما رفعتنی لکھتا ہے اور یہی ہے مطلب عبارت ذیل شمس  
الہدایت کا جو ص ۵۶ سطر ۱۲ پر ہے ”اور معنی رفع اور قبض توفی سے مراد لینا بشہادت قرآن  
کریم پہلے اسی رسالہ میں ثابت ہو چکا ہے یعنی قبض کا ارادہ حقیقی طور پر اور رفع مسامحہ“۔

۲..... ابوالشیخ کی عبارت جو درمنثور سے نقل کی گئی ہے۔ اس عبارت میں ابن عباس کا  
مقولہ ومدفی عمرہ آپ نے لحاظ نہیں فرمایا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباس  
نے فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے رفعتنی مراد لیا ہے کیونکہ درازی عمر و حیات کی تقدیر پر جو مدلول  
ہے ومدفی عمرہ کا رفع ہی متصور ہو سکتا ہے بخلاف ارادہ موت کے توفیتنی سے کہ  
وہ ضد ہے حیات اور درازی عمر کی۔

۳..... تفسیر عباسی کی نسبت جو کچھ علامہ سیوطی وغیرہ نے لکھا ہے اس کا یہ معنی نہیں کے جو کچھ اس  
میں اول سے آخر تک لکھا ہوا ہے وہ سب خلاف واقعہ ہے کیونکہ اس تقدیر پر علامہ سیوطی کا نقل  
کرنا ابوالشیخ کی عبارت کو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباس نے فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے معنی رفع  
لیا ہے کیا معنی رکھتا ہے؟ تو معلوم ہوا کہ ابوالشیخ کی روایت جو عند السیوطی معتبر ٹھہری ہے عباسی کی  
روایت اس کے مطابق ہے اور عباسی کی روایت محل تائید میں مذکور ہے نہ محل اثبات میں۔

**قولہ:** صفحہ ۱۷۳ اور ۱۷۴ کا حاصل۔ امام بخاری نے آیت مُتَوَفِّكَ کے ممیتک  
تفسیر فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کے ذیل میں لکھی ہے اور اسی مقام میں حدیث اقول کما قال  
العبد الصالح کی لائے ہیں جس سے امام بخاری کو یہ ثابت کرنا منظور ہے کہ  
فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي میں بھی معنی موت کا مراد ہے اور مسیح ابن مریم کی وفات بھی آنحضرت ﷺ کی  
وفات کی طرح ہے تو امام بخاری اور ابن عباس دونوں کا مذہب وفات مسیح ٹھہرا بلکہ سب ائمہ  
سلف کا یہی اعتقاد تھا کیونکہ قول ابن عباس مُتَوَفِّكَ ممیتک سے کسی صحابی کا انکار



منقول نہیں اور خطبہ صدیقی نے تو فیصلہ ہی کر دیا کہ مسیح بھی سب انبیاء کی طرح مرچکا ہے۔  
**اقول:** امام بخاری اور ابن عباس بلکہ کل محدثین کے نزدیک چونکہ احادیث نزول میں نزول اصیلی مراد ہے نہ ثیلی کما مر۔ نیز امام بخاری کی تصریحات بوفات بعد النزول جو مستلزم ہے حیات قبل النزول کو اور ایسا ہی ابن عباس کی روایات متعلق بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ أَوْ وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ الْآيَةَ اور مدت مکث و نکاح مسیح بعد النزول ائمہ ثقات کی کتب معتبرہ میں منقول ہیں۔ دیکھو ابن کثیر و درمنثور اور ابوالنعیم وغیرہ۔ لہذا وفات مسیح کو انکا مذہب ٹھہرانا بالکل جہالت و بطالت ہے۔ قائلین بہ حیات مسیح کے نزدیک احادیث نزول اور آیات توفی کے مابین تطبیق کے دو ہی طریق ہیں ایک مُتَوَفِّيكَ اور تَوَفَّيْتَنِي کو بمعنی قبض و رفع کے لینا اور دوسرا بمعنی موت کے۔ مگر اس تقدیر پر مُتَوَفِّيكَ و رافعک الی کو تقدیم و تاخیر کی نوع سے ٹھہرایا جائے گا جو کے بہ شہادت نظائر قرآنیہ ثابت ہے اور آپ نے بھی مجبور ہو کر مان لی ہے کما مر۔ اور آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کو حکایت وفات بعد النزول سے ٹھہراتے ہیں اور یہی ہے مسلک امام بخاری کا۔ دیکھو اسی مقام پر جس میں مُتَوَفِّيكَ بمعنی ممیتک کے لکھا ہے۔ و اذ قال میں قال کو بمعنی يقول کے لکھا ہے اور کلمہ اذ کو زائدہ۔ جس سے امام بخاری کا مطلب یہ ہے کہ یہ سوال و جواب حشر کے دن ہوگا۔ کمایدل علیہ قولہ تعالیٰ هَذَا يَوْمٌ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي حکایت ہے وفات بعد النزول سے اور حدیث اقول کما قال العبد الصالح میں بھی قال بمعنی يقول کے ہے بلکہ اس حدیث لانے سے بھی امام بخاری کا مطلب اپنے مذہب کا اثبات ہے کیونکہ اس حدیث میں روز حشر کے واقعہ کا ذکر ہے لہذا یہ حدیث قوی دلیل ہے اس پر کہ آیت میں قال بمعنی يقول کے ہے۔ اور اس مسلک کی بناء پر مسیح ابن مریم بھی مثل آنحضرت ﷺ کے اثر موت سے متاثر ٹھہرے ہاں بناء بر مسلک معنی قبض و رفع بوجہ خصوصیت لازمہ کے اثر توفی میں مختلف



ٹھہریں گے اور یہ محل استبعاد نہیں۔ دیکھو آیت اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمث فی منامہا میں نفوس مائة اور نفوس نائمہ مختلف ہیں اثر توفی میں۔ یہاں پر امر وہی صاحب کا تمسخر کے طور پر کہنا کہ ”کیونکر مختلف نہ ہوں کہاں عیسیٰ ابن مریم خدا کا اکلوتا بیٹا اور کجا آنحضرت ﷺ سراسر دجل اور جہالت ہے کیا جس شخص کی عمر دراز ہو وہ خدا بن جاتا ہے یا اس کا بیٹا؟ ہرگز نہیں۔ اب امر وہی صاحب ہی چونکہ تریسٹھ سال سے زائد ہو چکے ہیں تو کیا خدا کے بیٹے بن گئے؟ ہاں مجھے خوب یاد آیا کیونکر نہ بنیں جب بحسب تصریح کتاب البریہ قادیانی صاحب خالق السموات والارض ٹھہرے تو امر وہی صاحب اس خدا کے بیٹے ہوئے۔

خطبہ صدیقیہ کی تشریح پہلے گذر چکی ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگوں نے کتابیں کسی استاد سے نہیں پڑھیں ورنہ اٹے مضامین نہ لکھتے لہذا آپ معذور ہیں مگر پھر ایسی بحث معرکہ العلماء میں ہرگز داخل نہ ہونا چاہیے۔

**قولہ:** صفحہ ۷۵ میں ایک اور طرح پر گریز اختیار کیا ہے۔ جب سمجھا کہ بے شک امام ہمام جلال الدین سیوطی جیسے شخص کو ہم جھوٹا تو نہیں کہہ سکتے تو یہ راستہ لیا کہ تاریخ بخاری کا نسخہ دکھائیے مگر وہ بھی بدین شرط مقبول ہوگا کہ اس پر سب ائمہ حدیث کی تصحیح ہو۔ اب ناظرین سے دریافت کیا جاتا ہے کہ کیا یہ گریز ہے یا نہیں۔

**قولہ:** صفحہ ۷۶ سطر ۲۲ پر لکھتے ہیں۔ اور کوئی ایسا بڑا تعذر نہیں کیونکہ شریعت اسلام میں صلیب کا توڑ ڈالنا یا خنزیر کا قتل کرنا کچھ ممتنع نہیں ہے۔

**اقول:** کیوں صاحب صلیب کا توڑنا اور خنزیر کا قتل کرنا علی سبیل الاستمرار ممتنع عادیہ سے نہیں؟ کیا آپ نے مضارع کا استمرار تجدیدی کے لئے ہونا نہیں سنا؟

**قولہ:** صفحہ ۷۷ سے ۱۸۰ تک کی تردید کی بوجہ اس کے مردود ہونے کے حاجت نہیں۔

صفحہ ۱۸۱ کا حاصل۔ غیر مکرر لفظ توفی کا قیاس کرنا خلق اللہ زیداً قیاس مع الفارق



ہے کیونکہ لفظ خلق کے معنی میں نہ من تراب داخل ہے اور نہ من ماء مہین بخلاف محاورہ توفی اللہ زیدا کے اس میں حسب اقرار مؤلف کے بھی روح کا قبض ہے بمطلق قبض۔

**اقول:** قیاس مع الفارق نہیں۔ کیونکہ توفی کے معنی مطلق پورا لینا اور قبض کرنا ہے۔ جس کے افراد میں سے موت اور نیند اور قبض الشی غیر الروح ہے۔ دیکھو شمس الہدایت کا صفحہ ۵۳۔ لہذا یہ قیود توفی کے مفہوم سے خارج ہیں کیونکہ معنی مصدری کے افراد حصیہ ہوتے ہیں جنکی ماہیت سے قیود بالاتفاق خارج ہیں۔ رہا محاورہ توفی اللہ زیداً کا سو اس پر توفی اللہ عیسیٰ کو بدلیل خصوص یعنی بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کے قیاس نہیں کیا جا سکتا اور آپ نے جو کچھ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ میں لکھا ہے اس کا تار و پود ناظرین کے سامنے اکھاڑ کر رکھا گیا ہے۔

**قولہ:** صفحہ ۱۸۲ اور ۱۸۳ کا مضمون مکرر ہے۔ صفحہ ۱۸۳ کے اخیر سے ۱۸۵ کے اخیر تک کا حاصل۔ ہمارا استدلال صرف اثر ابن عباس سے ہی نہیں بلکہ..... کلام اللہ کی تیس آیات سے۔

۲..... بخاری کی حدیث اقول کما قال العبد الصالح۔

۳..... اثر ابن عباس مُتَوَفِّكَ مَمِيَتِكَ۔

۴..... تمام محاورات۔

۵..... تمام کتب لغات عرب عرباء۔

۶..... حدیث لامہدی الاعیسیٰ ابن مریم۔

۷..... ابن حزم کا قول۔ چنانچہ حاشیہ جلالین میں لکھا ہے۔ وتمسک ابن حزم بظاہر

الایة و قال بموتہ۔ اور امام مالک کا قول مجمع البحار میں مندرج ہے۔

۸..... اولہ عقلیہ۔

۹..... انا جیل وغیرہ۔ اور

۱۰..... وقوع مجازات واستعارات احادیث پیشین گوئیوں میں۔



**اقول:** ..... قرآن مجید کی آیات میں جس قدر آپ کی جہالت آموودہ اجتہاد نے آپ کی جہالت کا ثبوت دیا ہے وہ پبلک پر بخوبی ظاہر ہو رہا ہے۔ میں آیات کا حاصل یہ کہ ہر ایک تنفس موت کے پیالہ کو نوش کرنے والا ہے اپنے اپنے وقت معین میں۔ دنیا میں ہمیشہ رہنا کسی کے لئے نہیں۔ رسالت اور موت باہم متنافی نہیں۔ معمر لوگ ضعیف القویٰ ہو جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ الغرض کسی آیت سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ کوئی شخص قبل از استیفاء عمر اپنی کے مر سکتا ہے۔

۲..... صحیح بخاری کی حدیث بھی صاف طور پر شہادت دے رہی ہے۔ کہ اقول کما قال العبد الصالح کا سوال وجواب قیامت کے دن ہوگا۔ جس سے امام بخاری نے استدلال پکڑا ہے کہ آیت میں بھی قال بمعنی یقول کے ہے۔ الخ کما مر۔

۳..... اثر ابن عباس مُتَوَفِّیْکَ ممیتک کے متعلق تفصیلاً بحث اوپر گزر چکی ہے۔

۴..... تمام محاورات سے مقولہ توفی اللہ عیسیٰ کا بلحاظ دلیل خصوص علیحدہ ہے اگر نظائر رکھتا ہے تو خصوص کا کیا معنی ہے۔ چنانچہ خلق اللہ ادم الگ ہے لکھو کھا محاورات خلق اللہ زیدا و عمرو او بکرا الی غیر النہایة سے بدلیل خصوص۔

۵..... تمام کتب لغات کی توفی کا معنی قبض وغیرہ بہت سے معانی لکھتے ہیں۔ دیکھو لسان العرب وغیرہ۔ ہاں توفی اللہ زیداً کا معنی قبض اللہ روح زید کو معنی مجازی لکھتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ نیز ارادہ معنی موت کا ہم کو مضر نہیں کیونکہ مُتَوَفِّیْکَ میں وفات کا تحقق نہیں اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِي کا تعلق وفات فیما بعد النزول سے ہے۔

۶..... ابن ماجہ کی حدیث کا ٹکڑا اس طرح ہے۔ ولا مہدی الا عیسیٰ جس سے بلحاظ ما قبل معنی وصفی مراد ہے۔ دیکھو ما قبل اس کا ولن تقوم الساعة الا علی شرار الناس۔ اب سب احادیث مہدی فاطمی میں اور اس میں تطبیق بھی آگئی۔

۷..... ابن حزم اور امام مالک کا قول بموت عیسیٰ ان کو اجماعی عقیدہ سے خارج نہیں



کرتا کیونکہ وہ اگرچہ نظر بظاہر آیات توفی وفات مسیح کے قائل ہیں مگر بلحاظ آیت بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ اور وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ اور احادیث نزول کی پھر عند الرفع حیات مسیح کے قائل ہیں۔ کیونکہ در صورت تسلیم احادیث نزول بلا تاویل بغیر اس کے کہ مسیح کو عند الرفع زندہ مانا جاوے کوئی چارہ نہیں۔ ہاں در صورت انکار احادیث نزول یا تحریف ان کے یا عدم فہم معنی آیت بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الْخ بحسب محاورہ قرن اول کے بے شک عقیدہ اجماعیہ کے برخلاف ہو سکتے ہیں۔ لہذا جب تک مخالف ہمارا بہ نسبت ان دونوں بزرگوں کے احادیث نزول کا انکار اپنی طرح قول بالبروز یا تصریح بر رفع روحانی متعلق آیت بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کے ثابت نہ کرے تب تک اقوال مذکورہ سے تمسک مفید نہیں ہو سکتا بلکہ ہمارے پاس دلائل موجود ہیں جو ان کو اہل اجماع سے خارج نہیں ہونے دیتے۔ دیکھو اسی کتاب کو اول سے جس مقام پر اجماع کا ثبوت دیا گیا ہے۔

۸..... کوئی دلیل عقلی رفع جسمی علی السماء و نزول جسمی من السماء پر قائم نہیں۔ چنانچہ بحوالہ نووی شرح مسلم میں پہلے گزر چکا ہے کہ کوئی دلیل عقلی و شرعی نزول من السماء کے استحالہ پر نہیں۔ قادیانی مشن کی محض جہالت ہے کہ اس کو محالات عقلیہ سے خیال کرتے ہیں کما مر۔ اور آیت سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا کی عدم دلالت علی الامتناع کو امر وہی صاحب نے بھی مجبور ہو کر اسی کتاب میں تسلیم کر لیا ہے۔ صرف مرزا جی اس جہالت میں اکیلے رہ گئے ہیں۔

۹..... انا جیل وغیرہ میں سے بوجہ خود غرضی کے کچھ لیا اور کچھ چھوڑ دیا گیا ہے بلکہ سب تمسکات میں آدھا تیر آدھی بیروالی بات ہے۔

۱۰..... آنحضرت ﷺ سب احادیث نزول میں اصیل مسیح کے نزول سے اعلام فرماتے رہے ہیں کما مر غیر مرہ۔



ایہا الناظرون! کل احادیث نزول اور حدیث اقول کما قال العبد الصالح اور اثر ابن عباس مُتَوَفِّیکَ بمعنی ممیتک اور آیت بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَیْهِ اور مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط (ماندہ: ۷۵) یہ سب دلائل جن کی تعداد سو سے بھی زیادہ ہے اجماعی عقیدہ کی مثبت ہیں۔

**قولہ:** ۱۸۶ سے ۱۸۹ تک وہی مضامین ہیں جن کی تردید ہو چکی ہے۔ ہاں صفحہ ۱۸۹ پر لکھتے ہیں۔ ”اب فرمائیے کہ الرسل میں حضرت عیسیٰ داخل ہیں یا نہیں؟ بشق ثانی کیا وجہ کہ صحابہ اہل لسان نے اس پر جرح نہیں کیا اور بشق اول مدعا ہمارا ثابت ہے۔“ پھر اس بحث کے اخیر میں لکھا ہے۔ ”دیکھو ملل و نخل شہرستانی کہ فرجع القوم الی قولہ۔“

**اقول:** ”الرُّسُلُ“ جو وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط (آل عمران: ۱۳۳) میں ہے اس میں حضرت عیسیٰ داخل نہیں۔ کیونکہ یہی قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ آیت مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط (الماندہ: ۷۵) میں بھی موجود ہے تو بر تقدیر استغراق الرُّسُلُ کے آنحضرت ﷺ الرُّسُلُ میں داخل ہیں یا نہیں۔ بشق اول آیت میں کذب لازم آتا ہے کیونکہ معنی یہ ہوا کہ سارے رسول مسیح ابن مریم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ اس کے پیچھے تشریف فرما ہوئے ہیں۔ اور بشق ثانی ہمارا مدعا ثابت ہے۔ کیسے معلوم ہوا کہ الرُّسُلُ سارے افراد کو محیط نہیں اور صحابہ اہل لسان کا جرح نہ کرنا دلیل ہے اس پر کہ صدیق اکبر اور کل صحابہ متفق تھے یعنی عیسیٰ ابن مریم کو قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ سے بالاتفاق خارج سمجھتے تھے کیونکہ در صورت اختلاف جرح ضروری تھا۔ اور فرجع القوم الی قولہ کا معنی یہ ہے سب صحابہ نے صدیق اکبر کی طرح آنحضرت ﷺ کی موت کو منافی رسالت نہ سمجھا اور آپ ﷺ کی وفات شریف کے معتقد ہو گئے غرض کہ آپ اس بحث معرکہ العلماء میں



داخل ہو کر عجیب مصیبت میں پڑ گئے نہ مذہب باطل کو ہٹ دھرمی سے ترک کیا جاتا ہے کہ معتقدین برگشتہ ہو جاویں گے یا ان کے روبرو آپ کو ذلت جہالت کی حاصل ہوگی اور نہ باطل کا احقاق ہو سکتا ہے۔ سر

فان كنت لا تدري فتلک مصيبة

وان كنت تدري فالمصيبة اعظم

**قولہ:** صفحہ ۱۸۹ سے ۱۹۲ تک وہی مضامین مکررہ ہیں۔ ہاں ۱۹۱ پر ایک عجیب مسئلہ لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فعل متعدی میں نسبت صدوری اور وقوعی کے مابین تلازم ہے اور متلازمین میں ایک کا ذکر ایسے محل پر دوسرے کے ذکر سے مستغنی کر دیتا ہے۔

**اقول:** بالکل لغو اور باطل ہے۔ ضرب زید عمرو میں اگر صرف نسبت صدوری کی مخالفت للواقع ثابت ہوگئی یا صرف نسبت وقوعی کی تو ہر ایک مخالفت بالاستقلال مؤثر ہے کذب قضیہ مذکورہ میں تو محل تردید میں ایک کا ذکر دوسرے کے ذکر سے کیسے مستغنی کر دیتا ہے۔

**قولہ:** صفحہ ۱۹۳ کا حاصل۔ ترجیح کے لئے (جو عبارت ہے تقویت احد الطرفين سے دوسرے پر جس سے مقصود صحیح و ابطال باطل ہوتا ہے) چند شرائط ہیں۔ ۱..... تساوی فی الثبوت۔ ۲..... تساوی فی القوة۔ ۳..... صحابہ و تابعین و تبع تابعین و من بعدہم سب متفق تھے عمل بالراجع پر۔ ۴..... ترجیح کبھی اسناد کی رو سے ہوتی ہے اور کبھی متن اور کبھی مدلول اور کبھی امر خارج کے رو سے۔ ۵..... قلت و سائط کی اسناد میں اور روایت فقیہ کی اور ایسی ہی روایت عالم باللغۃ العربیہ کی یہ تینوں اسباب ترجیح میں سے ہیں۔ ۶..... اور جو مراد پر بلا واسطہ دلالت کرتا ہو مقدم کیا جاتا ہے اس پر جو بالواسطہ دلالت کرے۔ ۷..... صحیحین کی احادیث مقدم سمجھی جائیں گی غیر صحیحین کی احادیث پر حصول المامول من علم الاصول سے انتخاب کیا گیا ہے۔



**اقول:** کل مرویات فی تحقیق وفات اسیح بعد النزول مطابق و متمم موید ہیں صحیحین کی مرویات کے لئے بوجہ اتحاد مقسم قسم ایک دوسرے کے لئے کما مر۔ فلا تعارض حتی یحتاج الی الترجیح۔ ان میں فقہاء اور علماء باللغۃ العربیہ کے نزدیک کوئی مخالف نہیں الا بحسب رائے چند عجمیوں کے جو فقہت اور وجوہ استنباط سے بالکل نابلد ہیں فلا یعبابہم۔

**قولہ:** صفحہ ۱۹۴ کا مضمون غیر مکرر اس جگہ پر مؤلف صاحب نے (مؤلف شمس الہدایت) ایک اور اپنا کمال ظاہر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کے اس قول پر ”کہ کل مفسرین نے حتی کہ صاحب کشف نے بھی مُتَوَفِّیکَ سے معنی ممیتک کا لیا ہے“ مؤلف صاحب فرماتے ہیں کہ صاحب کشف نے مُتَوَفِّیکَ کے جو معنی ممیتک لکھے ہیں اس معنی کو بسبب لانے صیغہ ترمیض کے خود کو ضعیف کر دیا ہے۔ لہذا الناظرون! دیکھو یہ کس قدر دجل عظیم مؤلف صاحب کا ہے کیونکہ صاحب کشف نے جو قتل کے تحت میں ممیتک لکھا ہے اس کو بقیود فی وقتک بعد النزول من السماء سے بھی تو مقید کر دیا ہے۔ پس وہ ممیتک جو مقید ہو بدیں قیود وہ قول صاحب کشف کے نزدیک مرجوح ہے نہ وہ ممیتک جو مقید ہو بقید حتف انفک لا قتلا بایدہم کے کیونکہ یہ قول تو اول نمبر میں لکھا گیا ہے۔

**اقول:** ناظرین کو قاموس وغیرہ کتب لغت سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اہل لغت نے توفی کے لئے چند معانی لکھے ہیں جن میں سے موت بھی ہے اور استیفاء عمر بھی اور پورا پکڑنا اور پوری گنتی کرنا وغیرہ وغیرہ۔ سب معانی بوجہ اتحاد مقسم ایک دوسرے کے مقابل و مغائر ہوئے۔ صاحب کشف اور قاضی بیضاوی اور صاحب مجمع البحار وغیرہم نے ظاہر مُتَوَفِّیکَ کو جب دیکھا کہ بر تقدیر ارادۃ معنی موت کے نص بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْہِ اور احادیث متواترہ اور اجماع سے مخالف ہے تو انہوں نے حصول تطبیق کے لئے اس مسلک کو لیا کہ یہاں پر مُتَوَفِّیکَ بمعنی ممیتک کے نہیں تاکہ حصول تطبیق کے لئے قیود وغیر متبادرہ



کی طرف احتیاج پڑے۔ یعنی فی وقتک بعد النزول من السماء بلکہ مُتَوَفِّیک سے مراد ایک اور معنی ہے جس کو اہل لغت نے منجملہ معانی توفی کے موت کے طرح شمار کیا ہے وہ ہے مستوفی اجلک یعنی تیری عمر کو جو ابھی باقی ہے پورا کرنے والا ہوں کشاف کی عبارت یہ ہے۔ متوفیک ای مستوفی اجلک و معناه انی عاصمک من ان یقتلک الکفار ومؤخرک الی اجل کتبتہ لک وممیتک حتف انفک لاقتلا بایدیہم (صاحب کشاف) ومعناه انی عاصمک من ان یقتلک الکفار سے یہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ مستوفی اجلک کنایہ ہے عصمة عن القتل سے اور عبارت مؤخرک الی اجل الخ سے مقصود بیان لزوم ہے مابین استیفاء اجل اور عصمة عن القتل کے۔ یعنی استیفاء اجل کی صورت یہ ہے کہ تجھ کو مہلت دینے والا ہوں اجل موعود تک اور یہ تاخیر اجل اس طرح پر نہیں کہ مہلت کے بعد پھر تجھے انہیں کے ہاتھ سے قتل کراؤں بلکہ تجھے بلا قتل اپنی موت سے مارونگا۔ عبارت مذکورہ میں جیسا کہ فقرہ ومؤخرک الی اجل کتبتہ لک در ضمن بیان معنی کنایت کے داخل ہے ایسا ہی فقرہ وممیتک حتف انفک لاقتلا بایدیہم کا۔ پس ثابت ہوا کہ صاحب کشاف نے مُتَوَفِّیک سے معنی موت کا نہیں لیا بلکہ مستوفی اجلک مراد رکھا ہے۔ اور عبارت مذکورہ میں ممیتک وہ نہیں جو منجملہ معانی توفی سے شمار کیا گیا ہے کیونکہ یہ بعطف بعید معطوف ہے عاصمک کے اوپر پس معناه پر محمول ہوا۔ گویا صورت ترکیب کی یہ ہوئی و معناه انی ممیتک یعنی معنی اس مستوفیک کا ممیتک ہے حالانکہ مستوفی اجلک اور ممیتک بوجہ اتحاد ایک دوسرے کے لئے مقسم تقسیم ہیں جن کا حمل فیما بین جائز نہیں پس معلوم ہوا کہ یہ ممیتک در ضمن بیان معنی کنائی کے ذکر کیا گیا ہے یعنی ممیتک مقید بقیود حتف انفک لاقتلا بایدیہم من حیث انہ مقید محمول ہے معناه کے اوپر اور



ظاہر ہے کہ ممیتک مقید متوفی کا معنی نہیں نتیجہ یہ نکلا کہ یہ ممیتک جو کشف کی عبارت میں واقع ہے مُتَوْفِّیْک کے معنی کے لئے نہیں۔ اور یہ بھی اذہان صافیہ پر واضح ہو کہ کشف کی عبارت وقیل ممیتک فی وقتک بعد النزول من السماء میں ممیتک چونکہ متعلق ہے مُتَوْفِّیْک سے یعنی اس کا معنی تصور کیا گیا ہے لہذا یہاں پر حمل کا لحاظ مقدم ہوگا تقید کے لحاظ سے۔ الحاصل پہلی کلام میں ممیتک مقید محمول ہے اور پچھلے میں ممیتک محمول مقید ہے۔ امید نہیں کہ مرزا صاحب و امر وہی صاحب اب بھی باوجود اس تصریح کے کشف کے مطلب کو پہنچیں۔ مگر اور طلباء کے افادہ کے لئے لکھا جاتا ہے۔ قاضی بیضاوی کشف سے لے کر مُتَوْفِّیْک کے تحت لکھتے ہیں۔ ای مستوفی اجلک و مؤخرک الی اجلک المسمی عاصما ایاک من قتلهم اوقابضک من الارض من توفیت مالی الخ۔ اس کے حاشیہ پر شہاب لکھتا ہے۔ لما کان ظاہرہ مخالفًا للمشہور المصرح بہ فی الآیة الاخری بل رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْہِ اولہ بوجہ الاول انه کنایة عن عصمة عن الاعداء وما هم فیہ من انفتک بہ لانه یلزم من استیفاء اجلہ وموتہ حتف انفہ ذلک انتہی موضع الحاجة۔

ایہا الناظرون! قادیانی و امر وہی صاحبان سے دریافت فرمادیں کہ دجل یا جہل کس کا ہے اور کل مفسرین نے اجماعی عقیدہ کے مطابق لکھا ہے یا نہیں کہاں تک ان کو آیات و احادیث بلکہ صرف نحو تک بھی پڑھایا جاوے۔

**قولہ:** صفحہ ۱۹۵ کا حاصل جھوٹی لاف۔ ص ۱۹۷ سطر اول۔ اور مؤلف جو ایراد کرتا ہے کہ ”ایام الصلح“ کے اخیر میں انکار فرشتوں کا کیا گیا ہے۔ اس کا جواب صرف یہ ہے کہ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ۔

**اقول:** ایہا الناظرون! شمس الہدایت کے صفحہ ۹۵ کے حاشیہ کو ملاحظہ فرمادیں۔ جس کی



سطرے پر لکھا ہوا ہے۔ ”مرزا صاحب ازالہ اوہام میں متعلق تفسیر سورۃ القدر نزول ملائکہ کے قائل ہیں۔ ایام الصلح میں قریب اختتام کے اس کے منکر ہو گئے۔“ پھر ”ایام الصلح“ فارسی کے صفحہ ۱۱۶ سطرے کو ملاحظہ کریں جس میں عبارت ذیل مندرج ہے۔ ”اس آیت کریمہ جہراً گوید نزول و مشی ملائکہ بر ہیئت رجال بنی آدم از عادت الہیہ نیست“۔ پھر امر وہی صاحب سے دریافت فرمادیں کہ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ کا مصداق کون ہوا؟ اب یہ دوسری دفعہ اپنے منہ سے ملعون ہو رہے ہیں۔ کیا ابھی سے حواس قائم نہیں رہے۔ آگے چلئے۔

**قولہ:** صفحہ ۱۹۸ کا حاصل۔ ..... رفع جسمانی کو قرآن مجید نے اہل کتاب کی طرف منسوب کر کے نفی اور رد کیا ہے۔ دیکھو آیت او ترقی فی السماء کو یَسْئَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَنْ تَنْزِلَ عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِنَ السَّمَاءِ (النساء: ۱۵۳)

۲..... پیشین گوئیوں میں قبل از وقوع ملہم کی رائے بھی خلاف نفس الامر کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔ مگر قبل از وقوع کے ہے نہ بعد از وقوع۔ دیکھو فَذَهَبَ وَهَلِي كُو۔

۳..... اہل کتاب اگرچہ قبل از واقعہ صلیب رفع مسیح بحسدہ العنصری کے قائل نہیں۔ لیکن ابن عباس نے شاید اس کو ان کی غلطی خیال کر کے یہ وہم کیا کہ صحیح یوں ہے کہ یہ قصہ رفع کا قبل از واقعہ صلیب واقع ہوا ہے۔

۴..... اثر ابن عباس بوجہ مندرجہ ذیل ساقط الاعتبار ہے۔ (۱) تعارض نصوص قطعیہ (۲) اس اثر کو ابن عباس اگر آنحضرت ﷺ سے سماع فرماتے تو کسی نہ کسی حدیث مرفوعہ صحیح یا ضعیف میں اس کا نشان اور پتہ ضرور ملتا۔ (۳) اس کتاب میں تین وہ مذاہب بیان کئے گئے ہیں جو اہل کتاب سابق کے ہی ہیں۔

**اقول:** ..... او ترقی فی السماء سے مطلق رفع جسمی کا رد نہیں پایا جاتا کما بینا فی شمس الہدایت۔ ہاں کفار کا سوال بہ نسبت صعود علی السماء وغیرہ کے منظور نہیں ہوا۔ جس پر آیت



سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا (بنی اسرائیل: ۹۳) وال ہے۔ ورنہ آیت  
 سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ الْآيَةَ سے آپ ﷺ کا صعود اور بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے مسیح  
 کی مرفوعیت ثابت ہے اور اسی پر کل اہل اسلام کا اجماع ہے۔ اور سوال کفار کی عدم اجابت  
 کی وجہ تو دوسری آیت میں بالتصریح بیان فرمادی گئی ہے۔ وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْآيَاتِ  
 إِلَّا أَنْ كَذَّبَ بِهَا الْأَوْلُؤُنَ (بنی اسرائیل: ۵۹) ترجمہ: کسی شے نے ہم کو ایسی آیات کے بھیجنے  
 سے نہیں روکا بجز اس کے کہ اگلے کفار نے تکذیب کی اور ایمان نہ لائے۔ اور آنحضرت ﷺ  
 کا ارشاد ہے۔ وَالذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ اعطاني ما سئلتهم ولو شئت لكان الخ۔  
 اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میرا وجود ہے جو تم نے مجھ سے مانگا ہے وہ مجھے اللہ نے  
 دے دیا۔ اور اگر میں چاہوں تو وہ ہو جاوے الخ۔ تفسیر ابن کثیر سورہ بنی اسرائیل۔ اور قرآن  
 مجید نے اس مسئلہ کو اہل کتاب کی طرف منسوب نہیں کیا۔ کیا آپ آیت يَسْئَلُكَ أَهْلُ  
 الْكِتَابِ أَنْ تَنْزِلَ عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِنَ السَّمَاءِ (النساء: ۱۵۳) کا معنی یہ سمجھتے ہیں کہ اہل  
 کتاب کا سوال یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ آسمان پر چڑھ جاویں؟ ہرگز نہیں۔

۲..... ”ازالة الخفاء“ میں شاہ ولی اللہ صاحب نے تصریح کی ہے کہ چونکہ سلسلہ تکوین میں  
 آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہونا مقدر نہ تھا لہذا حکمت الہیہ کا اقتضاء ہوا کہ ان  
 واقعات کے احکام بھی آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک پر جاری ہوں جو قیامت تک ہونے  
 والے ہیں۔ اور ان کے متعلق حق تعالیٰ کی رضا یا عدم رضا بھی ظاہر ہوتا کہ نعمت الہی تمام ہو  
 اور حجت قائم ہو۔ پس وہ سب وقائع منکشف ہو گئے اور آنحضرت ﷺ نے بعض کی نسبت تو  
 اس طرح خبر دی کہ گویا بظاہر چشم دیکھ رہے ہیں۔ اور بعض کی نسبت بہ تقریبات اطلاع دی  
 تاکہ بعد آنحضرت ﷺ کے امت مرحومہ تاریکی میں نہ رہے۔ انتہی۔ میں کہتا ہوں  
 احادیث نزول میں بھی بڑی بڑی تاکیدات و بیان نشانات سے اسی لئے ارشاد فرمادیا گیا



ہے تاکہ امت مرحومہ جھوٹے مسیحوں سے بچے۔ اور کشف عینی والی پیشین گوئیوں کی یہی علامت ہے کہ ان میں بڑی توضیح و تشریح و تاکید و بیان حلفی سے کام لیا جاتا ہے۔ بخلاف کشف اجمالی کے کہ ان میں بایں طرز بیان نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ فذہب و ہلی الی انہ الیمامة۔ کیونکہ اس میں آپ نے پہلے سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ یمامہ ہی ہوگا۔ لہذا یہ پیشین گوئی کے اقسام میں سے نہیں بلکہ صرف اظہار تھا اپنی رائے شریف کا۔ الغرض نزول مسیح وغیرہ اشراط الساعة والی پیشین گوئیاں بوجہ ہونے ان کے مناط احکام و رضا و عدم رضا و کفر و ایمان نہایت مہتمم بالشان ہیں ان کو مقیس علیہا ٹھہرانا دوسری اقسام کے لئے جہالت ہے بلکہ اس خیبر کے یہودی کا مسلک ہے جس کے بارہ میں ارشاد کیا گیا تھا۔ اذ تعد و بک قلو صک لیلاً بعد لیل۔ اور اس کو اس نے آپ کی خوش طبعی پر حمل کیا تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بوجہ اس حدیث کے پیشین گوئی قرار دینے کے خیبر سے جلا وطن کر دیا۔ قادیانی مشن کا مسلک بھی اس خیبر کے یہودی کا مسلک ہے فاروقی اور ایمانی مشرب نہیں۔

۳..... اثر ابن عباس میں بہتیرے ہاتھ پاؤں مارنے کے بعد یہ تاویل سو جھی جو بوجہ مردود ہونے کے قابل تردید نہیں۔

ع تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

۴..... کوئی نص قطعی اس اثر کے معارض نہیں۔ اہل فقہت و اہل لسان کی رائے کو اعتبار ہے۔ دیکھو اصول عشرہ کو۔ اور سب اہل لسان اور صحابہ معراج جسمی کے قائل ہیں۔ اثر ابن عباس میں چونکہ عقل و نقل از اہل کتاب کو دخل نہیں۔ صرف اتنی ہی وجہ سے حکم مرفوع میں ہو سکتا ہے۔ دیکھو علم اصول کو۔ ایسے آثار کے مرفوع ٹھہرانے میں یہ شرط نہیں کہ مرفوعاً بھی مذکور ہوں۔ اگر مرفوع ہوتے تو حکم مرفوع میں ہونا کیا معنی رکھتا۔ اور اس اثر میں تین مذاہب اگرچہ اہل کتاب کے بھی مذکور ہوں مگر بیان کنندہ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے یعنی ابن



عباس کا بیان ہے کہ عیسیٰ ابن مریم کے اٹھایا جانے کے بعد تین گروہ مختلف المذاہب ہو گئے۔ ایہا الناظرون! کیا اس بیان سے یہ پایا جاتا ہے کہ اثر مذکور کا سارا ہی مضمون اہل کتاب کا مذہب ہو جائے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اہل کتاب میں سے تو کوئی قبل از صلیب مسیح کے مرفوع الی السماء ہونے کا قائل نہیں۔ واہ صاحب۔ کہاں کی کہاں لگا دیتے ہیں۔

**قولہ:** صفحہ ۱۹۷ سے صفحہ ۲۰۶ تک کے مضامین وہی ہیں جس کی تردید گزر چکی ہے۔ اور بعض کی تردید ادنیٰ طالب العلم بھی کر سکتا ہے۔ صفحہ ۲۰۶ سے ص ۲۱۱ تک کا حاصل۔ زریب بن برثملا وصی عیسیٰ والا یہ ایک واقعہ کشفی ہے۔

**اقول:** ایہا الناظرون! اس گریز کا بھی خیال نہ کریں چونکہ محی الدین ابن عربی کے کشفی معیار صحت کا انکار بوجہ اقرار مندرج ازالہ کما نہیں کر سکتے تو اب اس طرف کو بھاگے کہ یہ واقعہ صرف کشفی تھا۔ محی الدین عربی صاحب کی عبارت ذیل کو ملاحظہ فرمایا جاوے وہ اس واقعہ کو کیا ٹھہراتے ہیں۔ دیکھو جلد اول ص ۲۵۰ میں حدیث برثملا کی اول سطر ۳ پر لکھتے ہیں۔ وفي زماننا اليوم جماعة احياء من اصحاب عيسى و الياس الخ۔ یعنی ہمارے زمانہ موجودہ میں ایک جماعت زندہ ہے عیسیٰ اور الیاس کے اصحاب میں سے۔ اب امر وہی صاحب سے دریافت فرماویں کہ حسب اقرار مندرج ازالہ کے محی الدین ابن عربی صاحب کا قول کیوں نہیں مقبول ہوتا۔ اور کسی شخص کا اہل زمان سابق سے عظیم الجثہ ہونا یا اصحاب کہف کی طرح بغیر خوراک عادی کے زندہ رہنا کیوں مستبعد خیال کیا جاتا ہے۔

**قولہ:** صفحہ ۲۱۲ اور ۲۱۳ کا مضمون مکرر ہے۔ صفحہ ۲۱۲، ۲۱۵ اور ۲۱۶ کا حاصل۔ چونکہ صیغہ مضارع بحسب تصریح سید سند استمرار کے لئے ہوتا ہے۔ لہذا لیؤمنن کا ترجمہ جو مرزا صاحب نے لکھا ہے یعنی ”ایمان رکھتا ہے“ صحیح ہوا۔ کیونکہ استمرار میں ازمنہ ثلثہ داخل ہیں مثلاً وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (عنکبوت ۶۹) اور كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا



وَرُسُلِي (مجادلہ: ۲۱) اور مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أَنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (النحل: ۹۷) وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَنْصُرُهُ (الحج: ۴۰) وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ (عنکبوت: ۹) بر تقدیر ارادہ محض استقبال کے ان آیات میں معنی فاسد ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہدایت اور غلبہ اور احیاء اور جزا اور نصرت اور ادخال دائمی ہیں۔ مخصوص بزمانہ مستقبل نہیں۔ افسوس کہ وہی پرانی باتیں مولوی محمد بشیر کے رسالہ سے لکھ دیں۔ جن کا جواب ہم نے مفصل پہلے سے لکھ دیا ہے۔

**اقول:** سید سند کی تصریح کا یہ مطلب نہیں کہ ہر جگہ مضارع استمرار کے لئے ہوتا ہے اور نہ کسی علم معانی والے نے یہ لکھا ہے۔ یہ صرف آپ کی خوش فہمی ہے۔ سید سند کی عبارت ذیل کو ملاحظہ کرو۔ قد یقصد بالمضارع الاستمرار علی سبیل التجدد والتقضى بحسب المقامات۔ قد یقصد اور بحسب المقامات کو غور فرمائیے۔ مضارع پر قد افادہ تقلیل کے لئے ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کبھی مضارع سے بدلیل مقام استمرار مقصود ہوتا ہے جیسا کہ آیاتِ خمسہ مذکورہ میں ہے اور چونکہ مضارع مؤکد بالنون کا للا استقبال ہونا بھی بحسب قاعدہ مسلمہ مشہورہ کے ضروری ہے۔ دیکھو متن متین وغیرہ۔ تختص بمستقبل طلب او خبر مصدر بتاکید باللام نحو لیضربن۔ چنانچہ آیت میں بھی لیؤمنن خبر مصدر بتاکید باللام ہے لہذا افعال خمسہ مذکورہ میں معنی استقلال سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ تو معلوم ہوا کہ فعل مستقبل مستمر ہے یعنی وہ فعل کہ جس کو کسی فعل کی نسبت مستقبل کہا جاتا ہے اور وہ اس کے لئے بمنزلہ جزاء کے ہے بہ نسبت شرط کے یا معلوم کے بہ نسبت علم کے مستمر بھی ہے باعث استمرار فعل مترتب علیہ یا بوجہ استمرار اس کے علم کے۔ پہلی آیت میں لنهدینہم اور تیسری میں فلنحییہ بمع معطوف کے اور چھٹی میں



لندخلنہم بمنزلہ جزاء کے ہیں بہ نسبت جاہدوا اور عمل اور امنوا کے۔ ابن حاجب کہتا ہے واذا تضمن المبتداء معنى الشرط فيصح دخول الفاء في الخبر و ذلك الاسم الموصول بفعلٍ او ظرفٍ او النكرة الموصوفة بهما۔ اور دوسری آیت میں غلبہ بہ نسبت کتب یعنی قدر کے معلوم کے مرتبہ میں ہے اور تاخرو استقبال معلوم کا بہ نسبت علم اپنے کے گو کہ بہ حسب الذات ہی ظاہر ہوتا ہے۔ اور چوتھی آیت میں لینصرن اللہ مترتب ہے۔ ینصرہ پر۔ اور آیت لیؤمنن بہ میں یہود کا ایمان کسی فعل پر مرتب نہیں تاکہ اسکی نسبت سے مستقبل کہا جائے نیز بوجہ خارج ہونے ان اہل کتاب کے جو مسیح سے پہلے گذرے ہیں۔ پھر بھی استمرار لیؤمنن کا نہیں ہو سکتا۔ الغرض لیؤمنن کو از قبیل افعال مرتبہ علی فعل آخر سمجھنا اور آیات خمسہ مذکورہ پر قیاس کرنا یہ انہیں نام کے نہ کام کے مولویوں کا کام ہے۔ جنہوں نے علوم کو کسی استاد سے نہیں پڑھا۔ نعوذ باللہ من اناس تشنوا قبل ان یشنوا۔

ایہا الناظرون! امر وہی صاحب سے دریافت کریں کہ یہ وہی مولوی محمد بشیر کی پرانی باتیں ہیں یا مولوی محمد نذیر کے نئے افادات۔ چونکہ لیؤمنن میں استقبال بالنسبة الی امر آخر نہیں لہذا استقبال اسکا بہ نسبت زمان نزول آیت کے ہوگا یعنی نزول کے وقت سے آئندہ کو ایمان با مسیح متحقق ہوگا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آیت سے مراد ایمان لانا کتابی کا مسیح کے ساتھ عند موت الکتابی نہیں کیونکہ یہ ایمان با مسیح تو نزول آیت سے پہلے بھی ہر کتابی کا چلا آیا ہے۔ لہذا متعین ہوا کہ آیت میں یہ پیشین گوئی ہے کہ ہر ایک کتابی زمان آئندہ میں عند نزول مسیح ایمان لائے گا۔ اور عند نزول مسیح سے یہ مراد نہیں کہ فوراً مسیح کے اترتے ہوئے سب اہل کتاب مسلمان ہو جائیں گے۔ بلکہ جن کی موت علی الکفر مقدر میں ہے ان کے ہلاک کئے جانے کے بعد کما ہو مدلول احادیث الجہاد باقی افراد موجودہ سب ایمان



لائيں گے۔ کما قال عليه السلام وتكون الملل كلها ملة واحدة۔ اور یہ معارض نہیں آیت وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (آل عمران: ۵۵) کے لئے۔ کما زعم القادياني والامرؤہی۔ کیونکہ سورت مذکورہ میں فوقیت کا تحقق بالاستیصال علی وجہ الکمال ہوگا چنانچہ بہ نسبت عرب شریف کے وارد ہوا ہے کہ عرب میں کوئی گھر نہیں رہا جس میں اسلام داخل نہ ہوا یعنی ہر ایک عربی مسلمان ہو گیا اور اس کی یہی صورت ہوئی کہ جن کی ہلاکت علی الکفر مقدر میں تھی ان کی ہلاکت کے بعد بقیہ اہل عرب سے ہر ایک عربی مشرف بہ اسلام ہوا۔ ایسے تعارضات صرف خوش فہمی پر مبنی ہیں ورنہ اہل لسان کے نزدیک حدیث مذکور اور آیت مذکورہ کے مابین کوئی تعارض نہیں۔ اگر ہے تو سلف کی نسبت ثابت کیا جاوے کہ وہ تعارض کے قائل ہوئے ہیں اور حدیث مذکورہ کو بوجہ تعارض کے متروک الاعتقاد ٹھہرایا ہے۔ و دونہ خرط القتاد۔ پس بحسب قاعدہ مسلمہ آپ کے جو اصول عشرہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ اہل لسان اور فقہت کی روایت و درایت مقبول کرنی چاہیے۔ فاندفع ماتوہمہ الامرؤہی فی الصفحات العديدة السابقة والملاحقة الغرض کل ڈھکوسکے ان کے خانہ زاد ہیں۔ قائل کی غرض کچھ اور ہوتی ہے اور یہ فرقہ کچھ اور ہی ہانکے جاتا ہے۔ تعجب اس سے آتا ہے کہ ایسے بیانات پر جو صراحةً مخالف ہوں غرض قائل کے، بڑے فخر اور تعلی سے چند جمعاء میں بیٹھ کر دوسروں کو جاہل اور گدھا وغیرہ خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ برثملا وصی عیسیٰ والی حدیث کے بعد صفحہ ۲۱۱ میں ہماری نسبت شعر ذیل لکھتے ہیں۔

گوش خر بفروش دیگر گوش خر

کیں سخن را در نیاید گوش خر

اور پھر ہم پر یہ سوال وارد کیا گیا ہے کہ ”کیا آپ کو وہ مذاکرہ بھی یاد ہے جو آیت



ذیل میں مندرج ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي اٰدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ اَلْسُتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰی شَهِدْنَا (الاعراف: ۱۷۲)

جب آپ اس مذاکرہ کا یاد ہونا ثابت کر دکھائیں گے تو ہمارے مسیح موعود آپ کے اس مذاکرہ مطلوبہ کا وقوع بطور بروز کے ثابت کر دکھائیں گے۔ انتہی۔ ”واہ صاحب شاباش آپ کی خوش فہمی پر، کیا ہم نے آپ کے مسیح سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ کو شب معراج والا مذاکرہ یا برتملا کو کوہ حلوان میں نزول تک ٹھہرانے کا ارشاد کرنا یاد ہے یا نہیں بلکہ سوال تو یہ تھا کہ اگر آپ سچے مسیح موعود ہیں تو بحسب مذاکرہ شب معراج کے چاہیے تھا کہ اپنے دجال کو بچھا دینا قتل کیا ہوتا یا اپنے وصی برتملا کو پتہ دیا ہوتا تا کہ وہ بھی قادیان میں آپ کے ساتھ شامل ہوتا۔ الغرض سوال یادداشت سے نہیں تھا بلکہ وقوع ظہور علی حسب المذاکرۃ والا ارشاد سے تھا۔ مگر آپ کے نزدیک جواب اس کا کچھ مشکل نہیں۔ کیونکہ الکنایۃ و المجاز ابلغ من الحقیقۃ میں امر وہی صاحب کو بڑی مشاقی ہے۔ وہ تو جوابا کہہ سکتے ہیں کہ مسیح بروز کے طور پر قادیانی صاحب تھے اور برتملا بطریق بروز کوہ حلوان میں تھا۔ اور کوہ حلوان بروزی امر وہی ہے مسیح اقدس کے قبل از ظہور فی القادیان وصیت تھی کہ ہمارے نزول فی القادیان تک تم کوہ حلوان یعنی امر وہی میں ٹھہریو اور کسی انسان کا عظیم الراس والجبۃ ہونا چونکہ بحسب استبعاد امر وہی صاحب کے ممکن بامکان وقوعی نہیں لہذا حدیث مذکور میں جو لکھا ہے کہ برتملا کا سر چکی کے پاٹ کی طرح تھا اس سے مراد بطریق کنایہ کامل العقل رکھا گیا ہے اور آیت وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي اٰدَمَ الْاٰیۃ کے مطابق ہم سے دریافت کرنا چاہیے کہ یوم میثاق کے مطابق شہادت بالتوحید والربوبیۃ ظہور میں آئی ہے یا نہیں؟ تو جواباً معروض ہے کہ الحمد للہ والمنة کہ جس طرح اس واہب العطیات نے محض فضل و کرم کے ذریعہ سے یوم میثاق میں



ہم سے بلی شہدنا کہلوایا تھا اسی طرح اس عالم میں بھی اس شہادت سے رطب اللسان و  
سرور الجنان ہیں۔ و نعم قیل

شربنا علی ذکر الحبيب مدامةً  
سکرنا بها من قبل ان یخلق الکرم  
ولنعم ما قیل

لقد قلت فی مبدء الست بر بکم  
بلی قد شهدنا و الولا متتابع  
فیا حذا تلك الشهادة انها  
تجادل عنی سائلی و تدافع  
وانجو بها يوم الورود فانها  
لقائلها حرز من النار مانع  
هی العروة الوثقی بها فتمسکی  
وحسبی بها انی الی الله راجع  
فیارب بالخل الحبيب محمد  
نیک وهو السيد المتواضع  
انلنا مع الاحباب رويتک التي  
اليها قلوب الاولياء تسارع  
فبابک مقصود و فضلک زاید  
وجودک موجود و عفوک واسع

۱۔ خلاصہ اشعار: میں نے یوم الست میں عہد کیا کہ یہ محبت و ولادائیگی ہے اور یہ شہادت میری نجات کا بہترین ذریعہ  
ہے۔ یا الہی اپنے خلیل حضور نبی کریم ﷺ کے طفیل ہمیں اپنے اولیاء کرام کے ساتھ اپنے دیدار کی نعمت سے مشرف  
فرمانا، تیرا دروازہ کھلا اور تیرا فضل و کرم وسیع ہے۔



**قولہ:** صفحہ ۲۱۷ سے صفحہ ۲۲۲ تک کی تردید کی حاجت نہیں۔ صفحہ ۲۲۳ سے ۲۲۵ تک کا حاصل۔ ساری اہل زمین ہدایت اور اتفاق ان کا ملت اسلام پر کما ہوا المفہوم من قولہ العلیہ السلام وتكون الملل کلها ملة واحدة مشیت الہیہ کے محض خلاف ہے۔ لقولہ تعالیٰ وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (سجده: ۱۳) ایضاً قال تعالیٰ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ۝ إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذَلِكَ خَلَقَهُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (هود: ۱۱۹-۱۱۸)۔

**اقول:** پہلی آیت کا مفاد یہ ہے کہ ہم کو چونکہ جنوں اور آدمیوں سے جہنم کا بھرنا حسب الوعدہ منظور ہے لہذا ہر ایک کو ہم نے ہدایت عطا نہیں کی ورنہ اگر ہم چاہیں تو ہر ایک کو ہدایت دے سکتے ہیں۔ ایہا الناظرون! انصاف فرماویں کیا جہنم کا بھرنا بغیر اس کے کہ زمان مسیح کے لوگ مختلف ہوں، نہیں ہو سکتا۔ بینوا تو جروا۔ اور دوسری آیت میں بحسب استثناء مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ کے مرحومین کا اتفاق ایک ملت پر ہو سکتا ہے۔ رہے غیر مرحومین سو وہ جب تک زمین پر موجود ہونگے مختلف ہی رہیں گے۔ اور لایزالون کا مقتضی یہ نہیں کہ غیر مرحومین سے زمین کسی وقت خالی نہ ہوگی کیونکہ لایزال کا مدلول صرف اتنا ہی ہے کہ محمول منفک نہیں موضوع سے یعنی کوئی وقت وجود موضوع غیر مرحومین کا اختلاف سے خالی نہیں۔ دیکھو قولہ تعالیٰ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ (توبہ: ۱۱۰) جس کا مدلول اسی قدر ہے کہ شک کا انفکاک بُنْيَانُهُمْ (ان کی عمارتوں) سے تاحین حیات ان کے متصوّر نہیں۔ ہاں اگر مر گئے تو چونکہ خود ہی نہ ہوں گے ان کا شک بھی نہ ہوگا۔ کما قال اللہ تعالیٰ الْآنَ تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ مگر یہ کہ ٹکڑے ٹکڑے کٹ جاویں دل ان کے یعنی مرجاویں پس زمان مسیح موعود میں چونکہ غیر مرحومین ہی نہ رہیں گے تو ان کا اختلاف کیسا ہوگا۔



اس مقام پر امر وہی صاحب نے ہماری طرف یہ منسوب کیا ہے کہ بحسب قاعدہ  
مخترعہ مؤلف کہ قرآن مجید میں جس جگہ ایسا استثناء الا کے ساتھ آیا تو وہ آیت مؤلف کے  
نزدیک زمانہ مسیح ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔

ایہا الناظرون! انصاف فرمادیں کہ کس قدر جہالت ہے یہ تفریح تو امر وہی صاحب کی خوش  
فہمی پر مبنی ہے کیونکہ مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ کو آپ نے محصور کر رکھا ہے انہیں مرحومین میں جن  
کے زمانہ میں مسیح کے زمانہ کی طرح کوئی غیر مرحوم باقی نہ رہا ہو۔ حالانکہ مَنْ رَّحِمَ  
رَبُّكَ شامل ہے ان کو اور نیز ان مرحومین کو جن کے زمانہ میں غیر مرحومین بھی موجود ہوں۔  
فانذرع الايراد بقوله تعالى وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ  
اٰمَنُوْا (عصر: ۱-۳) بقوله تعالى ثُمَّ رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (تین: ۶-۵)  
اور پھر ہم پر یہ اتہام لگایا گیا ہے کہ ”مؤلف شمس الہدایت کے نزدیک مستثنیٰ منہ  
حرف استثناء کے لانے سے کل مستثنیٰ ہو جاتا ہے۔“

یہ بھی آپ کی اسی خوش فہمی پر مبنی ہے جو ابھی بیان ہو چکی ہے فلا یرد ما اور وہ بقولہ  
تعالیٰ سَنُقَرِّبُكَ فَلَا تَنْسِي ۝ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ (الاعلیٰ: ۷-۶)

اور پھر اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ کو بر تقدیر استثناء منقطع کے عبارت ملائکہ سے ٹھہرا کر  
اعتراض کیا ہے حالانکہ صورت انقطاع میں بھی مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ سے انسان مراد ہیں نہ  
ملائکہ۔ دیکھو بیضاوی ”اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ“ اِلَّا اِنْسَانًا هَدَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ  
فاتفقوا علی ما هو من اصول دین الحق والعمدة فیہ انتھی (موضع الحاجہ) اس پر  
شہاب حاشیہ بیضاوی میں لکھا ہے۔ فلا استثناء منقطع۔ ایہا الناظرون! ہم کب تک  
ان کو پڑھاویں امر وہی صاحب کو لازم تھا کہ پہلے کسی عالم سے شمس الہدایت کو پڑھ کر اس  
کوچہ میں قدم رکھنا ناحق اس کو رسوا ہونا پڑا۔



**قولہ:** صفحہ ۲۲۶ سے ۲۳۲ تک کا حاصل۔ ان صفحات میں اس وجہ تطبیق کو رد کرنا چاہا ہے جو شمس الہدایت میں احادیث حلیہ ابن مریم کے متعلق لکھی گئی ہے۔ یعنی سرخ رنگ سے مراد کم درجہ کا سرخ ہے جسے گندمی رنگ بھی کہہ سکیں۔ اور گھونگر والے بال سے مراد کم گھونگر والے جن کو بہ نسبت اہل جہش کے سیدھے بال کہہ سکیں۔ لکھتے ہیں کہ اس تاویل کو خود حدیث متفق علیہ رد کر رہی ہے۔ عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ ﷺ قال رایتنی اللیلۃ عند الکعبۃ فرأیت رجلا ادم کا حسن ما انت راء من ادم الرجال۔ الحدیث جس کے معنی ہیں نہایت عمدہ گندمی رنگ آدمی ظاہر ہے کہ سرخ رنگ والے کو عمدہ رنگ گندمی نہیں کہا جاسکتا۔

**اقول:** عمدہ گندمی رنگ بمعنی کمال گندم گوئی یہ آپ کی خوش فہمی ہے۔ حدیث کے ٹکڑے کا حسن ما انت راء من ادم الرجال کا یہ معنی نہیں بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ گندم گوں مردوں میں سے زیادہ خوبصورت۔ آپ نے زیادت کو جو احسن الفعل تفضیل سے مفہوم ہوتی ہے گندم گوئی کے ساتھ لگا دیا۔

**قولہ:** پھر فرماتے ہیں کہ سبب چونکہ نقیض ہے جعد کی لہذا ایک کا اطلاق دوسرے پر جائز نہیں۔  
**اقول:** جعد کی مشکک ہے اس کا اطلاق مراتب مختلفہ پر آتا ہے اور ایسا ہی سبب بھی۔ پس ہر ایک مرتبہ کا اطلاق اپنے مقابل پر نہیں آتا جو مساوی فی الدرجہ ہے نہ مطلقاً۔ اب لٹھایا خاصہ کو بہ نسبت اطلس کے خشن کہہ سکتے ہیں اور بہ نسبت کمبل بھورا کے لین اور نرم۔ ایسا ہی کم جعودت والے کو بہ نسبت غایت مرتبہ کی جعودت والے کے چنانچہ حبشی وزنگباری سبب الراس کہہ سکیں گے۔

**قولہ:** پھر لکھتے ہیں کہ دوسری روایت بھی اس تاویل رکیک کو باطل کرتی ہے اور وہ یہ ہے۔ عن ابن عباس عن النبی ﷺ ورأیت عیسیٰ رجلا مربوع الخلق الی الحمرة والبیاض۔ ظاہر ہے کہ جو رنگ گندمی ایسا ہو کہ مائل ہو سرخی اور سپیدی کی طرف اس کو بھی احمر یا سرخ نہیں کہا جاسکتا۔



**اقول:** ایہا الناظرون! غور فرمادیں یہ روایت تو ہماری ہی تاویل کی موید ہے کیونکہ جب سرخی اور سپیدی ملی ہوئی ہوں تو اس صورت میں بلحاظ اختلاف جہت والا اعتبار کے آدم بھی کہا جاتا ہے اور احمر بھی۔ امر وہی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ حدیث ضرور ہمارے مسیح اقدس کو ملے مگر ہنوز دہلی دور است۔ خواص والہامات وغیرہا جو پہلے اسی رسالہ میں لکھے گئے ہیں قادیانی صاحب کو محروم رکھتے ہیں۔ آپ کا جغرافیہ وطب وغیرہ تاویلات یا تحریفات چند حتماء کو دھوکہ دے سکتے ہیں۔ لہذا اس مقام پر ہم اسی قدر جواب میں کافی سمجھتے ہیں۔ کسی اہل علم نے آپ کے خرافات کو آج تک گوز شتر سے زیادہ کوئی وقعت نہیں دی۔ ایہا الناظرون! شمس الہدایت اور شرح حدیث کو بالمقابل رکھ کر ملاحظہ فرمائیے ان صفحات کے بقیہ مضامین کی تو طلبہ بھی دہجیاں اڑا سکتے ہیں۔

**قولہ:** صفحہ ۲۳۳ کا حاصل۔ شمس الہدایت میں جو لکھا ہے کہ حدیث لو کان العلم معلقا بالثریا لنالہ رجل من ابناء الفارس۔ کا مصداق سلمان فارسی ہے۔ اس پر فرماتے ہیں ”شرم، شرم، شرم“۔ صحیحین کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ **وَ اٰخِرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ** (جمہ: ۳) جب اتری تو صحابہ نے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ مبارک رکھ کر کہا لو کان الایمان معلقاً عند الثریا لنالہ رجال من ہولاء اور سلمان فارسی چونکہ اصحابی تھے لہذا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ وہ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ کے مصداق بنیں۔

**اقول:** شمس الہدایت میں تو اس حدیث کی نسبت نہیں لکھا گیا کہ اس کا مصداق سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں بلکہ لو کان العلم معلقا بالثریا لنالہ رجل من ابناء الفارس کے متعلق کلام ہے۔ اور صفحہ ۷۶ اور سطر ۴ میں عبارت ذیل ”مصداق ہونا اس حدیث کا ثابت ہوتا ہے“ سے مراد یہی حدیث ہے نہ صحیحین کی حدیث۔ الغرض صحیحین والی حدیث کے فقرہ فوضع



النبی ﷺ الخ۔ کو قرینہ ٹھہرایا گیا ہے اس پر کہ غیر صحیحین والی حدیث میں مراد رجل سے سلمان فارسی ہے۔ دیکھو شمس الہدایت صفحہ ۷۵۔ تو اس حدیث میں رجل سے مراد یا تو واحد شخصی ہے اور یا جنس فارسی۔ بر تقدیر اول یہ حدیث جواب من ہولاء یارسول اللہ کا بوجہ جمعیتِ احرین اور ہولاء کے نہیں ہو سکتے تاکہ سلمان فارسی بوجہ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ کے مصداق اس حدیث کا نہ بن سکے بلکہ آپ کا ارشاد سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمانا کما فی احادیث الصحیحین۔ یہ دلیل ہے اس پر کہ مراد رجل سے لئالہ رجل والی حدیث میں سلمان فارسی ہے۔ اور بر تقدیر ثانی لئالہ رجل اور لئالہ رجال کا مال ایک ہوگا۔ اس صورت میں بقرینہ و احرین منہم لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ اور سوال من ہولاء یارسول اللہ کی دونوں حدیثوں کا مصداق اہل فارس میں سے وہی ہوں گے جو شرافت صحبت سے مشرف نہیں۔ اس شق کا ذکر وجہ ثانی میں کیا گیا ہے۔ دیکھو شمس الہدایت کی عبارت ذیل۔ ”اور ثانیاً اگر بلحاظ جمعیت لفظ رجال اور ہولاء کہ جنس مراد ہو“۔ یعنی لفظ رجل سے جو لئالہ رجل میں واقع ہے۔ اگر کہا جاوے لئالہ رجل اور لئالہ رجال کا ارشاد پاک بجواب سوال من ہولاء یا رسول اللہ کے ہی ہوا ہے لہذا رجل سے مراد بالتعین جنس فارسی ہے نہ واحد شخصی تو۔ جواباً گزارش ہے کہ شمس الہدایت کی عبارت کا مطلب ابطال دلیل خصم کا ہے بجمع شقوقہ و محتملاتہ۔ پس امر وہی صاحب کا شرم شرم شرم گو شرم شرم شرم ہے کہ العلم خیر والجهل شر قضیہ مسلمہ ہے۔ الحاصل قادیانی کسی صورت میں اس حدیث کا مصداق نہیں ہو سکتا کیونکہ اس نے بجائے ”لانے اور اتارنے“ کے علم کو گم کرنا چاہا ہے۔

قولہ: صفحہ ۲۳۲ کا حاصل۔

..... خراسان فارس کا صوبہ ہے اور سمرقند خراسان میں ہوا تو سمرقند فارس میں ہی ہوا لہذا قادیانی صاحب سمرقندی الاصل اور فارسی الاصل ہوئے۔



۲..... آپ کسی ایک مسئلہ میں حضرت اقدس کو بتادیں کہ وہ کتاب سنت سے کیا مخالفت رکھتا ہے۔  
 ۳..... ہمارا مسیح موعود اپنے دعوے پر کتاب اللہ و سنت صحیحہ روایا اور مکاشفاتِ صالحین امت بیان کرتا ہے۔ آسمان اور زمین اس کے دعوے کی تصدیق کر رہے ہیں۔

**اقول:** اصلی عبارت شمس الہدایت کی یہ ہے۔ ”اور سمرقند نہ خراسان سے ہے اور نہ فارس سے“۔ دیکھو فہرست اغلاط۔ اور اس عبارت میں نفی فارس کی تو ظاہر ہے کہ بمقابلہ مضمون مندرج ازالہ اوہام کے ہے اور نفی خراسان کی بہ نسبت اس تقریر یا تحریر کے ہے جو شمس الہدایت کے لکھنے کے ایام میں کسی صاحب نے پیش کی تھی۔ چنانچہ آیت **وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ** کے متعلق جو مرجع ہم کا انبیاء لکھا ہوا ہے برخلاف سیاق آیت کے **قصر المسافة** و **على سبيل التسليم** وہ بھی قادیانی صاحب کے ایک مخلص کی طرز بیان کے فرض تسلیم پر مبنی ہے۔ والا قادیانی صاحب کے تصنیفات میں کسی مقام پر آیت مذکورہ کا بیان اس طور پر نہیں دیکھا گیا۔ الحاصل بعض مضامین میں مخاطب قادیانی صاحب ہیں اور بعض میں ان کے احباب جنہوں نے انہی ایام میں اس کی جانب سے ہمارے سامنے گفتگو کی تھی۔

ایھا الناظرون! شمس الہدایت کا اعتراض قادیانی پر باقی رہا۔ یعنی حدیث **رجل من ابناء فارس** کا بوجہ سمرقندی الاصل ہونے کے مصداق نہ بنا۔ کیونکہ سمرقند فارس سے نہیں۔ دیکھو نقشہ جات۔ اور نیز قادیانی صاحب علم کوزمین سے اٹھانے کی وجہ سے اس حدیث کا مصداق ہرگز نہیں ہو سکتا۔

**قولہ:** صفحہ ۲۳۷ کا حاصل۔ آیت **سبحان ربی** کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ ہم کب کہتے ہیں کہ آیت مانحن فیہا میں جو امور مذکورہ ہیں وہ بہ نسبت قادر مطلق کے ممتنع ہیں۔ **کلا و حاشا و نعوذ باللہ منہ۔**

**اقول:** جب آپ کو ان جملہ امور مندرجہ آیت کا جن میں سے آسمان پر صعود بکسدہ



العنصری بھی ہے عدم امتناع! مسلم ہے تو اب ہم کو کچھ ضرورت نہیں رہی کہ اس پر کلام کریں۔ صرف اتنا ہی کہتے ہیں کہ اس آیت سے حسب اقرار آپ کے عدم امتناع صعود علی السماء بالجسم العنصری کے ثابت ہوا اور آیت سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ الْآيَةِ اور بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے وقوع صعود جسم عنصری ثابت ہے۔ اور ازالہ میں جو قادیانی نے نئے اور پرانے فلسفہ کی رو سے صعود علی السماء بالجسم العنصری کو ممتنعات سے لکھا ہے، بالکل واہی اور لغو ہے۔ کیونکہ برودت اور حرارت لو ازم عادیہ میں سے ہیں، ہوا اور نار کے لئے۔ جن کا انفکاک بشہادت قولہ تعالیٰ قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ (الانبیاء: ۶۹) ثابت ہے۔ ایسا ناظرین! جب اللہ تعالیٰ کو کسی اپنے بندے کا آسمان پر لے جانا منظور ہو تو کیا کرہ زمہریر یہ اور نار یہ پھر بھی اپنی برودت اور حرارت کی رو سے اس انسان کیلئے مہلک ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (یسین: ۸۳) اور اسی قبیل سے ہے قادیانی کا زعم ذیل ”کہ در صورت رفع علی السماء بوجہ حرکت آسمانوں کے مسیح کو دائمی عذاب میں مبتلا ہونا لازم آتا ہے“۔ کیونکہ اس زعم کی بناء چونکہ آسمانوں کے متحرک ہونے وغیرہ پر ہے جو شرعاً ثابت نہیں بلکہ اخبار و آیات اس کے خلاف پر ناطق ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةَ (الحاقۃ: ۱۷) و فی الخبر ان له قوائم۔ ہاں کو اکب کا متحرک ہونا قرآن کریم سے پایا جاتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ (یسین: ۴۰) وقال فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝ الْجَوَارِ

۱۔ آپ نے اپنے نبی کی کل کارروائی غتر بود کردی۔ دیکھو ازالہ جلد اول صفحہ ۳۷، ۳۸۔ ازاں جملہ ایک یہ اعتراض ہے کہ نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرہ زمہریر تک بھی پہنچ سکے۔ الخ ۱۲ منہ



الْكُنُوسِ ۝ (الکویر: ۱۶-۱۵) وَقَالَ كُلُّ يَجْرِي إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى - لہذا اہل اسلام کے نزدیک قابل اعتبار نہیں۔ الغرض معراج جسمی اور رفع جسمی ایک اجماعی عقیدہ ہے جس کے خلاف نہ نقل اور نہ عقل شہادت دیتے ہیں۔ اے مؤلف! تم کو ہمارے حبیب پاک ﷺ رسول رب العالمین افضل الاولین والآخرین سے کیا عداوت اور دشمنی ہے جو آپ ﷺ کے معجزات اور احادیث و فضیلت کلیہ کا انکار کرتے ہو۔ بلکہ قادیانی کو آنحضرت ﷺ سے افضل مانتے ہو۔ قادیانی اگر کہے کہ یہ پیشین گوئی ہرگز نہ ٹلے گی تو ایمان لے آتے ہو اور آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئیوں میں اس خیبری یہودی کی طرح کیا کیا رنگ دکھاتے ہو تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ (نجم: ۲۲) اور بجائے اس نبی کے جو باعث کمالات اپنے کے شرع محمدی علیٰ صلوة والسلام کی خدمت بجالانے کا استحقاق رکھتا ہے اور اس منصب خادمیت کو اپنے لئے سعادت سمجھتا ہے۔ ایک ایسا نامعقول کھڑا کرتے ہو جو تمہاری طرح علوم نقلیہ و عقلیہ سے بے بہرہ ہے۔

قوله: صفحہ ۲۳۹ اور ۲۴۰ کا حاصل۔

۱..... ہم کب کہتے ہیں کہ زمین پر کوئی فرشتہ متمثل بصورت بشری نہیں ہوا۔

۲..... حدیث دمشقی کو جس میں نزول مسیح ملائکہ کے کندھوں پر ہتھیلی رکھے ہوئے مذکور ہے

اس کی تکذیب آیات ذیل کر رہی ہیں۔ یَوْمَ تَشَقُّ السَّمَاوُ بِالْغَمَامِ وَنُزِلَ الْمَلَائِكَةُ تَنْزِيلًا ۝ (فرقان: ۲۵) اِيضًا هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلَائِكَةُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ (البقرہ: ۲۱۰) اِيضًا هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ اِيضًا وَقَالُوا لَوْلَا أَنْزَلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ وَلَوْ أَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْأَمْرُ ثُمَّ لَا يَنْظُرُونَ ۝ (انعام: ۸)۔

اقول: ۱..... دیکھو ایام لصلح صفحہ ۱۱۶ سطر ۱۔ ”ایں آئیہ کریمہ جہراً گوید نزول دمشقی ملائکہ



برہیت رجال بنی آدم از عادت الہیہ نیست۔ انتہی۔“۔ مرزا صاحب کی نمک خواری کا حق آپ خوب ادا کرتے ہیں۔ خدا کے بندے ساری کتاب میں ایک جگہ بھی تو اس کو فائدہ پہنچایا ہوتا۔

۲..... آنحضرت ﷺ نے حدیث دمشق میں صرف اتنا ہی فرمایا ہے کہ نزول مسیح ملائکہ کے کندھوں پر ہتھیلی رکھی ہوئے ہوگا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس وقت کے موجودہ لوگ بھی ضرور ان کو دیکھیں گے۔ جائز ہے کہ یہ نزول اس طرح پر ہو جیسا کہ نزول ملائکہ کا سور قرانیہ کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ جن کا مشاہدہ آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہے یا خواص میں سے کسی کو ہوتا ہو یا جیسا کہ رفع جنازوں لاشیں بعض صحابہ کرام کے ساتھ ہوا ہے۔ کما مر فی قصہ عامر بن فہیرہ وغیرہ۔ پھر ہم کہتے ہیں ان ملائکہ کا نزول صورت بشری میں بھی متصور ہو سکتا ہے اور آیت وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبَسُونَ (انعام: ۹) چونکہ رسول ملکی کے شان میں وارد ہے یعنی اس سے یہ مراد ہے کہ اگر کسی فرشتے کو رسول بنا کر لوگوں کی طرف بھیجا جاوے جیسا کہ کفار کا سوال ہے تو یہ بھیجنا عبث وفضول ہے۔ کیونکہ پھر بھی ان کو اشتباہ باقی رہے گا لہذا یہ آیت حدیث دمشق کی مذبذب نہیں۔ دیکھو حدیث احسان میں جبرائیل علیہ السلام بصورت بشری نازل ہوئے اور صحابہ نے بھی ان کو دیکھا۔ ایسا ہی بہتیرے مواضع ہیں۔ تو کیا کوئی خیال کر سکتا ہے کہ اس حدیث کی مذبذب آیت مذکورہ ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور آیات مذکورہ میں اس نزول اور اتیان کا ذکر ہے جو کھلے طور پر بغیر صورت بشری کے ہو جو مخصوص بیوم الحشر ہے۔

اے مؤلف صاحب! آنحضرت ﷺ کی احادیث کو مان لو اور ان کفار کی طرح انتظار نہ کرو جن کا ذکر آیات ذیل میں فرمایا گیا ہے۔ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ الْآيَةُ (البقرہ: ۲۱۰) اور هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ الْآيَةُ۔ کیونکہ پھر ایمان لانا نافع نہ ہوگا قال اللہ تعالیٰ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ (انعام: ۱۵۸)



اے مؤلف! آنحضرت ﷺ سے تم کو اور تمہارے مرشد کو کیا عداوت ہے کہ ہر ایک حدیث کو یا تو مخالف نصوص قرآنیہ کے ٹھہرا دیتے ہو اور یا تحریف صریح کر دیتے ہو۔ پھر اخیر میں ہم پر یہ الزام لگاتے ہو کہ ”اور اصل بات تو یہ ہے کہ آپ عالم ملائکہ کے بالکل منکر ہیں“۔

جب ہم نے ٹمن الہدایت میں بدلائل کثیرہ ملائکہ کا نزول اور وجود بمقابلہ انکار قادیانی کے کر دکھایا۔ تو امر وہی صاحب سے اور کچھ بن نہیں پڑی۔ اخیر میں بحکم بیس

چو وقت ضرورت نماند گریز  
بگیرد سردست شمشیر تیز

لا جواب ہو کر یہ کہہ دیا۔ واہ صاحب! جواب اس کا نام نہیں بلا وجہ اور بغیر ثبوت کسی کو متہم کرنا ٹھہرے۔ ہم نے تو ہر جگہ میں تمہارے قادیانی کی عبارتیں بحوالہ کتاب و صفحہ و سطر نقل کر دی ہیں۔  
قولہ: صفحہ ۲۴۱ سے ۲۴۳ تک کا حاصل۔

۱..... اگر حضرت نوح کی عمر ۱۴۰۰ برس کی اور حضرت آدم کی ۹۳۰ سال کی ہوئی۔ و کذا و کذا۔  
تو اس سے کب لازم آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی عمر ۲۰۰۰ برس یا زائد کی ہوگی۔ شعر

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا  
ألا یا ایہا الساقی اور کاساً و ناولہا

۲..... جس زمانے کے لوگوں کی عمریں سو برس تک کی ہوویں تو ہر ایک اہل عقل اور سمجھ والا یہ بھی سمجھ لیوے گا کہ اسی یا تو ۷۰ سال میں نکوس اور واژگونی انکو پیدا ہو جاوے گی۔

۳..... حدیث صحیح سے حضرت عیسیٰ کی عمر ۱۲۰ برس کی ثابت ہے۔

۴..... مؤلف ٹمن الہدایت نے جو اصحاب کہف کے لئے عمر آیت وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ (کہف: ۲۵) سے قطعی طور پر مقرر فرمائی ہے۔ کیا مؤلف نے آیت قُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا قرآن میں نہیں دیکھی۔



۵..... اصحاب کہف کی عمر سے حضرت عیسیٰ کی عمر مزعوم ثابت نہیں ہو سکتی۔

**اقول:** ..... حضرت ہم نے کب کہا ہے کہ نوح علیہ السلام اور آدم علیہ السلام وغیرہما کی عمر سے لازم

آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ۲۰۰۰ برس کی ہو۔ ہم نے چند اشخاص کی عمریں اس استبعاد

کے دفع کرنے کے لئے لکھی ہیں۔ جس کو قادیانی نے بہ عبارت ذیل بیان کیا ہے ”فکیف

آنکہ الی دو ہزار سنہ زندہ اش گزارا شد“۔ ایام صلح فارسی صفحہ ۱۲۰ سطر ۱۹۔ بہ اس خوش فہمی جواب

لکھنے پر آمادہ کیسے ہو گئے ہیں۔ اب تو آپ کی لسان الحال شعر ذیل پڑھ رہی ہے۔

الایا ایھا المرزا نہیں لیتا دراہم میں

جواب آساں نمود اوّل و لے افتاد مشکہا

مرادر منزل مرزا چہ امن و عیش چوں ہر دم

صلاح الوقت میگوید کہ بر بندید محمل ہا

۲..... قادیانی صاحب سے سوال تو یہ کیا گیا تھا کہ آپ نے اسی یا توّے سال کی قید کو مدلول

آیت کا کیسے ٹھہرایا ہے۔ دیکھو ایام صلح صفحہ ۱۲۰۔ آیت ذیل وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي

الْخَلْقِ کے تحت میں ”چہ از اقرار ایں آیت ہر کہ بہ ہشتاد و نو دسنہ بالغ شود اور انکوس و واژگونی

بہ آفرینش اوّل حاصل آید“۔ ”از اقرار ایں آیت“ کا فقرہ محل استشہاد ہے۔ لیھا الناظرون!

کیا سوال مذکور کا جواب یہ ہو سکتا ہے؟ ”جس زمانہ کی عمریں۔ الخ“ ہر گز نہیں۔ کیوں کہ یہ

مضمون آیت مذکورہ کا مدلول نہیں بلکہ اس سے خارج ہے اور بر تقدیر تسلیم مفہوم آیت کا چونکہ

اہل ہر زمانہ کو شامل ہے۔ لہذا اسی یا توّے سال کی قید کا خصوص اس کی غرض کیلئے منافی ہوگا۔

۳..... حدیث صحیح سے حضرت عیسیٰ کی مدت مکث قبل الرفع ۳۳ سال ہے۔ دیکھو ابن کثیر

صفحہ ۲۴۵ میں۔ فانہ رفع وله ثلث و ثلثون سنة في الصحيح و قد ورد ذلك

۱۔ چنانچہ ایام صلح میں ۱۲ منہ



فی حدیث فی صفة اهل الجنة انهم علی صورة ادم و میلاد عیسیٰ ثلاث و  
 ثلاثین سنة و اما ما حکاه ابن عساکر عن بعضهم انه رفع وله مائة و خمسون  
 سنة فشاذ غریب بعید اتی۔ اور طبرانی نے باسناد جید انس سے روایت ۳۳ سال کو ذکر کیا  
 ہے۔ و اخرج الطبرانی بسند جید عن انس قال قال رسول الله ﷺ یدخل  
 اهل الجنة علی طول ادم ستین ذراعاً بذراع الملك و علی حسن یوسف و  
 علی میلاد عیسیٰ ثلاث و ثلاثین سنة الخ (بدور السافره صفحہ ۲۷۳)۔ اور خازن ابن سعید، احمد،  
 حاکم نے اسی روایت کو صحابہ کرام کی طرف منسوب کیا ہے۔ قال ابن عباس ارسل الله  
 عیسیٰ علیہ السلام و هو ابن ثلاثین سنة فمکث فی رسالة ثلاثین شهرا ثم رفعه الله  
 الیه۔ تفسیر خازن صفحہ ۵۰۴۔ و اخرج ابن سعد و احمد فی الزهد و الحاکم عن  
 سعید بن المسیب قال رفع عیسیٰ ابن ثلاث و ثلاثین سنة۔ درمنثور جلد ثانی صفحہ ۳۶۔

۵۴..... شمس الہدایت میں اصحاب کہف کا ۳۰۹ برس تک سونا ذکر کیا گیا ہے۔ جو ترجمہ ہے  
 آیت وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا (کہف: ۲۵) کا دیکھو شمس  
 الہدایت صفحہ ۸۱ سطر ۱۶۔ خدا کے بندے کسی وقت تو سچ بولا کرو۔ ایسا ناظرین! مؤلف  
 صاحب سے دریافت فرمائیں کہ کیا آیت واللہ اعلم بما لبثوا معارض ہے آیت وَلَبِثُوا  
 فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا کے لئے؟ ہم کہاں تک ایسے جاہلانہ  
 تعارضات کا دفعیہ لکھتے رہیں۔ امر وہی صاحب آپ کی ساری کتاب کا حاصل سوا آویز،  
 گریز، بہتان، کج فہمی کے اور کچھ نہیں۔

قولہ: صفحہ ۲۲۴ اور ۲۲۵ کا حاصل۔ ..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام آیت وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّى  
 وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ کی دو شقوں میں سے اگر شق اَرذَلِ الْعُمُرِ میں داخل  
 ہیں تو بالضرور لِكَيْلَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا کے مصداق ہو گئے ہوں تو پھر دوبارہ آ کر کیا



کاروائی کر سکیں گے؟ ۲..... اس جگہ پر مؤلف صاحب شمس الہدایت نے تسلیم کر لیا ہے کہ آسمان پر جانے کا حال چونکہ حالات متوسط میں سے ہے لہذا اسکا ذکر اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا۔ و نعم ما قیل دروغلوئے را حافظہ نہ باشد۔

۳..... واقعہ صلیب کا ذکر جبکہ اللہ تعالیٰ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ میں فرما چکا تو اس مقام پر ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

**اقول:** ..... يُرَدُّ اِلَى اَرْدَلِ الْعُمْرِ امر ممتد ہے جس کا شروع چالیس یا ساٹھ سال کے بعد ہو جاتا ہے۔ لِكَيْلَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا کا تحقق اجزاء متاخرہ میں ہوتا ہے۔ اور آیت وَمِنْكُمْ مَنْ يَتَّوْفَى وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ میں چوں کہ مراد مَنْ يَتَّوْفَى سے صحیح تقابل کے لئے مَنْ يَتَّوْفَى قبل الرد الى اردل العمر ہے لہذا مسیح عليه السلام کا دخول شق اول میں بھی ہو سکتا ہے۔ بلکہ مناسب تر با حدیث مدت مکث بعد النزول یہی ہے۔ اور یتوفی تحقق وفات فی زمان الماضي پر دلالت نہیں کرتا تا کہ اس سے مسیح کی وفات نزول آیت کے وقت ثابت ہو۔ الغرض مسیح آیت کے شق اول میں داخل ہو، خواہ دوسری میں۔ اس کی وفات یا نکمما ہو جانا ثابت نہیں ہوتا۔

۲..... ہاں تسلیم کر لیا کہ آیت وَمِنْكُمْ مَنْ يَتَّوْفَى وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ اِلَى اَرْدَلِ الْعُمْرِ میں رفع الی السماء کا ذکر نہیں۔ جیسا کہ آپ نے تسلیم کر لیا ہے کہ اس آیت میں واقعہ صلیب کا ذکر نہیں۔ مگر فرمائیے کہ اس تسلیم میں ہمارا کون سا ضرر ہے اور ہم نے کب اس آیت کو دلیل رفع جسمی کے لئے کہا ہے؟ ہم نے تو بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ سے ثابت کیا ہے۔ ہماری کتاب کو کسی سے پڑھ کر سمجھنا آپ کے لئے ضروری تھا۔ ایہا الناظرون؟ جتنے اعتراض شمس الہدایت میں قادیانی کے استدلالات بآیات قرآنیہ پر وارد کئے گئے تھے ان میں سے ایک کو بھی امر وہی صاحب مندفع نہیں کر سکا۔ اصلی غرض سوال کا تو حضرت کو خیال ہی نہیں رہتا آویز گریز کر کے ٹال مٹول دیتے ہیں۔



قولہ: صفحہ ۲۳۵ سے ۲۳۸ تک کا حاصل۔

۱..... وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ (الانبياء: ۸) اور كَانَا يَاكُلَانِ الطَّعَامَ سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی انسان کا نبی ہو یا ولی وغیرہ بغیر طعام خوردنی گندم وغیرہ کے زندہ رہنا نہیں ہو سکتا۔

۲..... قرآن مجید سے اصحاب کہف کی ضرورت طعام کی طرف معلوم ہوتی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ فَابْعَثُوا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هَذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنْظُرْ أَيُّهَا أَزْكَى طَعَامًا فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ (کہف: ۱۹) ایسا ہی قولہ تعالیٰ وَيُهِئُ لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ مَرْفَقًا (کہف: ۱۶) صراح میں ہے۔ مرفق آنچہ بوے نفع یا بند۔

۳..... افسوس کہ مؤلف بے تمیزی کی وجہ سے کلمات قرآنی کے معنی حقیقی اور مجازی میں فرق نہیں کر سکا۔

۴..... عدم اکل و شرب کوئی کمال نہیں۔ دیکھو جمادات کو۔

**اقول:** ..... ہم بھی مانتے ہیں کہ حسب آیت مذکورہ کسی انسان کا بغیر طعام کے زندہ رہنا نہیں ہو سکتا۔ مگر اہل ارض کے لیے طعام گندم وغیرہ ہے اور اہل سماء کے لئے تسبیح و تہلیل۔ جس ملک میں کوئی جاتا ہے اسی ملک کی غذا سے مایہ حیات حاصل کرتا ہے۔ زمینی آدمی جبکہ زمین میں ہے اہل زمین کی غذا کھائے گا جب اللہ تعالیٰ کو آسمان پر لیجانا اس کا منظور ہے تو اس کو ملائکہ کی طرح تسبیح و تہلیل سے زندہ رکھتا ہے۔ آسمان پر لیجانے کے وقت اس سے اشتہاء اس غذا زمینی کی سلب کی جاتی ہے۔ کما صرح بہ المحققون۔ اہل زمین میں سے ہی زمانہ آئندہ میں ایسے لوگ ہوں گے جن کی غذا تسبیح و تہلیل ہوگی۔ فکیف بالمؤمنین یومئذ فقال یجزیہم ما یجزی اہل السماء۔ یا رسول اللہ ﷺ جس دن کھانے پینے



کا سامان دجال کے ہاتھ میں ہوگا اس دن مومنین کا کیا حال ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اس دن اہل آسمان کی طرح ان کو تسبیح و تہلیل ماہیہ حیات ہوگی۔ اور نیز آیت وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ کا معنی یہ نہیں کہ انسان ہر وقت اور بغیر اشتہاء کے بھی کھاتا رہے بلکہ کھانا پینا اشتہاء پر مبنی ہے اور چونکہ مرفوع علی السماء کی اشتہاء سلب کر دی جاتی ہے لہذا اس کا نہ کھانا اور نہ پینا آیت مذکورہ کے منافی نہ ہوا۔

۲..... قرآن مجید سے اصحاب کہف کا تین سو سال سے زیادہ عرصہ میں بغیر کھانے پینے کے زندہ رہنا ثابت ہے۔ کیونکہ مطابق وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةِ سِنِينَ وَاذْذُوا تِسْعًا کے وہ سو رہے ہیں۔ اتنے عرصے میں انہوں نے کچھ نہیں کھایا اور نہ پیا۔ اور آیت فَابْعَثُوا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هَذِهِ الْآيَةِ فِي مِصْرٍ مَّيْمَنٍ مِّنْ الْأَرْضِ الَّتِي بَارَأْنَا مِنْهَا الصَّوْتِ لَكُمْ يُبَلِّغُنَا بِهَا خَبْرَكُمْ وَكُنْكُمْ أَتَيْنَا بِهَا آيَةً فَوَجَّهْنَا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ فَيُدَارِسُهُمْ فَيَكَلِّمُهُمْ وَأَن يُصَلُّوا يَصَلُّوا وَكَذَلِكَ نُمِيتُ الصَّالِحِينَ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (سورہ کہف: ۱۹)۔

۳..... افسوس ہے امر وہی صاحب کے ایمان پر کہ اس نے آنحضرت ﷺ کے بیان ذیل فقال يجرىهم ما يجرى اهل السماء پر گستاخانہ بکواس کی۔ یعنی جس نے طعام کے معنی بغیر گندم وغیرہ کے نفس تسبیح و تہلیل لیا ہے وہ بے تمیز ہے۔ اس کو قرآن کریم کے کلمات کے معنی حقیقی و مجازی سے خبر نہیں۔ اے مؤلف! تم کو ہمارے پیغمبر افضل الاولین والآخرین سے کیا عداوت اور دشمنی ہے کہ ہر جگہ آپ کے ارشاد پاک اور قرآن مجید میں تعارض ٹھہرا دیتے ہو۔ ذرا اوتیت القران ومثله معه کا بھی خیال رکھو۔ اتنی عداوت تو پادریوں آریوں وغیرہ نے بھی نہیں کی کہ قرآن و حدیث میں ایسا بجا دخل کریں۔



۴..... عدم اکل عمامن شانہ ان یکنون اکل کمال ہے جو جمادات پر صادق نہیں ہو سکتا۔ دیکھو  
یطعمنی ربی ویسقینی۔ (متفق علیہ)۔ بیس

معدہ را بگذار سوئے دل خرام      تاکہ بے پردہ ز حق آید سلام  
اذکروا اللہ کارہرا و باش نیست      ارجعی بر پائے ہر فلاش نیست  
للحرب رجال و للثريد رجال مثل مشہور ہے۔

قولہ: صفحہ ۲۲۸ کا حاصل۔ ۱..... آیت وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا اَيْنَمَا كُنْتُ (مریم: ۳۱) سے  
حضرت عیسیٰ کا مالدار و کثیر الخیرات ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۲..... ازالہ اوہام ص ۳۰۹ پر جو اعتراض کیا گیا ہے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ خلق طیور کو مرزا  
صاحب نے مکروہ و قابل نفرت کہا ہے۔ اس میں ہم صرف اتنا ہی پوچھتے ہیں کہ کسی حیوان  
کی تصویر کا بنانا شرع محمدی میں مکروہ ہے یا نہیں؟ بشق اول ازالہ کی بات ٹھیک اور شق ثانی  
کے آپ قائل نہیں فاین المفرد۔ نمبر ۳ انکار معجزات جو ہماری طرف منسوب کیا جاتا ہے جو اب  
اس کا یہی ہے کہ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ۔

اقول: ۱..... اس آیت سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ عیسیٰ علیہ السلام مال کو اپنے ملک میں ٹھہرا  
رکھتے تھے تا کہ ان پر اداء زکوٰۃ لازم ہو۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں سینکڑوں طرح کے  
اموال آئے معہذا وصف فقر جس پر آپ کا فخر ہی لازم ہے رہے۔

۲..... اگر بشق اول ازالہ کی بات ٹھیک ہے تو پھر یہ تصویر فروشی کیسی جس سے ہزاروں  
روپے، بھولی جماعت سے لئے گئے ہیں۔ اور مرزا صاحب سے تو اعتراض کسی طرح مندرج  
نہیں ہوتا کیونکہ انہوں نے قبل از شرع محمدی مسیح کے زمانہ میں اس کے معجزات کو مسمریزم اور  
کھلونے وغیرہ لکھا ہے، ۳..... دیکھو ازالہ کے ص ۳۰۵ کو جس میں خلق طیر کی نسبت لکھا گیا  
ہے کہ یہ ایک مسمریزی عمل بطور لہو و لعب کے تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایسی تحریف کو انکار ہی سمجھا



جاتا ہے۔ اب فرمائیے لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ کا مصداق کون ہوا۔

**قولہ:** صفحہ ۲۴۹ میں خطبہ صدیقیہ کا ذکر ہے۔

**اقول:** اس کی تشریح اور امر وہی صاحب کی کج فہمی پہلے گزر چکی ہے۔

**قولہ:** صفحہ ۲۵۰۔ تو پھر بجکم آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کے زمانہ ماضی میں تحقق موت کا حضرت

عیسیٰ ابن مریم کے لیے واقع ہو گیا تو اب مطلقہ عامہ مؤید و مثبت ہمارے مذہب کے لئے

ہوا اور قیام مبدا بھی بحسب اقرار آپ کے ثابت ہو۔ اوہوالمطلب۔

**اقول:** بجکم آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کے مسیح ابن مریم کے لئے موت کا تحقق بعد النزول ہوگا۔

اور توفیتی کی ماضویت بہ نسبت یوم الحشر کے ہے جس میں سوال و جواب ہوگا۔ اور جس پر

صراحت حدیث اقول کما قال العبد الصالح کی دال ہے۔ بخاری کو کسی محدث سے

پڑھیے تاکہ بخاری کی غرض قال کو بمعنی یقول کے لینے سے سمجھ میں آوے۔ پھر کبھی

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي اور حدیث کما قال العبد الصالح کو پیش نہ کریں اور یہ جو کہا ہے ”قیام مبدا

بھی بحسب اقرار آپ کے“ ہمارا اقرار یہ ہے کہ توفی بمعنی مطلق قبض کے ہے۔ دیکھو

صفحہ ۵۳ شمس الہدایت کا مگر غور سے۔

**قولہ:** صفحہ ۲۵۰ اور صفحہ ۲۵۱ میں امر وہی صاحب نے تسلیم کر لیا ہے کہ آیت وَالَّذِينَ يَدْعُونَ

مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءِ الْآيَةِ (النحل: ۲۰-۲۱) سے

وفات مسیح ثابت نہیں ہوتی تا وقتیکہ توفیتی کو اس کے ساتھ شامل نہ کیا جاوے۔

**اقول:** ایہا الناظرون! شمس الہدایت کا مطلب صرف اتنا ہی تھا کہ مرزا صاحب کا

استدلال وفات مسیح بر آیت مذکورہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ انہوں نے ایام الصلح کے صفحہ ۱۲۱ میں

اس آیت کے تحت میں لکھا ہے ”دلیل بین است برینکہ عیسیٰ از زمرہ مردگان مے باشد“ سو

اب امر وہی صاحب نے مان لیا ہے کہ بے شک یہ آیت مثبت وفات مسیح کے لئے قبل



النزول نہیں۔ اس صفحہ میں بھی جو امر وہی صاحب نے خوش فہمی عادی اپنی ظاہر کی ہے اس کی تردید کی حاجت نہیں۔ صرف شمس الہدایت اور امر وہی صاحب کے کلام کو سامنے رکھ کر ناظرین رائے دے سکتے ہیں۔ اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کا مطلب صحیح بخاری پڑھنے کے بعد آپ معلوم کر لیں گے کہ اس سے تحقق وفات قبل النزول نہیں ثابت۔ بشہادت حدیث اقول کما قال العبد الصالح کے۔ اس مقام پر شمس الہدایت میں مرزا صاحب کے استدلال بالآیۃ المذکورۃ کو دونوں تقدیر پر باطل کیا گیا ہے۔ خواہ خصوص مورد کے رو سے ”اموات“ سے مراد ”اصنام“ لئے جاویں کما قال ابن عباس، اور خواہ عموم اللفظ کی جہت سے مطلق معبودات باطلہ لئے جاویں۔ اس پر امر وہی صاحب سے مرزا صاحب کی جانب سے جواب تو کچھ بن نہیں سکا صرف ابن عباس کی تفسیر پر یہ الزام لگایا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر قرآن مجید مکہ میں نازل ہوا ہے اس میں صرف انہیں مشرکین کا رد ہے جو اصنام و احجار کو معبود مانتے تھے۔ نعوذ باللہ من هذا القول مثل البول كَبُرَتْ كَلِمَةٌ تَخْرُجُ مِنْ افواههم۔

حضرت یہ وہی ابن عباس ہیں جن کے آپ کسی مقام پر بوجہ خود غرضی کے ثنا خواں ہوتے ہیں۔ ابن عباس نے تو صرف بخیاں خصوص مورد کے اصنام فرما دیا ہے، ورنہ عموم اللفظ کی جہت سے عموم رد کے منکر نہیں۔ آپ کو تو مرزا جی کی جانب سے جواب دینا ضروری تھا اس سے گریز کر کے ابن عباس سے آویز کر دی وہ بھی نا تمام۔

**قولہ:** صفحہ ۲۵۲۔ اے مؤلف صاحب! تناقض تو آپ کے ذہن میں ہے نہ قرآن مجید میں۔ جو سنت اللہ کہ گزر چکی وہی سنت اللہ پھر بحکم قادر مطلق اعادہ کی جاتی ہے۔

**اقول:** جب سنت اللہ کا اعادہ باوجود لفظ خلت کے ہو جاتا ہے تو پھر ابن مریم کے عود کو وہی خلت کس طرح روک سکتا ہے۔ اگر کہا جاوے مسیح کا عود بر تقدیر وفات مسیح آیت وَحَرَامٌ عَلٰی قَرْيَةٍ اَهْلَكْنَاهَا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ (الانبیاء: ۹۵) کے رو سے نہیں ہو سکتا۔ تو جواباً



گزارش ہے کہ اول تو وفات ہمارے مسلمات سے نہیں تاکہ یہ آیت وارد کی جاوے۔ اور ہم کو اسی کی تطبیق میں ان آیات کے ساتھ جو دال ہیں عود و موتی پر کلام کی حاجت ہو۔ اور بر تقدیر تسلیم اتنا تو ثابت ہو گیا کہ خَلَّتْ کاللفظ دوبارہ آنے سے آبی نہیں اور آیت قَدْ خَلَّتْ مِنْ قَبْلِهِ الرَّسُلِ دلیل امتناع عود مسیح کی نہیں۔ وہو المطلوب۔ مرزا صاحب کی جانب سے مجیب ہو تو ایسا ہو کہ ہر ایک استدلال اس کے کو خود ہی باطل کرتا جاوے۔

**قولہ:** صفحہ ۲۵۳ اور صفحہ ۲۵۴ کا حاصل۔ حضرت عیسیٰ کوئی وجہ سے عہد رسالت سے معزول کئے گئے؟ نادان کی دوستی جی کا زیان۔ کیا آپ نے یہ آیت نہیں پڑھی اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (رد: آیت ۱۱)

**اقول:** حضرت عیسیٰ منصب و مقامِ قرب رسالت سے معزول نہیں کئے گئے بلکہ اپنی شریعت کی تبلیغ سے فارغ ہیں۔ حضرت عیسیٰ کا معزول سمجھنا یہ آپ کا حاشیہ ہے جس پر سوال مذکورہ کا ورود ہو سکتا ہے۔

**قولہ:** صفحہ ۲۵۵ کے اخیر سے ۲۵۶ کے نصف تک کا حال۔

..... آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَّتْ مِنْ قَبْلِهِ الرَّسُلُ کو جو مصنف شمس الہدایت نے قیاس استثنائی کے رنگ میں بیان کیا ہے اس آیت میں قیاس استثنائی کا مادہ ہی مذکور نہیں۔ مقدمہ شرطیہ یہاں پر مذکور نہیں حرف لکن کا نشان نہیں۔

۲..... پھر طرفہ یہ کہ اپنی طرف سے بہت سے قضا یا داخل کر دیئے اور وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ کو دلیل سے خارج کر دیا۔

۳..... پھر جو اعتراض شکل اول پر وارد کرتے ہیں وہ ان کی تقریر پر بھی وارد ہوتا ہے کیونکہ رفع منافات بین الموت والرسالة خطبہ صدیقیہ کے وقت سے پہلے ہی متحقق ہے تو چاہیے کہ حضرت ﷺ پہلے ہی فوت ہو جاتے۔



**اقول:** ایہا الناظرون! پہلے آپ کو یہ جتلانا چاہتا ہوں کہ شمس الہدایت کا مقصود قادیانی و امر وہی کے استدلال کا ابطال ہے جو انہوں نے وفات مسیح پر آیت وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط (آل عمران: ۱۲۳) سے پکڑا تھا۔ ان کے استدلال کی صورت مسیح ابن مریم رسول ہیں صغریٰ اور سارے رسول آپ ﷺ سے پہلے مرچکے ہیں کبریٰ پس مسیح بھی مرچکا نتیجہ اس پر شمس الہدایت کا اعتراض: شکل مذکورہ کا کبریٰ کلیہ نہیں۔ کیونکہ یہی قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ مسیح ابن مریم کے بارے میں بولا گیا ہے۔ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط (المائدہ: ۷۵) اب اگر الرُّسُلُ کے لام کو استغراقی ٹھہرایا جاوے تو معنی یہ ہوا کہ سارے رسول مسیح سے پہلے مرچکے ہیں اور یہ خلاف واقع ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ مسیح سے پہلے فوت نہیں ہوئے۔ پس جب قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں الرُّسُلُ سارے رسولوں کو مستغرق نہ ہو تو مہملہ فی تو ة الخبر یہ ٹھہرے گا لہذا استدلال بآیت مذکورہ علی وفات مسیح بوجہ انتفاء شرط شکل اول کے باطل ہوا۔ بلکہ یہی قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ جو مسیح کے بارے میں بولا گیا ہے دلیل ہے حیات مسیح کے لئے ورنہ من قبلہ لغو جاتا ہے۔ پس یہ آیت دونوں جگہ صرف اسی قدر پر وال ہے کہ آنحضرت ﷺ اور مسیح پر موت کا آثار رسالت کے منافی نہیں۔ کیونکہ مطابق سنت الہیہ کے رسول مرتے رہے ہیں۔ اس آیت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ مسیح مرچکا سراسر جہالت ہے۔ اگر یہی ہے تو چاہیے کہ آنحضرت ﷺ بھی اس آیت کے نزول کے وقت وفات پا چکے ہوں۔ وھو باطل فلذا ہذا۔ بعد اس کے ناظرین کی خدمت میں التماس ہے کہ امر وہی صاحب نے اس کا جواب کچھ نہیں دیا جو منصبی فرض ان کا تھا۔ کیونکہ ایک تو مرزا صاحب کی جانب سے مجیب تھے اور دوسرا خود بھی اپنی تصنیفات میں بڑے زور و شور سے آیت مذکورہ وفات مسیح کے اثبات میں پیش کیا کرتے ہیں۔ اس مقام میں ایسا ٹال مٹول کیا کہ ناظرین کو



ان کی ناتوانی و ناکامیابی کی طرف توجہ بھی نہ رہی۔ یہ ہوا وہ ہوا۔ پھر گزارش ہے کہ خطبہ صدیقیہ میں بھی یہی آیت مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط (آل عمران: ۱۴۴) مذکور ہے۔ صدیق اکبر کا استدلال بدیں آیت آنحضرت ﷺ کی وفات شریف کے تحقق پر بھی، موقوف اس پر نہیں کہ (الرُّسُلُ) میں لام للاستغراق ٹھہرایا جاوے چنانچہ پہلے مفصل طور پر گزر چکا ہے۔

اب امر وہی صاحب کے اعتراض نمبر ۱..... کا جواب سنیے۔ کیوں حضرت کیا براہین قرآنیہ میں یہ ضروری ہے کہ سارے مقدمات قیاس کے علی ہیئۃ الاقیسۃ مذکور ہوں؟ ہرگز نہیں۔ دیکھو آیت لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۝ (النحل: ۲۱) دلیل ہے ابطال معبودیت اصنام وغیرہ کے لئے۔ هُوَ لَآ لِيَسْوَآ بِالْهٖةِ لَآ اِنهٗ لَوْ كَانُوْا الْهٖةَ لَخَلَقُوْا شَيْئًا لَّكِنهٖمْ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا ايسا ہى وھم يخلقون هولا ء ليسوا بالهة لانھم مخلوقون ولا شىء من المخلوقين بالهة فهو لآ ليسوا بالهة ايسا ہى اموات اور ايسا ہى (غير احياء) بھی ايسا ہى قوله تعالى لَوْ كَانَ فِيْهٖمَا الْهٖةُ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا بلکہ ساری براہین ماوردوھا اور لَعَلَىٰ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ الْغُرُضُ آيات قرآنیہ میں سینکڑوں جگہ برہان کے مقدمات میں سے ایک مقدمہ کے ذکر پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

۲..... صفحہ ۸۵ شمس الہدایت کا ملاحظہ ہو جس کے حاشیہ پر صورت استدلال میں لکھا ہوا ہے الموت ليس بمناف للرسالة۔ کیا للرسالة سے لرسالة محمد ﷺ مراد نہیں۔ بدلیل خصوص مقام ناظرین صفحہ مذکورہ کے حاشیہ پر مفصل تقریر ملاحظہ فرمائیوں۔

۳..... شکل اول پر صفحہ ۸۶ شمس الہدایت کے حاشیہ میں جو اعتراض ہے وہ تو بسبب مسلم ہونے رسالت آپ کے عند النخاطین وارد غیر مندفع ہے۔ اور آپ کا اعتراض بالکل لغو اور جہالت ہے کیونکہ منافات مزعومہ حاضرین کا رفع تو خطبہ صدیقیہ سے ہی ہوا تھا پہلے سے



نہیں ہو اس لئے کہ دفع الشیء فرع ہے تحقق اس شے کی۔ اور حاضرین کے اذہان میں منافات بین الموت والرسالت صدمہ وفات شریف کے رو سے اسی دن متحقق ہوئی تھی جس کا رفع خطبہ صدیقیہ سے کیا گیا۔ ناظرین کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ امر وہی صاحب کا جواب سے تو جواب ہے اور لغویات و مطاعن کی طرف سے پائے برکاب ہے۔ سادہ لوحوں کو کیا خبر ہے براہین قرآنیہ کی۔ ان بیچاروں کو اس طرح پر اطمینان دیتے ہیں کہ کلمہ لکن اور پھر اتنے مقدمات قرآن کریم میں کہاں مذکور ہیں۔ گویا ان کے دلوں میں یہ جمانا منظور ہے کہ قرآن کریم کی تحریف ہو رہی ہے۔ امر وہی صاحب ہر چند پولیٹیکلوں سے کام لئے جائیں مگر تاڑنے والے تو تاڑ گئے ہیں کہ آپ ہر فن سے بے بہرہ ہیں۔ اور قرآن اور سنت کی پٹری اکھاڑنے کے درپے ہیں۔ مگر معلوم ہو کہ مطابق اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُونَ (حجر: ۹) کے ناکامیاب ہی رہیں گے۔

**قولہ:** صفحہ ۲۵۵ کا حاصل۔ ..... شمس الہدایت میں آنحضرت ﷺ کی براءت عن الوفات کو مزعوم مخاطب کا ٹھہرایا گیا ہے جو شخص یہ ہے اور پھر سالبہ کلیہ بھی یعنی لاشیء من الرسل بھالک۔

۲..... جب مزعوم مخاطب کا سالبہ کلیہ نہ ہو تو طرز استدلال ہی باطل ہو گیا۔

**اقول:** ..... مزعوم مخاطب کا بلحاظ خصوص مقام گو کہ شخص یہ ہے مگر چونکہ منافات مزعومہ بین الموت والرسالة کسی خصوصیت کی جہت سے نہیں بلکہ از روئے وصف رسالت کے ہے۔ دیکھو اسی حاشیہ میں (جنہوں نے محمد ﷺ کو بلحاظ رسالت کے موت سے بری خیال کیا تھا)۔ لہذا مزعوم مخاطب کو باختلاف اعتبار شخص یہ بھی اور سالبہ کلیہ بھی کہنا صحیح ہوا۔

۲..... جب مزعوم مخاطب کا سالبہ کلیہ بھی ہو تو طرز استدلال بھی صحیح رہا۔ بس

فہم سخن گرنہ کند مستمع قوت طبع از متکلم مجو



**قولہ:** صفحہ ۲۵۶ اور صفحہ ۲۵۷ کے غیر مکرر مضمون کا حاصل۔ منافات بین الموت والرسالت کو صحابہ کا مزعوم ٹھہرانا بالکل غلط ہے۔ کیونکہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات تک صحابہ کو یہ مسئلہ بدیہیہ کہ مات الناس حتی الانبیاء بھی معلوم نہ ہوا ہو۔ بلکہ صحابہ کا مزعوم یہ تھا کہ ابھی تک بہت سی پیشین گوئیوں کا پورا ہونا آپ کی حیات میں باقی ہے۔

**اقول:** جان نثاروں کا یہی حال ہوتا ہے کہ اپنے محبوب کی فرقت کے صدمے سے بدیہیات کو بھی بھول جاتے ہیں۔ اور یہی ہے مقتضائے لایوم من احد کم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین کا۔ یا صحابہ کرام نے بعد استماع خطبہ صدیقیہ کی آیت **انک میّت و انہم میّتون** (زمر: ۳۰) اور ایسا ہی آیت **وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل** ط (آل عمران: ۱۴۴) کے بھول جانے کا اقرار نہیں کیا تھا اور آپ نے جو مزعوم صحابہ کی پیشین گوئیوں کا نہ پورا ہونا فرمایا ہے۔ کیا آیت **انک میّت یا قد خلت من قبلہ الرسل** اس کے لئے تردید ٹھہر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ ان آیات کا یہ معنی نہیں کہ فلاں تاریخ میں وفات شریف واقع ہوگی تاکہ پیشین گوئیوں کے وقوع تک کے انتظار کو رفع کرے۔

**قولہ:** صفحہ ۲۵۸ سے ۲۷۶ تک کے مضمون کی تردید ہو چکی ہے۔ پھر صفحہ ۲۷۶ سے ۲۸۲ تک فائدہ کے طور پر تفسیر رحمانی کا مطلب بیان فرماتے ہیں۔ مصنف تفسیر رحمانی کو محققین مفسرین سے لکھتے ہیں۔ اور صفحہ ۲۸۰ سطر ۱۰ پر آیت لکھتے ہیں ”جو معنی ہم نے لکھے ہیں وہی معنی محققین مفسرین نے بھی تحریر فرمائے ہیں۔ چنانچہ تفسیر رحمانی میں لکھا ہے ولو تقول ای افترای علینا بقوتہ فصاحتہ وبلاغتہ بعض الاقوایل مع ظہور ان لا یأتی الاعجاز للفصحاء والبلغاء فی جمیع اقوایلہم لاخذ نامنہ قوۃ الفصاحة والبلاغة بالیمین ای بقوتنا ثم لقطعنا منه الوتین ای یناط قلبہ الذی بہ یتحرک لسانہ فنجعل کلامہ ضحکة للناظرین وهزاءة للساخرین



کترهات مسیلة و ابی العلاء المعری و غیرہما فما منکم من احد عنہ ای عن سلب بلاغتہ و فصاحة حاجزین ای مانعین فانکم وان اعتموه حینئذ لم یات منه کلام بلیغ فضلا عن المعجز و ذلک لانہ یفضی الی تلبیس لا یمکن دفعہ و هو مناف للحکمة و کیف یکون افتراء و انه لتذکرۃ للمتقین فانہم بتصفیتہم للبواطن یتذکرون بہا علوماً تفیڈہم فی الدین من غیر انتہاء لها ولا شیء من المفتری کذلک۔ اور اسی تفسیر رحمانی میں ہے۔ ثم اشار الی ان قتل محمد ﷺ و موتہ لیس من اسباب الضعف بل هو کالقرح فقال و ما محمد الرسول و الرسل منہم من مات و منہم من قتل فلا منافاة بین الرسالة و القتل و الموت اذ قد خلت من قبلہ الرسل بل الضعف عن الجہاد حینئذ مشعر بالردۃ اتومنون بہ فی حال حیوتہ فان مات او قتل انقلبتم ای ارتد دم کانکم انقلبتم علی اعقابکم و من ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا بابطال دینہ فانہ سیظہرہ علی یدی من یشکرہ و سيجزى اللہ بالنصر و الغلبة فی الدنیا و الثواب و الرضوان فی الآخرة و الشاکرین نعمة الاسلام بالجہاد فیہ۔

**اقول:** بجائے ”اور جو معنی ہم نے لکھے ہیں وہی معنی محققین مفسرین نے لکھے ہیں“۔ کے یوں فرمانا چاہیے تھا۔ ”اور جو معنی محققین مفسرین نے لکھے ہیں وہی معنی ہم نے ان کے کلام کو دیکھ کر لکھے ہیں“۔ ایھا الناظرون! غور فرماویں تفسیر رحمانی کی عبارت ذیل میں فلا منافاة بین الرسالة و القتل و الموت اذ قد خلت من قبلہ الرسل۔ کہ اس نے تصریح کر دی ہے کہ مزعوم صحابہ کا وفات شریف کے دن منافات بین الموت و الرسالت تھی جسکا امر وہی صاحب او پر انکار فرما چکے ہیں۔ چونکہ تفسیر رحمانی کے مصنف کو محققین



مفسرین سے شمار کیا ہے۔ لہذا آپ کو ان کے قول کی تسلیم ضروری ہے اور بموجب مفاد آیت  
 وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ (الحاقة: ۴۳) کے قادیانی صاحب کی تفسیر فاتحہ بھی (جس  
 کو اس نے اعجاز ٹھہرایا ہے) ضحکہ للناظرین و ہزاءة للساخرین ہو رہی ہے اور اس کے  
 حواری گو کہ اس کو امداد اور اعانت بھی کریں تو بھی بحسب قولہ تعالیٰ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ  
 عَنْهُ حَاجِزِينَ (الحاقة: ۴۷) کے اس کو کلامِ بلغ پر قدرت نہیں ہو سکتی۔ فضلا عن المعجز۔ کیونکہ بر  
 تقدیر معجز ہونے تفسیر فاتحہ للقادیانی کے تلبیس غیر مندفع پیدا ہوتی ہے، جو منافی ہے حکمت  
 الہیہ کو۔ ناظرین خوب غور فرماویں کیا آیت مذکورہ کے مضمون کا تحقق بموجب تفسیر رحمانی  
 کے ہوا ہے یا نہیں؟ یعنی کلام اسکی مضحکہ ناظرین بنی ہے یا نہیں؟

**قولہ:** صفحہ ۲۸۳ کا حاصل ..... فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ O (اعراف: ۲۵) میں جعل  
 تکوینی کہاں موجود ہے۔

۲..... اگر حضرت عیسیٰ اس اختصاص سے مستثنیٰ ہیں تو انکا استثناء دلیل نقلی قطعی سے بیان کیا جاوے۔  
 ۳..... صعود ابلیس بعد الہبوط کو جو مقیس علیہ تحریر کیا گیا ہے اول حضرت آدم علیہ السلام کا آسمان  
 پر پیدا ہونا ثابت کیا جاوے بعد اس کے شیطان کا صعود آسمان پر و سوسہ ڈالنے کیلئے ثابت  
 کیجئے تب اس کو مقیس علیہ گردانیے۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ  
 خَلِیْفَةً (بقرہ: ۳۰) وغیر ذلک من الآیات۔

۴..... سلمنا کہ جَعَلْنَا اللَّیْلَ لِبَاسًا O وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا O (النبا: ۱۱-۱۰) میں مجبول  
 عارض غیر لازم ہے مگر فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ اور وَلَكُمْ فِی الْاَرْضِ  
 مُسْتَقَرًّا وَمَتَاعٌ (بقرہ: ۳۶) میں تو اختصاص ہے۔

**اقول:** ..... کیا حیات و ممات فی الارض مخاطبین کی بغیر جعل جاعل و خلق خالق ہو گئی ہے؟  
 ہرگز نہیں۔ ہاں لفظ جعل آیت مذکور نہیں۔



۲..... آیت بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ أَوَّارِ آیت وَانْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أَوَّارِ آیت مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ یہ سب دال ہیں حیات مسیح فی السماء پر۔ اور اس کے استثناء پر بعد ملاحظہ تطابق آیات کے۔ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا تھا وہ سب ہباء منشور ہو گیا اور لِيُؤْمِنَنَّ کا استقبال بھی بہ نسبت زمان نزول آیت کے ہی ثابت کیا گیا ہے۔

۳..... ہمارا دعا آدم ﷺ کے آسمان میں پیدا ہونے پر موقوف نہیں۔ بلکہ سکونت علی السماء پر مبنی ہے۔ قُلْنَا يَا دَمُّ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ (بقرہ: ۳۵) دیکھو کل تفاسیر معتبرہ۔ ابلیس کا ہبوط و خروج جنت یا آسمان سے بسبب انکار سجدہ کے پہلے ہو چکا تھا۔ قال اللہ تعالیٰ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ (اعراف: ۱۳) اور جبکہ آدم ﷺ کا ہبوط جنت سے زمین پر نہیں ہوا تھا تو بموجب قولہ تعالیٰ فَوَسَّوَسَ لَهُمَا لِيُودِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوَاتِيهِمَا (اعراف: ۲۰) کے ابلیس کا صعود آسمان پر و سوسہ ڈالنے کے لئے ثابت ہوا۔ پھر ابلیس کے قول پر تعمیل کرنے کی وجہ سے آدم و حوا علیہما السلام کو جنت سے نکال کر زمین پر چھوڑا گیا۔ قال اللہ تعالیٰ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ الْاِلٰی ان قَالَ۔ قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَّلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِينٍ ۝ قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَّمِنْهَا تُخْرَجُونَ (اعراف: ۲۳-۲۵) اور قولہ تعالیٰ اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً اور اِیسا ہٰی وِیْسِفِکُ الدِّمَاءَ حکایت ہیں ما بعد سے مضمون بالا کے۔

۴..... استثناء مسیح کی آیات نے اس اختصاص کو چونکہ مختص بما سوائے مسیح کر دیا تو بہ نسبت ما سوا کے حیا مقید بہ فی الارض ہوئی اور بہ نسبت مطلق الانسان کے جو شامل ہے مسیح و غیر مسیح کو قید فی الارض کی منجملہ قیود عارضیہ مجعول الیہ کے ٹھہری فتامل۔ اور نیز آپ کے اجتہاد کے مطابق حصر مذکور منقوض ہوگا اس شخص کے ساتھ جو ہوا پر کسی آلہ کے ذریعہ سے حیات کو بسر کرتا ہے، اور



اہل جنت کے ساتھ بھی۔ پس جب تک آپ آیت مذکورہ میں تقدیم ظرف لافادہ غیر الحصر نہ ٹھہرائیں یا حیات کو مقید بہ حیات ناسوتی اور مقید بہ اکثر الاحوال نہ ٹھہرائیں تب تک نقوض مذکورہ آیت سے رفع نہ ہونگے۔

**قولہ:** صفحہ ۲۸۴۔ انبیاءوں کا مرتبہ اور رسالت اور نبوت سے معزول ہونا محض باطل ہے۔  
**اقول:** شمس الہدایت میں جس رسالت کو محدود کہا ہے اس سے مراد تبلیغ شراعیہ و احکام ہے مطابق اپنی اپنی شریعت کے، نہ مرتبہ اور مقام اور قرب۔ کما مر فی اوّل ہذا الكتاب۔  
**قولہ:** صفحہ ۲۸۴۔ اور ہم نے نزول بروزی مسیح کا در صورت حضرت اقدس کے دلائل قاطعہ سے ثابت کر دیا۔

**اقول:** خاک کر دیا کما مر۔  
**قولہ:** بخلاف صعود عیسیٰ علیہ السلام کے جو الی السماء بحسدہ العنصری ہو اور نزول کذائیہ وغیرہ کے جس کو نصوص قطعیہ رد فرما رہے۔

**اقول:** صعود نزول مذکور کی تردید نصوص قطعیہ بموجب رائے آپ کے فرما رہے ہیں ورنہ وہی نصوص بحسب رائے آنحضرت ﷺ و صحابہ و تابعین وغیرہم الی یومنا ہذا منافی نہیں۔ بلکہ بعض ان میں مع عدم تنافی مثبت بھی ہیں۔ کما مر۔

**قولہ:** صفحہ ۲۸۵۔ اگر ضرورت نہیں تو ممتنع بھی تو نہیں۔

**اقول:** یہاں پر مصنف نے عود ایلیا کا علت مثبت نہ ہونا جو شمس الہدایت کا مقصود تھا قبول کر لیا۔ اور امتناع بروز کو ہم ثابت کر چکے ہیں۔ صفحہ ۲۸۵ سے صفحہ ۲۹۲ تک کی تردید کی ضرورت نہیں۔ ہاں حضرت شیخ کی عبارت جو اثبات نبوت قادیانی صاحب کے لئے فتوحات سے نقل کی گئی ہے۔ اس میں ناظرین پر اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ حضرت شیخ کا مطلب عبارت مذکورہ سے صرف بقاء مرتبہ و مقام نبوت کا ہے۔ الی یوم القیمة مگر نبی و



رسول کہلانا بعد آنحضرت ﷺ کے جائز نہیں رکھتے۔ چنانچہ اسی باب کے صفحہ ۴ پر کہتے ہیں  
فسد باب اطلاق النبوة علی هذا المقام اور نیز فتوحات کے فصل ”تشہد“ میں  
فرماتے ہیں۔ وهو باب قد سده الله كما سد باب الرسالة عن كل مخلوق  
بعد رسول الله ﷺ۔ اور پھر امر وہی صاحب کا دجل جو انہوں نے حضرت شیخ کی  
عبارت میں کیا ہے۔ قابل غور ہے۔ قال الشيخ وانه لا خلاف انه ينزل في  
اخر الزمان حكما مقسطا عدلا الخ۔ اس عبارت میں ينزل پر امر وہی صاحب صفحہ ۲۹۱  
میں حاشیہ لگاتے ہیں۔ ای ينزل علی نهج البروز۔ اب ناظرین مصنف صاحب سے  
دریافت فرمائیں کہ یہ نزول بروزی حضرت کی مراد کیونکر ٹھہرا سکتے ہیں؟ کیونکہ حضرت شیخ تو  
نزول جسمی اور حیات مسیح کے قائل ہیں۔ دیکھو فتوحات باب ۳۷ ابقی الله بعد رسول  
الله ﷺ من الرسل الاحياء باجسادهم في هذه الدار الدنيا ثلثة الى ان قال  
وابقى في الارض ايضا الياس وعيسى و كلاهما من المرسلين۔ اور باب  
۳۶۷ میں لکھتے ہیں۔ فانه لم يمت الى الآن بل رَفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ الى هذه السماء  
اور اگر اپنی رائے کے مطابق نزول بروزی لیا ہے تو پھر حضرت شیخ کے قول ينزل کی تفسیر کیسی  
ہوئی۔ بعد اظہار اس دجل کے یہ بھی خیال کرنا چاہیے کہ عبارت مذکورہ شیخ سے نزول جسمی مسیح  
کا متفق علیہ ہونا معلوم ہوتا ہے برخلاف زعم قادیانی و امر وہی صاحبان کے۔ اے مصنف  
صاحب کہاں تک آپ اجماعی مسئلہ کو چھپاؤ گے۔ صاف اس طرح پر کیوں نہیں کہہ دیتے  
کہ بیشک امت مرحومہ کا اجماع رفع و نزول جسمی پر تو ہے مگر ہم دلائل قاطعہ زعمیہ کے رو سے  
اس کو اجماع کو رانہ کہتے ہیں۔ ناحق کیوں ہر ایک حدیث اور قول صحابی و تابعی و ائمہ محدثین و  
مفسرین و فقہاء کے قول کو الٹا بیان کرتے ہو۔ آپ کو عبارت مذکورہ کی نقل نے سوائے

۱۔ وانه لا خلاف انه ينزل في آخر الزمان الخ یعنی اس مسیح ابن مریم کے نزول جسمی میں کسی کا خلاف نہیں۔ ۱۲ منہ۔



نقصان اٹھانے کے کیا فائدہ بخشتا۔ مگر

عدو شود سبب خیر گر خدا خواهد خمیر مایہ دکان شیشہ گر سنگ است

**قولہ:** صفحہ ۲۹۳ اور صفحہ ۲۹۴ کا حاصل۔ جو تفسیر کہ مصنف شمس الہدایت نے تفاسیر سے بذریعہ احادیث لکھی ہے اس کو مرزا صاحب نے سراسر غلط نہیں کہا کیونکہ وہ تو مخصوص بیوم الحشر ہے بلکہ مرزا صاحب نے اس تفسیر کو غلط کہا ہے۔ جو علماء نے قبل قیام قیامت آخر زمانہ سے متعلق رکھی ہے۔

**اقول:** یہ اور دجل ہے کیونکہ مرزا صاحب۔ تو خود اس سورہ زلزال کو قبل قیام قیامت آخر زمانہ سے متعلق کہتے ہیں۔ دیکھو ازالہ ص ۱۱۴ سطر ۲۔ یعنی ان دنوں کا جب آخری زمانہ میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے کوئی عظیم الشان مصلح آئیگا اور فرشتے نازل ہونگے۔ یہ نشان ہے۔ اتنی۔ موضع الحاجتہ۔ اگر تخطیہ علماء کا بوجہ تعلق بزمانہ آخری قبل قیامت کے ہے تو اس کا قائل خود مؤلف ازالہ ہے۔ معلوم ہوا کہ وجہ تخطیہ کی یہ نہیں بلکہ تفسیر علماء کو جو ہم نے بذریعہ احادیث ثابت کر دی ہے۔ سراسر غلط کہنے کی وجہ یہ ہے کہ علماء ”ارض“ سے مراد زمین لیتے ہیں اور چونکہ زمین کے زلزلہ اور تہ و بالا ہونے کے وقت کسی سے کلام کرنا ناممکن ہے لہذا ”ارض“ سے مراد اہل ارض ہیں اور زلزال سے مراد تحریک خیالات ہے جو مصلح عظیم الشان یعنی (قادیانی) کے زمانہ میں ہو رہی ہے۔ الخ دیکھو صفحہ مذکورہ ازالہ میں ”کہ زمین جہان تک اسکا ہلانا ممکن ہے ہلائی جائے گی یعنی طبیعتوں اور دلوں اور دماغوں کو غایت درجہ پر جنبش دیجائے گی“۔ اور پھر صفحہ ۱۱۵ میں دیکھو۔ ”اور زمین اپنے تمام بوجھوں کو باہر نکال دیگی یعنی انسان کے دل اپنے تمام استعدادات مخفیہ کو بمنصہ ظہور لائیں گے۔ الخ“ اور پھر ازالہ کے ص ۱۲۸ کی عبارت ذیل کو ملاحظہ کرو۔ ”ہمارے علماء نے جو ظاہری طور پر اس سورہ زلزال کی یہ تفسیر کی ہے کہ درحقیقت زمین کو آخری دنوں میں سخت زلزلہ آئیگا۔ اور وہ ایسا زلزلہ ہوگا کہ



تمام زمین اس سے زیر و زبر ہو جائیگی۔ اور جو زمین کے اندر چیزیں ہیں وہ سب باہر آجائیں گی اور انسان یعنی کافر لوگ زمین کو پوچھیں گے کہ تجھے کیا ہوا؟ تب اس روز زمین باتیں کرے گی اور اپنا حال بتائے گی۔ یہ سراسر غلط تفسیر ہے۔ پھر دیکھو صفحہ ۱۳۳ ازالہ کا ”کیا ممکن ہے کہ زمین تو ساری زیر و زبر ہو جائے۔ یہاں تک کہ اوپر کا طبقہ اندر اور اندر کا طبقہ باہر آجائے اور پھر لوگ زندہ بچ رہیں بلکہ اس جگہ زمین سے مراد زمین کے رہنے والے ہیں۔ انتہی موضع الحاجة“۔ ناظرین خیال فرمائیں کہ عبارت منقولہ بالا سے صاف ظاہر ہے کہ قادیانی کا تخطیہ علماء کی طرف سے اسی وجہ سے ہے کہ علماء ”ارض“ سے ظاہری طور پر مراد زمین لیتے ہیں اور یہ غلط ہے بلکہ مراد زمین سے زمین کے لوگ ہیں۔ اور شمس الہدایت میں چونکہ ارض سے مراد زمین کا ہونا آنحضرت ﷺ اور صحابہ کی تفسیر سے ثابت کیا گیا ہے۔ دیکھو ابن کثیر، درمنثور۔ تو یہ تخطیہ صرف علماء کی طرف نہ ہوا بلکہ آنحضرت ﷺ کی طرف ہی ٹھہرا۔ اب ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ امر وہی صاحب نے ہر چند حیلہ سازی اور دجل سے کام لیا۔ مگر نا کامیاب ہی رہا۔ اور یہ بھی معلوم ہو کہ اس دن کے زلزلہ کا اثر صرف اتنا ہی ہوگا کہ زمین کے بوجھ باہر نکالے جاویں گے۔ الغرض جو کچھ کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا وہی مراد ہے سورہ زلزال سے۔ کجایہ کہ اس کو العیاذ باللہ سراسر غلط کہا جاوے۔

**قولہ:** صفحہ ۲۹۵ سے ۲۹۷ تک کا حاصل۔ ان صفحات میں امر وہی صاحب نے ہمارے اقرارات سے ابن مریم اور دجال والی پیشین گوئی کو مکاشفہ اجمالی ثابت کرنا چاہا ہے۔

**اقول:** جواباً اتنا ہی کافی سمجھا جاتا ہے کہ ہمارا کلام قدر مشترک اور مکشوف آخری میں ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ مسیح ابن مریم بعینہ لا بمثلہ مکشوف ہو اور ابن صیاد مکشوف آخری نہ تھا بلکہ وہ اور شخص ہوگا۔

**قولہ:** صفحہ ۲۹۸ کی تردید کی حاجت نہیں۔ نوح علیہ السلام کی کشتی کا ستر ہزار فٹ کی بلندی



سے زیادہ اونچا ہونا اس کا ثبوت قرآن اور حدیث کی رو سے مطالبہ کیا گیا ہے۔  
**اقول:** تاریخ پر نظر ڈالو کہ مضمون منجملہ احکام سے نہیں تاکہ قرآن اور حدیث کے رو سے ثابت کرنا اس کا ضروری ہو۔

**قولہ:** صفحہ ۲۹۹ سے ۳۰۲ کا حاصل۔ ..... قرآن مجید کے معانی صرف ظاہر ہی میں منحصر نہیں بلکہ تاویلی بھی ہوتے ہیں۔ اور حساب جمل کے رو سے صد ہا پیشین گویاں صوفیہ کرام نے بیان کی ہیں اور حضرت اقدس نے کہاں فرمایا ہے کہ تمام آیات قرآن مجید کی دلالت باعداد جمل کرتی ہیں۔

۲..... اگر خلافت نبوت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی منصوص نہیں تو خیر تمام سنتہائے عمریہ کو آپ نے خیر باد کہہ دیا۔ آپ نے حدیث علیکم بسنتی و سنت الخلفاء الراشدين المہدیین من بعدی کو نہیں سنا ہم تو پانچوں وقت ہر رکعت نماز میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کو پڑھا کرتے ہیں۔

**اقول:** ..... اشارات قرآنیہ اور صوفیہ کرام کی پیشین گوئیاں اعداد جمل کے طور پر حجت علی الغیر نہیں ہو سکتی۔ اور نہ کسی صوفی نے وجوبی طور پر اعداد جملی سے حجت پکڑ کر کسی مسلمان کو مجبور علی الایمان کیا ہے۔ جیسا کہ آپ کا نبی کرتا ہے۔

۲..... تاریخ ہجری کی نسبت جو لکھا ہے کہ منصوصی نہیں اس سے مطلب یہ ہے کہ تاریخ ہجری باوجود تقرر اس کے زمانہ نزول قرآن میں کسی آیت سے صراحتاً یا اشارتاً ثابت نہیں ہوتی تو قادیانی صاحب کی تاریخ ظہور میں اتنا اہتمام کہ قرآن کریم بھی اس پر ناطق ہو۔ یہ ترجیح مرجوح ہے۔ سنت عمریہ کے انکار کا الزام یہ آپ کا دجل ہے۔ آپ کو ایک وقت کی نماز کی ایک رکعت میں بھی اگر اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کے پڑھنے کا اثر ہوتا تو اجماعی صراط کونہ چھوڑتے۔



**قولہ:** صفحہ ۳۰۲ کا حاصل۔ ۱..... تمیز اعداد کی بقرائن لفظیہ و حالیہ اکثر محذوف ہوا کرتی ہے۔ دیکھو اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا۔ (بقرہ: ۲۳۳)

۲..... مصنف شمس الہدایت کا یہ کہنا کہ لقادرون سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ بالفعل متحقق کرنے والے ہیں۔ یہ اسکی خوش فہمی ہے۔ قرآن مجید میں جا بجا ذکر صفات کا مقتضی یہی ہے کہ ہم بالضرور واقع کرنے والے ہیں۔

**اقول:** ۱..... اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا میں بحسب محاورہ عرب کے قرینہ موجود ہے۔ ماخوذ فیہ ۱۸۵۷ء پر کوئی قرینہ نہیں بلکہ اس کے انتفاء پر دلیل موجود ہے کیونکہ یہ عقائد اجماعیہ جن کو مرزا صاحب ذہاب القرآن سمجھتے ہیں مرزا صاحب کے زمانہ سے پہلے چلے آتے ہیں بلکہ زمانہ نزول القرآن میں بھی موجود تھے لہذا اعداد مذکورہ کی تمیز برس و سال نہیں ہو سکتی اور بر تقدیر تسلیم بالخصوص مرزا صاحب ہی قرآن کے ذہاب اور اٹھایا جانے کا موجب ٹھہرے کیونکہ یہ عقیدہ برخلاف اجماع آپ کے طفیل ہی نکلا ہے اور آپ کے ہی زمانہ سے مخصوص ہے۔ تو آیت وَاِنَّا عَلٰی ذَهَابٍ بِهٖ لَقَادِرُوْنَ (مومنون: ۱۸) کا الہامی معنی مرزا ہی کو مضر پڑا۔

۲..... قدرت و مشیت کا یہ مقتضی نہیں کہ مقدور و مشی ضرور متحقق ہو کجا کہ بالفعل بھی۔ دیکھو وَلَوْ شَاءَ لَهَدٰکُمْ اَجْمَعِیْنَ (انعام: ۱۳۹) وغیرہ۔

**قولہ:** صفحہ ۳۰۳ اور صفحہ ۳۰۴ کی تردید کی ضرورت نہیں۔ صفحہ ۳۰۵ لسان العرب میں لکھا ہے۔ وقیل لانه یغطی الارض بکثرة جموعہ۔

**اقول:** حضرت لانہ کی ضمیر کا خیال فرمانا چاہیے جس سے دجال واحد شخصی مراد ہے اور اس کے ساتھ جماعات کے ہونے کا ہم کب انکار کرتے ہیں۔

**قولہ:** صفحہ ۳۰۵۔ دیکھو فان ینخرج النخ کو۔

**اقول:** حضرت عمر والی حدیث سے فراری ہو کر اب فان ینخرج کی طرف آئے۔ اس کا



جواب بھی تو کچھ دینا تھا اس سے دجال کا قتل ظاہری معلوم ہوتا ہے اور وان یخرج والی حدیث کا معنی پہلے لکھا گیا ہے۔

**قولہ:** صفحہ ۳۰۶۔ پس اگر اسی طرح پر کسی صحابی یا تابعی کا قول دربارہ حیات عیسیٰ ابن مریم وغیرہ کے کسی روایت وغیرہ میں آیا ہو تو وہ روایت یا قول بمقابلہ نصوص قطعیه کتاب و سنت صحیحہ کے کیونکر قبول ہو سکتا ہے۔

**اقول:** مانحن فیہ تو ایک صحابی کا قول نہیں یہاں پر تو اجماع ہے کما مر۔ ایھا الناظرون! اس مقام پر امر وہی صاحب اقرار کرتے ہیں کہ صحابہ و تابعین سے روایات حیات مسیح کی پائی گئی ہیں مگر ہم بوجہ ان مخالفت کے نصوص قطعیه سے ان کو تسلیم نہیں کرتے حضرت ان کی مخالفت اہل لسان کے نزدیک نہیں ہاں آپ کی رائے میں مخالفت ہے سو وہ قابل اعتبار نہیں دیکھو اپنے اصول عشرہ کو۔

**قولہ:** صفحہ ۳۰۶۔ کون کہتا ہے کہ ابن صیاد اب تک زندہ ہے۔

**اقول:** کہاں تک ہم شمس الہدایت کا مطلب آپ کو سمجھاویں ذرا اس کی عبارت ذیل کو غور فرماویں۔ اور بحکم انما صاحبہ عیسیٰ ابن مریم کہ مرے ہوئے دجال کو زندہ ماننا ناخ۔

**قولہ:** صفحہ ۳۰۷۔ آپ نے اقرار کر لیا کہ احادیث دجالیه محمول علی الظاہر نہیں بلکہ ماوّل ہیں۔

**اقول:** یہ آپ کی خوش فہمی ہے حضرت اس کو تاویل نہیں کہتے الفاظ سے مراد تو وہی معنی حقیقیہ ہیں۔ شمس الہدایت کی عبارت ذیل ”نہ یہ کہ فی الواقع دجال موصوف بصفات مذکور ہو“ کا مطلب یہ ہے کہ اسناد و وصف خلق وغیرہ کا دجال کی طرف محض لوگوں کی دید میں ہوگا اور فی الواقع خالق سبحانہ و تعالیٰ ہی ہوگا۔ یہاں پر مؤلف صاحب نے بنا بر خوش فہمی اپنی کے نہایت طیش میں آ کر قریب دو صفحوں کے سیاہ کر دیئے چنانچہ اس سے پہلے بھی طیش میں آ کر لکھ دیا ہے کہ ”یہاں پر مؤلف نے اقرار کر لیا کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ دجال کے بارہ میں متردد ہے۔“



ہاں صاحب مگر اخیر میں آپ ﷺ نے بوقت حصول کشف تفصیلی کے اس کا مفصل حلیہ بیان فرما دیا۔

قولہ: ص ۳۰۹ پر نعمت اللہ ولی کے پیش

مہدیئے وقت و عیسیٰ دوراں

ہر دوراں شہسوار سے بینم

کو جواباً اس محاورہ پر محمول کیا ہے حاتم دوران و نوشیروان زمان کہ حاتم اور نوشیروان سے بحسب محاورہ ایک ہی شخص ہوتا ہے۔

اقول: آپ بھی اپنے مرشد کی طرح گرے۔ کیا دوسرے مصرع میں ہر دوراں شہسوار سے بینم کو ملاحظہ نہیں فرمایا۔ نعمت اللہ ولی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکاشفہ کا بیان فرماتے ہیں کہ مہدی موعود اور عیسیٰ موعود دونوں کو اس وقت کشف کی آنکھ سے دیکھ رہا ہوں۔

ناظرین! امر وہی صاحب سے دریافت کریں کہ شیخ محمد اکرم صابری مرحوم کا حوالہ جو مرزا صاحب نے دیا تھا اور اس پر شمس الہدایت میں اعتراض کیا گیا ہے اس کا آپ نے جواب کیوں نہیں دیا؟ کیا تسلیم کر گئے ہیں کہ مرزا صاحب ایسے دجل کیا کرتے ہیں۔

قولہ: صفحہ ۳۱۰۔ ورنہ جس طرح پر فرقہ معتزلہ و خوارج و جہمیہ نے ان احادیث کو الخ

اقول: ع چہ دلا و راست زدے کہ بکف چراغ دارد

حضرت اب ناظرین آپ کے دھوکہ میں نہیں آتے کیونکہ ان کو پہلے نووی شرح صحیح مسلم کی نقل سے معلوم ہو چکا ہے کہ بعض معتزلہ اور جہمیہ کے ساتھ آپ ہی ہیں نہ اہل اجماع۔ اور پھر بالعکس دجل سے کام لیتے ہیں۔

قولہ: صفحہ ۳۱۲ سے صفحہ ۳۱۳ تک کا حاصل۔ مرزا صاحب پر جو الزام لگایا ہے کہ انہوں نے ازالہ میں وحی انبیاء میں بھی دخل شیطانی لکھا ہے یہ بالکل ابلہ فریبی اور لوگوں کو بدگمان



کرنا ہے۔ مرزا صاحب نے اس طرح پر لکھا ہے یہ دخل کبھی انبیاء اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے مگر وہ تو بلا توقف نکالا جاتا ہے اور یہ مضمون ہے آیت وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ الْآيَةِ (سورہ حج: ۵۲) کا۔

**اقول:** ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ مضمون تو آیت مذکورہ کا ہے مگر محل استشہاد ازالہ کے صفحہ ۶۲۹ کی عبارت ذیل ہے۔ ”ایک بادشاہ کے وقت میں چار سونبی نے اس کی فتح کے بارہ میں پیشین گوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست ہوئی بلکہ وہ اسی میدان میں مر گیا“ الخ۔ اب فرمائیے کہ اس سے شیطانی کلمہ کا دخل انبیاء کے وحی میں ثابت ہو یا نہ؟ اور شمس الہدایت میں جو حوالہ ازالہ کے صفحہ ۶۲۸ کا دیا گیا ہے اس صفحہ سے لے کر دوسرے صفحہ کے اخیر تک دیکھو کہ یہی ہے۔ آپ نے صرف آیت کا مضمون نقل کر دینے سے مرزا صاحب کو بری کر دینا چاہا مگر اس صفحہ کو اخیر تک ملاحظہ نہیں فرمایا یا دانستہ دخل کیا۔

**قوله:** صفحہ ۳۱۴۔ مجدد اور محدث بھی تو مرسل ہوتا ہے۔

**اقول:** اصطلاحی معنی کے رو سے ان کو رسول نہیں کہا جاتا۔

**قوله:** صفحہ ۳۱۵ سے ۳۱۸ تک کی تردید کی ضرورت نہیں۔ صفحہ ۳۱۹ میں لکھا ہے کہ حدیث ذیل عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لو كان الدين عند الثريا لذهب به رجل من فارس او قال من ابناء فارس حتى يتناولوه (رواه مسلم) کا مصداق امام ہمام نعمان بن ثابت کوئی نہیں کیونکہ ان کے وقت میں علم زمین سے نہیں گیا تھا۔

**اقول:** آپ کے مرزا جی تو نہ صرف سمرقندی الاصل ہونے کی وجہ سے بلکہ مزید برآں تحریف الکتاب والسنۃ کے رو سے بھی حدیث مذکور کا مصداق نہیں ہو سکتے۔ رہا امام ہمام علیہ الرحمۃ والسلام کا مصداق ہونا حدیث مذکور کے لئے سو وہ اس کا مصداق ہو سکتے ہیں کیونکہ اجداد کے رو سے ان پر رجل من ابناء فارس صادق ہے۔ اور حدیث مذکور کا مفاد یہ نہیں کہ رجل من



ابناء فارس کے وقت میں علم کا اٹھ جانا بھی ضرور متحقق ہو۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس شخص میں لیاقت اور استعداد اس حد تک ہو کہ اگر علم زمین سے اٹھ گیا ہو تو بھی اس کو بوجہ کمال اپنے کے لوٹا لاوے کلمہ لو کا معنی خیال کرو۔

**قولہ:** صفحہ ۳۲۱ کا حاصل۔ ..... مؤلف شمس الہدایت کو اس حدیث کا اقرار ہے کہ  
الدنيا سبعة الاف وانا في اخرها الفا اندریں صورت جو کچھ آپ نے لکھا غتر بود ہو  
گیا کیونکہ علامات قیامت کبریٰ جو حدیث میں بیان کئے گئے ہیں جب تک وہ پوری نہ  
ہو لیں تب تک قیامت کیونکر آسکتی ہے۔

۲..... آدم عليه السلام سے آج تک سات ہزار تین سو اٹھارہ (۷۳۱۸) برس تو گزر چکے اندریں  
صورت کیا مؤلف کو اتنا عقل و فہم بھی نہیں ہے کہ سات ہزار برس سے پہلے قیامت کیوں کر  
آسکتی ہے اس سے مؤلف صاحب کا علم حساب میں بھی طاق ہونا ثابت ہوا۔

نعر تا مرد سخن نگفتہ باشد  
عیب و ہنرش نہفتہ باشد  
نعر حملہ بر خود مے کنی اے سادہ مرد  
ہچو آں شیریکہ بر خود حملہ کرد

۳..... حضرت اقدس نے مدت قیامت کی تحدید بعد گزرنے سات ہزار برس کے آدم عليه السلام  
سے کس جگہ فرمائی ہے جو مخالف ہو۔ قال انما العلم عند الله يا ما المسئول عنها  
باعلم من السائل کے۔

**اقول:** ..... شمس الہدایت کو اس حدیث کی صحت کا فرضی طور پر اقرار ہے۔ دیکھو صفحہ ۱۱۶  
سٹر اوّل شمس الہدایت۔ اور فرضی کیوں نہ کہا جاوے چونکہ ثقات نے مثل مناوی و شیخ سیوطی  
و صاحب سراج منیر نے اس کو موضوع و ضعیف کہا ہے اور اس حدیث کے مضمون کو مستقل



طور پر چونکہ مرزا صاحب نے وقوع قیامت سے روکنے والا ٹھہرایا ہے۔ دیکھو ازالہ صفحہ ۱۵۵  
 ”یہ مقرر ہو چکا ہے کہ قیامت سات ہزار برس گزرنے سے پہلے واقع نہیں ہو سکتی“۔ لہذا ان  
 پر وارد کیا گیا کہ آج تک حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سات ہزار تین سو اٹھارہ برس تو گذر  
 چکے۔ اندرین صورت کیا مرزا صاحب کو پھر بھی یہ حدیث وقوع قیامت سے روکنے والی  
 معلوم ہوتی ہے۔ مع آنکہ طلوع الشمس من مغربہا اور یا جوج ماجوج اور دابة الارض وغیرہ  
 اشراط کا تحقق آپ کے نزدیک ہو چکا ہے۔ الغرض مرزا صاحب نے حدیث مذکور کو مانع  
 مستقل ٹھہرایا ہے وقوع قیامت کے لئے۔ دیکھو ازالہ۔ لہذا یہ اعتراض ان پر وارد غیر مندرج  
 ہی رہا اور امر وہی صاحب نے بھی حسب عادت ٹال مٹول کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرزا  
 صاحب اور امر وہی صاحب دونوں نے علم حساب خوب پاس کیا ہوا ہے۔ بیس

تامر دخن نگفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد

اس سے امر وہی صاحب کی خوش فہمی بھی ثابت ہو گئی اور تینوں نمبروں کا جواب بھی ہو گیا۔  
**قولہ:** صفحہ ۳۲۲ کی تردید ہو چکی ہے۔ صفحہ ۳۲۲ سطر ۲ تمت الكتاب والیہ المرجع  
 والمآب۔

**اقول:** تم الكتاب چاہیے۔ کیا نحو میر نہیں پڑھا اور نیز الیہ کا مرجع کتاب ہوگی جو پہلے  
 فقرہ متناسبہ میں مذکور ہے کیونکہ اللہ کا ذکر گو کہ فقرہ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب  
 العلمین میں ہوا ہے۔ مگر تمت الكتاب والیہ المرجع والمآب یہ دونوں فقرے کہیں متناسب  
 اور پہلوں سے الگ الگ ہیں۔ پس معنی یہ ہوا کتاب شمس بازغہ ہی کی طرف مرجع اور باز  
 گشت ہے۔ جو بالکل منافی ہے دیانت و درایت کے لئے۔

**قولہ:** صفحہ ۳۲۲ کا حاصل۔

..... میری نسبت لوگوں کا یہ مشہور کرنا کہ سید محمد احسن امر وہی مرزا صاحب سے منحرف ہو گیا



ہے، بالکل جھوٹ اور لغو ہے۔ کیونکہ میں نے عرصہ انیس (۱۹) یا بیس (۲۰) سال میں اپنی تالیفات میں مرزا صاحب کے دعویٰ کو براہین ساطعہ سے ثابت کر دیا ہے۔ پس ایسے محقق کا برگشتہ ہونا (راہ راست پر آنا) کیا معنی رکھتا ہے۔

۲..... ہمارے رسائل کا آج تک کسی نے جواب نہیں دیا۔ حتیٰ کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے بھی باوجود وعدہ جواب سکوت کیا اور مولوی محمد بشیر صاحب باوجود ہمارے شدید تقاضا کے عدم فرصت کا عذر پیش کرتے رہے۔

**اقول:** ۱..... آپ خواہ کچھ بھی کہیں مگر سورج کو انگلی سے ہرگز نہیں چھپا سکتے۔ قادیان سے جانا آپ کا بھی دراہم معدودہ میں کسر واقع ہونے کی وجہ سے تھا جیسا کہ آنا جبر نقصان کے سبب سے ہوا۔ ”محقق“ کا لفظ جو آپ نے اپنے لئے لقب دیا ہے گویا اپنے منہ سے میاں مٹھو بننا چاہا ہے۔

۲..... ہاں صاحب مگر اس وجہ سے کہ

ع جواب جاہلاں باشد خموشی

**قولہ:** صفحہ ۳۲۵ سطر ۱۴۔ کتبہ السید محمد احسن امر وہوی۔

**اقول:** امر وہی چاہیے واؤ کے لانے کا کوئی قاعدہ نہیں۔ دیکھو شافیہ فصول اکبری اور نیز بوجہ تعریف محمد احسن اور نکارت امر وہوی کے موصوف اور صفت کے درمیان مطابقت بھی نہیں لہذا امر وہی چاہیے تھا۔

**قولہ:** صفحہ مذکورہ سطر ۱۵۔ فی تاریخ ۲۳ اگست ۱۹۰۰ء یوم الخمیس۔

**اقول:** ”فی تاریخ“ اور ”یوم الخمیس“ متعلق ”کتبہ“ سے معنی یہ ہوا کہ لکھا ہے اس کتاب کو سید صاحب نے ۲۳ اگست ۱۹۰۰ء خمیس کے دن۔ ایہا الناظرون! کیا سید صاحب نے کتاب کو ایک دن میں لکھا ہے؟ ہرگز نہیں۔ لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ سید صاحب نے حسب



عادت اپنی کتاب کا خاتمہ بھی کلام کاذب پر کیا۔ خدا کے بندے خاتمہ کا فقرہ تو سچا بولا ہوتا۔  
**قولہ:** صفحہ ۳۲۶ اور ۳۲۷ کا حاصل۔ ہم ایسے ہیں اور ہمارے رسائل ویسے فلاں صاحب  
 سے منگالو۔

**اقول:** یہ ایسے ویسے صرف اپنے ہی منہ کی شکر خائی ہے۔ ورنہ مردم شناسوں کے ہاں جیسے  
 ہیں تیسے ہی ہیں۔ فتدبر۔ کسی اہل اسلام میں سے کسی کے منگانے کی امید مت رکھیں۔  
 بعض مقامات میں ہمارے ترکی بہ ترکی جوابوں پر امید ہے کہ آپ خفانہ ہوں گے۔ کیونکہ  
 بسم اللہ آپ ہی کی طرف سے ہوئی ہے۔ ”آئندہ یار زندہ صحبت“ باقی مطمئن رہیں۔  
 اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ وَادِّمْ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَالِهِ وَعِثْرَتِهِ وَصَحْبِهِ  
 أَجْمَعِينَ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ط

### ”سيفِ چشتیائی“ کے عربی خطبہ کا اردو ترجمہ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے۔

سب حمد و ثنا اس خدائے پاک کے لیے ہے جس نے اپنے رسل کرام علیہم السلام کو بشیر و نذیر  
 بنا کر مبعوث فرمایا۔ اور ان کے آخر میں اس ذاتِ گرامی علیہ السلام کو مبعوث فرمایا جس کے  
 متعلق یہ ارشاد فرمایا (مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں) اور آپ پر ہر کبھی سے  
 پاک وہ عربی قرآن نازل فرمایا۔ جس میں روشن ترین آیات اور قوی ترین دلائل ہیں۔ اگر  
 سب جن و انس اس قرآن کی مثل لانے پر اکٹھے ہو جائیں تو اس کی چھوٹی سی سورت کی بھی  
 مثل لانے سے ذلت کے ساتھ عاجز ہو جائیں گے اور گواہی دیتا ہوں کہ عبادت و پرستش  
 کے لائق فقط خدا ہی ہے جو سب جہانوں کا معبود برحق ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت



سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے عبد و رسول حبیب و خلیل اور خاتم النبیین ہیں۔ آپ اور آپ کی آل کرام اور اصحاب عظام پر جنہوں نے آپ کی نصرت و حمایت کی اور ان کے تاقیامت مخلص تابعداروں پر بعد علم الہی اعلیٰ ترین صلوات و بقدر حلم الہی پاکیزہ ترین تسلیمات ہوں۔ خصوصاً ان لوگوں پر جو آپ کے دین محکم کے مجد د ہیں۔ اور جو مدعی نبوت قادیانی کو شکست دے کر اس کی ملت کی شہ رگ کاٹنے والے ہیں۔ اے خداوند ان کی نصرت و مدد فرما جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی مدد کریں اور ہمیں انہی سے بنا۔ اور ان لوگوں کو مخذول و مغلوب کر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو نیچا دکھانے کی سعی کریں۔ اور ہمیں ایسے لوگوں میں شامل نہ فرما۔ اور ہمارا حال ان لوگوں کے حال کے مشابہ نہ کر جن کے متعلق تیرا ارشاد ہے۔ اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے عہد لیا جو کتاب دیئے گئے کہ ضرور اس کتاب کو لوگوں کے سامنے بیان کریں گے اور اسے نہ چھپائیں گے پس انہوں نے اس کتاب کو پس پشت ڈال دیا اور اس کو معمولی عوض کے بدلے بیچ ڈالا۔ پس انہوں نے بہت بڑا سودا کیا۔ نیز فرمایا۔ بے شک جو لوگ خدا کے عہد اور اپنی قسموں کو معمولی عوض کے بدلے بیچ ڈالتے ہیں وہی لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔ اور نہ خدا ان سے قیامت کے دن ہمکلام ہوگا اور نہ ان کی طرف نظر فرمائے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا۔ اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

حمد و ثناء کے بعد بندہ فقیر خدا کی طرف ملتی اور اسی کے ساتھ اس کے ماسوا سے مستغنی اسی کا بندہ اور اسی کے بندے کا فرزند مہر علی شاہ نسباً حسنی مذہباً حنفی مشرباً چشتی نظامی قادری ذہبی گویا ہے کہ ان مقاصد میں جن کی طرف رغبت و توجہ کے ساتھ گردن ہمت بلند کی جاتی ہے۔ سب سے اعلیٰ و ارفع کتاب و سنت کا علم ہے۔ ارشاد الہی ہے۔ کیا وہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے۔ اگر وہ خدا کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت سا



اختلاف پاتے۔ نیز فرمایا۔ یہ کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف نازل کیا تاکہ اس کے آیات میں غور و فکر کریں۔ اور عقل والے نصیحت حاصل کریں۔ نیز فرمایا۔ کیا پس وہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! آگاہ ہو۔ میں قرآن اور اس کے ساتھ اسی کے مانند (سنت) دیا گیا ہوں۔

پس کتاب و سنت کا علم ان اہم ترین مقاصد سے ہے جن کی طرف مقصد کے سامان باندھے جاتے ہیں۔ اور ان عظیم ترین مطالب سے ہے جہاں طلب کی سواریاں بٹھائی جاتی ہیں اور ان موکد ترین امور سے ہے جن کے لیے اونٹوں اور گھوڑوں پر آبادیوں اور جنگلوں میں سفر طے کیا جاتا ہے۔ اور ان مضبوط ترین لند پہاڑی چوٹیوں سے ہے جہاں پر ڈاکوؤں کا فتنہ و فساد دفع کرنے کے لیے قیام کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ”خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کتاب اللہ کی وئی آیت نہیں اتری مگر میں اس کے متعلق سب سے زیادہ جانتا ہوں کہ کس کے بارے نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی اور اگر میں یہ جانتا کہ کوئی شخص مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کو جانتا ہے جسے سفر اور سواری کے ذریعہ پایا جاسکتا ہے تو ضرور اس کے پاس حاضر ہوتا۔“

لہذا ہم جماعت اہل اسلام پر واجب ہے کہ کتاب و سنت کا علم ان اشخاص سے حاصل کریں جو اس کی اہلیت رکھتے ہیں۔ پس سب سے مقدم قرآن کی وہ تفسیر ہوگی جو خود قرآن سے حسب لغت عربیہ حضور نبی کریم علیہ السلام کی تفسیر کے مطابق ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ بے شک ہم پر ہے قرآن کا جمع کرنا اور پڑھنا پس جب ہم اسے پڑھیں تو آپ اس کے پڑھنے کا اتباع کریں پھر ہم پر ہے اس کا بیان کرنا۔ نیز ارشاد باری ہے۔ بے شک ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ نازل کیا تاکہ جس طرح خدا نے آپ کو دکھایا اس کے



مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں اور خیانت کرنے والوں کے لیے جھگڑنے والا نہ ہونا۔ نیز فرمایا۔ ہم نے آپ پر کتاب نہیں اتاری مگر اس لیے کہ لوگوں کو بیان فرمائیں وہ چیز جس میں انہوں نے اختلاف کیا اور ہدایت اور رحمت ہے اس قوم کے لیے جو ایمان رکھتی ہے۔ نیز فرمایا۔ ہم نے آپ پر ذکر نازل کیا تاکہ لوگوں کی طرف منزل کتاب کو ان کے لیے بیان کریں اور شاید وہ غور و فکر کریں۔

حضور نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں لوگو! آگاہ رہو میں قرآن اور اس کے ساتھ اسی کے مانند (سنت) دیا گیا ہوں۔

لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر رہبروں کے لیے چودھویں کا چاند اور تاریکی میں روشن ستارہ ہے۔ اور ہر اس چیز پر مقدم ہے جس کی مخالفت کی گنجائش مسلمان کے لیے ہرگز نہیں بخلاف مدعی نبوت قادیانی اور اس کی جماعت کے۔ کیونکہ ان لوگوں نے خلاف منقول و معقول اور غلط حیلوں کو قرآن کی تفسیر بنا کر حضور نبی کریم علیہ السلام کی تفسیر کے لیے بطور اصل قرار دیا، اگرچہ بعید از عقل تاویلات کیوں نہ کرنی پڑیں۔ جیسا کہ نزول مسیح علیہ السلام کے احادیث میں قادیانی تاویلات سے واضح ہو جائے گا۔

حضور علیہ السلام کی تفسیر کے بعد علمائے صحابہ کی تفسیر کا مقام ہے کیونکہ حضور علیہ السلام سے سننے اور سیکھنے کی سعادت کے ساتھ ساتھ ان حضرات نے نزول قرآن اور ان احوال کا بالمشافہہ معائنہ کیا جو قرآن کے سمجھنے میں مددگار ہو سکتے ہیں لہذا وہ اس ماملہ کو سب سے بہتر جانتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن سعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم میں سے کوئی شخص دس آیات قرآنی سیکھ لیتا تو اس وقت تک مزید کی طرف توجہ نہ کرتا جب تک ان کے مطالب اور ان پر عمل پیرا ہونے کو اچھی طرح معلوم نہ کر لیتا۔

حضرت ابو عبد الرحمن سلمی فرماتے ہیں کہ جن حضرات سے ہم نے پڑھا وہ



فرماتے تھے کہ جب ہم حضور نبی علیہ السلام سے پڑھتے تو دس آیات قرآنی پڑھنے کے بعد جب تک اُن پر عمل پیرا ہونا معلوم نہ کر لیتے آگے نہ بڑھتے۔ لہذا ہم نے علم اور عمل دونوں حاصل کیے۔

بہر حال صحابی کی تفسیر دوسروں کی رائے پر بلاشبہ مقدم ہے بخلاف مرزائیوں کے، کیونکہ ان کی جماعت کے دلوں میں قادیانی کی نبوت پلا دی گئی ہے۔ وہ لوگ اپنی رائے سے ایسی تفسیر کرتے ہیں جو قادیانی نبوت کی تائید کرے۔ گویا اُن کے ہاں اصل چیز یہی ہے۔ اور تفسیر اس کے تابع ہے جسے ہر ممکن طور پر اپنی اس رائے کی طرف لوٹاتے ہیں کہ غلام احمد قادیانی نبی و رسول ہیں۔ اور جو اس کی نبوت کا منکر ہو وہ اسلام سے خارج اور ان کفار سے ہے جنہوں نے رسولوں کی رسالت سے انکار کیا۔ (خدا کی پناہ) انہوں نے اپنی ساری کوشش صرف کی مگر ان کا یہ غلط مقصد دور ہوتا گیا اور اپنی جانیں کھپا دیں۔ مگر یہ مطلب ہٹتا ہی گیا۔ اللہ تعالیٰ کا اس بات پر شکر ہے کہ جو مقصد ان کے خیال میں تھا اس تک رسائی سے اُن کی اُمیدوں کے سلسلے ٹوٹ گئے۔ بھلا کہاں زمین کہاں آسمان۔ گجاثریا (تارے) گجاثری (زمین کا نچلا حصہ) ہندی میں کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ کیا پدّی کیا پدّی کا شوربا۔ ذرا گذشتہ زمانے کے مدعیان نبوت مسیلمہ وغیرہ کے حالات دیکھو جنہوں نے اپنے جھوٹے دعوؤں سے کئی ایک جاہلوں پر اپنا جادو چلایا جو انہیں خدا کی طرح محبوب رکھتے تھے۔ آخر کار وہ مدعیان اور ان کے مددگار سب دنیا و آخرت میں ذلیل ہوئے۔ علمائے اسلام کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے قادیانی اور اس کی اُمت کے فتنہ کی آگ کو بجھانے کے لئے کئی کتابیں اور رسائل تصنیف کیے جن کی بدولت اللہ تعالیٰ نے بہت سے علاقوں میں کافی مرزائیوں کو ہدایت فرما کر خالص توبہ کی توفیق بخشی والحمد للہ بسا اوقات میرے دل میں خیال آتا تھا کہ کوئی ایسی کتاب تحریر کروں جو انعام الہی کے



مستحقین اہل ایمان کی راہ کو واضح کرے اور ان اہل بدعت لوگوں کے راہ سے بعید ہو جنہوں نے ارسطو وغیرہ فلاسفہ کے نقش پر چلتے ہوئے ارباب کتب منزلہ کے مسلک سے روگردانی کی اور کتاب و سنت کو پس پشت ڈال دیا۔ لیکن میرے اور اس مقصد کے مابین مختلف تفکرات و مشاغل کی کثرت حائل تھی یہاں تک کہ ایسے لوگوں سے اصرار کرتے ہوئے اس امر کی ضرورت ظاہر کی جن کی اُمیدوں کو پورا کرنے اور مطالبہ تسلیم کرنے کے بغیر مجھے چارہ نہ تھا۔ لہذا مولوی محمد احسن امر وہوی اور اس کے ہم مسلک لوگوں کو جنہوں نے میری کتاب شمس الہدایۃ پر اعتراض کیے تھے جواب دینے اور مرزا قادیانی نے سورہ فاتحہ کی تفسیر میں جو غلطیاں کیں، اُن کی اصلاح اور اُس کے دعویٰ اعجاز کے ابطال کے لیے اپنے مقصد کی ابتداء کرتا ہوں اور اس کام میں اللہ تعالیٰ کے فضل پر اعتماد کرتے ہوئے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن گیر ہوں۔ خدا تعالیٰ میرا بہتر قوی حامی ہے۔ اور حضور علیہ السلام بہتر شفیع ہیں۔ میرے ماں باپ اور جسم و جان سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں۔



